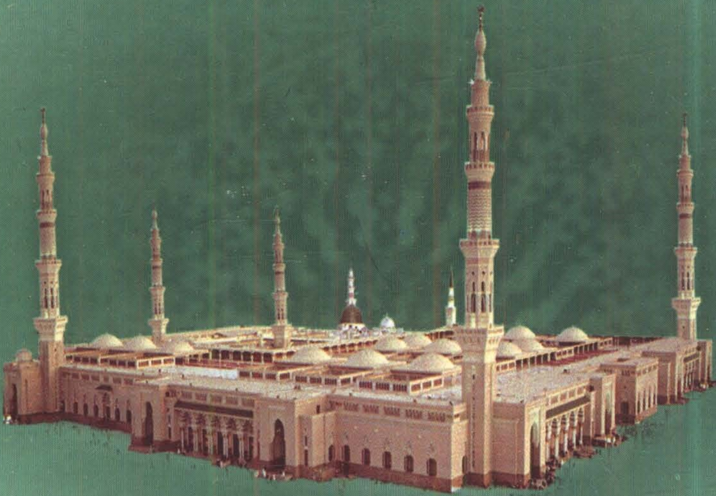

قاضی محمد سلیمان منصورپوری رحمۃ اللہ علیہ

عہد ۰ خاندان ۰ اساتذہ ۰ ہم عصر علماء

www.KitaboSunnat.com

تالیف
محمد اسحٰق بھٹی

المکتبۃ السلفیۃ ۰ شیش محل روڈ ۰ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّهٗ مِنۡ سُلَيۡمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تذکرہ

قاضی محمد سلیمان منصور پوری

عہد ○ خاندان ○ اساتذہ ○ ہمعصر علما

تالیف

محمد اسحٰق بھٹی

المکتبۃ السلفیۃ ○ شیش محل روڈ ○ لاہور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوقِ طباعت و اشاعت
المکتبۃ السلفیۃ کے نام محفوظ ہیں

طبع اوّل ______ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ بمطابق جنوری ۲۰۰۷ء

المکتبۃ الرحمانیۃ
17052

اہتمام ______ احمد شاکر
ناشر ______ المکتبۃ السلفیۃ لاہور
مطبع ______ ناصر پرنٹرز لاہور
سلف کی اشاعت میں مستعد

شیش محل روڈ، لاہور 54000 فون: 0092-42-7237184, 7230271

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب

پیش لفظ	حافظ احمد شاکر	۷
حرفِ اوّل	پروفیسر عبدالجبار شاکر	۱۱
حرفے چند	محمد اسحاق بھٹی	۲۱
پہلا باب	خاندانی پس منظر	۳۷
دوسرا باب	قاضی صاحب کے آبائی وطن بڈھیمال کے چند اصحاب تدریس	۴۷
تیسرا باب	ریاست پٹیالہ کے چند علمائے کرام	۵۱
چوتھا باب	کچھ معلومات ریاست پٹیالہ کے بارے میں	۵۷
پانچواں باب	قاضی محمد سلیمان ...... ولادت اور مقام ومرتبہ	۶۵
چھٹا باب	مولانا عبدالعزیز کوموی اور ان کا خاندان	۷۵
ساتواں باب	محکمۂ تعلیم میں ملازمت	۸۵
آٹھواں باب	محکمۂ عدلیہ میں	۸۹
نواں باب	والیٔ ریاست کے نزدیک احترام و اعتماد کی چند مثالیں	۹۹
دسواں باب	عظیم شخصیت اور موثر ترین باتیں	۱۱۷
گیارھواں باب	درسِ قرآن کا التزام	۱۳۱
بارھواں باب	حلم و اخلاق کا پیکرِ حسین	۱۴۱
تیرھواں باب	چند اہم واقعات	۱۵۳
چودھواں باب	چار خواب اور ان کی تعبیر	۱۷۷
پندرھواں باب	قاضی صاحب کے چند جلیل القدر معاصرین	۱۸۳

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سولھواں باب	قاضی صاحب اور غازی محمود دھرم پال	۲۰۱
سترھواں باب	قاضی صاحب مفسر قرآن کی حیثیت سے	۲۲۵
اٹھارھواں باب	قاضی صاحب ماہر حدیث کی حیثیت سے	۲۵۵
انیسواں باب	قاضی صاحب ماہر تاریخ کی حیثیت سے	۲۶۱
بیسواں باب	قاضی صاحب بہ حیثیت شاعر	۲۷۱
اکیسواں باب	مطالعۂ ادیان	۲۸۳
بائیسواں باب	قاضی صاحب کی تصانیف	۲۹۷
تئیسواں باب	رحمۃ للعالمین...... جلد اوّل	۳۴۳
چوبیسواں باب	رحمۃ للعالمین ...... جلد دوم	۳۵۹
پچیسواں باب	رحمۃ للعالمین ...... جلد سوم	۳۷۱
چھبیسواں باب	قبولیتِ دعا اور تاثیر کلام کے چند واقعات	۳۷۹
ستائیسواں باب	مصنف رحمۃ للعالمین آغوش رحمت میں	۳۸۹
اٹھائیسواں باب	ملک گیر اظہارِ تعزیت	۳۹۹
انتیسواں باب	قاضی صاحب کا ایک نایاب خطبۂ صدارت	۴۱۵
تیسواں باب	دعا کے اسرار و آداب	۴۲۹
اکتیسواں باب	قاضی عبدالعزیز منصور پوری	۴۳۷
بتیسواں باب	قاضی عبدالرحمٰن منصور پوری	۴۴۹
تینتیسواں باب	خانوادۂ قاضی محمد سلیمان سلمانؒ منصور پوری	۴۵۳
اشاریہ		۴۶۷

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ

وَهُوَ مُؤْمِنٌ

فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَوٰةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

(النّحل ۹۷)

ترجمہ:

جو شخص نیک اعمال کرے گا، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہوگا تو ہم اُس کو دنیا میں پاک اور آرام کی زندگی میں رکھیں گے اور آخرت میں اُن کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

مشہور روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ ''کان خلقه القرآن'' (نبی کریم ﷺ کا اخلاق قرآن مجید ہے) اسی بنا پر قرآن مجید اور مطالعۂ حدیث شریف کے بعد ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کے لیے اصلاح و ہدایت کا سب سے اہم اور بنیادی زینہ سیرت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا مطالعہ ہے۔ والد گرامی مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ [۱۹۰۸ء۔ ۱۹۸۷ء] اپنی اولاد اور تلامذہ اور زیر تربیت افراد کو مطالعہ کی ابتدا قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ کی تصنیف ''مہر نبوت'' سے کراتے، پھر سبقاً سبقاً ''رحمۃ للعالمین'' ان سے سنتے بلکہ پڑھاتے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے واقعۃً دل میں حبِ رسول ﷺ کی کونپلیں کھل جاتیں اور نمو پانے لگتیں۔

اردو زبان میں ''رحمۃ للعالمین'' کو جو قبولیتِ عامہ حاصل ہوئی اس کی ایک وجہ تو موضوع کی شیرینی، ایمان کا تقاضا اور محبتِ رسول ﷺ کا جذبۂ صادقہ تھی۔ دوسری وجہ حضرت قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاص، حبِ رسولؐ میں استغراق اور اطاعت رسول ﷺ میں انہماک کے علاوہ بیانِ سیرت میں ایک طرف انکسار و تواضع تھی تو دوسری طرف جذبۂ دعوت و ہدایت تھا کہ یہ کتاب مسلمانوں کے شوقِ عمل اور غیر مسلموں کے لیے قبولِ اسلام کا ذریعہ بن جائے چنانچہ مصنف علیہ الرحمہ کا یہی جذبہ اس کتاب کی افادیت و قبولیت عامہ کا باعث بنا۔

پھر قاضی صاحب کی بے نفسی کا یہ عالم کہ انھوں نے علمائے متقدمین کی طرح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

...... اپنے حالات نہ خود قلم بند کیے، نہ کسی دوسرے کو لکھوائے اور افسوس کہ نہ کسی صاحبِ علم نے اس کی طرف توجہ فرمائی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ جزائے خیر دے محترم مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کو کہ بچپن میں پڑھی ہوئی مہرِ نبوت اور رحمۃ للعالمین کا جلیل القدر مصنف انھیں بہت اچھی طرح یاد رہا اور زندگی کے آنے والے ہر مرحلے میں محترم قاضی صاحب رحمہ اللہ کی محبت ان کے دل میں پھلتی پھیلتی اور پھولتی رہی تا آنکہ انھوں نے کمر ہمت باندھ کر ان کے کوائفِ حیات جمع کیے۔ قاضی صاحب کے حالات کے نشانِ راہ اولاً تو موجود ہی نہیں تھے اور جو تھے وہ بہت ادھورے اور ناکافی تھے۔ محترم قاضی صاحبؒ سے بھٹی صاحب کی بے پناہ عقیدت نے ان کو ولولۂ تازہ بخشا تو ایک سیرت نگارِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ لکھنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوگئے جس میں ان کے وطن، ماحول، اساتذہ...... ممکن حد تک ......اور ہم عصر علما تک کے حالات تحریر فرما دیے ہیں۔

....

مولانا بھٹی صاحب حفظہ اللہ نے حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ سے درسِ نظامی کی فاضلانہ تکمیل کے بعد اپنی عملی زندگی کی ابتدا ہفت روزہ الاعتصام میں ائمہ کرام، خواتین اسلام کے حالات لکھنے سے کی۔ پھر مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کے دامنِ تربیت سے وابستہ ہو کر مولانا ندوی رحمہ اللہ سے استفادہ بھی خوب کیا اور معاون مدیر کی حیثیت سے ''الاعتصام'' کے ادارتی امور میں شریک عمل بھی رہے۔ مولانا ندوی رحمہ اللہ کے ادارہ ثقافتِ اسلامیہ میں تشریف لے جانے کے بعد الاعتصام کی جملہ ادارتی ...... بلکہ انتظامی بھی ...... ذمہ داریوں کو سنبھال لیا، جس کی مدت پندرہ سال کا طویل عرصہ تھی۔ ''الاعتصام'' سے علیحدہ ہو کر مولانا بھٹی بھی جب ادارہ ثقافتِ اسلامیہ سے وابستہ ہوگئے تو وہاں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو برصغیر میں اسلام کے اوّلیں نقوش، ترجمہ و حواشی الفہرست، (ابن ندیم)، فقہائے ہند دس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلدیں، ارمغانِ حنیف اور برصغیر میں علم فقہ جیسی اہم تصنیفی خدمات سرانجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اس کے ساتھ ساتھ ادارے کے علمی مجلّے ''المعارف'' کی ادارت بھی ان کے سپرد رہی۔ علاوہ ازیں مختلف اخبارات میں مضامین اور انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں علمی مقالات بھی تحریر فرماتے رہے۔ انھوں نے بتیس (۳۲) سال ادارہ ثقافت اسلامیہ میں علمی خدمات سرانجام دیں۔ اس سے ریٹائرمنٹ کے بعد ان کا اشہبِ قلم اگرچہ تذکرہ وتراجم رجال کی شاہراہ پر دوڑ رہا ہے تاہم ان کے قلم نے ریاض الصالحین کے اردو ترجمہ کے علاوہ، لسان القرآن جلد سوم ...... جس کی پہلی دو جلدیں مولانا محمد حنیف ندویؒ کے قلم سے تھیں .... کے علاوہ مولانا ندویؒ ہی کے معروف مضامین ''چہرہ نبوت قرآن کے آئینے میں'' کی تکمیل بھی کی۔ یہ مضامین اس زمانے میں ''الاعتصام'' میں چھپتے رہے تھے، جب بھٹی صاحب اس کی ادارت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔

برصغیر میں اہل حدیث کی آمد اور برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن جیسی گراں قدر تحقیقی اور تاریخی کتابیں تصنیف کیں، دبستانِ حدیث زیرِ تصنیف ہے اور صوفی عبداللہ مرحوم بانی دار العلوم اوڈاں والا اور ماموں کانجن کی مکمل سوانح حیات طبع ہوچکی ہے۔

مولانا بھٹی کا اندازِ تحریر بہت جاذب، رواں دواں، شستہ اور سلیس ہے۔ واقعات نگاری اس طرح کرتے ہیں کہ قاری ان کے طرزِ بیان میں خود کو بہتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ موصوف کا حافظہ اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے اور اس میں محفوظ واقعات کا خوب صورت اظہار ان کا کمال ہے۔ ان کا قلم اگرچہ کبھی کبھی مؤرخ کے قلم کی طرح ''بے رحم'' بھی ہوجاتا ہے لیکن اکثر تذکروں میں ان کے الفاظ، عقیدت کے میلان و رجحان کے غماز ہوتے ہیں۔ ان کے قلم سے تذکار وتراجم رجال کا ڈھیر لگ جانے کے باعث بعض اصحابِ علم وقلم انھیں دورِ حاضر کا ''امامِ ذہبی'' کہتے ہیں، جو صحیح معلوم ہوتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا بھٹی خوش مزاج، خوش اخلاق، رعونت سے محفوظ، خشونت و یبوست سے کوسوں دُور، حافظ کے فلسفۂ وصل خواہی کے باوجود عقیدے میں مضبوط، نظریات میں پختہ، غایت درجہ متواضع و منکسرالمزاج، بزرگوں کے لیے مؤدب اور چھوٹوں کے لیے سراپا شفقت ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآنِ کریم کی خاص محبت بھی عطا کی ہے، اس لیے صبحدم تلاوتِ قرآن کا معمول رکھنے کے علاوہ اچھا قرآن سننے کے شائق، ذوقِ عبادت سے بہرہ ور اور بہ ظاہر ''ملامتی صوفی''

محترم مولانا بھٹی حفظہ اللہ نے اپنی تالیفات میں سے یہ نادر واہم اور گراں قدر کتاب المکتبۃ السّلفیہ کو اشاعت کے لیے عطا فرمائی، جو اس کے مقاصد قیام سے ہم آہنگ بھی ہے اور اس کے بانی رحمہ اللہ کی عقیدت کا مرجع بھی۔ اگر برزخ میں شاگرد اور اولاد و احفاد کے اعمال حسنہ کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ استاذ اور والدین کو احساس دلاتا ہے تو ان شاء اللہ اس کتاب کی طباعت سے اس کے بانی رحمہ اللہ کی روح یقیناً خوش ہوگی اور ان کے لیے توشۂ آخرت بھی ضرور بنے گی کہ اس کتاب کا مؤلف ان کا شاگرد اور ناشر، ان کی اولاد ہے۔

دعا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کتاب کو محترم مولانا بھٹی صاحب حفظہ اللہ، المکتبۃ السّلفیہ کے موسس، ان کے معاون حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی رحمہم اللہ، راقم الحروف اور اس کی اولاد کے لیے ذریعۂ مغفرت بھی بنائے اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی شفاعت کا سبب بھی۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

احمد شاکر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرفِ اوّل

برصغیر کے افقِ علمی پر انیسویں صدی کے نصف اوّل کے بعد چار سلیمان ایسے طلوع ہوئے، جنھوں نے اپنے اپنے دائرۂ علمی میں ایک امتیاز اور اختصاص حاصل کیا۔ شاہ سلیمان پھلواروی (۱۸۶۰ء......۱۹۳۵ء) سید سلیمان اشرف (۱۸۷۸ء......۱۹۳۹ء)، سید سلیمان ندوی (۱۸۸۴ء......۱۹۵۳ء) اور قاضی سلیمان منصور پوری (۱۸۶۷ء......۱۹۳۰ء) چاروں ملت اسلامیہ برصغیر کی علمی محفل کے گوہر شب چراغ تھے۔ ان کی سرگرمیوں سے تہذیب اسلامی کو ایک نکھار اور وقار میسر آیا مگر ان میں قاضی محمد سلیمان کی شخصیت میں جو دلآویزی، خاندانی وجاہت، علمی انہماک، تدبر و تفکر، آداب واطوار، زہد و ورع، فہم وفراست، امانت و دیانت، تعلیمی اور تحقیقی استعداد، کتاب وسنت کا ذوق اور عملی سیرت و کردار کے نقوش دکھائی دیتے ہیں، ان کے باعث ان کے علمی کارنامے، دعوتی سرگرمیاں اور ریاستی خدمات مدتوں یاد رکھی جائیں گی۔ محکوم ہندوستان اور ایک سکھ ریاست کے باشندے کی حیثیت سے انھوں نے فکر وعمل کے جو چراغ روشن کیے، ان کی تابانی سے آج بھی ہمارے علمی، فکری اور دعوتی ایوان منور ہیں۔

قاضی صاحب کا زمانۂ حیات (۱۸۶۷ء......۱۹۳۰ء) برطانوی عمل داری کا ہندوستان میں نقطۂ عروج سمجھنا چاہیے۔ فرنگیوں کے استبدادی مظالم سے ان کے سامراجی عزائم بظاہر پورے ہو رہے تھے مگر حریتِ فکر اور جذبۂ جہاد میں مطلقاً کوئی کمی واقع نہ ہوسکی۔ اس تاریخی حقیقت سے تو سبھی شناسا ہیں کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے برصغیر کا اقتدار مسلمانوں سے حاصل کیا تھا، اس بنا پر وہ مسلمانوں کو آخر تک اپنا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حریف تصور کرتے رہے۔ خود مسلمان بھی اپنے عقائد کے باعث ان سے کوئی واضح طرز مفاہمت پیدا نہ کر سکے۔ برطانوی حکمرانوں سے نجات اور استخلاصِ وطن کے لیے جدوجہد میں یہ فرزندانِ توحید پیش پیش تھے۔ ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ میں شہادت کی موت مرنے والوں نے لاکھوں دلوں میں شوقِ جہاد کی شمع فروزاں کر دی تھی، جس کے نتیجے میں ۱۸۵۷ء میں دہلی کی فضا ایک مرتبہ پھر آزادی کے نعروں سے گونجنے لگی۔ آخری مغل شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کا اقتدار محدود اور اختیار مفقود ہو چکا تھا اور وہ داغِ فراقِ صحبتِ شب کی ایک جلی ہوئی شمع کی مانند تھے، بالآخر یہ شمع بھی خاموش ہوگئی مگر اس کے دھویں سے بھی برطانوی اقتدار لرزہ براندام تھا۔ ۱۸۶۵ء میں پٹنہ میں وہابی مقدمات میں جہاں کسی اپیل، دلیل اور وکیل کی گنجائش نہ تھی، حریت پسندوں کو حبسِ دوام بعبور دریائے شور جیسی سنگ دلانہ سزائیں دی جارہی تھیں۔ اس معرکہ آزادی میں بہت سی قوتیں شریک تھیں مگر اہل حدیث جنھیں طنزاً اور ایک سیاسی ضرورت کے تحت وہابی کہا جاتا تھا، اس جدوجہد میں مقدمۃ الجیش کی حیثیت رکھتے تھے۔ محترم قاضی محمد سلیمان کا خاندان بھی اپنے مسلک اور مزاج کے اعتبار سے اسی قافلۂ سخت جاں سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اپنے انداز سے ان حریت پسندوں اور مجاہدین کی دامے، درمے، قدمے، سخنے مدد کر رہا تھا۔ مجاہدین کے بقیۃ السیف افغانستان کے سرحدی علاقوں میں محفوظ پناہ گاہیں تلاش کر کے ان میں مقیم ہو چکے تھے، ایسے ہی ایک مقام چمرکنڈ کے مجاہدوں سے اس خاندان کے قریبی روابط تھے۔ ان کے بزرگ انھیں ہر طرح کی مدد فراہم کررہے تھے۔ اسی حریت وحمیت کی اقدار کے دلدادہ خاندان میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے آنکھ کھولی۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تعلیم و تربیت مشرقی ماحول میں ہوئی، جہاں دینی علوم کے مطالعے اور فارسی ادبیات کے اخلاقی گنجینے سے انھوں نے خوب استفادہ کیا، وہ طبعاً بہت ذہین وفطین تھے۔ مطالعے کے ذوق وشوق نے ان کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاں وسعتِ علمی کا وہ جہاں آباد کیا کہ اس کے ایمان افروز اور اخلاق آموز اثرات ان کی تمام تالیفات و تصانیف میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ وہ بظاہر پٹیالہ کی سکھ ریاست میں محکمہ تعلیم کے سررشتہ دار سے ترقی کرتے ہوئے ان کے عدالتی نظام کے آخری منصب تک پہنچے۔ مگر ان کی شخصیت کا اصل جوہر اور حقیقی اظہار ان کی تصانیف و تراجم سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے علمی کارناموں کو وہ قبولیت عطا کی کہ اس پر ایک زمانے کو رشک ہے۔ انھیں فطرت نے ایک اخاذ ذہن عطا کیا تھا جو استخراج نتائج اور تجزیۂ حقائق میں اپنی مثال آپ تھا۔ ان کی کتابوں کے مطالعے سے ایک خاص علمی اسلوب متشکل ہوتا ہے جس میں اپنے فکری منہج کے اثبات کے لیے انھوں نے علوم و مذاہب کے تقابلی مطالعے سے بھرپور استفادہ کیا۔ قرآنیات کے موضوع پر ان کی ''الجمال والکمال'' ایک تفسیری کارنامہ ہوتے ہوئے بھی اپنے دامن میں لغوی ابحاث، قانونی اور فقہی مسائل، تاریخی اور تمدنی احوال اور جغرافیائی کوائف کو سمیٹے ہوئے ہے۔ ''شرح اسماء اللہ الحسنی'' میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ذاتی اور صفاتی ناموں کا تمام تر لوازمہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے حاصل کیا۔ انھوں نے درجنوں علمی کتابیں لکھیں مگر ان کے قلم کا اصلی زور اور جوہر سیرت کے میدان میں کھلتا ہے۔ سیرت نگاری کے اس میدان میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ ان کے متنوع علمی کارناموں میں سیرت نگاری گل سرسبد کی حیثیت رکھتی ہے۔

سیرت نگاری کے اس میدان میں، ان کی یہ علمی آرزو تھی کہ وہ اس سلسلے میں تین مستقل کتابیں تحریر کریں، جن میں سے ایک مختصر، دوسری متوسط اور تیسری مطوّل ہو۔ مختصر سیرت نگاری میں ان کا کمال ''مہر نبوت'' میں دکھائی دیتا ہے۔ ۱۸۹۱ء میں انھوں نے اس مختصر کتابِ سیرت میں حضور ﷺ کی تیئیس سالہ نبوی زندگی کا ایک ایسا خاکہ اور نقشہ پیش کیا ہے جو عام فہم ہونے کے علاوہ تاریخی حقائق سے لبریز ہے۔

سیرت نگاری کی متوسط کوشش کے سلسلے میں انھوں نے اپنی معرکۂ آرا کتاب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمۃ للعالمین ﷺ'' تین جلدوں میں لکھی، جس کی پہلی جلد ۱۹۱۲ء میں منصۂ شہود پر آئی۔ دس سال کے وقفے سے دوسری جلد ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی جب کہ تیسری اور آخری جلد ان کی وفات کے تین سال بعد ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی، جس پر اس عہد کے ممتاز مؤرخ اور سیرت نگار سید سلیمان ندوی نے فاضلانہ مقدمہ تحریر کیا ہے۔

''رحمۃ للعالمین ﷺ'' جیسی کتاب اردو زبان میں تو کجا، عربی زبان کے صدیوں کے سوانحی اور سیرتی لٹریچر میں بھی دکھائی نہیں دیتی اور سیرت نگاری میں اس کارنامے کو صرف زمانی تقدم ہی حاصل نہیں بلکہ منہاجی فضیلت و سبقت بھی میسر ہے۔ اس عہد کے دوسرے ممتاز سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی کا کارنامہ اگر ایک صاحب دماغ کی کرشمہ سازی ہے تو قاضی محمد سلیمان کی یہ علمی کاوش ایک صاحب دل کا خراجِ عقیدت ہے۔ گزشتہ نو عشروں میں کئی ناشروں نے اس کے متعدد ایڈیشن شائع کیے ہیں اور اس کی مقبولیت ہنوز روزِ اوّل کی طرح ہے۔ اس کتاب نے بعد کی سیرت نگاری پر جو اثرات مرتب کیے ہیں، اس کا اندازہ سیکڑوں سیرت کی تصانیف کے مطالعہ سے کیا جاسکتا ہے۔ آپ اسے پڑھیے تو قدم قدم پر وسعت مطالعہ، ورق ورق پر حقائق کا انبار، سطر سطر میں نقد و درایت، لفظ لفظ میں زورِ استدلال، ہر حوالے میں حزم و احتیاط، ہر پیراگراف میں استخراجِ نتائج اور ہر مقام پر اسلوب کی سادگی اور قلم کی کرشمہ سازیوں کا اعجاز دکھائی دیتا ہے۔ اس ایک کتاب کی تحریر میں کئی کتاب خانے خرچ ہوگئے ہیں۔ اسلامی ادبیات کے علاوہ قدیم صحف سماوی اور غیر آسمانی مذہبی کتابوں سے اخذ و استفادہ اور مقابلہ و محاکمہ کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ روایت و درایت سیرت میں اب یہ کتاب ایک مستند حوالے کا درجہ رکھتی ہے۔ اس ضخیم کتاب کے عربی اور انگریزی زبان میں دو دو تراجم ہوچکے ہیں۔ ان کے دیگر تراجم و تصانیف کا تذکرہ آپ پیش نظر کتاب میں تفصیل سے ملاحظہ کریں گے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی شخصیت ایک قاموسی درجے کی ہے۔ ایک مفسر،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدث، مؤرخ، محقق، منصف، قانون دان، ماہر تقابل ادیان، خطیب، شاعر، داعی، مناظر اور سفرنامہ نگار کی حیثیت سے ان کے متنوع کارنامے ہمارے سامنے ہیں۔ وہ برصغیر میں مسلمانوں کے ممتاز علمی اور تحقیقی اداروں کے معاون اور مشیر تھے۔ جامعہ ملیہ، انجمن حمایت اسلام اور ندوۃ العلماء کے اجلاسوں میں وہ باقاعدگی سے شرکت کرتے، اہل حدیث مسلک کی تنظیمی اور دعوتی سرگرمیوں میں گہری دلچسپی لیتے اور ان کی سالانہ کانفرنسوں میں شرکت فرماتے۔ انھوں نے کثیر الاشغال ہونے کے باوجود کثیرالجہات کارنامے سرانجام دیے۔ ان کے دن کی جلوتیں مخلوق خدا کی خدمت میں بسر ہوتیں تو شبانہ خلوتیں اپنے خالق کے ساتھ راز و نیاز کی عبادت گزاریوں اور اورادو اذکار میں صرف ہوتیں۔ ایسے صاحب علم و عمل، محافظ دین و شریعت، حامل سیرت و کردار، امام فکرونظر اور ماہر قلم و قرطاس کی سیرت و سوانح پر قلم اٹھانا تمام اسلامیانِ ہند پر بالعموم اور سلفی المشرب احباب پر بالخصوص ایک ذمہ داری تھی، جس کے قلم نے اکابرین کے تذکروں پر خود ''تاریخ المشاہیر'' لکھی ہو، خود ایسے عظیم رجل رشید پر قلم اٹھانا کس قدر ضروری ہے۔ مگر قدرت نے یہ سعادت اسی خطے اور ماحول میں پیدا ہونے والے ایک سعید الفطرت انسان محمد اسحاق بھٹی کے حصے میں لکھی تھی۔ ''حیات جاوید'' لکھنے کے لیے اگر خواجہ الطاف حسین حالی کا قلم ضروری تھا، ''حیات شبلی'' لکھنے کے لیے اگر سید سلیمان ندوی کا انتخاب لازم تھا تو پھر قاضی سلیمان منصور پوری کے تذکار و سوانح کے لیے محمد اسحاق بھٹی ہی موزوں ہو سکتے تھے۔

میرے مخدوم و محترم جناب محمد اسحاق بھٹی جنھیں فطرت نے تاریخ و تذکرہ اور سوانح و سیرت کا ایک خصوصی ذوق اور اختصاصی مزاج عطا کیا ہے، وہ نصف صدی سے زیادہ مدت سے مستقل اور مسلسل تہذیبی، علمی، دینی اور تاریخی میراث کے تحفظ کے لیے کوشاں ہیں۔ اس علمی تراث کو جن عظیم شخصیات نے اپنا خون جگر دے کر لکھا اور محفوظ کیا، بھٹی صاحب ان اکابر اور اعاظم رجال کی تذکرہ نویسی سے ایک بہت بڑا ملی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرض ادا کر رہے ہیں۔ ان کی تعلیم و تعلم کے مراحل جن درس گاہوں میں طے ہوئے اور جن جید اساتذہ اور معروف صاحبانِ علم کی صحبتیں انھیں میسر آئیں، ان سب نے ان کی فطری استعداد میں بہت گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ وہ ایک وسیع المطالعہ بزرگ ہیں اور عہد حاضر کی سیاسی تحریکوں اور ملی رجحانات سے بخوبی آگاہ ہیں۔ ان کے ذہنِ رسا نے انھیں وہ علمی بصارت اور حکیمانہ بصیرت عطا کی ہے، جس کے باعث وہ احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے اپنے قلم کو تحقیق جیسے خارزاروں میں چلاتے رہے ہیں۔ ان کے تیشۂ تحقیق نے بیشۂ علم و فن میں جو جواہر ریزے اور صدف پارے تیار کیے ہیں، وہ مختلف عنوانات سے ہزاروں صفحات میں پھیلے دکھائی دیتے ہیں۔ ان سے ملیے تو یادداشت اور استحضار کی کرشمہ سازیاں مخاطب کو اسیر کر لیتی ہیں۔ ان کے بات کرنے اور لکھنے دونوں کا انداز منفرد اور دلچسپ ہے۔

ان کی علمی زندگی کا باقاعدہ آغاز دینی صحافت کی ذمہ داریوں سے ہوا، وہ جمعیت اہل حدیث کے ایک ثقہ ترجمان ''الاعتصام'' میں مدت العمر تک ادارتی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ پھر انھیں ادارہ ثقافت اسلامیہ کا وہ علمی اور تحقیقی ماحول میسر آیا جس میں اپنے عہد کے ''اخوان الصفا'' جمع تھے۔ وہ اس علمی کہکشاں کو محبت اور تحیر سے دیکھتے دیکھتے خود اس کا ایک حصہ بن گئے۔ ان کی ایمانی حلاوت اور علمی ثروت نے ایک ایسی شاہراہِ مستقیم کے نشانِ راہ انھیں دکھائے کہ اس پر چلتے چلتے وہ خود اپنی ایک منزل بن گئے۔ ''برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ'' اور فقہائے ہند کی متعدد جلدوں نے گزشتہ صدیوں کی علمی میراث سے انھیں روشناس کرایا تو ''فہرست ابن الندیم'' نے انھیں ماضی کے علوم وفنون سے شناسائی عطا کی۔ تحریر و تقریر کا انھیں وہ آہنگ عطا ہوا کہ ''المعارف'' میں مضامین لکھتے اور ریڈیو پر تقاریر کرتے۔ مختلف روزناموں اور علمی جرائد میں ان کے تحقیقی مقالات کی اشاعت نے اہل علم کو اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تازہ وارد کی علمی وارداتوں سے صرف آگاہ ہی نہیں کیا، متحیر بھی کر دیا۔ انھوں نے تن تنہا تحقیق کے جو ہفت خواں طے کیے، یہ ان کی شخصیت کے جوہر کو نمایاں کرتے ہیں۔ قدرت نے انھیں ایک ایسا اسلوب عطا کیا ہے جو اردو زبان و ادب کے اسالیب میں ایک انفرادیت کا حامل ہے۔ ان کے ہاں معروف ادیبوں اور دانش وروں کی طرح نہ تو حکمائے مغرب کی کتابوں کے اقتباسات ہیں اور نہ وہ اپنے مطالب کے اظہار کے لیے مشکل تراکیب اور اوق اصطلاحات کا سہارا لیتے ہیں۔ ان کے ہاں اسلوب میں ابلاغ کی حد درجہ خوبی دکھائی دیتی ہے۔ ان کا قلم شستہ اور پیرایہ شگفتہ ہے۔ سادگی میں پرکاری کے نقوش ان کی تحریر کا خاصہ ہے۔ انھوں نے نصف صدی تک جو علمی جواہر پیدا کیے ہیں، ان میں ابوالکلام کی نثری بلاغت، شبلی کی مؤرخانہ بصیرت، سید سلیمان ندوی کا اسلوب تحقیق، مولانا مودودی کا دعوتی انداز، رشید احمد صدیقی کی سی شگفتہ نگاری، مولوی عبدالحق کی سی سادہ بیانی، مولانا ثناء اللہ امرتسری کی جامعیت، مولانا محمد حنیف ندوی کا حکیمانہ اسلوب، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی سادگی اور کتاب دوستی اور علامہ احسان الٰہی ظہیر کی طلاقت لسانی کی جھلکیاں ان کی تحریروں کے مختلف صفحات پر نمایاں دکھائی دیتی ہیں۔

تذکرہ نگاری اور سیرت و سوانح بھٹی صاحب کی تصنیفی کاوشوں کے خاص میدان ہیں۔ ان کی تذکرہ نگاری کی صلاحیت اگر ''فقہائے ہند'' میں نمایاں ہے تو شخصیت و سوانح نگاری کا فن ''نقوش عظمت رفتہ''، ''بزم ارجمنداں''، ''کاروان سلف''، محفل دانشمنداں'' اور ''قافلہ حدیث'' میں اپنے عروج اور کمال پر دکھائی دیتا ہے۔ سوانحی ادب میں ''قصوری خاندان''، میاں فضل حق اور ان کی خدمات'' اور تذکرہ امیر المجاہدین صوفی عبداللہ تو شائع ہو چکی ہیں مگر تذکرہ میاں عبدالعزیز مالواڈہ ابھی شائع نہیں ہوا۔ اپنے محبّ و مکرم مولانا محمد حنیف ندوی کی علمی یاد میں ''ارمغان حنیف'' مرتب کی تو نو میں سے چار طویل مضامین خود

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریر فرمائے، روزنامہ ''امروز'' لاہور میں ۱۴۳ محترم مسلمان خواتین کا مسلسل تذکرہ لکھا تو وہ اب ''اسلام کی بیٹیاں'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں اپنے خالص مسلکی سلسلے میں ''برصغیر میں اہل حدیث کی آمد'' اور ''برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن'' دو اہم کتابیں معرضِ اشاعت میں آ چکی ہیں لیکن اس سلسلۃ الذہب کی باقی علمی کڑیاں اس بڑھاپے میں ان کی توانائی کا سامان فراہم کر رہی ہیں۔ ان کی علمی اور تحقیقی زنبیل سے تاریخی اور علمی شواہد مسلسل قارئین کی خدمت میں سامانِ ضیافت پیش کر رہے ہیں، مگر ان کی سوانحی تصانیف میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری کا تذکارِ جمیل گل سرسبد کی حیثیت رکھتا ہے۔

محترم بھٹی صاحب نے برصغیر کی اس ممتاز علمی شخصیت اور اس کی بے مثال علمی خدمات کے تذکرے کو جس محنت اور سلیقے سے جمع کیا ہے، یہ اہل فکر ونظر پر ایک احسان کا درجہ رکھتا ہے۔ قاضی صاحب کی شخصیت پر لے دے کے بس وہ ایک سوانحی مضمون ہے جو ان کے ''سفرنامہ حجاز'' کے ساتھ ''سیرت سلمان'' کے نام سے ان کے بڑے پوتے قاضی عبدالباقی نے تحریر کیا یا پھر کچھ یادداشتیں ہیں جو ان کے سب سے چھوٹے پوتے قاضی حسن معزالدین کے سینے میں محفوظ ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ مصنف موصوف نے کس خوبی، تلاش اور جستجو سے قاضی صاحب کی بھرپور سوانح کا سامان اور لوازمہ فراہم کیا ہے۔ تینتیس (۳۳) ابواب کے پانچ سو صفحات میں پھیلی ہوئی ایک عظیم شخصیت کی یہ جامع سوانح ہمارے اہل علم کے لیے ایک تحقیقی سوغات کا درجہ رکھتی ہے۔ ہمارے مصنفین اور محققین کے لیے بھی اس میں تربیت کا ایک خاص سامان اور سلیقہ ہے کہ اپنی ممدوح شخصیات پر قلم اٹھانے کے لیے کس قسم کی ریاضت کی ضرورت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس سوانح کے مطالعہ سے ہم اپنے ماضی قریب کی ایک عظیم شخصیت کے احوال سے نہ صرف باخبر ہوں گے بلکہ یہ اندازہ ہوگا کہ قحط الرجال کی ان صدیوں میں فطرت نے ملت اسلامیہ کی بیداری اور ان کی دینی اقدار کی تہذیب وتشکیل کے لیے کیسے کیسے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشاہیر کو پیدا کیا ہے۔ یہ تذکرہ ایک ملی فرض تھا لیکن جس محبت وعقیدت سے مصنف نے اس فرض کی تکمیل کی ہے، وہ قابل داد اور لائق اعتنا ہے۔حق تعالیٰ بھٹی صاحب کو مزید صحت و عافیت عطا کرے تا کہ وہ اپنے قلم کی جولانیوں کے مزید نقوش مرتب کر سکیں۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

پروفیسر عبدالجبار شاکر
بیت الحکمت، لاہور

۱۴۔ اگست ۲۰۰۵ء

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرفے چند

علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری صاحب ۱۸۶۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۸۴ء میں ریاست پٹیالہ کی ملازمت اختیار کی۔ ان کی ولادت سے دس سال قبل ۱۸۵۷ء میں ہندوستان انگریزوں کی محکومی میں آ چکا تھا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ پرانا آزاد معاشرہ اپنی بساط لپیٹ چکا تھا اور نیا محکوم معاشرہ ارضِ ہند پر ابھر رہا تھا۔ اس سے کچھ عرصہ پیشتر ہندوستان میں متعدد ریاستیں عالم وجود میں آ گئی تھیں اور ان کے حکمران بڑے طمطراق سے دادِ حکمرانی دے رہے تھے۔ ملک پر انگریزوں کی گرفت کے بعد یہ ریاستیں بھی انگریزوں کی نگرانی میں چلی گئی تھیں۔ رقبے اور آبادی کے اعتبار سے بعض ریاستیں بہت پھیلی ہوئی تھیں اور بعض بہت محدود تھیں۔ چھوٹی بڑی ان ریاستوں کی تعداد پانچ سو پچپن تک پہنچ گئی تھی۔ ریاستوں کے باشندے دوہری محکومی کا شکار تھے، ایک والیانِ ریاست کی محکومی، دوسرے انگریزوں کی محکومی ......!

ملک کا جو علاقہ براہِ راست انگریزوں کے ماتحت تھا، اسے انگریزی علاقہ کہا جاتا تھا۔ انگریزی علاقے کے لوگوں کو ریاستوں کی بہ نسبت اتنی سی آزادی حاصل تھی کہ وہ سیاسی جماعتیں قائم کر سکتے اور سیاسیات میں حصہ لے سکتے تھے۔ سیاسی تقریریں کر سکتے اور کسی حد تک انگریزی حکومت کو نشانۂ تنقید بنا سکتے تھے۔ اخبارات میں حکومت کے خلاف مضامین لکھ سکتے اور اپنے حقوق کی جنگ لڑ سکتے تھے۔ سیاسی جلسے جلوس کا اہتمام کر سکتے اور حکومت کی مخالفت میں مظاہروں میں شامل ہو سکتے تھے۔ لیکن ریاستوں میں اس قسم کی آزادی قطعاً نہ تھی۔ تاہم مذہبی اور تبلیغی جلسوں کے انعقاد کی ریاستوں میں اجازت تھی۔ مذہب کی اشاعت کے لیے جدوجہد اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہبی مباحثوں اور مناظروں کے اہتمام میں والیانِ ریاست کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہ تھی ، بلکہ والیانِ ریاست چاہتے تھے کہ اس قسم کے مشاغل جاری رہیں۔

تبلیغ کے دو طریقے

تبلیغ کے دو طریقے ہیں، ایک مثبت اور ایک منفی۔ مثبت طریقے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے مذہب کی حقانیت اس نہج سے ثابت کی جائے کہ کسی دوسرے مذہب پر اذیت رساں تنقید نہ ہو۔ منفی طریقے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے مذہب کی حقانیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے مذاہب کو ہدفِ نقد و جرح ٹھہرایا جائے۔ یعنی اپنے مذہب کے اوصاف اُجاگر کیے جائیں اور دوسرے مذہب کے نقائص نمایاں کر کے بیان کیے جائیں۔

تبلیغ کے ان دونوں طریقوں کی انگریزی علاقوں کی طرح ریاستوں میں عام اجازت تھی۔ سکھ ریاست میں اسلام کی حمایت اور سکھ مذہب کی مخالفت میں تقریریں کی جا سکتی تھیں۔ ہندو ریاست میں ہندودھرم کو غلط قرار دیا جا سکتا تھا۔ مسلمان ریاست میں اسلام کے اوامر و احکام کو محلِ اعتراض ٹھہرایا جا سکتا تھا۔ اس کا نام مذہبی آزادی رکھا گیا تھا اور یہ مذہبی آزادی ملک کے ہر حصے میں ہر شخص کو حاصل تھی۔ لیکن شرط یہ تھی کہ گفتگو کرتے وقت احتیاط سے کام لیا جائے اور اپنا موقف دلائل سے واضح کیا جائے۔ اس مذہبی آزادی کا انگریزی حکومت کو یہ فائدہ تھا کہ ہندو، مسلمان اور سکھ مذہب کے نام پر آپس میں لڑتے رہیں، متحد ہو کر حکومت کی مخالفت نہ کریں۔

مقابلے کا دور

برصغیر میں اس وقت ہندو، مسلمان، سکھ ، عیسائی، اچھوت، پارسی وغیرہ۔ بہت سی قومیں آباد تھیں۔ ہندوؤں کے کئی فرقے تھے، مثلاً آریہ سماجی، سناتن دھرمی، دیوسماجی، جینی وغیرہ۔ مسلمانوں میں اہل حدیث، حنفی اور شیعہ وغیرہ الگ الگ گروہ تھے اور ان فرقوں اور گروہوں میں مباحث و مناظرات کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کی ٹکر زیادہ تر آریہ سماجیوں اور عیسائیوں سے رہتی تھی۔ فریقین کے بڑے بڑے تربیت یافتہ اور مشہور اہل علم میدان میں اترتے تھے اور ایک دنیا اکٹھی ہو جاتی تھی، جس کے سامنے مناظر حضرات دلائل سے اپنے اپنے موقف کی حقانیت ثابت کرتے اور مدِّ مقابل کے نقطۂ نظر کو غلط قرار دیتے تھے۔

وہ دلچسپ دور تھا۔ اپنے مخالفین کو دیکھ کر لوگ علم حاصل کرنے اور معلومات بڑھانے کے لیے کوشاں ہوتے تھے۔ مسلمان چاہتے تھے کہ ان کے مذہب پر تنقید کرنے والوں کا جواب دینے کے لیے اپنے حدودِ علم کو زیادہ سے زیادہ وسیع کریں تاکہ ہر محاذ پر حریف کو شکست دے سکیں۔ اسی طرح ہندوؤں اور عیسائیوں میں بھی یہ جذبہ کارفرما تھا اور اس سے ہر فریق کے علم و مطالعہ میں وسعت پیدا ہوتی تھی۔ اسلام خاص طور سے مقابلے کا مذہب ہے، مقابلے کی وجہ سے اس کے اثر کے دائرے پھیلتے اور وسیع ہوتے تھے۔ چنانچہ اس دور کے باہمی مباحث سے متاثر ہو کر بے شمار عیسائی، ہندو، سکھ اور اچھوت وغیرہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا باعث بنے۔

مناظروں کا آغاز:

یوں تو طویل عرصے سے مسلمان اور ہندو برصغیر میں آباد ہیں اور دونوں الگ الگ تہذیبوں اور الگ الگ ثقافتوں کے حامل ہیں۔ لیکن یہاں مناظروں اور مباحثوں کا اصل سلسلہ انگریزوں کی آمد کے وقت شروع ہوا۔ انگریز یہاں حکمران کی حیثیت سے آئے تو اپنے ساتھ مشنریوں اور پادریوں کو بھی لائے تاکہ اس ملک کے لوگ ان کی تبلیغ سے اثر پذیر ہو کر عیسائیت قبول کریں اور اس کے نتیجے میں ان کی حکومت کو استحکام اور مضبوطی حاصل ہو۔

ان مشنریوں اور پادریوں کے علاوہ جو یورپی ملکوں سے ہندوستان آئے، یہاں کے بعض عیسائیوں نے بھی لوگوں کو حلقۂ عیسائیت میں لانے کی کوششیں کیں اور ان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کوششوں کے نتیجے میں بعض پڑھے لکھے مسلمانوں اور تعلیم یافتہ ہندوؤں اور سکھوں نے عیسائیت کا قلادہ گلے میں ڈال لیا۔ اس قسم کے لوگوں میں سے بعض کو مال و دولت کا، بعض کو ملازمتوں کا اور بعض کو عہدوں اور منصبوں کا لالچ دیا گیا تھا۔

یہ تھے مختصر الفاظ میں وہ حالات جن میں قاضی صاحب نے شعور کی دہلیز پر قدم رکھا اور حصولِ علم کے بعد تصنیفی و تالیفی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔

اسلام ...... اعتدال کا مذہب

یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ مسلمانوں نے کبھی دوسرے مذاہب پر معترض ہونے میں پہل نہیں کی۔ پہلے دوسروں نے اسلام پر اعتراضات کیے اور اس کے احکام و فرامین کو ہدفِ تنقید ٹھہرایا۔ مسلمانوں نے بالعموم مثبت اور مدافعانہ رویہ اختیار کیا اور ان پر جو حملے کیے گئے، حالات کی روشنی میں ان کا مناسب انداز میں جواب دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے مذاہب پر حملہ آور ہونے اور ان پر سبّ و شتم کرنے سے سختی کے ساتھ روک دیا ہے:

﴿ وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ [الانعام:۱۰۸]

(مسلمانو! جو لوگ خدا کے سوا دوسری ہستیوں کو پکارتے ہیں، تم ان کے معبودوں پر دشنام طرازی نہ کرو، ورنہ وہ بھی حد سے متجاوز ہو کر بے سوچے سمجھے خدا کو برا بھلا کہنے لگیں گے۔)

مسلمان علمائے کرام نے اسلام کی تبلیغ ضرور کی، تدریس کے وسیع حلقے بھی قائم کیے اور یہ کرنا بھی چاہیے تھا، لیکن کسی مذہب کے ماننے والوں پر سختی ہرگز نہیں کی۔ اسلام اعتدال کا مذہب ہے اور لوگوں کو اعتدال کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن نے مسلمانوں کو ''امت وسط'' قرار دیا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی صاحب کا اسلوب کلام

ہر دور کا اندازِ تحریر اور اسلوبِ وعظ وتقریر الگ الگ ہوتا ہے، جس میں اس دور کے حالات و مسائل کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔ قاضی محمد سلیمان صاحب کا دور غیر مسلموں اور مخالفین اسلام سے مباحثوں اور مناظروں کا دور تھا، بالخصوص عیسائیوں اور آریوں سے ان کی بحثیں جاری رہتی تھیں، چنانچہ ان کی تصانیف میں اس پہلو کو خاص طور سے پیش نگاہ رکھا گیا ہے۔ انھیں تورات اور انجیل پر عبور حاصل تھا، وہ یہود و نصاریٰ کے مذہبی نقطہ ہائے نظر کے مختلف گوشوں سے آگاہ تھے، اس لیے اپنی تصانیف میں انھوں نے یہود و نصارٰی کے ان اعتراضات کے جوابات بھی دیے ہیں جو انھوں نے اسلام پر کیے اور ان کے دعاوی کا دلائل کی روشنی میں ابطال بھی کیا ہے۔ ہندوؤں کے مذہبی پہلوؤں سے بھی وہ باخبر تھے، مناسب مواقع پر ان کے متعلق بھی گفتگو کی ہے۔ اور اپنی ایک کتاب سید البشر میں کرشن اور بدھ کی تعلیم کے بعض پہلوؤں کی تعریف بھی کی ہے۔ لیکن اظہار راے میں ان کا قلم بہت محتاط ہے اور وہ جو کچھ لکھتے ہیں توازن و اعتدال کے دائرے میں رہ کر لکھتے ہیں۔

ان کا مقصد احقاقِ حق ہے، کسی کو پریشان کرنا اور کسی سے لڑنا جھگڑنا ہرگز ان کا شیوہ نہیں ہے۔

ان کی تحریر کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کا انداز محققانہ ہونے کے ساتھ ادیبانہ بھی ہے اور مخلصانہ اور ناصحانہ بھی۔ زمانۂ حال کے عین مطابق، صاف اور سلجھا ہوا۔ حشو و زوائد سے پاک......!

رحمۃ للعالمین کی مقبولیت:

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی تصانیف کو بے حد قبولیت اور پذیرائی عطا فرمائی۔ رحمۃ للعالمین کو خاص طور سے بہ درجہ غایت شہرت حاصل ہوئی اور لوگوں نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے بہت استفادہ کیا اور کر رہے ہیں۔ اس کا انگریزی ترجمہ حضرت مصنف کے صاحب زادۂ گرامی قدر قاضی عبد العزیز منصور پوری مرحوم و مغفور نے آزادیٔ برصغیر سے پہلے پٹیالہ میں کیا تھا، لیکن افسوس ہے تقسیم ملک کے زمانے میں وہ مسودہ ضائع ہو گیا تھا، اس کے بعد انھوں نے پاکستان آ کر دوبارہ ترجمہ کیا جو تین سال (۱۹۵۹ء تا ۱۹۶۱ء) روزنامہ ''پاکستان ٹائمز'' میں چھپتا رہا۔ اس ترجمے پر ان کے فرزند کبیر قاضی عبد الباقی نے بڑی محنت کے ساتھ نظر ثانی کی ہے جس کی طباعت ہو چکی ہے۔ کئی سال ہوئے دہلی سے رحمۃ للعالمین کا ایک انگریزی ترجمہ شائع ہوا تھا جو وہیں کے کسی صاحب نے کیا تھا۔ یہ ترجمہ لاہور کے ایک ناشر نے بھی شائع کیا تھا۔ لیکن یہ انگریزی ترجمہ بہت غلط تھا، اسی لیے اہل علم میں اسے قبولیت حاصل نہیں ہوئی۔

عربی میں بھی اس کتاب کے دو ترجمے ہو چکے ہیں اور عربی دان اہل علم ان ترجموں سے مستفید ہو رہے ہیں۔

ہمارے دوست ڈاکٹر مجیب الرحمٰن (سابق صدر شعبہ اسلامیات راجشاہی یونیورسٹی بنگلہ دیش) نے بنگلہ زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔

یہاں یہ عرض کردوں کہ اس فقیر نے پہلی دفعہ فروری ۱۹۸۰ء (ربیع الاول ۱۴۰۰ھ) میں ریڈیو پاکستان لاہور سے روزانہ پندرہ منٹ کی تقریر میں پندرہ دن میں رحمۃ للعالمین کی تینوں جلدوں کا خلاصہ بیان کیا تھا، یہ تقریریں کئی سال ربیع الاوّل کے مہینے میں نشر ہوتی رہیں۔ اس کے بعد اکتوبر ۱۹۸۸ء میں ،روزانہ پندرہ منٹ کی تقریر میں پندرہ روز پنجابی زبان میں رحمۃ للعالمین کی تینوں جلدوں کا خلاصہ بیان کیا تھا۔ اسے ہم تھوڑا بہت پنجابی ترجمہ قرار دے سکتے ہیں جو چھپا تو نہیں، البتہ ریڈیو پاکستان سے نشر ہوا ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ فارسی زبان میں بھی رحمۃ للعالمین کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چار سلیمان:

کسی زمانے میں متحدہ ہندوستان کے چار سلیمان مشہور تھے اور کہا جاتا تھا کہ جہاں یہ چار سلیمان جمع ہو جائیں وہاں ہندوستان کا علم جمع ہو جاتا ہے۔ مولانا سلیمان اشرف کی وفات پر سید سلیمان ندوی مرحوم نے جون ۱۹۳۹ء کے ''معارف'' میں لکھا تھا:

> ''چار سلیمانوں کی رباعی قاضی سلیمان صاحب مصنف رحمۃ للعالمین کی وفات سے مثلث ہو گئی تھی، شاہ سلیمان پھلواروی کی رحلت سے وہ فرد بن گئی تھی۔ اب اخیر اپریل ۱۹۳۹ء میں مولانا سلیمان اشرف صاحب (استاذ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کی وفات سے مصرع ہو کر رہ گئی۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ مصرع بھی دنیا کی زبان پر کب تک رہتا ہے۔''

''یہ مصرع'' سے مراد سید صاحب کی اپنی ذات تھی

ان چار سلیمانوں کی تاریخ ہائے ولادت و وفات اس طرح ہے۔

۱۔ قاضی سلیمان منصور پوری (ولادت ۱۸۶۷ء۔ وفات ۳۰ مئی۔ ۱۹۳۰ء)
۲۔ شاہ سلیمان پھلواروی (ولادت ۱۸۶۰ء۔ وفات ۵۔ جون ۱۹۳۵ء)
۳۔ سلیمان اشرف (ولادت ۱۸۷۸ء۔ وفات ۲۱۔ اپریل ۱۹۳۹ء)
۴۔ سید سلیمان ندوی (ولادت ۱۸۸۴ء، وفات ۲۲۔ نومبر ۱۹۵۳ء)

چند الفاظ اس کتاب کے بارے میں

قاضی صاحب ۳۰۔ مئی ۱۹۳۰ (یکم محرم ۱۳۴۹ھ) کو جمعے کے دن فوت ہوئے تھے۔ اس طرح آج (جب یہ سطور لکھی جا رہی ہیں) عیسوی حساب سے ان کی وفات پر ۴۷ برس چار دن اور قمری حساب سے ۷۶ برس تین مہینے پندرہ دن کی طویل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدت بیت چکی ہے۔ اس پون صدی میں برصغیر بہت سے انقلابات سے دو چار ہوا۔ اُس وقت یہ خطۂ ارض انگریزی حکومت کے زیرنگیں تھا، اس کے بعد آزاد ہوا، ریاستیں ختم ہوئیں اور پنجاب دو حصوں میں بٹا۔ قاضی صاحب کا شہر اور علاقہ (مشرقی پنجاب) مسلمانوں کے وجود سے خالی ہو گیا اور سیاسی اور جغرافیائی حالات یکسر منقلب ہو گئے۔ حکمرانی کے اعتبار سے پہلی دنیا ناپید ہو گئی، نیا عالم وجود میں آ گیا۔

قاضی صاحب کے بعد ان کی آل اولاد کی اب چوتھی پانچویں نسل سفرِ حیات کی منزلیں طے کر رہی ہے۔ ان کی وفات کے وقت ان کے تین پوتے تھے، علی الترتیب جن کے نام یہ ہیں: (۱) قاضی عبد الباقی (۲) قاضی عبد الباری (۳) قاضی عبد الکبیر۔

قاضی عبد الباقی اور عبد الباری نے قاضی صاحب کو اچھی طرح دیکھا تھا اور ان سے ان کا سلسلۂ گفتگو بھی جاری رہتا تھا۔ سنا ہے قاضی عبدالباری قد و قامت اور چہرے کے نقش و نگار میں قاضی صاحب سے بہت حد تک ملتے جلتے تھے۔ قاضی عبدالکبیر نے شاید قاضی صاحب کو دیکھا ہو، لیکن اس وقت وہ بہت کم سن ہوں گے۔ قاضی حسن معز الدین صاحب کی ولادت قاضی صاحب کی وفات سے سات مہینے بعد ۴۔ شعبان ۱۳۴۹ھ (۲۵۔ دسمبر ۱۹۳۰ء) کو جمعرات کے دن ہوئی۔

قاضی صاحب کی وفات کے وقت ان کے فرزند گرامی قاضی عبد العزیز ۴۳ برس کے تھے، اسے جوانی کی عمر کہنا چاہیے۔ قاضی صاحب کے برادر صغیر قاضی عبدالرحمٰن (وکیل صاحب) بھی صحت مند و توانا تھے۔ وکیل صاحب کے فرزند گرامی قاضی حبیب الرحمٰن تھے، جنھیں قاضی صاحب کی دامادی کا شرف حاصل تھا اور وہ ان کے متعلق بہت کچھ جانتے تھے۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قاضی صاحب کے خاندان میں بہت سے تعلیم یافتہ حضرات موجود تھے اور ان کے عقیدت مندوں میں بھی بے شمار پڑھے لکھے لوگ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پٹیالہ شہر اور ملک کے مختلف حصوں میں آباد تھے۔ وفات کے وقت قاضی صاحب جماعت اہل حدیث پنجاب کے صدر تھے۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے بھی بعض اجلاسوں کی انھوں نے صدارت کی اور ان میں تحریری خطبات صدارت ارشاد فرمائے جو مطبوعہ صورت میں موجود ہیں۔

وہ ممتاز مصنف، نامور مورخ، یگانۂ روزگار سیرت نگار، عالی مرتبت مفسر، ماہر حدیث، شاعر، ادیب، دیانت دار جج، متقی عالم دین، شیریں کلام مقرر اور خوش نوا خطیب تھے۔ اس طرح ان کا حلقہ عقیدت بڑا وسعت پذیر بلکہ ہمہ گیر تھا۔ لیکن ان کے سوانح حیات لکھنے کی طرف کسی صاحب کا دھیان نہ گیا۔ ان کی وفات کے فوراً بعد کوئی صاحب یہ فریضہ ادا کر دیتے تو اس دور کے حالات اس میں آ جاتے اور قاضی صاحب کی ہر قسم کی سرگرمیاں صفحات قرطاس میں مرتسم ہو جاتیں۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم نے ان کے سوانح حیات لکھنے کا اعلان کیا، لیکن یہ اعلان عملی صورت اختیار نہ کر سکا۔ مولانا ممدوح نے ۶۔ نومبر ۱۹۵۹ء کو وفات پائی۔ یعنی وہ قاضی صاحب کی وفات سے تیس برس بعد تک زندہ رہے، مگر قاضی صاحب کے سوانح حیات نہ لکھ سکے۔

کتاب لکھنے کا خیال

پندرہ سال پیشتر کا واقعہ ہے کہ ایک دن مجھے قاضی صاحب کے حالات بہ صورت کتاب لکھنے کا خیال آیا۔ اس کا ذکر میں نے قاضی عبدالباقی صاحب سے کیا تو انھوں مجھے دو مضمون عنایت فرمائے۔

ایک ان کا اپنا مضمون جو ''سیرت سلمان'' کے عنوان سے قاضی صاحب کے ''سفر نامہ حجاز'' کی دوسری اشاعت کے آخر میں درج ہے اور ۱۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ مضمون ۱۹۸۶ء کا مرقومہ ہے۔ اس میں قاضی صاحب کے حالات چھ سات صفحوں پر مشتمل ہیں اور باقی صفحات میں بعض دوسرے لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا مرحوم ومغفور مولانا حکیم عبداللہ روڑوی (جہانیاں) کا مضمون دیا، جو آٹھ صفحات پر محیط ہے اور ''حالات مبارکہ علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری'' کے عنوان سے قاضی صاحب کی کتاب ''شرح اسماء اللہ الحسنٰی'' کے آخر میں مندرج ہے۔ یہ کتاب مکتبہ نذیریہ کی طرف سے ۱۹۷۳ء میں چھپی تھی۔ حکیم صاحب نے ۲۔ دسمبر ۱۹۷۴ء کو جہانیاں (ضلع خانیوال) میں وفات پائی۔

ان مضامین میں بے شک بعض اہم باتیں بیان کی گئی ہیں اور میں نے ان سے استفادہ کیا ہے، لیکن محض ان کی مدد سے کتاب معرض تصنیف میں نہیں آسکتی تھی۔

تیرہ چودہ سال قبل میں نے مختلف حضرات سے خط و کتابت اور ملاقات کر کے کچھ واقعات جمع کیے لیکن وہ واقعات دو چار صفحات سے زیادہ نہ تھے۔ خیال یہ تھا کہ کہیں سے مزید واقعات حاصل کر کے موضوع وار ان کی تبویب کی جائے گی، لیکن دیگر تصنیفی کاموں میں مصروفیات کے باعث یہ خدمت انجام نہ دے سکا۔ اب اللہ کا نام لے کر اس طرف متوجہ ہوا تو قاضی صاحب کی دست یاب تصانیف کو دیکھا اور بعض حضرات سے رابطہ قائم کر کے کچھ معلومات حاصل کرنے کی سعی کی۔

اُس زمانے کے اخبارات میں یقیناً قاضی صاحب کی وفات کے بعد ان کے بارے میں لکھا گیا ہوگا، لیکن موجودہ دور میں ان اخبارات کا حصول بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ ملک کی تقسیم کے زمانے میں جو کتابوں کا ضیاع اور اخباروں کا اتلاف ہوا، اس کی تفصیل کا سب کو علم ہے۔ خوش قسمتی سے ہمارے دوست جناب ضیاء اللہ کھوکھر (گوجراں والا) کے کتب خانے میں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ہفت روزہ اخبار'' اہل حدیث'' (اس کے اجرا ۳۔ نومبر ۱۹۰۳ء سے اس کے اختتام اگست ۱۹۴۷ء تک) کے تمام شمارے موجود ہیں۔ میری درخواست پر کھوکھر صاحب نے وہ مواد مجھے بھجوا دیا جو قاضی صاحب کی وفات کے بعد بہ صورت نظم ونثر اس اخبار میں شائع ہوا تھا، اس پر میں ان کا شکر گزار ہوں، لیکن یہ تمام مواد تین یا چار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحات سے زیادہ نہیں ہے۔

جامع الحیثیات شخصیت

مواد کی کم یابی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس گنہگار پر انتہائی کرم فرمایا کہ اپنے ایک عظیم بندے کے حالات وسوانح قلم بند کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔

یہ کتاب چھوٹے بڑے تیتیس (۳۳) ابواب پر مشتمل ہے، جن میں قاضی صاحب کے خاندانی پس منظر اور پٹیالہ کے حالات سے لے کر ان کی زندگی کے علمی اور عملی پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ میں اس کوشش میں کہاں تک کامیاب رہا ہوں، اس کا صحیح فیصلہ لائق احترام قارئین ہی کر سکتے ہیں۔ میں صرف یہی عرض کروں گا کہ کتاب کی ترتیب میں میں نے بے حد محنت کی ہے اور میں یہی کرسکتا تھا۔

قاضی صاحب جامع الحیثیات شخصیت کے مالک تھے۔ میں نے کتاب کے ہر باب میں قارئین کو ان کی ہر حیثیت سے روشناس کرانے کی سعی کی ہے۔

ان کی ایک حیثیت فارسی اور اردو کے شاعر کی ہے۔ ان کے جو اشعار مجھے ملے ہیں ان میں سے کچھ اشعار کتاب کے ایک باب میں درج کر دیے گئے ہیں۔ لیکن یہ اشعار نقل در نقل ہوتے ہوئے مجھ تک پہنچے ہیں۔ میں شعر کی نزاکتوں سے آگاہ نہیں، اس لیے ان اشعار کی صحت و عدم صحت کے بارے میں میرے لیے کچھ عرض کرنا مشکل ہے۔ عین ممکن ہے کسی نقل نویس سے کہیں لغزش ہوگئی ہو اور شعر وزن کے دائرے سے باہر نکل گیا ہو یا خود مجھ سے نقل کرنے میں غلطی ہوگئی ہو، اور اس غلطی کی وجہ سے شعر کی شعریت متاثر ہوئی ہو۔ اس قسم کے بہت سے امکانات ہیں اور ہر امکان کا شعر پر اثر انداز ہونا ضروری ہے۔ البتہ حسن اتفاق سے حضرت قاضی صاحب کی ذاتی ڈائری کے چند اوراق قاضی حسن معز الدین کے پاس محفوظ ہیں۔

یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ ریاست پٹیالہ میں قاضی صاحب کی ملازمت کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آغاز مہاراجا راجندر سنگھ کے عہد میں محکمہ تعلیم سے اور اختتام مہاراجا بھوپندر سنگھ کے زمانے میں ریاست کی سیشن ججی پر ہوا۔ جیسا کہ کتاب کے مختلف مقامات میں بتایا گیا ہے، (بالخصوص) مہاراجا بھوپندر سنگھ، قاضی صاحب کا بے حد احترام کرتا تھا اور سرکاری معاملات کے علاوہ ذاتی معاملات (مثلاً بچوں کی شادی، زمین جائداد اور دیگر اشیا کی خرید و فروخت وغیرہ) میں وہ قاضی صاحب سے مشورہ لیتا اور اس سلسلے میں انھیں لائق اعتماد قرار دیتا تھا۔ احترام کی انتہا ملاحظہ ہو کہ تمام درباری بھوپندر سنگھ کے چرن چھو کر اسے سلام کرتے تھے لیکن قاضی صاحب کو اس نے ہاتھ یا سر کے اشارے سے بھی سلام کرنے سے مستثنیٰ قرار دے دیا تھا۔ (اس کے مختصر حالات کتاب کے آئندہ صفحات میں آرہے ہیں جو قاضی حسن معزالدین کے تحریر کردہ ہیں)۔

شیش محل روڈ پر دارالعلوم تقویۃ الاسلام کی بلڈنگ ہندوؤں کے ایک مذہبی فرقے سناتن دھرمیوں کی تھی، جسے ان کے مندر کی حیثیت حاصل تھی، اس میں مورتیاں رکھی ہوئی تھیں، جن کی وہ اپنے مذہب کے مطابق پوجا کرتے تھے۔ بلڈنگ کی مغربی دیوار پر اردو اور ہندی کے موٹے موٹے الفاظ میں اس بلڈنگ کا نام لکھا تھا ''پرتی ندی سناتن دھرم سبھا......''! لیکن اس کے بہت بڑے ہال کو بھوپندرا ہال کہا جاتا تھا جو ریاست پٹیالہ کے حکمران بھوپندر سنگھ کے نام سے منسوب تھا۔ یہ الفاظ ہال کے اندرونی بڑے دروازے پر ہندی رسم الخط میں سفید پتھر پر مرقوم ہیں۔ اس ہال کی تعمیر پر اس انتہائی سستے زمانے میں بیس ہزار روپے خرچ ہوئے تھے۔ بھوپندر سنگھ نے ۱۹۳۸ء میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یادوندر سنگھ گدی نشین ہوا جو اس ریاست کا آخری حکمران تھا۔

ریاست پٹیالہ کے حکمران

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند الفاظ میں یہاں ریاست پٹیالہ کے تمام حکمرانوں کے نام بھی لکھ دیے جائیں اور ان کی مدت حکمرانی کا ذکر بھی کر دیا جائے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملاحظہ فرمایئے۔

آلا سنگھ اس ریاست کا مورث اعلیٰ تھا۔ احمد شاہ ابدالی نے راجا کا خطاب دے کر یہ علاقہ اسے بخش دیا تھا۔ اس علاقے کو اس وقت ''پتی آلا'' کہا جاتا تھا یعنی راجا آلا سنگھ کی پتی۔ یہی ''پتی آلا'' آگے چل کر پٹیالہ بن گئی۔

پٹیالہ کے مورث اعلیٰ کے بغیر اس کے باقاعدہ حکمران بہ ترتیب ذیل آٹھ ہوئے۔

۱۔ امر سنگھ: اس کو احمد شاہ ابدالی نے راجۂ راجگان کا خطاب دیا تھا۔ یہ شخص ریاست پٹیالہ کا پہلا باقاعدہ حکمران تھا جو ۱۷۶۵ میں تختِ حکومت پر بیٹھا اور ۱۷۸۱ میں فوت ہوا۔ مدت حکمرانی ۱۶ سال

۲۔ راجۂ راجگان صاحب سنگھ: اس نے ۱۷۸۱ سے ۱۸۱۳ تک حکومت کی۔ ۱۸۱۰ میں خود کو مہاراجا کہلانا شروع کیا۔ اس کے بعد ہر حکمران کو مہاراجا کہا جانے لگا۔ مدت حکمرانی ۳۲ سال

۳۔ مہاراجا کرم سنگھ: اس نے ۱۸۱۳ سے ۱۸۴۵ تک دادِ حکمرانی دی۔

مدت حکمرانی ۳۲ سال

۴۔ مہاراجا نرندر سنگھ: زمانۂ حکومت ۱۸۴۷ تا ۱۸۶۲۔ اس نے ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی میں انگریزوں کی مدد کے لیے بہت بڑی تعداد میں اپنی فوج دہلی بھیجی۔

مدت حکمرانی ۱۷ سال

۵۔ مہاراجا مہندر سنگھ: پٹیالہ کا مہندرا کالج اس کے زمانے میں بنا۔ ۱۸۶۲ سے ۱۸۷۵ تک حکمران رہا۔ مدت حکمرانی ۱۳ سال

۶۔ مہاراجا راجندر سنگھ: اس نے پٹیالہ میں ایک بڑا ہسپتال بنایا۔ عہد حکمرانی ۱۸۷۵ تا ۱۹۰۰۔ قاضی صاحب اسی کے زمانے میں پٹیالہ کے دائرۂ ملازمت میں شامل ہوئے۔ مدت حکمرانی ۲۵ سال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ مہاراجا بھوپندر سنگھ : عہد حکومت ۱۹۰۰ تا ۱۹۳۸ء۔

مدت حکمرانی ۳۸ سال

۸۔ مہاراجا یادوندر سنگھ : زمانہ حکومت ۱۹۳۸ تا ۱۹۴۷ء۔

مدت حکمرانی ۹ سال

ریاست پٹیالہ کے یہ کل آٹھ حکمران ہوئے اور مجموعی طور سے ان کی مدت حکمرانی ۱۸۲ سال ہوئی۔

اوپر کی سطور میں قارئین کرام پٹیالہ کے والیان ریاست کے نام پڑھ چکے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ عجیب واقعہ ہے کہ اس کے پہلے باقاعدہ حکمران کا نام امر سنگھ اور آخری کا یادوندر سنگھ تھا۔ یعنی حکمرانوں کا سلسلہ الف سے شروع ہوا اور ی پر ختم ہوگیا۔ ۱۹۴۷ء میں مجھے موگا (ضلع فیروز پور) میں پٹیالہ کے آخری حکمران یادوندر سنگھ کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا تھا۔ وہ مسلمانوں کا سخت مخالف تھا اور نہایت متعصبانہ تقریر تھی۔ اگست ۱۹۴۷ء میں اسی کی وجہ سے پٹیالہ میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ لیکن وہ ایک دور تھا جو اپنی تمام خون آشامیوں کے ساتھ گزر چکا۔ اب پورے مشرقی پنجاب اور پٹیالہ میں حالات بدل چکے ہیں اور خاصی تعداد میں مسلمان وہاں آباد ہیں جو اسلامی احکام کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس کی کچھ تفصیل آگے قاضی حسن معزالدین کے مضمون میں بیان کی گئی ہے۔

مشرقی پنجاب کے موجودہ وزیراعلیٰ امریندر سنگھ جو کئی دفعہ پنجاب کا دورہ کر چکے ہیں، ریاست پٹیالہ کے اسی آخری حکمران یادوندر سنگھ کے بیٹے ہیں۔

یہاں یہ یاد رہے کہ پنجاب کے اکالیوں نے ۱۹۴۶ء میں مہارانی یعنی مہاراجا یادوندر سنگھ کی بیگم سے رابطہ پیدا کیا اور اسے مسلمانوں کے خلاف اُکسایا۔ مہارانی نے یادوندر سنگھ کے کان بھرے اور وہ مسلمانوں کی شدید مخالفت پر اتر آیا۔ نتیجہ یہ ہوا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اگست ۱۹۴۷ میں پوری ریاست میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی اور بے شمار مسلمان موت کے گھاٹ اتر گئے۔ اس طرح ریاست پٹیالہ کے حکمرانوں کی مسلمان دوستی اور روا داری کی جو روایت ایک عرصے سے چلی آرہی تھی، اس پر لہو کے فوارے چلنے لگے۔

اظہار تشکر

میں قاضی حسن معز الدین صاحب کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انھوں نے میری درخواست پر کتاب کا پورا مسودہ پڑھا اور اہم مشوروں سے نوازا۔ اس کے علاوہ انھوں نے تین مستقل تحریریں عنایت فرمائیں۔ ایک کا عنوان ہے ''خانوادۂ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری۔'' اس میں انھوں نے اپنی معلومات کی روشنی میں قاضی صاحب کے اب تک کے تمام اخلاف کا ذکر کر دیا ہے۔ ان کی یہ پوری تحریر کتاب کے ایک مستقل باب کے طور پر آخر میں درج کر دی گئی ہے۔ قاضی صاحب کے اسلاف کا تذکرہ اگرچہ میں نے کر دیا تھا، تاہم قاضی حسن معز الدین نے اپنی تحریر میں اختصار کے ساتھ بعض ضروری باتیں بیان کی ہیں جو قارئین کے مطالعہ میں آئیں گی۔

ان کی دوسری تحریر کا عنوان ہے ''ریاست پٹیالہ کے بارے میں کچھ معلومات''۔ اسے بھی ایک مستقل باب کی حیثیت سے شامل کتاب کر دیا گیا ہے۔

قاضی حسن معزالدین کی تیسری تحریر مطالعہ ادیان ہے جو کتاب کا اکیسواں باب ہے۔

یہ فقیر اپنے دیرینہ دوست اور ملک کی بزم علم کے ممتاز رکن پروفیسر عبدالجبار شاکر کا نہایت شکر گزار ہے کہ انھوں نے پانچ سو صفحات میں پھیلی ہوئی اس کتاب کو اوّل سے آخر تک پڑھا اور ''حرفِ اوّل'' کے عنوان سے اس پر مقدمہ لکھا۔

اس مقدمے میں انھوں نے اختصار (مگر جامعیت) کے ساتھ قاضی صاحب کی بعض تصانیف اور حیات طیبہ کا اس انداز میں تذکرہ کیا ہے کہ اس کے ایک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک لفظ میں عقیدت جھلکتی اور حقیقت اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔ انھوں نے قاضی صاحب کے دور کی علمی فضا کو دلآویز الفاظ کے سانچے میں ڈھالا اور ان کے بعض عظیم المرتبت رفقا کا پُر تاثیر لہجے میں ذکر کیا ہے۔ یہ ان کے قلم کا کمال اور خلوص دل کا عکسِ حسین ہے۔

پروفیسر صاحب نے مقدمے میں اس فقیر کا بھی تذکرہ کیا ہے اور جس اسلوب میں اس کی تحریری خدمات کے متعلق اظہار خیال فرمایا ہے، اسے یہ فقیر اپنے لیے ان کے حسنِ ظن اور دعائے خیر سے تعبیر کرتا ہے اور اس پر ان کا بے حد احسان مند ہے۔

یہاں میں اپنے کرم فرما اور ملک کے مشہور اہل علم اور معروف کتاب دوست جناب محمد عالم مختار حق صاحب کا بھی دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے کمپوزنگ کے پہلے مرحلے میں میری درخواست پر بہ نظرِ عمیق اس کتاب کا مطالعہ کیا اور بعض تسامحات کی نشان دہی فرمائی۔

حضرت قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی دنیوی زندگی کا اختتام جمعۃ المبارک کے روز ہوا تھا۔ اتفاق ملاحظہ ہو کہ ان کے بارے میں اس فقیر کی گزارشات کا اختتام بھی جمعہ کے بابرکت روز ہو رہا ہے۔

اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه.

اللهم إكرم نزله وادخله جنت الفردوس

بندۂ عاجز

محمد اسحاق بھٹی

اسلامیہ کالونی۔ساندہ۔لاہور

ٹیلی فون: 7143677

۴۔ جون ۲۰۰۴ء

۱۵۔ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

بروز جمعۃ المبارک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا باب:

خاندانی پس منظر

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کا مختصر سلسلۂ نسب یہ ہے:
محمد سلیمان بن قاضی احمد شاہ بن قاضی باقی باللہ بن قاضی معزالدین احمد۔

قاضی صاحب کے اسلاف میں ایک بزرگ کا نام پیر محمد تھا۔ وہ عہد مغلیہ میں دہلی کے منصب قضا پر فائز تھے، اس لیے انھیں قاضی پیر محمد کہا جاتا تھا۔ بعد ازاں خاندان کے ہر فرد کو قاضی کہا جانے لگا اور پھر یہ خاندان ''قاضی خاندان'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔ قاضی پیر محمد کی عدالتی مہر جوان کی انگشتری میں بہ صورتِ نگینہ پیوست تھی، طویل عرصے تک اس خاندان میں محفوظ رہی۔ ①

ان کا سلسلۂ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ علوی ہوئے، لیکن بہت عرصہ پیشتر ان کے رشتے دارانہ تعلقات ریاست بیکانیر کے کھوکھر اور بھٹی راجپوتوں کے ساتھ ہو گئے تھے، اس لیے انھوں نے یہی سمجھا کہ اب وہ راجپوت ہیں، مگر کسی نے اپنے نام کے ساتھ نہ کبھی علوی لکھا نہ کھوکھر۔ ②

افسوس ہے اس دودمانِ عالی قدر کے بزرگوں کے مفصل حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے ہزاروں سال پیشتر کے عربوں کے حالات معلوم کر لیے، ان کے خاندانوں کا کھوج لگا لیا، ان کے مختلف قبیلوں کے رشتے ناتوں کی تہ تک پہنچ گئے اور ان کے ددھیال و ننھیال کے تمام گوشے واضح کر دیے۔ لیکن ان کے اپنے خاندان کے اسلاف و اکابر کے بارے میں ان کا لکھا ہوا ایک ورق بھی نہیں ملتا۔ ہزاروں صفحات پر مشتمل ان کی

---

① سیرت سلمان از قاضی عبدالباقی (سفر نامہ حجاز کے آخر میں) صفحہ:۲۶۲ ② ایضاً

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیں موجود ہیں اور وہ سب تاریخی نوعیت کی ہیں، جن کے مطالعے سے بے شمار خانوادوں کے چُھپے ہوئے واقعات اُبھر کر قاری کے سامنے آ جاتے ہیں، لیکن قاضی صاحب نے خود اپنی ذاتی اور خاندانی کتابِ حیات کے کسی پہلو سے لوگوں کو روشناس نہیں کرایا، جسے بنیاد بنا کر اس خاندان کے بزرگوں کا سراغ لگایا جا سکے اور جسے مشعلِ راہ قرار دے کر سفرِ تحریر آسانی سے طے کیا جا سکے۔

ہمارے خیال میں یہ ان کی بڑائی اور عالی ظرفی ہے کہ اپنے بارے میں انکسار سے کام لیا اور دوسروں کو اجاگر کیا، تاہم جن باتوں کا کسی نہ کسی طرح علم ہو سکا ہے، وہ آئندہ سطور میں باحوالہ درج کی جائیں گی۔

قاضی معزالدین احمد

قاضی محمد سلیمان کے پردادے کا اسم گرامی قاضی معزالدین احمد تھا۔ وہ کم و بیش دو سو سال پیشتر ضلع فیروز پور (مشرقی پنجاب) کی تحصیل مکتسر کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں اقامت گزیں تھے، جس کا نام ''بڈھیمال'' تھا۔ ریت کے بڑے بڑے ٹیلوں میں گھرا ہوا یہ گاؤں اپنے عہد کے اصحابِ تقوٰی کا مسکن اور عُباد و زہاد کا مرجع تھا۔ تقسیم ملک کے بعد تحصیل مکتسر کو ضلع فرید کوٹ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

قاضی معزالدین احمد تصوف وطریقت میں سلسلۂ نقشبندیہ سے منسلک تھے اور تیرھویں صدی ہجری کے معروف عالم و عابد حضرت شاہ غلام علی مجددی (متوفی ۱۲ صفر ۱۲۴۰ ہجری۔ ۵/ اکتوبر ۱۸۲۴ء) کی طرف سے انھیں (صوفیا کی اصطلاح میں) خرقۂ خلافت عطا ہوا تھا، نیز حکم دیا گیا تھا کہ منصور پور کو تبلیغ دین کا مرکز بنائیں اور وہاں جا کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں۔ چنانچہ وہ مستقل طور سے منصور پور چلے گئے تھے۔ ③

اس کتاب کا آخری باب ''خانوادۂ قاضی محمد سلیمان منصوپوریؒ'' کے عنوان سے

---

③ سیرت سلمان از قاضی عبدالباقی (سفر نامہ حجاز کے آخر میں) صفحہ:۲۶۱

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی حسن معزالدین صاحب کا تحریر کردہ ہے، اس کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ منصور پور اور اس کے نواح کے بعض حضرات سے قاضی معزالدین احمد کی رشتے داریاں مستقل طور پر وہاں جانے سے پہلے قائم تھیں۔

منصور پور ایک پرانا قصبہ ہے جو ہندوستان کی تغلق حکومت کے دور سے آباد ہے۔ قاضی معزالدین کے زمانے میں یہ قصبہ ریاست پٹیالہ میں تھا اور انبالہ بٹھنڈا ریلوے لائن پر پٹیالہ سے ۳۷ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع تھا۔ یہاں کی ''چھینٹ'' کا کپڑا بہت مشہور تھا اورلوگ دور دور سے یہ کپڑا خریدنے کے لیے منصور پور آتے تھے، اس لیے یہ قصبہ'' چھینٹاں والا'' کے نام سے معروف ہو گیا۔ محکمہ مال کے کاغذات میں اس کا نام منصور پور ہی رہا۔ قاضی معزالدین نے حضرت شاہ غلام علی مجددی کے حکم و ایما سے اسی قصبے کو اپنا مستقر بنایا اور یہیں سے تبلیغ دین کا فریضہ انجام دینے کا آغاز فرمایا۔ وہ وہیں فوت ہوئے اور وہیں دفن کیے گئے۔

چند الفاظ ریاست پٹیالہ کے بارے میں

سکھوں کی سب سے بڑی ریاست پٹیالہ تھی، جس کا مورث اعلیٰ سردار آلا سنگھ تھا۔ آلا سنگھ کو احمد شاہ ابدالی نے راجا کا خطاب دے کر یہ علاقہ اسے عطا کر دیا تھا۔ اس کے پوتے امر سنگھ کو راجہ راجگان کا خطاب ملا، یہ خطاب ملنے کی خوشی میں اس نے احمد شاہ ابدالی کے نام کی اشرفیاں ضرب کرا کر تقسیم کیں، آلا سنگھ سے لے کر پٹیالہ کے آخری حکمران یادوندر سنگھ تک تمام حکمرانوں نے افغانستان سے تعلقات قائم رکھے اور احمد شاہ ابدالی کے احسان کو یاد رکھا۔ ہر حکمران گدی نشینی کے وقت اس کے نام کی اشرفیاں ضرب کرا کے تقسیم کرتا رہا۔ ریاست پٹیالہ کا آخری حکمران یادوندر سنگھ تھا جو ۱۹۳۸ء میں گدی نشین ہوا تھا۔ اس نے بھی ۱۹۳۸ء میں اپنی گدی نشینی کے موقعے پر پرانی رسم کو نبھایا اور احمد شاہ ابدالی کے نام کی اشرفیاں ضرب کرا کے درباریوں میں تقسیم کیں۔ [4]

---

(4) سیرت سلمان ص ۲۶۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک خواب اور اس کی تعبیر

قاضی معزالدین اپنے علاقے اورعہد کے نامور عالم دین اور تقوی شعار بزرگ تھے۔ ان کے متعلق پرانے لوگوں اوران کے خاندان کے افراد اور ان سے قرب رکھنے والوں میں یہ بات مشہور تھی کہ خواب میں ان کو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑوں کی حفاظت ونگرانی اور خدمت کے شرف سے بہرہ مند فرمایا تھا۔

شرح اس متن کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ پٹیالہ سے قریب کی ریاست نابھہ میں اس دور کے ایک مشہورطبیب حکیم غلام فرید قیام پذیر تھے۔ وہ مہاراجا نابھہ کے خاندانی اور درباری معالج تھے اور اچھے شاعر بھی تھے۔ ایک دن مہاراجا اپنے محل کی چھت پر کھڑا تھا، حکیم صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ مہاراجا نے دیکھا کہ سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب کا جلوس اس شان کے ساتھ جا رہا ہے کہ اسے ایک بیش بہا ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر بہترین پالکی میں رکھا گیا ہے۔ پالکی چار گرنتھیوں نے کندھوں پر اٹھائی ہوئی ہے۔ اوپر مورچھل چل رہا ہے تا کہ مکھی وغیرہ نہ بیٹھ سکے۔ لوگ ننگے پاؤں مؤدبانہ انداز میں پالکی کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔ چار پانچ آدمی اس کے آگے صاف ستھرے پانی کا چھڑکاؤ کر رہے ہیں تا کہ گردوغبار زمین سے اڑ کر گرنتھ صاحب کے اوپر نہ پڑے۔ مہاراجا نابھہ گرنتھ صاحب کے جلوس کا یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوا...... اسی اثنا میں اس کی نظر ایک مسلمان سپاہی پر پڑی جو قرآن مجید پر سبز کپڑے کا غلاف چڑھائے اور اسے گلے میں لٹکائے جا رہا تھا...... مہاراجا نے حکیم غلام فرید سے مخاطب ہو کر کہا:

''دیکھا! ہماری کتاب کا کس درجے احترام کیا جاتا ہے..... مسلمان قرآن کو میلے کچیلے غلاف میں لپیٹ کر گلے میں لٹکائے پھرتے ہیں۔''

یہ الفاظ سنتے ہی حکیم صاحب کی غیرت ایمانی جوش میں آ گئی۔ وہ یہ تیکھا طنز

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برداشت نہ کر سکے۔فوراً جواب دیا:

"گھریلو عورت معمولی لباس میں بھی زرق برق ریشمی لباس والی طوائف سے برتر رہتی ہے۔"

یہ جواب مہاراجا کی توقع کے خلاف تھا۔ وہ طیش میں آ گیا اور حکیم صاحب کو اسی وقت بیڑی اور ہتھکڑی لگا کر جیل میں بند کردیا گیا۔ریاست کے مطلق العنان حکمران کی قید۔ نہ داد نہ فریاد۔ نہ اس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جرات۔شہر کے مسلمان بے حد آزردہ خاطر ہوئے اور ہزاروں ہاتھ بارگاہِ خداوندی میں دعا کے لیے اٹھ گئے۔اور وہ صرف دعا ہی کر سکتے تھے۔ ⑤

اب آگے سنیے!

اسی رات قاضی معزالدین احمد نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منصور پور تشریف لائے ہیں اور گھوڑوں پر سوار ہیں۔قاضی صاحب نے انتہائی ادب سے انھیں سلام کیا اور عرض گزار ہوئے:

حضور (ﷺ) میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ یہاں کیسے تشریف لائے؟

فرمایا: معزالدین! تم گھوڑے سنبھالو۔ ہم نماز پڑھ کر نابھہ جائیں گے اور اپنے محب حکیم غلام فرید کو رہا کرائیں گے۔

جب تک رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے رہے، قاضی معزالدین نے گھوڑوں کی باگیں پکڑے رکھیں۔ ⑥

یہ خواب کی بات تھی جو ختم ہوئی۔

---

⑤ سیرت سلمان (سفر نامہ حجاز کے آخر میں) صفحہ:۲۶۲

⑥ سیرت سلمان صفحہ ۲۶۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنکھ کھلی تو قاضی معزالدین حسب معمول فجر کی نماز پڑھنے مسجد میں گئے۔ نماز کے بعد قرآن مجید کا درس دیا اور لوگوں کو بتایا کہ حکیم غلام فرید پر سخت آزمائش کا وقت آ پڑا تھا، مگر اللہ نے ان کو بچا لیا۔

ادھر نابھہ میں جیل حکام نے صبح کو حکیم صاحب کی بیڑیاں کٹی ہوئیں اور درِ زنداں کھلا ہوا پایا۔ مہاراجا کو اس کا پتا چلا تو پنجابی میں کہا:

''اللہ ولوں''

یعنی جو کچھ ہوا، اللہ کی طرف سے ہوا، ہم اس میں کچھ نہیں کر سکتے۔

اس نے حکیم صاحب سے معذرت کی اور پورے اعزاز کے ساتھ پہلے منصب پر بحال کر دیا۔ ⑦

سورج نکلا تو نابھہ سے آنے والے لوگوں نے قاضی معزالدین سے سارا واقعہ بیان کیا، جس سے خواب کی تعبیر واضح ہو گئی۔ ⑧

یہ ایک قصہ ہے جو اس نواح میں مشہور تھا۔

والیٔ نابھہ کے بارے میں یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ ایک شخص نے مسجد کی گھڑی چوری کر لی۔ مقدمہ مہاراجا کی عدالت میں پیش ہوا تو کہا:

''اینھوں چھڈ دیو، ایہہ رب دا چور اے۔ اوہ آپے ای ایدھا فیصلہ کرو گا۔''

یعنی اسے چھوڑ دو۔ یہ اللہ کا چور ہے، وہی اس کا فیصلہ کرے گا۔

دو تین روز کے بعد وہ شخص مر گیا۔

قاضی معزالدین احمد نہایت عبادت گزار اور پرہیز گار بزرگ تھے۔

---

⑦ سیرت سلمان صفحہ:۲۶۲

⑧ ایضاً

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منصور پور اور اس کے نواح میں انھوں نے اللہ کے دین کی بڑی اشاعت کی اور کثیر تعداد میں لوگ ان کے طریق تبلیغ اور وعظ و نصیحت سے متاثر ہوئے۔

یہ اس خاندان کے جلیل القدر بزرگ تھے جو اس علاقے میں آئے اور جنھوں نے ایک خاص اسلوب سے، لوگوں کے فہم کے مطابق، دین کی نشر و اشاعت کا سلسلہ شروع کیا اور اس میں اللہ نے انھیں کامیابی عطا فرمائی۔

قاضی باقی باللہ

قاضی معزالدین کے بیٹے قاضی باقی باللہ تھے۔ انھوں نے بھی باپ کے ساتھ اپنے آپ کو احکام دین کی تبلیغ کے لیے وقف کیے رکھا۔ بے حد سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کسب معاش کا ذریعہ زراعت تھا۔ لوگوں کو فی سبیل اللہ قرآن مجید پڑھاتے اور اسلامی و دینی علوم کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کے حدود اثر کا دائرہ منصور پور سے باہر نکل کر قرب و جوار کے قصبات و دیہات تک پھیل چکا تھا اور دینی مسائل سمجھنے اور اسلام کے اوامر و نواہی سے باخبر ہونے کے لیے بہت سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جنات بھی ان سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔[9]

قاضی معز الدین اور قاضی باقی باللہ کی تواریخ ولادت و وفات کا پتا نہیں چل سکا۔ البتہ اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہاں کے لوگوں نے ان کی قبروں پر قبے بنا دیے تھے اور باقاعدہ چراغ جلائے جاتے تھے۔ لیکن ان کے اہل خاندان نے کبھی اسے لائق التفات نہیں سمجھا۔ شنید ہے کہ آزادیٔ وطن کے بعد اس علاقے کے غیر مسلم معتقدین نے مسلمان بزرگوں کے بہت سے مزارات کی حفاظت و حرمت کو برقرار رکھا، جن میں قاضی معز الدین اور قاضی باقی باللہ کے مزار بھی شامل ہیں۔[10]

---

(9) سیرت سلمان (سفر نامہ حجاز کے آخر میں) ص: ۲۶۳ (10) سیرت سلمان ۲۶۳

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی احمد شاہ:

قاضی باقی باللہ کے بیٹے قاضی احمد شاہ تھے جو ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ء) کو منصور پور میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ریاست پٹیالہ کے محکمہ مال میں ملازمت کر لی تھی اور اس محکمے کے وہ ایک بڑے افسر (یعنی افسر مال) تھے۔ غالبًا اس خاندان کے یہ پہلے شخص تھے جو منصور پور سے ریاست کے صدر مقام پٹیالہ میں منتقل ہوئے اور ریاست کے حلقۂ ملازمین میں شمولیت کی۔ ملک کے قومی اور سماجی کاموں سے بھی انھیں دلچسپی تھی اور ان امور میں خاص طور سے حصہ لیتے تھے، جن کا تعلق مفادِ عامہ سے ہوتا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جب سر سید احمد خاں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے لیے چندے کی مہم پر پنجاب آئے اور پٹیالہ کا عزم کیا تو قاضی احمد شاہ نے وہاں کی حکومت اور مسلمانوں کی طرف سے راج پورہ ریلوے اسٹیشن پر ان کا استقبال کیا اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے ریاست پٹیالہ کی حدود شروع ہوتی ہیں اور جہاں سے ایک ریلوے لائن سیدھی بٹھنڈا تک جاتی ہے اور دوسری لاہور کی طرف آتی ہے۔[۱۱]

سر سید کی تعلیمی تحریک اور مسلمانوں کی ترقی کے باب میں ان کی سرگرمیوں سے قاضی احمد شاہ دلچسپی رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سر سید کی پٹیالے آمد کے موقعے پر انھوں نے چندے کی وصولی کے سلسلے میں ان سے تعاون کیا۔

قاضی احمد شاہ اپنے وقت کے باعمل عالم، تہجد گزار اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ انھوں نے دو حج کیے۔ پہلا ۱۳۱۳ھ (۱۸۹۶ء) میں، دوسرا ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۷ء) میں۔ صالحیت، تقویٰ اور خشیت الٰہی ان کے وہ اوصاف تھے، جن کی وجہ سے لوگ ان کی بے حد تعظیم کرتے اور انھیں شاہ جی کہہ کر پکارتے تھے۔

---

(۱۱) سیرت سلمان ص: ۲۶۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی شادی موضع بڈھیمال (ضلع فیروز پور) میں ہوئی تھی۔ان کی اہلیہ محترمہ کا نام’’ اللہ جوائی‘‘ تھا اور وہ بڈھیمال کے ایک متدین شخص حافظ نور الدین کی ہمشیرہ تھیں۔

قاضی محمد سلیمان مرحوم نے اپنے والد گرامی کے نام کے ساتھ مولوی حاجی کے الفاظ استعمال کیے ہیں، لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ انھوں نے دینی و مذہبی علوم کہاں سے اور کن بزرگوں سے حاصل کیے۔آ ثار سے پتا چلتا ہے کہ یہ علوم انھوں نے اپنے والد گرامی قاضی باقی باللہ اور جد امجد قاضی معز الدین احمد سے حاصل کیے ہوں گے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ قاضی احمد شاہ دین کی تبلیغ میں ہمیشہ مستعد رہے، چنانچہ اپنے قصبے منصور پور میں وہ لوگوں کے گھروں میں جا کر انھیں دینی مسائل بتاتے اور ان پر پابند رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔

وہ ۲۸ محرم ۱۳۲۸ھ (۱۹۔فروری ۱۹۱۰ء) کو پٹیالہ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کیے گئے۔

یہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے چند اسلاف (یعنی والد، دادا اور پڑدادا) ہیں، جن سے متعلق چند واقعات کا ہمیں علم ہوسکا ہے۔ ان واقعات سے اس حقیقت کی وضاحت ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے عہد اور علاقے کے نہایت صالح اور جلیل القدر لوگ تھے، دنیوی اعتبار سے بھی انھیں اعزاز کا مقام حاصل تھا اور دین داری کے لحاظ سے بھی انھیں اس دور کے معاشرے میں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ اصحاب علم اور ارباب تقویٰ بزرگ تھے۔ اللہ کے دین کے مبلغ اور کتاب وسنت کے مخلص ترین داعی تھے۔ وہ ایک سکھ ریاست میں رہتے تھے، لیکن اپنی تبلیغی ذمہ داریوں کا انھیں کامل احساس تھا اور یہ احساس عملی طور پر عمل کے قالب میں ڈھل گیا تھا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے اپنے آپ کو اسلام کی تبلیغ کے لیے وقف کر دیا اور اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواح کے بے شمار لوگوں نے ان سے استفادہ کیا اور وہ اسلام کی سیدھی راہ پر گام زن ہوئے۔ حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ریاست پٹیالہ میں تبلیغ دین کا اصل مرکز اس زمانے میں یہی بزرگ تھے اور دینی مسائل و احکام کو سمجھنے کے لیے لوگ انہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا باب:

قاضی صاحب کے آبائی وطن بڈھیمال کے چند اصحابِ تدریس

قاضی صاحب کے اجداد کا سکونتی تعلق ابتدا میں ضلع فیروز پور مشرقی پنجاب کی تحصیل مکتسر کے ایک چھوٹے سے گاؤں ''بڈھیمال'' سے تھا، جس کا ذکر کتاب کے پہلے باب میں ہو چکا ہے۔ یہ گاؤں آبادی اور حجم کے اعتبار سے اگرچہ بہت مختصر تھا، لیکن اہلِ علم کا مسکن اور اصحابِ تقویٰ کا مرکز تھا۔ اس گاؤں کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس کے آباد ہونے سے پہلے یہاں ایک پرانا پیلو کا درخت تھا، جسے پنجاب میں ''مال'' کہا جاتا ہے۔ اس مقام پر گاؤں آباد ہوا تو اس درخت کی بنا پر اس گاؤں کو بڈھیمال'' کے نام سے موسوم کیا گیا یعنی پرانی اور بوڑھی مال۔ عام طور سے دیہات وقصبات کی وجہ تسمیہ اسی قسم کی ہوتی ہے۔

آئندہ سطور میں اس گاؤں کے چند اصحاب علم کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو قاضی صاحب کے دور یا نزدیک کے رشتے دار تھے۔ افسوس ہے رشتے داری کی اصل نوعیت کا پتا نہ چل سکا اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، بہت سے لوگوں کی رشتے داری کی اصلیت کا سراغ نہیں ملتا اور مشہور یہی ہوتا ہے کہ یہ باہم رشتے دار ہیں۔

اس گاؤں میں ایک عالم دین مولانا عبدالرحمٰن اقامت گزیں تھے جو گاؤں کے نمبر دار اور خاصے زمیندار تھے۔ انھوں نے دہلی کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ حصول تعلیم کے بعد اپنے گاؤں میں ''مدرسہ رحمانیہ'' کے نام سے ایک درس گاہ قائم کی، جس میں وہ طلبا کو مروجہ علوم کی کتابیں پڑھاتے تھے۔ بہت اچھے مدرس اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت اچھے مقرر تھے۔ عین عالم جوانی میں فوت ہوئے۔ شیخ الحدیث مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی (متوفی ۹ مئی ۱۹۸۷) نے بالکل ابتدائی زندگی میں ناظرہ قرآن مجید کا کچھ حصہ ان سے پڑھا تھا اور چند چھوٹی چھوٹی سورتیں بھی ان سے یاد کی تھیں۔ قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن کی وفات ۱۹۲۰ کے پس و پیش ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے دوست اور قریبی رشتے دار (مولانا حافظ احمداللہ بڈھیمالوی کے والد محترم) میاں قادر بخش مرحوم نے جو پنجابی کے شاعر تھے، ان کے حالات میں پنجابی نظم میں کتاب لکھی تھی۔ یہ کتاب تقسیم ملک سے پیشتر میں نے دیکھی تھی۔ لیکن اب نہ وہ کتاب کہیں سے ملتی ہے اور نہ ان کے تھوڑے بہت حالات جاننے والا کوئی شخص اس دنیا میں موجود ہے۔ افسوس ہے اتنے بڑے عالم دین کے حالات سے ہم بالکل بے خبر ہیں۔ وہ کھوکھر برادری سے تعلق رکھتے تھے۔

مولانا عبدالرحمٰن کی وفات کے بعد کئی سال تک ان کے قائم کردہ مدرسہ رحمانیہ میں درس و تدریس کا کام بند رہا۔ پھر ایک دور آیا کہ وہاں کے بعض حضرات نے دہلی اور دیگر مقامات کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی اور اپنے گاؤں میں دوبارہ مدرسہ رحمانیہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ان علمائے عالی مقام میں مولانا عبدالغنی، مولانا کریم بخش، مولانا عبدالحکیم، مولانا محمد عمر اور مولانا عطاء اللہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ مولانا عبدالغنی مالی اعتبار سے آسودہ حال تھے اور اپنے گاؤں میں خطابت و امامت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ ان کے ایک پوتے مولانا عبدالرحمٰن ہیں جو جامعہ ابوبکر اسلامیہ کراچی کی مجلس انتظامیہ کے رکن ہیں۔ مولانا کریم بخش (جن کا ابھی ذکر ہوا) مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی کے والد مکرم تھے۔ مولانا محمد عمر صاحب جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے ایڈیٹر عبدالقیوم ضیا کے جد امجد تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کے والد صوفی عنایت اللہ تھے، بے حد پارسا، خوب صورت اور خوش لباس۔ انھیں دیکھ کر دل میں نیکی کا جذبہ ابھرتا تھا۔ وہ زیادہ تر فیروز پور میں رہتے تھے جو بڈھیمال سے آٹھ کوس کے فاصلے پر تھا۔ مولانا عبدالحکیم مرحوم مدرسہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السلفیہ ستیانہ بنگلہ کے سابق مدرس مولوی محمد علی کے جدامجد تھے۔

مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی بھی ایک مدت تک اپنے گاؤں بڈھیمال میں خدمت تدریس انجام دینے پر مامور رہے۔ مولانا حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی بھی فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے اس آبائی مسکن میں تدریس اور خطابت و امامت کے فرائض انجام دیتے رہے تھے۔

یہ سب بزرگان دین حضرت قاضی محمد سلیمان سلمانؔ منصور پوری سے دور یا قریب کا تعلق رکھتے تھے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قاضی صاحب کے متعلقین میں بہت سے علماے کرام اور مدرسین پیدا ہوئے، جن کی تدریس کا شہرہ دور دور تک پہنچا اور بے شمار علما وطلبا نے ان سے استفادہ کیا۔ لیکن افسوس ہے تعلق و رشتے کی صحیح نوعیت کا علم نہیں ہو سکا۔

بڈھیمال کے مذکورہ بالا مرحومین اصحاب علم کی اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ نے حصول علم کی توفیق بخشی اور انھوں نے مختلف مقامات میں مساند تدریس آراستہ کیں، ان میں سے مولانا حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی کے صاحب زادگان گرامی مولانا عبدالعزیز علوی، مولانا عبدالحلیم علوی اور مولانا عبدالکبیر علوی بہ طریق احسن یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ پھر مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی کے صاحب زادے حافظ محمد مرحوم بھی مسند درس پر متمکن رہے، ان کے دوسرے صاحب زادے پروفیسر احمد ساقی اور قاری محمودالحسن بھی یہی فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ حافظ صاحب مرحوم کے بھانجے حافظ محمد امین اوڈاں والا کے دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے اہتمام و تدریس کی ذمے داریاں سنبھالے ہوئے ہیں۔ حافظ صاحب کے ایک اور بھانجے مولانا عبداللہ امجدؔ مرکز الدعوۃ السلفیہ ستیانہ بنگلہ (ضلع فیصل آباد) کے شیخ الحدیث ہیں۔ اسی طرح ان کے ایک داماد مولانا عبدالحلیم جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں شیخ الحدیث کی مسند پر متمکن ہیں۔ ایک اور داماد مولانا عبدالشکور شاہ مرکز الدعوۃ السلفیہ ستیانہ بنگلہ میں خدمت تدریس انجام دے رہے ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی گاؤں کے ایک رکن قاضی محمد اسلم سیف مرحوم تھے جنھیں تدریس سے بھی شغف تھا اور تصنیف و تالیف سے بھی دلچسپی تھی اور وہ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

غرض حضرت قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری رحمہ اللہ کے آبائی وطن سے تعلق رکھنے والے اور ان سے رشتے داری کے دعوے دار تدریسی اعتبار سے اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔ دینی مدارس کے علاوہ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی ان کی تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔

مولانا صوفی عائش محمد کا مولد بھی یہی گاؤں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل علم اور اصحاب صفا میں ان کو اونچا مقام عطا فرمایا اور شہرت بخشی ہے۔ مولانا عائش محمد حلیم الطبع، رقیق القلب، نرم کلام اور مستجاب الدعوات بزرگ ہیں۔ ان کا تعلق جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن (ضلع فیصل آباد) سے بھی ہے اور جامعہ اسلامیہ ابوبکر کراچی سے بھی......!

اسی طرح ریاست بیکانیر کے ایک مقام ''ڈھانی'' میں آزادیٔ برصغیر سے قبل ایک خاندان آباد تھا، اس خاندان کا تعلق بھی بڈھیمال سے تھا اور وہ لوگ قاضی صاحب سے رشتے داری کا دعویٰ کرتے تھے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ مولانا عبداللہ تھے، سنا ہے اپنے علاقے اور عہد کے نامور عالم تھے۔ تقسیم ملک سے بہت پہلے وفات پا گئے تھے۔ قاضی صاحب کی اپنے ان رشتے داروں کے ہاں موضع ڈھانی میں آمد و رفت رہتی تھی۔ تقسیم ملک کے بعد ڈھانی اور بڈھیمال کے لوگ ضلع فیصل آباد کی تحصیل جڑاں والا کے ایک گاؤں چک نمبر ۳۶ گ ب میں آبسے تھے۔

میرا مقصد یہاں قاضی صاحب کے تمام متعلقین کا تذکرہ کرنا نہیں ہے بلکہ چند الفاظ میں صرف ان افراد کی نشان دہی کرنا مقصود ہے جو ان کے آبا و اجداد کے قدیم وطن بڈھیمال سے تعلق رکھتے تھے اور جنھوں نے درس و تدریس کو اپنا شب و روز کا مشغلہ قرار دیے رکھا۔ پھر ان کے اخلاف بھی دینی علوم سے آراستہ ہو کر اپنے اسلاف کے نقوش قدم پر چلے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا باب:

ریاست پٹیالہ کے چند علماے کرام

تقسیم ملک کے بعد حکومت ہند نے ریاستیں ختم کر دی تھیں اور پٹیالہ کو ضلعے کا درجہ دے دیا گیا تھا۔

پٹیالہ کی سرزمین کے مختلف مقامات میں مختلف اوقات میں بہت سے اہل علم اور اصحاب ورع و تقویٰ لوگ پیدا ہوئے۔ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے اسی علاقے میں جنم لیا اور اپنے علم و عمل کی بنا پر تمام عالم اسلام میں ان کی آواز گونجی۔

تاریخ کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ ہندوستان کے بادشاہ فیروز شاہ تغلق کے عہد میں ایک مرتبہ شاہی خزانہ محافظوں کی نگرانی میں لاہور سے دہلی منتقل کیا جا رہا تھا۔ جب قافلہ اس مقام پر پہنچا جہاں اب سرہند آباد ہے تو ایک صاحبِ کشف بزرگ پر اللہ کی طرف سے منکشف ہوا کہ یہاں ایک بہت بڑا ولی پیدا ہوگا۔ اس وقت یہ تمام علاقہ ایک وسیع جنگل تھا۔ بزرگ کی یہ بات بادشاہ کے گوش گزار ہوئی تو اس نے وہاں ایک شہر تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اس کی تعمیر کا کام شیخ رفیع الدین کے سپرد ہوا۔ شیخ رفیع الدین چھٹی پشت میں شیخ احمد سرہندی کے اجداد میں سے تھے۔ شہر کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد شیخ رفیع الدین وہیں آباد ہو گئے۔

شیخ احمد سرہندی کے والد ماجد شیخ عبدالاحد تھے جو اپنے عہد کے معروف عالم اور متقی بزرگ تھے۔ ان کے فرزند گرامی شیخ احمد کی ولادت جمعے کے روز ۱۴۔ شوال ۹۷۱ھ (۲۶/مئی ۱۵۶۴ء) کو سرہند میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، پھر سیالکوٹ کا عزم کیا، وہاں مولانا یعقوب صرفی کشمیری کا ہنگامۂ درس جاری تھا، ان سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی انتہائی کتابیں پڑھیں۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی (متوفی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ ربیع الاول ۱۰۶۷ھ ۔۱۹/ دسمبر ۱۶۵۶ء) ان کے ہم درس تھے۔"مجدد الف ثانی" کے الفاظ ان کے لیے سب سے پہلے مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے لکھے تھے۔ "روضۂ قیومیہ" کی روایت کے مطابق انھوں نے ایک مکتوب میں ان کو ان الفاظ میں مخاطب فرمایا تھا: امام ربانی، محبوب سبحانی، مجدد الف ثانی۔

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی اور مجدد صاحب کے درمیان ہمیشہ انتہائی مخاصانہ تعلقات قائم رہے۔ حضرت مجدد نے ان کو" آفتاب پنجاب" کا خطاب عطا فرمایا۔

سرزمین سرہند میں ان سے پہلے بھی علماے دین پیدا ہوئے تھے، مثلاً انہی کے ہم نام ایک بزرگ شیخ احمد سرہندی (متوفی ۹۸۶ھ ۔۱۵۷۸ء) تھے، اسی عہد کے ایک عالم دین شیخ عبدالقادر سرہندی تھے، ان کے علاوہ اور بھی متعدد بزرگان دین تھے، مگر الف ثانی کی مجددیت کا تاج جس کے سر مبارک پر رکھا گیا وہ یہی احمد سرہندی ہیں جو افق سرہند سے جمال حق کی شعاع بن کر ابھرے اور پورے ہند میں جن کی تقویٰ شعاری اور خدمت دین کا غلغلہ بلند ہوا۔

مجدد الف ثانی کی ولادت مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں ہوئی۔ اس کا عہد ۹۶۳ھ (۱۵۵۶) سے شروع ہوکر ۱۰۱۴ھ (۱۶۰۵) تک چلتا ہے اور اکیاون (۵۱) سال کے لیل ونہار میں پھیلا ہوا ہے۔ عہد اکبری کے اختتام یعنی اکبر کی وفات کے وقت حضرت مجدد صاحب کی عمر تینتالیس سال کی ہوچکی تھی۔ وہ اس وقت مسندِ تدریس اور سجادۂ اصلاح پر متمکن تھے۔ لیکن نہ اکبر ان کی تبلیغ کے راستے میں مزاحم ہوا اور نہ انھوں نے اکبر سے کچھ کہا۔

اکبر کے بعد اس کا بیٹا نورالدین جہاں گیر تخت حکومت پہ بیٹھا تو اس کے بعض مصاحبوں نے مجدد صاحب کے خلاف اس کے کان بھرے اور کہا کہ وہ بادشاہ کے لیے سجدۂ تعظیمی کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ بادشاہ نے ان کو دربار میں بلایا تو انھوں نے سجدہ نہیں کیا۔ اقبال نے "بال جبریل" میں اس کا ذکر ان اشعار میں کیا ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہاں گیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمئ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

حضرت مجدد تریسٹھ (۶۳) سال عمر پاکر بروز سہ شنبہ ۲۸۔ صفر ۱۰۳۴ء (۳۰/ دسمبر ۱۶۲۴) کو سرہند میں فوت ہوئے۔ نماز جنازہ ان کے صاحب زادۂ گرامی خواجہ محمد سعید نے پڑھائی ۔ حضرت مجدد کے ایک عقیدت مند خواجہ محمد ہاشم کشمی اپنی تصنیف ''زبدۃ المقامات'' میں لکھتے ہیں کہ خواجہ محمد سعید نے اپنے والد ذی قدر حضرت مجدد الف ثانی کی نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا نہیں مانگی جیسا کہ بعض لوگ دعا مانگتے ہیں۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی کے اصل الفاظ ملاحظہ فرمایے:

حضرت مخدوم زادۂ بزرگ خواجہ محمد سعید دامت برکاتہ ، نماز جنازہ پیر و پدر بزرگ وار از خود نمودند و بعد از نماز براے دعا توقف نہ فرمودند کہ مقتضیٰ سنت چنیں نیست و در کتب فقہ معتبرہ مرقوم است کہ بعد از نماز جنازہ ایستادہ دعا کردن مکروہ است، ہر چند کہ عمل بعضے امام دریں ایام چنیں است۔ ①

ان الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد اور والد بزرگ وار کی نماز جنازہ خود ہی پڑھائی اور نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے نہیں ٹھہرے، کیوں کہ یہ دعا

---

① زبدۃ المقامات صفحہ ۲۹۴

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف سنت ہے اور فقہ کی مستند کتابوں میں لکھا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہوکر دعا کرنا مکروہ ہے۔ تاہم بعض امام اس زمانے میں اس خلاف سنت فعل کا ارتکاب کرتے ہیں۔

بات کچھ لمبی ہوگئی، دراصل عرض یہ کرنا مقصود ہے کہ ریاست پٹیالہ کی سرزمین جس میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری پیدا ہوئے اور جہاں انھوں نے زندگی گزاری وہ ہمیشہ اہل تقویٰ اور اصحابِ علم سے مالا مال رہی ہے۔ مجدد الف ثانی، ان کے آباواجداد اور ان کے اخلاف نے وہاں درس و تدریس کے سلسلے بھی جاری رکھے اور وعظ و نصیحت کی محفلیں بھی جمائیں۔ پھر ان کے شاگردوں اور ارادت مندوں نے بھی بے حد اصلاحی خدمات سرانجام دیں۔

وہاں اکبر کے زمانے میں ایک بزرگ ملا ابراہیم سرہندی تھے جو عربی اور فارسی کے علاوہ سنسکرت کے بھی ماہر تھے۔ ایک علامہ عبدالقادر سرہندی تھے، وہ بھی دسویں صدی ہجری کے معروف عالم و مصنف تھے۔

یہ تو قاضی صاحب سے صدیوں پہلے کے علمائے دین ہیں، خود قاضی صاحب کے زمانے میں اس نواح میں بہت سے اصحاب کمال موجود تھے اور ان کی تبلیغی تگ و تاز کا سلسلہ جاری تھا۔ ان میں ایک عظیم شخصیت مولانا عبیداللہ مالیرکوٹلوی کی تھی، جنھوں نے مسلمانوں اور غیر مسلموں میں بے حد شہرت پائی۔

مولانا عبیداللہ ریاست پٹیالہ کے قصبہ پائل کے رہنے والے تھے۔ پائل ہندوؤں کا گڑھ تھا اور اسی وجہ سے اسے ”بنارس ثانی“ کہا جاتا تھا۔ مولانا عبیداللہ اصل میں ہندو تھے اور ان کا نام اننت رام تھا، والد کا نام منشی کوٹے مل تھا۔ اننت رام نے یکم شوال ۱۲۶۴ھ (۳۱؍اگست ۱۸۴۸ء) کو مالیرکوٹلہ کی عیدگاہ میں مسلمانوں کے بہت بڑے مجمعے میں اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا اور نماز عید ادا کی۔ ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۲ء) میں انھوں نے ”تحفۃ الہند“ کے نام سے ایک کتاب لکھی اور پھر یہ کتاب کئی دفعہ شائع ہوئی۔ کتاب میں اسلام کی حقانیت بیان کی گئی ہے اور ہندو مذہب اور ہندو دیویوں اور دیوتاؤں کے بارے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بہت سے عجیب و غریب واقعات کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ انھوں نے کتب حدیث حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے پڑھی تھیں اور پھر انھیں مولانا عبیداللہ مالیرکوٹلوی کہا جانے لگا تھا۔ اہل حدیث مسلک کے حامل تھے۔

ان کے وعظ و تبلیغ سے اور ان کی کتاب تحفۃ الہند کے مطالعہ سے متاثر ہوکر بے شمار سکھ اور ہندو دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان حضرات کی وسیع فہرست میں ایک شخص مولوی نعمت اللہ تھے جن کا پہلا نام ہرنام داس تھا۔ یہ ریاست پٹیالہ کے قصبے پائل کے رہنے والے تھے اور ہندو مذہب ترک کرکے مسلمان ہوئے تھے۔ انھوں نے مالیرکوٹلہ کے مولانا عبدالرحیم سے علوم دینیہ پڑھے اور بہت سے لوگوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا۔ وعظ و خطابت میں بھی انھیں ملکہ حاصل تھا۔

پٹیالہ کے ایک عالم دین ڈاکٹر محمد عبدالحکیم خاں تھے، جنھوں نے مسلمانوں میں سب سے پہلا (۱۹۰۵ء میں) قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔② اردو میں بھی ترجمہ کیا۔ کچھ عرصہ وہ مرزائیت کے دائرے میں بھی رہے۔ پھر اللہ نے کرم فرمایا اور مرزائیت سے تائب ہوگئے۔ مرزائیت کے خلاف کئی کتابیں شائع کیں۔ ان کا انتقال ۱۳۵۹ھ (۱۹۴۰) میں ہوا۔

اس انگریزی ترجمے سے پہلے یورپ کی زبانوں میں غیر مسلم ہی قرآن مجید کا ترجمہ کرتے تھے۔ ترجمے کی صحت کا کوئی التزام نہ تھا۔ قرآن مجید کے پہلے انگریزی ترجمے کا شرف پٹیالیہ کی سرزمین کو حاصل ہوا۔③

ریاست پٹیالہ کے شہر بٹھنڈا میں ایک مشہور عالم مولانا شیر محمد تھے۔ نہایت پرہیز گار اور صاحب قلب بزرگ تھے۔ ان سطور کے راقم نے ان کو دیکھا ہے اور ان کی باتیں سنی ہیں۔ متحدہ ہندوستان کے محکمۂ ریلوے کا بٹھنڈا بہت بڑا مرکز اور مشہور اسٹیشن تھا۔ وہاں صرف اہل حدیث کی چار مسجدیں تھیں۔ احناف کی مساجد اس کے علاوہ تھیں۔

---

② انگریزی میں قرآن کے ترجمے ص: ۱۱، ۱۲۔

③ دیباچہ انگریزی ترجمہ عبداللہ یوسف علی صفحہ ۱۳۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریاست پٹیالہ کے ان حضرات میں جنھوں نے علم دین حاصل کیا اور پاکستان تشریف لائے، ایک مولانا محمد علی ہیں جو موضع برکیاں چک ۱۶ (ضلع قصور) میں فروکش ہیں اور وہاں انھوں نے ایک دینی مدرسہ جاری کیا ہے، جس میں مدینہ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل مولانا خالد محمود خدمت تدریس انجام دیتے ہیں۔

پنجاب میں آٹھ ریاستیں تھیں اور ریاست پٹیالہ ان سب سے بڑی ریاست تھی، اس ریاست میں سکھوں کی اکثریت تھی، لیکن مسلمان بھی کافی تعداد میں آباد تھے۔ ریاست کے مختلف مقامات میں یقیناً بہت سے علماے دین خدمت تدریس و تبلیغ سرانجام دیتے ہوں گے، اور پاکستان میں آنے کے بعد انھوں نے اس ملک میں بھی اس خدمت کا سلسلہ جاری رکھا ہوگا لیکن افسوس ہے ان سطور کا راقم اس کی تفصیل سے آگاہ نہیں ہو سکا۔ ریاست پٹیالہ کے علماے دین اور ان کی خدمات ایک مستقل موضوع ہے، جس پر کسی اہل علم کو کام کرنا چاہیے۔

❀......❀......❀......❀

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا باب:

کچھ معلومات ریاست پٹیالہ کے بارے میں

قاضی صاحب اور ان کے خاندان کے پٹیالہ سے تعلق سکونت و ملازمت کی بنا پر ضروری سمجھا گیا کہ ریاست پٹیالہ، اس کے حکمرانوں اور وہاں کی علمی وتہذیبی فضا اور تاریخ کے بارے میں چند باتیں ذکر کی جائیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں قاضی صاحب کے قابل تکریم پوتے قاضی حسن معز الدین کے باب علم پر دستک دی گئی۔ انھوں نے مہربانی کی اور چند ضروری باتیں تحریر فرما دیں جو ایک مستقل باب کی صورت میں ان کے شکریے کے ساتھ درج کی جا رہی ہیں۔ ان میں سے بعض باتیں موقعے کی مناسبت سے پہلے بھی بیان کی جا چکی ہیں۔ چلتے چلتے آگے بھی ہوں گی: یعنی کچھ تکرار آ گیا ہے اور یہ تکرار ناگزیر ہے۔ تاریخ سے متعلق کتابوں میں ایسا بالعموم ہو جاتا ہے۔

قاضی صاحب کے دور و نزدیک کے رشتے داروں کے علاوہ صرف ان کے گھر کے چار افراد ریاست کے اونچے مناصب فائز رہے۔

۱۔ قاضی صاحب کے والد مکرم قاضی حاجی احمد شاہ محکمہ مال میں افسر تھے۔

۲۔ ان کے چھوٹے بھائی قاضی عبد الرحمٰن ریاست کے منصب سفارت پر متمکن تھے۔

۳۔ خود قاضی صاحب ریاست کے سیشن جج تھے۔

۴۔ ان کے فرزند گرامی قاضی عبد العزیز ریاست کے انسپکٹر آف سکولز تھے۔

قاضی صاحب کے اخلاف اور اس گھر کے تمام ارکان اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے، اس لیے انھیں اس ریاست کے بارے میں ضروری معلومات حاصل تھیں۔ اب ذیل میں اس موضوع سے متعلق قاضی حسن معز الدین کا مختصر مگر جامع مضمون ملاحظہ فرمایے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مضمون میں ریاست پٹیالہ کے تقسیم ملک سے قبل کے واقعات کی طرف بھی ضروری اشارات کیے گئے ہیں اور بعد کے معاملات کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۸۴ء میں مہندرا (Mahindra) کالج کے ذریعے پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل (یعنی فارسی کا سب سے بڑا سرکاری) امتحان پاس کیا اور یونیورسٹی میں اوّل رہے۔ ان کے فارسی کے استاد منشی سکھن لال کائستھ تھے۔ منشی صاحب کے دوسرے شاگرد مفتی حشمت اللہ تھے جو درجہ دوم میں کامیاب ہوئے۔

ملازمت کا آغاز

قاضی صاحب کی ملازمت کا آغاز بھی ۱۸۸۴ء میں ہو اتھا، وہ مہاراجا راجندر سنگھ کا عہد حکومت تھا۔ اس نے ۱۸۷۶ء میں ریاست پٹیالہ کی زمامِ حکومت ہاتھ لی تھی۔ ۱۹۰۰ء میں اس کی وفات ہوئی۔ اس کے بعد مہاراجا بھوپندر سنگھ گدی نشین ہوا۔ اسی کے زمانۂ حکمرانی (۱۹۲۴ء) میں قاضی صاحب ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ اس طرح انھوں نے سولہ برس راجندر سنگھ کے اور چوبیس برس بھوپندر سنگھ کے زمانے میں ملازمت کی۔ ان کی کل مدت ملازمت چالیس برس بنتی ہے۔ یوں تو یہ دونوں حکمران قاضی صاحب کی تکریم کرتے تھے، لیکن بھوپندر سنگھ کے نزدیک تو وہ بے حد لائق احترام اور قابل اعتماد تھے۔

اب چندِ الفاظ میں پٹیالہ، اس کے حکمرانوں، وہاں کے ماحول، علمی کوائف اور تقسیم ملک کے بعد سے اب تک کے حالات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مہندرا کالج کا سلسلۂ تدریس

پنجاب یونیورسٹی سے سب سے پہلے گورنمنٹ کالج لاہور کا الحاق ہوا۔ اس کے بعد مہندرا کالج پٹیالہ، پھر ایف سی کالج لاہور نے الحاق کیا۔ مہندرا کالج کا نام

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریاست پٹیالہ کے ایک حکمران مہاراجا مہندر سنگھ کے نام پر رکھا گیا تھا۔

مہندرا کالج میں دیگر مضامین کے علاوہ فارسی، عربی، اردو اور سنسکرت کی خاص طور سے تعلیم دی جاتی تھی۔ راقم (حسن معز الدین) نے ۱۹۴۷ء تک مہندرا کالج میں تعلیم حاصل کی۔ میرے فارسی کے استاد پروفیسر سردار جنگ سنگھ سوڈھی تھے، اردو کے استاد پروفیسر شیودیال تھے، عربی کے استاد پروفیسر عبدالغفار تھے (جو تقسیم ملک کے بعد جوائنٹ سیکرٹری حکومت پاکستان مقرر کیے گئے اور اسی عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ انھوں نے پٹیالہ کے ادبی اور سماجی ماحول پر معرکہ آرا مقالہ لکھا جو انجمن ترقی اردو کراچی کے مجلّے میں شائع ہوا)۔ میرے فارسی اور اردو کے ہم جماعت زیادہ تعداد میں ہندو اور سکھ تھے۔ مسلمان طلبا کی تعداد کم تھی۔ پٹیالہ کے کائستھ ہندو خاندانوں میں خالص اردو بولی جاتی تھی۔

رنجیت سنگھ اور پٹیالہ کے حکمرانوں کا موازنہ

سکھ مؤرخین مہاراجا رنجیت سنگھ کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں حالاں کہ سکھ مت کی زیادہ تر خدمت مہاراجگانِ پٹیالہ نے کی ہے۔

بے شک رنجیت سنگھ ایک نڈر سپاہی، لائق جرنیل اور سفارتی امور کا ماہر حکمران تھا۔ لیکن وہ اپنے بعض نقائص کی وجہ سے اپنے دربار کے وزیروں اور حرم کی خواتین کی محلاتی سازشوں پر قابو نہ پا سکا۔ اس نے انتالیس برس حکومت کی، اس کے بعد تخت حکومت پر متمکن ہونے والے اس کے تمام جانشین مجموعی طور پر بمشکل دس سال حکومت کر سکے۔ وہ یکے بعد دیگرے قتل یا معزول ہوتے رہے۔ اس طرح انھوں نے اپنے عمل سے ہمیشہ انگریز کے اقتدار کو دعوت دی اور بالآخر ان کی حکومت ختم ہو گئی اور انگریز ان پر قابض ہو گئے۔ لیکن اس کے مقابلے میں ریاست پٹیالہ جو پنجاب میں سکھوں کی ایک بڑی ریاست تھی، بہت مضبوط تھی۔ ریاست اور اس کے حکمران بڑے معاملہ فہم تھے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہاراجگان پٹیالہ

پٹیالہ میں سکھ راج کا آغاز رنجیت سنگھ کی باقاعدہ گدی نشینی سے بتیس سال پہلے ہو چکا تھا اور ۱۹۴۷ء تک ۱۸۲ سال یہ حکومت قائم رہی۔ ۱۹۴۷ کے بعد ریاست کے آخری حکمران یادوندر سنگھ تک ان کا سلسلۂ حکمرانی جاری رہا۔ آزادیٔ وطن کے بعد بھی پٹیالہ اور ایسٹ پنجاب سٹیٹس یونین (PEPSU) کی حکومت کے وہ راج پر مکھ رہے اور اب (۲۰۰۴ء تک) ان کے ٹکا صاحب (بڑے بیٹے اور ولی عہد نام زد) امریندر سنگھ انڈین پنجاب کے وزیر اعلیٰ ہیں، جب کہ رنجیت سنگھ کے کسی والی وارث کا نام پتا نہیں ملتا۔

مہاراجا رنجیت سنگھ کے زمانے میں اس کی فوج کا ڈسپلن اتنا اچھا تھا کہ اس وقت کے ہندوستان میں صرف اسی کی آرمی برابری کی سطح پر انگریز آرمی کے مدِ مقابل آ سکتی تھی۔ اس کی فوج میں دو مسلمان جرنیل تھے، بعد ازاں برٹش انڈیا کے عہد میں پٹیالہ ملٹری کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی اور آج کے ہندوستان میں پٹیالہ رجمنٹ کا بڑا نام ہے۔

تعلیم اور کھیل

نظامِ حکومت اور آرمی وغیرہ کے علاوہ ریاست پٹیالہ کے تعلیم اور کھیل کے ادارے پورے ہندوستان میں مشہور تھے۔ پٹیالہ میں سپورٹس کی سہولتیں (مثلاً سٹیڈیم) لاہور سے بیس برس پہلے قائم ہو چکی تھیں۔ اسی طرح مہندرا کالج کی وجہ سے تقسیم ہند سے تھوڑا عرصہ بعد وہاں پنجابی یونیورسٹی بن گئی تھی، جس کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم پنجابی زبان کے ذریعے دی جاتی ہے۔ سائنس، انجینئرنگ اور میڈیکل میں بھی ذریعہ تدریس پنجابی زبان ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریاست پٹیالہ کی تاریخ چند الفاظ میں

امر سنگھ ریاست پٹیالہ کا پہلا حکمران تھا جس نے ١٧٦٧ء میں ''مہاراجا'' کا لقب پایا۔ اس سے پہلے ریاست کے حکمران کے لیے راجا کا لقب تھا۔ پھر راجۂ راجگان کا لقب مستعمل ہوا۔ پٹیالہ کا مورث اعلیٰ بابا آلا سنگھ تھا۔ وہ ایک جتھے دار تھا جو اِدھر اُدھر یلغاریں کرتا تھا۔ اس نے ''پٹی آلا'' کے نام سے ایک نئی بستی بسائی جو آہستہ آہستہ پٹیالہ بن گئی۔

دہلی سے حکم آنے پر قاضی صاحب کے اجداد میں سے سنام کے عامل نے ایک مرتبہ آلا سنگھ کو گرفتار بھی کر لیا تھا۔ مگر وہ جل دے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کا پوتا راجا امر سنگھ تھا، جسے احمد شاہ ابدالی نے راجۂ راجگان کا خطاب اور ٹکسال کا پروانہ دیا۔ اس ٹکسال میں سب سے پہلے احمد شاہ ابدالی کے نام کی اشرفی ضرب ہوئی۔ پھر یہ وضع داری قائم رہی کہ جو حکمران گدی نشین ہو، وہ سال جلوس کندہ کروا کر احمد شاہ ابدالی کے نام کی اشرفی بناتا۔ ریاست کا آخری حکمران یادوندر سنگھ تھا جو ١٩٣٨ء میں گدی نشین ہوا۔ اس نے بھی قدیم خاندانی روایت پر عمل کرنا ضروری سمجھا اور سرہند کی ٹکسال سے ''ضرب سہرند'' کے نام سے شاہ احمد ابدالی کی اشرفی تیار کرائی اور اس کے ساتھ ہی گرو گوبند سنگھ کے نام کی اشرفی بھی بنوائی گئی۔ حکومت پٹیالہ اور کابل دربار کے ١٩٤٧ء تک تعلقات استوار رہے۔

مہاراجا بھوپندر سنگھ ١٩٠٠ء ١٩٣٨ء

اپنے باپ راجندر سنگھ کی وفات کے بعد بھوپندر سنگھ چھوٹی عمر میں گدی نشین ہو گیا تھا۔ چہرے پر داڑھی بھی نہ تھی۔ اس نے باپ کے مقرر کردہ تمام عہدے داروں کو ان کے مناصب پر برقرار رکھا۔ وہ ان سب کو چچا کہہ کر خطاب کرتا تھا۔ وسیع القلب اور زندہ دل حکمران تھا۔ ہر قسم کے کھیلوں اور تفریحات سے دلچسپی رکھتا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ سب سے پہلے جو آل انڈیا کرکٹ ٹیم انگلستان کے دورے پر گئی، اس کا کپتان تھا۔ ''فنون لطیفہ'' کی سرپرستی کرتا تھا۔ اس موضوع پر پٹیالہ کے ایک گھرانے کو بڑی شہرت حاصل ہے۔ لاہور کے گاماں پہلوان رستم زماں کا اکھاڑہ پٹیالہ میں تھا اور اس اکھاڑے کے تمام اخراجات ریاست برداشت کرتی تھی۔ گاماں پہلوان کو ریاست کے سرکاری پہلوان کی حیثیت حاصل تھی۔

تقسیم ملک سے قبل آل انڈیا اولمپک مقابلے میں پٹیالے کا دستہ پنجاب کے دستے سے الگ ہوتا تھا۔ ایک یا دو مرتبہ سب سے زیادہ میڈل حاصل کرنے کا اعزاز بھی اس دستے نے حاصل کیا۔

مہاراجا بھوپندر سنگھ بڑا مخیّر حکمران تھا۔ لاہور کی جو عمارت اب قائد اعظم لائبریری کے نام سے موسوم ہے، آزادئ وطن سے بہت پہلے اس کی تعمیر کے لیے سب سے زیادہ عطیہ اسی حکمران نے دیا تھا۔

کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کی مین بلڈنگ کا نام ہی پٹیالہ بلاک ہے۔

پنجاب یونیورسٹی کو مہاراجا بھوپندر سنگھ نے خطیر رقم دی۔

میکلوڈ روڈ پر پٹیالہ گراؤنڈ اور ریس کورس روڈ پر پٹیالہ ہاؤس اس کی یادگاریں ہیں۔

شیش محل روڈ پر اہل حدیث کی مشہور درس گاہ دار العلوم تقویۃ الاسلام کا جو بہت بڑا ہال ہے، اسے بھوپندرا ہال کہا جاتا ہے۔ یہ ہال اسی حکمران کے خرچ سے تعمیر ہوا تھا۔ یہ بلڈنگ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے امرتسر میں اپنے اسلاف کے قائم کردہ دار العلوم تقویۃ الاسلام کے بدلے میں ۱۹۴۷ میں الاٹ کرائی تھی۔

لاہور کے سر گنگا رام کو مہاراجا بھوپندر سنگھ نے گیارہ سال پٹیالہ میں ملازم رکھا۔ انھیں وہ چچا کہہ کر خطاب کرتا تھا۔ پٹیالہ کے مشہور باغات (بارہ دری باغ اور موتی محل باغ) تالاب اور سب سے زیادہ قابل ذکر پٹیالہ شہر میں نکاسئ آب کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعمیرات (جس کی مثال ملنا مشکل ہے) سب سرگنگا رام کے عہد ملازمت میں مہاراجا بھوپندر سنگھ نے بنوائیں۔ اس قسم کے اخراجات کی وجہ سے ریاست کا خزانہ اکثر خالی رہتا تھا۔ پھر نظام حیدر آباد سے قرض لیا جاتا جو کبھی واپس نہ ہوا ...... عجب آزاد مرد تھا۔

پٹیالہ میں مسلمانوں کی حالت

ریاست پٹیالہ کا کوئی بڑا عہدہ ایسا نہ تھا جس پر کبھی نہ کبھی کوئی مسلمان فائز نہ رہا ہو۔ بھوپندر سنگھ کے بیٹے یادوندر سنگھ کا پہلا وزیر اعظم سر سکندر حیات کا بھائی لیاقت حیات تھا۔ ریاست کے تمام مسلمان عزت و آبرو کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، تا آں کہ ۱۹۴۷ء میں تقسیم پنجاب کا زمانہ آ گیا۔ اس کے نتیجے میں اگست ۱۹۴۷ء میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ اس وقت بھی بعض سکھ افسروں نے مسلمانوں کی حمایت کی اور ان افسروں کو صرف اس بنا پر ملازمت سے الگ کر دیا گیا تھا کہ انھوں نے اپنے حلقہ اثر میں فسادات رکوانے کی کوشش کی تھی۔ (اس قسم کے بعض واقعات کا تذکرہ قاضی صاحب کے سفر نامۂ حجاز مطبوعہ ۱۹۸۶ء کے ان اوراق میں قاضی عبدالباقی صاحب نے کیا ہے جو ''سیرت سلمان'' کے نام سے موسوم ہیں)۔

۱۹۴۷ء کے واقعات بے شک بہت ہولناک تھے۔ لیکن اب وہ ماضی کے قالب میں ڈھل چکے ہیں۔ اس وقت وہاں یہ حال ہے کہ پٹیالہ اور اس کے گردو نواح میں مسلمان دوبارہ آباد ہو گئے ہیں۔ پٹیالہ کی وہ مسجد سب سے پہلے مسلمانوں کے لیے واگزار کی گئی جس میں حضرت علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے اور امامت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ عید گاہ بھی مسلمانوں کو دے دی گئی۔ عید کے دن وہاں کی مال روڈ بند ہو جاتی ہے، اس لیے کہ نمازی عید گاہ کے اندر سما نہیں سکتے، ان کی صفیں عید گاہ سے باہر سڑک تک چلی جاتی ہیں اور سڑک آمد و رفت کے لیے بند کر دی جاتی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی حال لدھیانہ کی مسلم آبادی کا بیان کیا جاتا ہے۔ امرتسر میں حلال گوشت کی دکانیں کھلی ہیں اور مسلمانوں کے ہوٹل کھلے ہوئے ہیں۔ قرآن نے اس سلسلے میں کتنی صحیح بات کہی ہے:

تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ [آل عمران: ١٤١]

یہ دنیا کے انقلابات ہیں جن سے لوگ دوچار ہوتے رہتے ہیں۔

❀......❀......❀......❀

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچواں باب:

قاضی محمد سلیمان ......ولادت اور مقام و مرتبہ

قاضی احمد شاہ کے تین بیٹے تھے۔محمد سلیمان ،عبد الرحمٰن اور محمد......!سب سے چھوٹے محمد تھے جو آغاز جوانی میں وفات پا گئے تھے۔ان سے بڑے عبد الرحمٰن تھے، جنھیں وکیل صاحب کہا جاتا تھا۔ ان کے بارے میں جو چند باتیں معلوم ہوسکی ہیں وہ آگے بیان کی گئی ہیں۔ سب سے بڑے محمد سلیمان تھے جو جلیل القدر عالم،ممتاز مصنف، نامور مورخ اور بہت بڑے سیرت نگار ہوئے۔ آئندہ صفحات میں انھی کے حالات بیان کیے جائیں گے۔

قاضی صاحب دراز قامت اور متناسب الاعضا تھے۔ گورا رنگ، نورانی چہرہ،ستواں ناک،کشادہ پیشانی، گھنی اور لمبی داڑھی جو عمر کے آخری دور میں سفید ہو کر چہرے کے رنگ کے عین مطابق ہوگئی تھی۔ پاؤں میں پمپی۔شیروانی اور چست پاجامہ زیب تن۔ ملازمت کے زمانے میں حاکمانِ پٹیالہ کی طرح پگڑی باندھتے تھے،لیکن ریٹائرمنٹ کے بعد پلو دارعمامہ باندھنے اورعلی گڑھی طرز کا پاجامہ پہننے لگے تھے۔ ①

آیئے اب ان سے متعلق ان واقعات کا مطالعہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جن سے یہ فقیر مطلع ہو سکا ہے۔ یہ واقعات ان کی پیدائش سے لے کر زندگی کے آخری دم تک عہد بہ عہد بیان کیے گئے ہیں اور انھیں حیاتِ مستعار کی مختلف منزلوں سے نہایت کامیابی کے ساتھ گزرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ جہاں سے کوئی واقعہ ملا، اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔

---

① سیرت سلیمان(سفر نامہ حجاز کے آخر میں) ص:۲۷۳

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولادت:

قاضی محمد سلیمان (۱۲۸۴ھ) ۱۸۶۷ء کو منصور پور میں پیدا ہوئے۔[2] والد گرامی کا نام احمد شاہ اور والدہ کا اللہ جوائی تھا۔ وہ عبادت گزار اور صالحہ خاتون تھیں۔

منصور پور کے لوگ انھیں ''مائی جی'' کہہ کر پکارتے تھے۔ وہ اپنے بیٹوں کو ہمیشہ وضو کر کے دودھ پلاتی تھیں۔ ایک بیٹا چھوٹی عمر میں فوت ہو گیا تھا، باقی دونوں بیٹوں...... محمد سلیمان اور عبد الرحمٰن ...... کی میاں بیوی نے بہت اچھی طرح تربیت کی۔[3]

ایک وظیفہ:

اس خاندان میں مائی اللہ جوائی کا ایک ورد یا وظیفہ، جسے ہم دعا بھی کہہ سکتے ہیں، بہت مشہور ہے، جو پنجابی زبان میں ہے۔کہا جاتا ہے کہ اس خاندان کا کوئی شخص کسی مشکل میں پھنس جائے تو یہ وظیفہ پڑھنے یا دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ اسے مشکل سے نکال دیتا ہے۔ وظیفہ مسلسل پڑھتے رہنا چاہیے۔اس کے لیے کسی خاص وقت یا مقام کا تعین نہیں کیا گیا۔ وظیفہ بہت آسان ہے جو اس خاندان میں اب تک چلا آرہا ہے ۔ حالات بدل گئے ہیں، نئی تہذیب ، نئی شان و شوکت کے ساتھ ہر گھر میں ڈیرے ڈال چکی ہے، اس فہرست میں خود قاضی صاحب کے اخلاف بھی شامل ہیں۔ زمانے کی ثقافت نئے رنگ میں جلوہ گر ہے، جدید تعلیم نے معاملات کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے، رہن سہن میں ایسا تغیر رونما ہو گیا ہے کہ چند سال پہلے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، لیکن شنید ہے کہ کم و بیش

---

② سیرت سلمان ص:۲۶۱

③ ایضاً ص:۲۶۳

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈیڑھ سو سال پیشتر کا یہ خالص دیہاتی اور پنجابی وظیفہ یا دعا اب بھی اس خاندان میں مقبول و مروّج ہے، ہر مشکل کے وقت اسے پڑھا جاتا ہے اور اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔وظیفہ یا دعا یہ ہے:

جل تو جلال تو آئی بلا نوں ٹال تو
اوکھے ویلے نال تو اللہ ہو ، اللہ ہو ④

یعنی اے اللہ! تو ہی عزت و جلال کا مالک ہے۔تو ہی اس مصیبت سے نجات دلا، جس میں ہم مبتلا ہیں۔تو ہی مصیبت کے وقت ہماری مدد فرماتا ہے اور تیری مدد ہمارا ساتھ دیتی ہے۔

یہاں یہ یاد رہے کہ کسی وظیفے یا دعا کا تعلق جہاں الفاظ وحروف سے ہے، وہاں قلب و روح سے بھی ہے۔ جو بات قلب و روح کی گہرائی سے اچھل کر ایک خاص جذبے کے ساتھ سطح زبان پر آئے گی ، اللہ کی بارگاہ میں لازماً شرفِ قبول حاصل کرے گی ، اگرچہ وہ کسی زبان میں ہو اور کتنے ہی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ہو۔مگر شرط یہ ہے کہ اس میں اللہ کی وحدانیت کارفرما ہو،شرکیہ الفاظ سے پاک ہو...... اور یہ الفاظ جو اوپر درج ہیں شرک سے قطعاً پاک ہیں، خالص توحید پر مبنی ہیں۔

بچے کے لیے دعا:

ہمیشہ سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ بچے کی ولادت کے بعد والدین اپنے بچے کے لیے محلے یا گاؤں کے کسی ایسے شخص سے جسے وہ اپنی دانست میں نیک اور پرہیز گار سمجھتے ہوں، دعا کراتے ہیں۔قاضی صاحب کے ایامِ طفولیت میں انبالہ میں ایک بزرگ سائیں توکل شاہ مرحوم رہتے تھے، جو صوفیا کے نقشبندی مجددی سلسلے سے منسلک تھے۔متقی اور عبادت گزار شخص تھے، جن کا سال ولادت ١٢٥٥ھ (١٨٣٩ء)

---

④ سیرت سلمان ص: ٢٦٣

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تاریخ وفات ۴؍ربیع الاول ۱۳۱۵ھ (۳؍اگست ۱۸۹۷ء) ہے۔ قاضی صاحب کے آباو اجداد سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب جو نجم الدین شاہ کے نام سے موسوم تھے اور قاضی صاحب کی ولادت کے وقت جن کی عمر اٹھارہ بیس برس تھی، وہ قاضی صاحب کو دعا کے لیے سائیں توکل شاہ کی خدمت میں لے گئے۔ سائیں موصوف نے بچے کو گود میں لیا، منھ چوما اور بچے کی بہتری اور خیرو عافیت کے لیے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی۔⑤

بیان کیا جاتا ہے کہ سائیں توکل شاہ کے عقیدت مندوں کا حلقہ بڑا وسیع تھا، جن میں والیٔ نابھہ بھی شامل تھا۔

تعلیم:

قاضی صاحب نے قرآن مجید اپنے والد گرامی قاضی احمد شاہ سے پڑھا۔ عربی کی بعض کتابیں بھی انہی سے پڑھیں۔ قاضی صاحب کو اپنے والد محترم سے بے حد عقیدت تھی اور وہ اپنی تصنیفات میں نہایت احترام سے ان کا ذکر کرتے ہیں۔ باپ کو بھی سعادت مند بیٹے سے بہت پیار تھا۔ انھوں نے ان کو انتہائی شوق اور توجہ سے تعلیم دلائی۔

اس زمانے میں موضع کوم (ضلع لدھیانہ) میں ایک عالم دین مولانا عبدالعزیز فروکش تھے جو صاحب جائداد اور آسودہ حال بزرگ تھے۔ ریاست پٹیالہ میں "جاکھل" ریلوے اسٹیشن کے قریب ان کی اچھی خاصی زمین تھی اور اس ضمن میں پٹیالہ میں ان کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ پٹیالہ شہر میں ان کی ذاتی حویلی تھی۔ قاضی صاحب نے ان سے اس دور کے مروجہ علوم کی کتابیں پڑھیں۔

---

⑤ سیرت سلمان از قاضی عبدالباقی (سفر نامہ حجاز کے آخر میں) ص: ۲۶۳

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی صاحب اپنے استاد مکرم مولانا عبد العزیز کو موی کا نام بڑی تکریم کے ساتھ لیتے ہیں۔ اس کا ہلکا سا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ۱۹۲۱ء میں قاضی صاحب حج بیت اللہ کے لیے گئے تو مولانا عبد العزیز کے صاحب زادے مولوی ضیاء الدین ان کے ساتھ تھے۔ قاضی صاحب نے سفر نامہ حجاز میں اپنے رفقائے سفر کے نام لکھے ہیں۔ مولوی صاحب کا نام انھوں نے اس طرح تحریر فرمایا ہے: ''مولوی ضیاء الدین صاحب بن مولانا الاستاذ مولوی عبد العزیز صاحب محدث بن عارف باللہ مولوی علاء الدین صاحب سکنہ کوم (من مضافات لدھیانہ، ہند) ⑥

ان الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ مولانا عبد العزیز کے والد مکرم مولوی علاء الدین بھی اپنے دور کے صاحب دل بزرگ اور معروف عالم دین تھے۔

یہ معلوم نہ ہوسکا کہ قاضی صاحب نے مولانا عبدالعزیز کوموی سے کون کون سی کتابیں پڑھیں۔

فارسی کی تعلیم:

اس وقت پٹیالہ کے مہندرا کالج کے اساتذہ میں ایک استاذ منشی سکھن لال کائستھ تھے جو فارسی کے عالم اور پروفیسر تھے۔ شعر و شاعری سے بھی انھیں دلچسپی تھی۔ آتش یا ناسخ کے شاگردوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ قاضی صاحب نے ان سے فارسی پڑھی اور اس میں رسوخ حاصل کیا۔ پھر ۱۸۸۴ء میں مہندرا کالج کی طرف سے پنجاب یونیورسٹی میں منشی فاضل کا امتحان دیا اور یونیورسٹی میں اوّل آئے۔ دوسری پوزیشن مفتی حشمت اللہ نے حاصل کی تھی جو قاضی صاحب کے ہم سبق اور منشی سکھن لال کے شاگرد تھے۔ بعد میں حشمت اللہ صاحب کو ریاست پٹیالہ کا مفتی مقرر کر دیا گیا تھا۔ ⑦

---

⑥ سفر نامہ حجاز ص ۱۵۔

⑦ سیرت سلمان ص: ۲۶۴

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ بھی بتاتے چلیں کہ والیٔ ریاست مہاراجا بھوپندر سنگھ جو ہر قابل کا متلاشی رہتا تھا اور معقول و نامور لوگوں کو ریاست میں لانے اور ان کی خدمات حاصل کرنے کا اسے بے حد شوق تھا۔ اس کی تمنا رہتی کہ انتظامیہ، عدلیہ، تعلیم اور انجنئرنگ کے محکموں میں لائق اور زیادہ سے زیادہ پڑھے لکھے افراد جمع کیے جائیں۔ چنانچہ اس نے سر ذوالفقار علی خان آف مالیر کوٹلہ کو ریاست کا وزیراعظم مقرر کیا، حشمت اللہ صاحب کو ریاست کا مفتی بنایا۔ کالج میں منشی سکھن لال اور پروفیسر شرما کی خدمات حاصل کیں، جن کا شمار اس عہد کے مشہور اساتذہ میں ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پٹیالہ کے مہندرا کالج نے تعلیمی اعتبار سے اس زمانے میں بڑی شہرت پائی۔ لاہور اور امرتسر جیسے بڑے شہروں سے طالب علم وہاں حصول علم کے لیے جاتے تھے۔ پاکستان کی سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس محمد منیر اسی کالج کے فارغ التحصیل تھے۔ وہاں انھوں نے ایم اے (فلسفہ) کیا تھا۔

عدلیہ میں مہاراجا بھوپندر سنگھ نے قاضی محمد سلیمان صاحب ایسے اونچے درجے کے جج مقرر کیے۔

قاضی صاحب کے استاذ مولانا عبدالعزیز کوموی کے بارے میں عرض کیا گیا ہے کہ وہ صاحبِ جائداد عالم دین تھے۔ قاضی عبدالباقی کا بیان ہے کہ مولانا مرحوم کے بیٹے مولوی ضیاء الدین بھی اچھے خاصے عالم دین تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے جو تقسیم ملک کے بعد پتوکی یا تحصیل قصور میں آ گئے تھے۔ قاضی صاحب نے بتایا کہ ان کے چھوٹے بیٹے کا زمین کی الاٹ منٹ کے سلسلے میں لاہور آنا جانا رہتا تھا، تین چار دفعہ وہ انھیں بھی ملے۔

شادی:

قاضی صاحب کی شادی کوٹ کپورہ (سابق ریاست فرید کوٹ، حال ضلع فرید کوٹ) میں ہوئی تھی۔ ان کی زوجہ محترمہ کا نام صاحب زادی تھا۔ وہ نیک اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریف گھرانے کی نیک اور حلیم الطبع خاتون تھیں۔

یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ قاضی صاحب کی شادی کب ہوئی، البتہ جس گھرانے میں ہوئی اس کے متعلق مجھے کچھ معلومات حاصل ہیں اور وہ ہمارے بہت قریبی رشتہ دار ہیں۔

کوٹ کپورہ کے ایک شخص امام الدین تھے۔ ان کی دو شادیاں ہوئیں۔ ایک بیوی سے دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ بیٹوں کے نام عظیم اللہ اور کریم اللہ تھے اور بیٹی کا نام صاحب زادی تھا۔ اسی صاحب زادی سے قاضی صاحب کی شادی ہوئی۔

آگے عظیم اللہ کے دو بیٹے ہوئے۔ اللہ دین اور جلال دین۔ پھر اللہ دین کی اولاد نرینہ میں دو بیٹے ہوئے۔ بڑا نور محمد اور چھوٹا خوشی محمد۔ نور محمد کے دو بیٹے ہوئے عطاء اللہ اور ثناء اللہ۔ دو بیٹیاں ہوئیں۔ نور محمد کی ایک بیٹی کی شادی میرے چھوٹے بھائی محمد حسین بھٹی سے ہوئی۔ نور محمد کے بیٹے ہمارے گاؤں چک نمبر ۵۳ گ ب میں رہتے ہیں۔ ان کے پوتے پوتیوں کا سلسلہ ما شاء اللہ آگے چلتا ہے۔ نور محمد سے چھوٹے خوشی محمد موضع ٹبیاں (تحصیل چونیاں، ضلع قصور) میں آباد ہوئے۔ ان کے ایک بیٹے محمد امین سے میرے بھائی محمد حسین کی بیٹی کی شادی ہوئی۔

امام الدین کی دوسری بیوی کے بطن سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ عبدالرحمٰن، عبدالحکیم اور عبدالغنی۔ عبدالرحمٰن میرے خالو تھے جو قیام پاکستان کے زمانے سکھوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ ان کی اولاد نرینہ دو بیٹے تھے، محمد علی اور محمد زکریا۔ دونوں وفات پا چکے ہیں۔ محمد زکریا کی بڑی بیٹی کا نام زکیہ ہے۔ اس کی شادی میرے چھوٹے بھائی سعید احمد بھٹی سے ہوئی۔

خلاصہ کلام یہ کہ قاضی صاحب کی اہلیہ محترمہ صاحب زادی، عظیم اللہ کی حقیقی بہن تھیں اوز عبدالرحمٰن کی سوتیلی بہن۔

اس طرح کوٹ کپورہ میں قاضی صاحب کی رشتے داری کا ایک سلسلہ قائم تھا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس رشتے داری پر ایک صدی سے زیادہ عرصہ بیت چکا ہے۔ اس کے بعد رشتہ داریوں کے سلسلے بالکل بدل گئے۔ معاملات کہیں سے کہیں پہنچ گئے، کوئی کسی کو نہیں جانتا۔ قاضی صاحب کی شادی کے بارے میں یہ تھوڑی سی معلومات مجھے صاحب زادی کے بھائی عظیم اللہ کے بڑے پڑپوتے عطاء اللہ سے حاصل ہوئی ہیں۔

لیکن یہ پتا نہیں چل سکا کہ شادی سے پہلے قاضی صاحب کے آبا و اجداد کی کوٹ کپورہ کے ان لوگوں سے کیا رشتے داری تھی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ قاضی صاحب کوٹ کپورے تشریف لے جاتے تو شہر اور قرب و جوار کے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ہر شخص اپنے علم اور فہم کے مطابق ان سے مستفید ہونے کی کوشش کرتا۔ داماد کی حیثیت سے بھی ان کی بے پناہ عزت کی جاتی تھی، ایک بڑی ریاست کے بڑے عہدے دار کی حیثیت سے بھی ان کو مستحق تکریم سمجھا جاتا تھا۔ عالی مرتبت عالم دین کی حیثیت سے بھی انھیں لائق احترام گردانا جاتا تھا۔

پٹیالہ میں قاضی صاحب کا مکان

قاضی صاحب کے والد محترم قاضی احمد شاہ منصور پور سے پٹیالہ چلے گئے تھے اور پٹیالہ میں قاضی صاحب کا مکان پٹیالہ میونسپل ہال (دھرم پورہ بازار) کے عقب میں شیراں والا گیٹ میں تھا۔ تقسیم ملک کے بعد قاضی صاحب کے سب سے چھوٹے پوتے قاضی حسن معزالدین دسمبر ۱۹۸۲ء میں پٹیالہ گئے تھے۔ یہ اس خاندان کے واحد فرد ہیں جنھوں نے تقسیم ملک کے بعد اپنے پرانے وطن کا عزم کیا۔ تقسیم کے زمانے میں پٹیالہ مسلمانوں کے وجود سے بالکل خالی ہوگیا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ حالات نے کروٹ لی اور اِکاّ دکاّ مسلمان وہاں مقیم ہونے لگے۔ اب مسلمان اچھی خاصی تعداد میں وہاں آباد ہیں۔ پٹیالہ کی پنجابی یونیورسٹی میں مختلف مضامین کے کئی مسلمان پروفیسر خدمتِ تدریس سرانجام دیتے ہیں اور مسلمان طلبا بھی اس یونیورسٹی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ شہر اور دیہات میں بھی مسلمان اقامت گزیں ہیں۔

قاضی حسن معزالدین کا بیان ہے کہ وہ اپنا آبائی مکان دیکھنے گئے تو وہ بعینہ اسی حالت میں تھا، جس حالت میں وہ اگست ۱۹۴۷ء میں اسے چھوڑ کر آئے تھے، جب کہ محلے کے دوسرے تمام مکانات کی تعمیر نو ہو چکی تھی۔ یہ بہت تعجب کا منظر تھا۔ انھوں نے گلی میں جا کر اپنے مکان کی طرف اشارہ کر کے نو دس سال کے ایک بچے سے پوچھا:

یہ کس کا مکان ہے؟

اس نے جواب دیا: قاضی سلیمان کا......! (اس کی بولی میں۔ ''کا.جی چھلیمان جی کا۔'')

قاضی حسن معزالدین کہتے ہیں، وہ نہایت متعجب ہوئے کہ قاضی صاحب کی وفات پر پچاس برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے اور چونتیس سال قبل ان کی اولاد نے بھی اس مکان کی سکونت ترک کر دی تھی، لیکن مالک مکان کے طور پر قاضی صاحب کا نام اب تک چل رہا ہے اور پڑھے لکھے گھرانوں کے بچے بھی ان کے نام سے آشنا ہیں۔

قاضی حسن معزالدین نے اس بچے سے پوچھا: تم کون ہو؟

اس نے بتایا کہ وہ مالی رام دھانک ایم۔ اے میوزک ماسٹر کا بیٹا ہے۔

قاضی صاحب ممدوح بیان کرتے ہیں کہ وہ تھوڑا سا آگے بڑھے تو اس مکان کے مالک کا بورڈ نصب تھا۔ بریگیڈیئر ایس کے سدھو۔ اس کی بہن نے آؤ بھگت کی۔ بریگیڈیئر کی پٹنہ میں ڈیوٹی تھی۔

اب اس مکان کا پتا یہ ہے: مکان 22-B، گلی نمبر 2 محلّہ خالصہ یا دھانک محلّہ۔

مالی رام دھانک نے بھی قاضی حسن معزالدین کی آؤ بھگت اور ضیافت کی اور لاہور کا پتا حاصل کیا۔ بے شک قاضی صاحب اپنے شہر اور ریاست میں اونچے مقام و مرتبے کے حامل تھے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح قاضی صاحب اپنی زندگی میں معروف و ممتاز تھے۔ اسی طرح موت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو شہرت و امتیاز کی دولت سے نوازا۔ وہ عالم و فاضل اور متدین و متقی بزرگ تھے، اس لیے تمام لوگ ان سے متاثر تھے اور یہ تاثر بعد از وفات بھی لوگوں پر قائم رہا۔ اسی خصوصیت کو زندہ تابندہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

رحمۃ اللہ علیہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹا باب:

مولانا عبدالعزیز کوموی اور ان کا خاندان

جناب ندیم کوموی صاحب سے میرے اس زمانے سے دوستانہ مراسم قائم ہیں جب میں اخبار ''الاعتصام'' میں خدمت ادارت سرانجام دینے پر مامور تھا۔ ان کا آبائی مسکن کوم کلاں (ضلع لدھیانہ مشرقی پنجاب) تھا۔ تقسیم ملک کے بعد وہ اپنے خاندان کے ساتھ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سکونت پذیر ہوگئے تھے اور وہاں سرکاری ملازمت اختیار کر لی تھی۔ اردو ادبیات سے وہ گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور اپنے اس ذوق کو محفوظ رکھنے کے لیے گوشۂ ادب میں پناہ گزیں ہیں۔ انھوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور حضرت شاہ اسماعیل شہید دہلوی کے حالات میں کتابیں تصنیف کر کے شائع کیں۔ ''الاعتصام'' میں بھی ان کے مضامین چھپتے رہے۔ ان کی ایک کتاب ''مدینۃ الجمال'' طباعت کے مرحلے سے گزرنے والی ہے۔

حضرت علامہ قاضی محمد سلیمان منصورپوری کے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالعزیز کوموی تھے، جن کے صاحب زادے مولوی ضیاء الدین کوموی پہلے حج میں قاضی صاحب کے رفیق سفر تھے۔ قاضی صاحب اپنے سفرنامۂ حجاز میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''مولوی ضیاء الدین صاحب بن مولانا الاستاذ مولوی عبدالعزیز صاحب محدث بن عارف باللہ مولوی علاء الدین صاحب سکنہ کوم (من مضافات لدھیانہ)

مولانا عبدالعزیز کوموی کے اکابر میں سے ایک عالم دین مولانا احمد الدین کوموی تھے جو حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ انھوں نے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''ریاض الصالحین'' کا اردو ترجمہ بنام ''ریاحین العابدین'' کیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ اس کی جلد اوّل اسلامیہ پریس یکی دروازہ لاہور سے اور جلد ثانی مطبع القرآن والسنۃ کٹڑہ غزنویہ امرتسر سے بہ اہتمام مولانا عبدالاوّل غزنوی مالک مطبع ۱۳۲۳ھ میں چھپی تھی۔ ترجمہ تحت اللفظ ہے اور ہمارے دوست محترم المقام جناب محمد عالم مختار حق صاحب (لاہور) کے کتب خانے میں موجود ہے۔

یہ اس کتاب کا پہلا ترجمہ تھا جو حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایما سے مولانا احمد الدین کوموی نے کیا۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ریاض الصالحین کا ترجمہ مولانا عبدالاوّل غزنوی نے کیا تھا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ مولانا عبدالغفور غزنوی نے کیا۔ ان کا یہ فرمان قرین صحت نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ انھوں نے ترجمہ شائع کیا تھا۔

مجھے قاضی صاحب کے سوانح حیات کے سلسلے میں مولانا عبدالعزیز کوموی اور ان کے خاندان کے اکابر اصحابِ علم کے حالات کی تلاش تھی۔ اس کے لیے میں نے اپنے دیرینہ دوست جناب ندیم کوموی کو خط لکھا اور پیغام بجھوائے۔ پھر اسی اثنا میں لاہور میں مولانا برق توحیدی (خطیب جامع مسجد اہل حدیث ٹوبہ ٹیک سنگھ) سے ملاقات ہوئی تو ان کے ہاتھ پیغام بجھوایا۔ انھوں نے مہربانی کی کہ مولانا عبدالعزیز اور ان کے اکابر کے بارے میں مجھے مطلع فرمایا۔ مولانا ممدوح راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ندیم کوموی صاحب کا شمار ان کے اخلاف میں ہوتا ہے۔ ذیل میں جناب ندیم کوموی صاحب کا وہ مکتوب گرامی بھی درج کیا جاتا ہے جو انھوں نے میرے نام لکھا اور مضمون بھی ......! ملاحظہ فرمایے۔ پہلے مکتوب، پھر مضمون......

ٹوبہ ٹیک سنگھ

۸۔ اگست ۲۰۰۴ء

محترم المقام بھٹی صاحب

سلام و رحمت۔ اللہ کریم آپ کو جملہ آفات و بلیات سے مامون رکھے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے اوّل میں اپنے جرم کے متعلق آپ سے معافی کا خواست گار ہوں کہ آپ کی طرف سے مجھے کئی پیغامات موصول ہوئے، مگر میں نہ صرف یہ کہ ان کی تعمیل نہ کر سکا بلکہ آپ کو جواب بھی نہ بھجوا سکا۔ بات یہ ہے کہ آج کل ہم لوگ عمر کے اس دور میں ہیں، جب کہ دماغی اعصاب سست اور مضمحل ہو جاتے ہیں اور شوق و ولولہ ماند پڑ جاتا ہے۔

میں نے برسوں سے ایک کتاب ''مدینۃ الجمال'' لکھ رکھی ہے۔ مگر اس کی طباعت کے لیے اس کا ایک صاف مسودہ دوبارہ نہ لکھ سکا اور وہ میری سستی پر مرثیہ خواں ہے۔ مگر ماشاء اللہ آپ کا جذبہ اور آپ کا قلم اب بھی جوان ہے اور آپ کا سمندِ شوق بدستور سرپٹ دوڑ رہا ہے۔ آپ کا قلمی سرمایہ بے ذوق اور ناقدر دان جماعت پر احسانِ عظیم ہے۔ آپ نے جماعت کے ان اکابر و اصاغر کا ذکر کیا ہے، جن سے کسی نہ کسی طرح آپ کا تعلق رہا ہے۔ اپنی نادر ترین کتب میں ان حضرات کا ذکر کر کے انھیں آپ نے زندۂ جاوید کر دیا ہے۔ یہ وہ بزرگ ہیں جن میں سے اکثر کے اخلاف نے شاید انھیں کبھی یاد بھی نہ کیا ہوگا۔ میرے پاس آپ کی ایک تالیف ''بزمِ ارجمنداں'' ہے۔ میں اسے جب بھی پڑھتا ہوں تو خود کو بھی گویا آپ کا شریکِ سفر پاتا ہوں۔ جب کبھی افسردہ خاطر ہوتا ہوں، آپ کی یہ کتاب مجھے اس دور میں لے جاتی ہے جو ہماری نسل کا قرنِ اوّل تھا۔ اس دور کی یاد سے دلوں کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔

آپ کے حکم کی تعمیل میں دو اوراقِ پریشاں ارسالِ خدمت ہیں۔ ان میں ہمارے خاندان کے مؤسس عارف باللہ مولانا علاء الدین کی مجاہدانہ زندگی کا کچھ تذکرہ ہے۔ اسے یقیناً آپ کی کسی کتاب کا حصہ ہونا چاہیے۔ یہ مجاہد کبیر جماعت مجاہدین بالاکوٹ کی باقیات میں سے تھے اور لدھیانہ کے علاقے میں تحریکِ اہل حدیث کے مؤسس بھی......! میں نے بخوفِ طوالت ان کا جستہ جستہ ذکر کیا ہے۔ ان کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرزند گرامی قدر مولانا عبدالعزیز ﷫ کا ذکر بھی بخوفِ طوالت انتہائی اختصار سے کیا گیا ہے۔

سید مولا بخش کوموی ﷫ کے صرف نام پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ یہ بزرگ جو کہ ساری عمر نام و نمود سے گھبراتے رہے، ہمارے اظہارِ عقیدت سے مستغنی ہیں، لیکن ان کا تذکرہ ہمارے توشۂ آخرت میں اضافے کا باعث ہوگا۔

اللہ کریم آپ کو صحت مند رکھے۔ آپ بے ذوق جماعت کے قیمتی سرمایہ ہیں۔ آپ کی کتب کے ناشرین کا بھی جماعت پر احسانِ عظیم ہے، جنھوں نے آپ کی کتب کو مزین کر کے آئندہ نسلوں کے لیے ایک یادگار خزانہ فراہم کر دیا ہے۔ اللہ کریم آپ کو اور آپ کے ناشرین کی خدمات کو قبول کرے اور انھیں آپ کا اُخروی توشہ و اثاثہ بنائے۔

اگر آپ اس عریضے کا جواب عنایت فرمائیں گے تو میں احسان مند ہوں گا۔

ندیم کوموی

گوشۂ ادب

۱۱/ ۵۶۷ عیدگاہ روڈ، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

اب حضرت مولانا عبدالعزیز کوموی اور ان کے اسلاف کے بارے میں جناب ندیم کوموی صاحب کے مضمون کا مطالعہ کیجیے۔

ضلع جہلم میں ''ڈھڈیاں'' راجپوت برادری کا گاؤں ہے۔ تقریباً پونے دو سو سال قبل اس برادری کی اکثریت جہالت، مشرکانہ عقائد اور ہندوانہ رسوم و رواج میں جکڑی ہوئی تھی۔ وہاں کی واحد مسجد بے آباد جب کہ خانقاہ مرجع خلائق تھی، جہاں میلوں ٹھیلوں کا بازار گرم رہتا تھا۔ صرف دو تین گھر ایسے تھے جو کچھ صحیح العقائد اور صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ انہی میں ایک مردِ ارجمند نے اپنے ایک بیٹے کو جو کہ خود بھی دینی تعلیم حاصل کرنے کا خواہاں تھا، نزدیک کے کسی گاؤں کی مسجد میں داخل کرا دیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بچے نے وہاں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور اپنے والد سے مزید تعلیم کے حصول کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس دوران گاؤں میں ایک نوجوان آیا، جس کا تعلق حضرت سید احمد شہید کی تحریک جہاد سے تھا۔ اس نے اس نوجوان کا شوق علم دیکھا تو اس کے والد کو اسے دہلی لے جانے کا مشورہ دیا۔ وہ پنجاب میں سکھ گردی کا دور تھا اور مسلمان ان کے مظالم کے خاص طور سے ہدف تھے۔ باپ بیٹا بچتے بچاتے اور سفر کی کٹھنائیاں برداشت کرتے ہوئے دہلی پہنچے، جہاں والد نے اپنے لخت جگر کو حضرت میاں سید نذیر حسین محدث رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے میں داخل کرا کے اپنے گاؤں کو مراجعت کی۔ اس وقت بالاکوٹ کا سقوط ہو چکا تھا۔ اس نوجوان نے انتہائی نامساعد حالات میں علوم شریعت کی تعلیم مکمل کی اور پھر اپنے گاؤں واپس آنے کے بجائے عارضی طور پر اپنے ایک ہم مکتب دوست کے ساتھ اس کے گاؤں ملیسیاں (ضلع جالندھر) چلا گیا، جہاں اس کے حسنِ کردار اور تبحر علمی سے متاثر ہو کر اس کے دوست کے والد نے اپنی بیٹی ان کی زوجیت میں دے دی۔ اس وقت موضع کوم کلاں (ضلع لدھیانہ) کی راجپوت برادری کو اپنی مسجد کے لیے ایک خطیب کی ضرورت تھی۔ اس تلاش میں اس گاؤں کے کچھ لوگ ملیسیاں پہنچے اور اپنی ہی برادری کے اس نوجوان کے اعلیٰ کردار اور حسنِ بیان سے متاثر ہو کر اسے اپنے گاؤں میں لے آئے۔ نوجوان نے اہلِ دیہ سے کسی قسم کا کوئی مشاہرہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اپنی گزراوقات کے لیے اس نے اپنے آبائی گاؤں جا کر اپنا رقبہ فروخت کر کے اس رقم سے کچھ زمین خریدی اور اسے اپنا ذریعۂ معاش بنایا۔ مسجد کی خطابت و امامت کے علاوہ نسلِ نو کی دینی تعلیم وتدریس کے لیے اس نے ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس گاؤں کی اکثریت غیر دینی رسوم و رواج اور کئی قسم کی بدعات میں مبتلا تھی۔ لیکن اس نوجوان کے حسنِ بیان، حسنِ استدلال اور اعلاے کلمۃ الحق سے لوگوں میں جلد ہی دینی انقلاب آ گیا اور گھر گھر توحید و سنت کی اتباع ہونے لگی۔ یہ نوجوان عارف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باللہ مولانا علاء الدین تھے، جن کا شمار تاریخ اہل حدیث کے اکابر شیوخ میں ہوتا ہے اور جن کی مجاہدانہ تبلیغی مساعی سے نہ صرف کوم کلاں بلکہ درجنوں ملحقہ دیہات میں مشرکانہ عقائد اور بدعات کا قلع قمع ہوا اور توحید و سنت کا چرچا ہونے لگا۔ چراغ سے چراغ جلنے لگا۔ ان کے مدرسے میں درجنوں ایسے نوجوانوں نے تعلیم حاصل کی جنھوں نے اپنے اپنے دیہات میں توحید و سنت کا سلسلہ جاری کیا اور اس راستے میں ہر قسم کی مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

مولانا علاء الدین صاحب سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی تحریکِ جہاد سے عملی طور پر وابستہ تھے اور نہ صرف چھپ چھپا کر اس تحریک کے مرکز تھانہ کا چکر لگاتے رہے تھے بلکہ مرکز کو چندہ اور ہر قسم کا ضروری سامان بھی مسلسل بھجواتے رہتے تھے۔ مجاہدین کا بھی ان کے پاس آنا جانا رہتا تھا، جب کہ انگریز اس تحریک کو نیست و نابود کرنے کے لیے اس سے تعلق رکھنے والوں پر مظالم کا بازار گرم کیے ہوئے تھے۔ ان دنوں انگریزی گورنمنٹ کی سرپرستی میں عیسائی پادریوں کے ذریعے مسیحیت کی منظّم طریق سے تبلیغ کی جارہی تھی اور مسیحیت اختیار کرنے والوں کو مال ووظائف اور زمینوں کا لالچ دیا جارہا تھا۔

کوم کلاں میں بھی عیسائی پادریوں کا مرکز قائم تھا اور مولانا علاء الدین کا وجود ان کے مشن میں سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ اسی دوران میں کسی خفیہ ذریعے سے حکومت کو ان کی جہادی سرگرمیوں کا علم ہوگیا، جس پر ان کی گرفتاری عمل میں آئی۔ فوجی عدالت میں ان کے خلاف مقدمہ چلا۔ خیرخواہوں نے جرم سے انکار کا مشورہ دیا۔ مگر اس مردِ حق آگاہ اور مجاہد فی سبیل اللہ نے عدالت میں پوری شدومد کے ساتھ تحریک مجاہدین سے اپنی وابستگی کا اقرار کیا اور یہ بھی اعلان کیا کہ وہ اپنے آخری لمحہ حیات تک اس تحریک سے وابستگی جاری رکھیں گے، اس لیے کہ بحیثیت مسلمان یہ ان کے فرائض میں داخل ہے۔ اس پر انھیں سزائے موت کا حکم ہوا اور وہ جیل کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندر پھانسی کی کوٹھڑی میں منتقل ہوگئے۔ مگر پھانسی کی یہ سزا منسوخ کر کے ان کو رہا کر دیا گیا۔ یہ رہائی اس لاٹ پادری کی سفارش پر ہوئی جو کہ موضع کوم کلاں میں عیسائی مشن کا سربراہ تھا، جس سے مولانا کی اکثر بحث اور مناظرہ بازی ہوتی رہتی تھی اور وہ مولانا کے تجرِ علمی کا معترف اور ان کا مداح تھا۔ اس نے یہ بات مولانا کے گوش گزار کر کے اپنی دانست میں ان پر اپنا احسان عظیم جتلایا، مگر مولانا کو شرفِ شہادت سے محرومی کا بہت صدمہ ہوا، جس کا وہ اکثر اظہار کرتے رہتے تھے۔

مولانا علاء الدین کے تین نامور بیٹے تھے۔ مولانا حاجی عبدالرحیم، مولانا عبدالعزیز اور عبداللہ، جن کو انھوں نے دہلی، دیوبند اور سہارن پور کے مدارس میں اعلیٰ شرعی تعلیم دلائی۔ ان میں سے حاجی عبدالرحیم جو کہ راقم کے والد مرحوم کے نانا جی تھے، ان کی مسند دعوت و تدریس کے جانشین ہوئے۔ مولانا یہ فرائض ان کے سپرد کر کے حج بیت اللہ کے لیے عازم حجاز ہوئے اور وہیں مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ کی خاک پاک میں دفن ہوئے۔

کوم کے مولوی خاندان پر یہ شعر سوفی صد صادق آتا تھا۔

ایں سلسلۂ طلاءِ ناب است

ایں خانۂ تمام آفتاب است

مولانا احمد الدین مترجم ریاض الصالحین، مولانا سعداللہ جن کا مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی خباثت بھری کتب میں اکثر مخالفانہ تذکرہ کیا ہے، مولانا محمد نذیر عرشی (شارح مثنوی مولانا روم) اسی خاندان سے وابستہ تھے۔ حاجی عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ حیات میں کوم کلاں کا مدرسہ علوم قرآن و حدیث اور احیا و اقامت دین کا عظیم مرکز تھا، جس نے سیکڑوں دیہات میں تحریک اہل حدیث کو مقبول عوام کیا اور ہزاروں گھروں کو مشرکانہ عقائد سے تائب کر کے توحید و سنت کا پابند کیا۔ اس عظیم درس گاہ کی تدریس اور تربیت کے آخری ناظم و مہتمم سید مولا بخش کوموی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس تحریر کا اصل موضوع حضرت مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تھے، لیکن ان کے اذکار کے لیے ان کا خاندانی تعارف بھی ضروری تھا جو چند سطور میں کرا دیا گیا۔ مولانا عبدالعزیز کوموی، مجاہد کبیر مولانا علاء الدین کے منجھلے بیٹے تھے۔ انھیں ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل ہوئی۔ مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے حضرت میاں سید نذیر حسین محدث کے مدرسے میں داخل کرا دیے گئے۔ حاجی عبدالرحیم نے والد گرامی کے سفر حج کے بعد کوم کلاں واپس آ کر اپنے والد کے دارالعلوم کی نظامت سنبھالی مگر مولانا عبدالعزیز دہلی میں رہے۔ ان کا غالب رجحان کتب ادب کی طرف تھا اور دہلی کو علم و ادب کے عظیم مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ انھوں نے مختلف مدارس سے علم و ادب اور شعر و سخن کا فیضان حاصل کیا۔ عربی و فارسی ادب میں زیادہ سے زیادہ دست رس ان کے شوق فراواں کی اصل جولان گاہ تھی، جس کے لیے انھوں نے دیوبند، سہارن پور، فرنگی محل لکھنؤ کے مدارس میں کئی برس گزارے اور پھر پٹیالہ میں اقامت اختیار کی جو کہ سکھ ریاست کا دارالحکومت تھا۔ اس زمانے کے مہاراجا پٹیالہ کا ایک شیعہ وزیر تھا جو موضع سمانہ سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ سید تھا اور عربی و فارسی علم و ادب کا خاص طور سے شائق تھا۔ وہ مولانا عبدالعزیز کا بے حد احترام کرتا تھا۔

ہندوستان کی بہت سی ریاستوں کی طرح پٹیالہ بھی اس نواح میں ان دنوں مختلف فنون اور علم و ادب کا مرکز تھا۔ مہاراجا سکھ ہونے کے باوجود قومی عصبیت سے پاک اور جملہ علوم وفنون کا قدر دان تھا۔ وزیراعظم مولانا عبدالعزیز کے تبحر علمی اور ان کے اعلیٰ ذوقِ ادب کی بنا پر ان سے بے حد متاثر تھا۔ آہستہ آہستہ مولانا ممدوح کے ارادت مندوں کا ایک وسیع حلقہ قائم ہوگیا۔ وزیر صاحب بنفسِ نفیس ان کی محفل علمی میں شریک ہونے لگے۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے پٹیالہ میں باقاعدہ مولانا سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور عربی و فارسی اور حدیث کی کتابیں ان سے پڑھیں۔ مہاراجا پٹیالہ کے شاہی دربار میں مولانا خاص قدر کے ساتھ شریک ہوتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ مہاراجا ان کے علمی و ادبی محاسن سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے ان کی رہائش کے لیے اپنا ایک شاہی مکان انھیں دے دیا۔ ان کے خاندان کے لیے نہایت ارزاں نرخ پر سولہ ہزار بیگھے کا ایک رقبہ انھیں دیا گیا۔

اس قطعۂ اراضی میں ایک گاؤں آباد ہوا جسے مولانا عبدالعزیز کے نام کی مناسبت سے عزیز آباد کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یہ اراضی انھوں نے خود اپنی ذات کے لیے نہیں رکھی بلکہ اپنے دونوں بھائیوں کو بھی اس میں برابر کا شریک کیا۔ مولانا خود اس گاؤں میں آباد نہیں ہوئے، وہ عمر بھر پٹیالہ میں ہی رہے۔ ان کی اقامت گاہ جہاں اردو، فارسی، عربی ادب کے شائقین کی شب و روز آماجگاہ رہی، وہاں قرآن و حدیث کے علوم کی مجلسیں بھی جمتیں اور علم و ادب کی محفلیں بھی قائم رہتیں، جن میں ریاست کے عمائد و زعما، علما و فضلا، امرا و وزرا اور شہر کے بہت سے لوگ شریک ہوتے اور مولانا عبدالعزیز کے سرچشمۂ علم سے فیض حاصل کرتے۔ آخر پٹیالہ ہی ان کا مدفن ہوا۔ وہ شاید خود کسی کتاب کے مصنف نہ تھے، لیکن مصنف گر تھے۔ وہ ایک باعمل اور زہد وتقویٰ کے حامل اور شب بیدار عالم تھے۔ مسجد ان کے مکان ہی میں تھی، جس میں مختلف مسالک و عقائد کے حامل لوگ ان کی امامت میں نماز ادا کرتے تھے۔ وہ اپنے مسلک اہل حدیث کے مبلغ تھے اور دوسرے مسالک کے نہایت محتاط ناقد بھی۔ ان کے تلامذہ میں ریاست کا شیعہ وزیر بھی شامل تھا اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری بھی جو مشہور اہل حدیث فاضل اور عظیم مصنف و محقق تھے۔ دعا ہے اللہ کریم ان سب حضرات کی مغفرت فرمائے اور آخرت میں ان بزرگانِ دین کو اعلیٰ مدارج سے سرفراز کرے۔

جناب ندیم کوموی صاحب کی تحریر ختم ہوئی۔ ان کا مکتوب گرامی بھی قارئین کرام نے پڑھ لیا اور قاضی محمد سلیمان منصوپوری کے لائق احترام استاذ مولانا عبدالعزیز کوموی اور ان کے اکابر کے حالات پر مشتمل ان کا مضمون بھی خوانندگانِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محترم کے مطالعہ میں آیا۔ میں نے ان کے مکتوب اور مضمون کی وصولی کے فوراً بعد انھیں شکریے کا خط لکھ دیا تھا۔

یہ معلومات کسی اور شخص سے حاصل نہیں ہوسکتی تھیں۔ جیسا کہ قارئین کو ندیم کوموی صاحب کے مکتوب سے معلوم ہوا، میں نے بار بار ان کو پیغامات اور خطوط بھیجے، غرض مند دیوانہ ہوتا ہے۔ مجھ پر بھی غرض مندی کی وجہ سے دیوانگی کی کیفیت طاری رہی۔ میں اُکتایا نہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ ضعف اور اضمحلال کی زد میں ہیں، طبیعت بحال ہوئی تو ان شاء اللہ ضرور تھوڑے بہت معلومات سے مطلع کریں گے، چنانچہ انھوں نے بہت سی ضروری باتیں بیان کر دیں جو معزز قارئین کے علم میں آئیں۔

اس پر میں اپنے عزیز دوست مولانا برق التوحیدی کا بھی بے حد شکر گزار ہوں کہ انھوں نے کئی دفعہ ندیم صاحب کو یاددہانی کرائی اور ان معلومات کی فراہمی میں میری مدد فرمائی۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین یارب العالمین۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتواں باب:

محکمۂ تعلیم میں ملازمت

قاضی صاحب نے ۱۷ سال کی عمر میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا تھا[①] اور اس زمانے میں علومِ عربیہ و دینیہ کی جو تعلیم دی جاتی تھی، اس سے ۱۷ سال سے بھی کم عمر میں فراغت حاصل کر لی تھی۔

سرکاری ملازمت کے دائرے میں آنے کی عمر قانونی لحاظ سے کم از کم اٹھارہ سال تھی۔ لیکن قاضی صاحب اس سے چھ مہینے کم یعنی ساڑھے سترہ سال کی عمر میں بحیثیت سررشتہ دار محکمہ تعلیم ملازم ہوئے۔ بہ الفاظ دیگر ان کو سب سے پہلے ریاست پٹیالہ کے محکمہ تعلیم کا سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا تھا۔ یہ ۱۸۸۴ء یا ۱۸۸۵ء کی بات ہے۔

دورِ ملازمت کی پہلی فتح:

جب قاضی صاحب ریاست کے حلقہ ملازمت میں داخل ہوئے، اس وقت ریاست کے محکمہ تعلیم کے ڈائریکٹر بھائی رام سنگھ تھے جو پٹیالہ میں آریہ سماج کے بانی اور سرپرست تھے۔ نہایت متعصب آریہ سماجی تھے اور مسلمانوں کے شدید مخالف......! قاضی صاحب سے بات کرنے اور مخاطب ہونے کے روادار نہ تھے۔ کئی مہینے اسی طرح گزر گئے، نہ انھوں نے قاضی صاحب کو بلایا اور نہ قاضی صاحب نے ان سے کوئی رابطہ پیدا کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ وہ بغیر کسی کام کے دفتر کے ایک کونے میں بیٹھے رہتے۔[②]

---

① سیرت سلمان از قاضی عبد الباقی (سفر نامہ حجاز کے آخر میں) ص:۲۶۴

② ایضاً ص:۲۶۴

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس اثنا میں ریاستی حکومت نے محکمہ تعلیم کی تشکیلِ نو کے مسئلے پر غور کرنا شروع کیا اور اس سلسلے میں ڈائریکٹر سے مفصل رپورٹ طلب کی۔ اس سرکاری حکم سے ڈائریکٹر صاحب (بھائی رام سنگھ) سخت پریشان ہوئے، دفتر میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو اس اہم کام کی تکمیل کر سکتا۔ اب ڈائریکٹر کے تمام رفقائے کار نے متفقہ طور پر ان سے کہا کہ یہ رپورٹ انتہائی اہمیت کی حامل ہے، جسے صرف قاضی صاحب ہی تیار کر سکتے ہیں، دوسرا کوئی شخص اتنی قابلیت نہیں رکھتا جو اس کام کو تکمیل کی منزل تک پہنچا سکے۔ چنانچہ ڈائریکٹر کو مجبوراً قاضی صاحب سے صلح کرنا پڑی اور قاضی صاحب نے چھ ہفتوں میں مفصل رپورٹ تیار کر دی جو ۳۲۰ صفحات پر مشتمل تھی۔ رام سنگھ یہ رپورٹ پڑھ کر بے حد خوش ہوا۔ اب وہ نہ صرف خود قاضی صاحب کا معتقد تھا بلکہ اپنے گھر کے تمام افراد کو ان کے حلقہ عقیدت اور دائرۂ اثر میں لے آیا۔[3] حالات نے اس قدر پلٹا کھایا کہ ڈائریکٹر صاحب محکمہ تعلیم کے سلسلے کا کوئی کام قاضی صاحب کے مشورے کے بغیر نہ کرتے تھے۔ ہر معاملے میں ان کے مشیر اعلیٰ قاضی صاحب تھے۔

یہ قاضی صاحب کے آغاز شباب کا زمانہ تھا اور رام سنگھ اس وقت تیس بتیس برس کا ہو گا۔ اس سے تقریباً ساٹھ سال بعد ۱۹۴۷ء میں پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ اس موقعے پر مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے۔ وہاں کی ریاستوں میں سب سے زیادہ مصائب کا شکار ریاست پٹیالہ کے مسلمان ہوئے۔ اس زمانے میں وہاں کا حکمران مہاراجا یادوندر سنگھ تھا جو سکھوں کو مسلمانوں کے خلاف اکساتا اور ان کے قتل و غارت پر آمادہ کرتا تھا۔ اس ریاست میں جو غیر مسلم ان دنوں مسلمانوں سے ہم دردی کا اظہار کرتے تھے، ان میں بھائی رام سنگھ (آریہ سماجی) کا خاندان خاص طور سے قابلِ ذکر ہے۔

---

③ حوالہ مذکور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا بیٹا پنڈت انند سروپ سنگھ ریاست پٹیالہ کے ضلع سنام کا ڈپٹی کمشنر تھا۔ مصائب و آلام کے اس زمانے میں وہ مسلمانوں کا بہت بڑا خیر خواہ اور ہم درد تھا۔ اس نے بے شمار مسلمانوں کو اس علاقے سے نکالنے اور خیر و عافیت کے ساتھ پاکستان آنے میں مدد دی، لیکن اس کی یہ کوشش ریاست کے حکمران اور دیگر حکام کو پسند نہ تھی، چنانچہ اس جرم میں اسے ڈپٹی کمشنر کے منصب سے الگ کردیا گیا تھا۔

پنڈت انند سروپ سنگھ ۱۹۵۰ء کے لگ بھگ لاہور آئے تھے اور انھوں نے قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے فرزند گرامی قاضی عبدالعزیز سے ان کے اس وقت کے مسکن ۵ گارڈن ٹاؤن میں ملاقات کی تھی۔ پیپسو کے وزیر اعلیٰ برش بھان بھی ان کے ساتھ تھے۔ ④

---

④ سیرت سلمان از قاضی عبدالباقی (سفر نامہ حجاز کے آخر میں) ص:۲۶۴

مناسب ہوگا کہ یہاں یہ بتا دیا جائے کہ پیپسو (Pepsu) کیا تھا؟ مشرقی پنجاب کی آٹھ ریاستیں تھیں۔ پٹیالہ، فرید کوٹ، نابھہ، جیند، مالیر کوٹلہ، کپورتھلہ، کلسیہ اور نالا گڑھ۔ آزادی کے بعد ان ریاستوں کے حکمرانوں نے اپنی ایک یونین بنائی تھی، جس کا نام ''پٹیالہ اینڈ ایسٹ پنجاب سٹیٹس یونین'' تھا۔ اس کا مخفف پیپسو تھا۔ اس نام سے ان ریاست کی ایک حکومت قائم کی گئی تھی، جس کا گورنر یا راج پرمکھ مہاراجا پٹیالہ یادوندر سنگھ کو بنایا گیا تھا۔ اس کے وزیر اعلیٰ نابھہ کے ایک سیاسی رہنما برش بھان اور وزیر مال ریاست فرید کوٹ کے گیانی ذیل سنگھ تھے۔ یہ وہی ذیل سنگھ ہیں جو اس سے بہت عرصہ بعد ہندوستان کے منصب صدارت پر فائز ہوئے۔ انھوں نے ۲۵ر دسمبر ۱۹۹۵ کو ایک حادثے کے نتیجے میں وفات پائی۔

پیپسو کی یہ حکومت ۱۹۵۲ء تک چار سال کام کرتی رہی۔ اسی سال ہندوستان میں عام انتخابات ہوئے تو ریاستوں میں پہلی مرتبہ انتخابات کرائے گئے۔ بعد ازاں ۱۹۵۶ء میں پیپسو کو ختم کر کے ریاستوں کو ضلعوں میں بدل دیا گیا تھا اور کوئی ریاست ہندوستان میں باقی نہیں رہی تھی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان اپنی زندگی میں بہت سے انقلابات سے گزرتا ہے۔کبھی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے، کبھی آرام میں۔کبھی اسے بیماری اپنی گرفت میں لے لیتی ہے اور کبھی تندرستی کے مزے لوٹتا ہے۔ بڑے سے بڑے انسان کو بھی عام طور سے ان کیفیات سے گزرنا پڑتا ہے۔قاضی صاحب کو بھی ملازمت کے ابتدائی دور میں کچھ مدت کے لیے بعض پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا اور پھر ایک وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام محکمانہ پریشانیوں سے نجات دلا دی اور ان کے مخالف ان کے گرویدہ ہو گئے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آٹھواں باب:

محکمۂ عدلیہ میں

محکمہ تعلیم میں کم و بیش پندرہ برس بہترین خدمات سرانجام دینے کی بنا پر قاضی صاحب ریاست کے حکام بالا میں اچھی طرح متعارف ہو گئے تھے اور ارکانِ حکومت کو ان کی گوناگوں صلاحیتوں کا پتا چل گیا تھا۔ اب ان کا دورِ ملازمت ایک نئی منزل سے آشنا ہوتا ہے اور وہ ایک نئے تجربے کی طرف قدم بڑھاتے اور اس میں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

۱۹۰۰ء کے پس و پیش کی بات ہے کہ فیروز پور، لدھیانہ اور بٹھنڈا کے قرب و جوار میں ڈکیتیوں کا وسیع سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ریاست پٹیالہ کی سرحدیں فیروز پور، لدھیانہ اور حصار کے اضلاع سے ملتی تھیں۔ ڈاکو ان اضلاع میں واردات کرنے کے بعد ریاست کی حدود میں داخل ہو جاتے تھے یا ریاست میں واردات کر کے ان اضلاع میں چلے جاتے تھے اور ان کو پکڑنا مشکل مسئلہ بن گیا تھا، اس لیے کہ انگریزی علاقے کا کوئی شخص ریاست میں آ جاتا تو انگریزی علاقے کی پولیس ریاستی حکام کی مدد کے بغیر اسے پکڑ نہیں سکتی تھی۔ اسی طرح ریاست کی حدود سے نکل کر کوئی شخص انگریزی علاقے میں چلا جاتا تو اس علاقے کے حکام کا تعاون حاصل کیے بغیر اس کو گرفتار کرنا ممکن نہ تھا۔ آخر کسی نہ کسی طرح ڈاکو پکڑ لیے گئے اور ان کے مقدمات کی سماعت اور فیصلے کے لیے ریاست پٹیالہ اور ان ضلعوں کے حکام پر مشتمل ایک مشترکہ ٹربیونل مقرر ہوا۔ ٹربیونل کا صدر مسٹر ٹام کنسن (انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب) تھا۔ ریاست پٹیالہ کی طرف سے ایک سکھ آفیسر کو اس کا رفیقِ کار مقرر کیا گیا تھا۔ مسٹر ٹام کنسن نے بمشکل چار پانچ دن اس کے ساتھ کام کیا ہو گا کہ ریاستی حکام کو تحریری اطلاع بھجوا دی کہ یہ آفیسر بالکل نالائق ہے اور قانون کے کسی گوشے کو سمجھنے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی قطعاً صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس کے بعد اسے الگ کر دیا گیا اور اس کی جگہ ایک اور صاحب کو رکھا گیا، وہ بھی چل نہ سکے اور علیحدہ کر دیے گئے۔ اب ریاست کے اہل کار حیران تھے کہ کیا کیا جائے اور یہ اہم ذمے داری کس کے کندھوں پر ڈالی جائے۔

کافی غور و فکر کے بعد حکامِ بالا نے فیصلہ کیا کہ قاضی صاحب کو محکمہ تعلیم سے بدل کر ٹام کنسن کا رفیقِ کار یا مشیر مقرر کر دیا جائے۔ اس وقت قاضی صاحب کی عمر تینتیس برس کے لگ بھگ تھی۔ مصدقہ روایت ہے کہ جمعے کے دن قاضی صاحب کو اس فیصلے سے مطلع کیا گیا تھا اور پیر کے دن انھیں اپنی نئی ذمے داری سنبھالنا تھی۔ انھوں نے ہفتے کے دن ضابطہ فوج داری پڑھنا شروع کیا اور اتوار کی شام تک اسے ختم کر ڈالا۔ صرف دو دن میں اس کے تمام پہلو ان کے غور و فکر کی گرفت میں آ گئے تھے۔ ①

پیر کے دن کام شروع ہوا تو اسی دن قاضی صاحب کی خداداد صلاحیتیں ٹام کنسن پر اجاگر ہو گئیں اور وہ ان کے طرزِ فکر اور اسلوبِ کار سے بے حد متاثر ہوا۔ اس ضمن میں اس نے حکومت پنجاب کو جو رپورٹ دی، وہ ایک سرٹیفکیٹ کی صورت میں حسب ذیل الفاظ پر مشتمل ہے:

Qazi Muhammad Suleman is a judicial Officer of exceptionl qualities and the State is not making good use of his talents. I feel Qazi Sahib would be an ornament to British judiciary. His services be requisitioned.

یعنی قاضی محمد سلیمان عدیم المثال اوصاف کے مالک حاکم عدلیہ ہیں،

---

① سیرت سلمان از قاضی عبد الباقی (سفر نامہ حجاز کے آخر میں) ص:۲۶۵

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریاست اس جوہر قابل کی صلاحیتوں سے پورا فائدہ نہیں اٹھا رہی۔
میرے خیال میں قاضی صاحب کی خدمات انگریزی علاقے کی عدلیہ کے لیے حاصل کر لی جائیں تو یقیناً بہت فائدہ مند ثابت ہوں گی۔

قاضی محمد سلیمان کے بڑے پوتے قاضی عبد الباقی کا بیان ہے کہ یہ سرٹیفکیٹ اب بھی پنجاب گورنمنٹ کے ریکارڈ میں موجود ہے اور انھوں نے اسے خود پڑھا ہے۔

اس ٹربیونل میں کام کرنے کے بعد قاضی صاحب ریاست کی عدلیہ ہی سے وابستہ رہے۔ایک مدت تک مجسٹریٹ درجہ اوّل بہ اختیارات دفعہ ۳۰ اور کچھ عرصہ سول جج اور پھر سیشن جج کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ غازی محمود دھرم پال جب قاضی صاحب کی تحریر سے متاثر ہو کر مئی ۱۹۱۴ء میں دوبارہ مسلمان ہوئے، اس وقت قاضی صاحب بھٹنڈا میں سیشن جج کے منصب پر فائز تھے اور غازی صاحب ممدوح وہیں ان کی خدمت میں گئے تھے۔②

عدالتی سلسلے کے چند واقعات

افسوس ہے کوشش کے باوجود قاضی صاحب کے عدالتی سلسلے کے واقعات کی تفصیل نہیں مل سکی، تاہم جو کچھ مل سکا ہے وہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ قاضی صاحب کے پوتے قاضی عبد الباقی اپنے مختصر مضمون ''سیرت سلمان'' میں لکھتے ہیں کہ قاضی صاحب کی عدالت میں بہت سے مقدمات پیش کیے جاتے تھے، جن میں لڑائی جھگڑے اور گھریلو قسم کے تنازعات بھی ہوتے تھے اور احباب و اقربا کی آپس کی مقدمہ بازی بھی ہوتی تھی۔ قاضی صاحب دونوں فریقوں کو بلاتے اور سمجھا بجھا کر ان میں صلح کرا دیتے اور وہ لوگ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے اور ہمیشہ اس صلح صفائی پر کار بند رہتے۔

---

② جلا وطن حصہ ۴۔ دسمبر ۱۹۵۴ص: ۱۲۰

17052

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ قتل اور ڈکیتی کے ملزم قاضی صاحب کی عدالت میں پیش ہوتے تو ان کے بیان لینے سے پہلے انھیں غسل کرنے کا حکم دیتے اور پھر ان کے مذہب کا واسطہ دے کر ایسے انداز میں صحیح اور سچا بیان دینے کی تلقین کرتے کہ اکثر اوقات ملزم سے سچ کہلانے میں کامیاب رہتے۔ اس قسم کے مقدمات کو، وہ نہایت دقت نظر سے سماعت کرتے اور انتہائی احتیاط سے فیصلہ کرتے۔ ان کے کسی فیصلے کی اپیل ہائی کورٹ میں چلی جاتی تو اس میں شاذ ہی ردو بدل کیا جاتا تھا، بالعموم ان کا فیصلہ برقرار رہتا۔ ③

۳۔ قاضی صاحب کو سیشن ججی کے زمانے میں بہت سی آزمائشوں سے گزرنا اور کئی قسم کے امتحانوں سے دو چار ہونا پڑا، اور اس نوع کے سرکاری فرائض کی انجام دہی کے دور میں یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔لوگ اپنے کام کرانے کے لیے افسروں کی بڑی خوشامدیں کرتے اور بہت سی رشوتیں پیش کرتے ہیں۔قاضی صاحب کو بھی بعض اوقات ان حالات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ مولانا حکیم عبد اللہ مرحوم و مغفور (روڑی والے) ایک مضمون میں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب کا ایک ہندو دوست قتل کے ایک ملزم کی سفارش کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ ملزم قطعاً بے گناہ ہے، لہٰذا آپ براہِ کرم اسے رہا کردیں۔ قاضی صاحب ابھی اس درخواست کا کوئی جواب نہیں دے پائے تھے کہ اس نے ایک بند لفافہ ان کی طرف بڑھایا۔ قاضی صاحب نے چونک کر پوچھا:

''اس لفافے میں کیا ہے؟''

اس نے دبی زبان میں جواب دیا:''یہ آپ کی مٹھائی ہے۔''

قاضی صاحب سخت مضطرب ہو کر بولے:

---

③ سیرت سلمان ص: ۲۷۳

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"استغفر اللہ...... آپ مجھے حرام کھلانا چاہتے ہیں۔"

اس نے کہا: "قاضی صاحب! یہ چالیس ہزار روپے ہیں۔"

قاضی صاحب نے فوراً جواب دیا: "حرام کی مقدار اگر زیادہ ہو تو وہ حلال نہیں ہو جاتا...... بلکہ مقدار بڑھنے کے ساتھ ہی حرام کی کراہت بھی بڑھ جاتی ہے۔ لہٰذا اب میں اسے اور زیاہ مکروہ سمجھتا ہوں۔ آپ یہ اطمینان رکھیں کہ کسی پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی، وہی کچھ ہوگا جس کا قانون تقاضا کرتا ہے۔"

قاضی صاحب کا یہ جواب سن کو وہ شخص لا جواب ہو گیا اور ایک مسلمان کی عظمت وکردار کا ایسا گہرا نقش اس کے دل پر مرتسم ہوا کہ جس کی اسے بالکل توقع نہ تھی۔

یہ قاضی صاحب کے عظیم الشان کردار کی ایک مثال ہے۔ معلوم نہیں، اس دور میں انھیں مختلف طریقوں اور ذریعوں سے کتنی پیش کشیں ہوتی ہوں گی اور وہ کس شان سے ان بھاری بھرکم پیش کشوں کو ٹھکراتے ہوں گے۔ یہ آج سے کم و بیش ایک صدی قبل ۱۹۱۰ء کے لگ بھگ کی بات ہے، جب پیسا انتہائی مہنگا تھا اور چالیس ہزار روپے کی قیمت آج کل کے حساب سے کم از کم کروڑ روپے کے برابر ہو گی۔ اس وقت سونے کا بھاؤ دس روپے تولہ تھا اور آج دس ہزار روپے کے لگ بھگ ہے۔

۴۔ اب قاضی صاحب کے علم و فضل اور عدالتی معاملات سے متعلق ایک سکھ کے تاثرات ملاحظہ فرمایے:

یہ دیوان سنگھ مفتون کے تاثرات ہیں جو ہندوستان کے مشہور صحافی تھے۔ وہ حافظ آباد (ضلع گوجراں والا) میں پیدا ہوئے اور وہیں زندگی کی کچھ منزلیں طے کیں۔ پھر آہستہ آہستہ صحافت کے میدان میں قدم رکھا تو اس میں بڑا نام پایا۔ ان کا ہفت روزہ اخبار "ریاست" جو دہلی سے شائع ہوتا تھا، اپنی نوعیت کا منفرد اخبار تھا۔ اس کا ایک کالم "ناقابل فراموش" تھا۔ یہ کالم وہ ہر ہفتے خود ہی لکھتے تھے، جس میں اپنی زندگی میں پیش آنے والا کوئی اہم واقعہ بیان کرتے تھے۔ اس کالم میں ایک مرتبہ انھوں نے "ریاست پٹیالہ کے سیشن ججوں کا بینچ" کے عنوان سے قاضی صاحب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے متعلق لکھا تھا۔ اس موضوع کے مضامین کتابی شکل میں چھپ گئے تھے اور کتاب کا نام تھا'' ناقابل فراموش''۔ تقسیم ملک کے بعد اخبار ''ریاست'' بند ہو گیا تھا اور مولانا ابو الکلام آزاد نے وزارت تعلیم کی طرف سے دیوان سنگھ مفتون کا تین سو روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کردیا تھا جو آج سے پچاس پچپن برس پہلے کے زمانے میں بڑا معقول وظیفہ تھا۔ دیوان سنگھ مفتون اخبار بند ہونے کے بعد دہلی سے ڈیرہ دون چلے گئے تھے، وہیں فوت ہوئے۔ اب ان کا مختصر مگر اہم مضمون پڑھیے:

'' پیغمبر اسلام حضرت محمد صاحب (ﷺ) کی اردو زبان میں آج تک جتنی سوانح حیات لکھی گئی ہیں، ان سب میں قاضی محمد سلیمان کی تصنیف '' رحمۃ للعالمین'' ممتاز ترین حیثیت رکھتی ہے۔ قاضی محمد سلیمان ان دنوں بٹھنڈا (ریاست پٹیالہ) میں سیشن جج تھے، جن دنوں میں مانسہ (ریاست پٹیالہ) میں میڈیکل پریکٹس کرتا تھا اور مرحوم قاضی صاحب سے نہ صرف اکثر ملنے کا اتفاق ہوتا بلکہ وہ مجھے شفقت کی نظر سے بھی دیکھتے تھے، کیونکہ ان کے عزیزوں میں سے کئی ایک کے ساتھ میرے ذاتی مراسم تھے۔ مرحوم قاضی صاحب نہ صرف ایک فاضل ترین شخصیت تھے بلکہ انتہائی دیانت دار اور بلند کیرکٹر کے مالک بھی تھے۔ اس زمانے میں ریاست پٹیالہ میں ہر جگہ دو سیشن جج ہوا کرتے تھے اور یہ دونوں ایک بورڈ یا بینچ کی حیثیت سے ہر مقدمے کامل کر فیصلہ کرتے تھے۔ قاضی صاحب کے ساتھ دوسرے سیشن جج کرنل سندر سنگھ تھے جو صرف گورمکھی زبان میں دستخط کرنا جانتے تھے اور اردو زبان سے بھی ناواقف تھے، مگر دیانت داری وغیرہ کے اعتبار سے یہ بھی بہت بلند تھے۔ اس سیشن بورڈ یا سیشن بینچ کے یہ دونوں ممبر ریاستوں کے اہل کاروں کی روایتی بددیانتی کے برخلاف نہایت دیانت دار تھے، مگر ان میں ایک تو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاضل ترین شخصیت تھے اور دوسرے تعلیم سے قطعی نا آشنا ۔ چنانچہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سیشن کورٹ کے مقدمات قتل وغیرہ کے قانونی نکات کو کرنل سندر سنگھ کیا سمجھتے ہوں گے اوراس بینچ میں اگر یہ اکیلے ہی ہوتے تو ملزموں کی قسمت کا فیصلہ کیا ہوتا۔

ایک روز قاضی صاحب اور کرنل سندر سنگھ قتل کے ایک مقدمے کی سماعت فرمارہے تھے اور سرکاری وکیل قانونی نکات پیش کر رہا تھا۔کرنل سندر سنگھ ان نکات کو سمجھ نہ سکتے تھے ، اس لیے ان کے لیے ان نکات میں دلچسپی لینا بھی ممکن نہ تھا۔ سرکاری وکیل دو گھنٹے تک بحث کرتا رہا تو کرنل سندر سنگھ بحث سے تنگ آ گئے ۔ انھوں نے بہت کوشش کی کہ سرکاری وکیل اپنے دلائل ختم کرے اور ان کا اس بحث سے چھٹکارا ہو، مگر سرکاری وکیل نے بحث ختم نہ کی۔ آخر کرنل سندر سنگھ سے رہا نہ گیا۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور قاضی صاحب کومخاطب کرتے ہوئے کہا: قاضی صاحب آپ اس بحث کو سن لیجیے، میں ذرا اپنی کوٹھی پر جا کر اپنے گھوڑوں کو دیکھ آؤں (کرنل صاحب کو گھوڑوں کا بہت شوق تھا اور ان کے اصطبل میں متعدد اچھے گھوڑے ہوتے تھے) چنانچہ کرنل صاحب اپنی کوٹھی پر تشریف لے گئے اور اس وقت واپس آئے جب قاضی صاحب سرکاری وکیل کے تمام دلائل سن چکے تھے۔④

۵۔ بڑے چھوٹے بہت سے لوگوں کے مقدمات قاضی صاحب کی عدالت میں آتے اور وہ ان کی سماعت کرتے تھے۔ مہاراجا اور مہارانیوں کے تعلق داروں اور رشتے داروں کے مقدمے بھی قاضی صاحب کے سامنے پیش

---

④ نا قابل فراموش ،ص ۵۰۱، ۵۰۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے تھے ، لیکن قاضی صاحب کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرتے تھے اور کوئی ان سے کسی کی سفارش نہ کرتا تھا،اور نہ کر سکتا تھا۔ جس نتیجے پر وہ پہنچتے تھے اور جو فیصلہ صادر کردیتے تھے، اس پر سب کو اعتماد ہوتا تھا۔ ان کے سامنے کسی کی سفارش کرنے کی ریاست کی بڑی سے بڑی شخصیت کو بھی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ اگر کسی کی سفارش ان تک پہنچ جاتی تو وہ بلا تامل سفارش رد کردیتے یااس کیس کی سماعت کرنے سے انکار کردیتے اور وہ کیس کسی دوسرے جج کی عدالت میں چلا جاتا۔

۶۔ قاضی صاحب کے بھتیجے قاضی حبیب الرحمٰن مرحوم(متوفی ۱۵/ جولائی ۱۹۵۷ء) نے بتایا کہ ایک مرتبہ مہارانی کے بھائی یا اس کے کسی عزیز کا کوئی مقدمہ قاضی صاحب کی عدالت میں پیش ہوا۔ مہارانی نے ریاست کی کسی اہم شخصیت کی معرفت قاضی صاحب کو سلام بھجوایا اور فیصلہ اپنے عزیز کے حق میں کرنے کی سفارش کی۔ قاضی صاحب نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ میں اپنے معمول کے مطابق پورا کیس سنوں گا اور پھر جو صحیح سمجھوں گا اس کے مطابق قانون کی رو سے فیصلہ ہو گا، مہارانی کے کہنے پر فیصلہ نہیں ہو گا۔

مہارانی ریاست کے ایک جج سے اس جواب کی توقع نہیں رکھتی تھی۔ وہ قاضی صاحب سے تو کچھ کہہ نہ سکی، البتہ مہاراجا سے شکایت کی اور کہا کہ قاضی صاحب نے اس کی بات نہیں مانی۔

مہاراجا بجائے اس کے کہ قاضی صاحب سے کچھ کہتا، اس نے مہارانی سے کہا کہ تم نے سفارش کرکے سخت غلطی کی ہے ، ہم نے کبھی ان سے کسی کی سفارش نہیں کی۔ اس سلسلے میں وہ کسی کی بات نہیں مانتے اور وہی فیصلہ کرتے ہیں جو قانون کے مطابق ہوتا ہے۔قانون کے دائرے سے وہ بالکل باہر نہیں نکلتے ، اور یہ ان کی ایسی خوبی ہے جس کی ہمیں تعریف کرنی چاہیے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی صاحب ریاست کے اونچے درجے کے نہایت دیانت دار جج تھے۔ قانون کے تمام پہلوؤں پر ان کی نظر تھی اور وہ اسی راستے پر چلتے تھے، جس راستے پر انھیں مروّجہ قانون چلاتا تھا۔ ان کے یہ وہ اوصاف تھے، جن کی وجہ سے ریاست کے عوام و خواص ان کا انتہائی احترام کرتے تھے اور خود مہاراجا انھیں بہ درجہ غایت محترم گردانتا تھا۔

۷۔ قتل اور ڈکیتی کے جو مقدمے قاضی صاحب کی عدالت میں پیش کیے جاتے تھے ان میں قاضی صاحب کے فیصلوں کو ہائی کورٹ میں بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ ماتحت عملے کو انھوں نے ہدایت کر رکھی تھی کہ قتل اور ڈاکے کے ملزموں کو نہلا کر ان کی عدالت میں لایا جائے اور ان کی بیڑیاں اور ہتھکڑیاں اتار دی جائیں۔ جب وہ پیش ہوتے، قاضی صاحب نہایت پیار اور میٹھے اسلوب میں ان کے مذہب کا واسطہ دے کر انھیں سچ بیان کرنے کی ترغیب دیتے اور انھیں بتاتے کہ ان کے مذہب میں سچ بولنے اور صحیح طریقے سے بات کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔اور اس سلسلے میں ان کے مذہب کے گوروؤں، رشیوں، منیوں، عالموں اور بزرگوں نے جو تعلیم دی ہے، اس کی وضاحت کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ ملزم سے سچ اگلوانے میں اکثر کامیاب رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے فیصلے ہائی کورٹ میں جاتے تو ان میں شاذ و نادر ہی ردّ و بدل تک نوبت پہنچتی تھی۔

۸۔ مقدمات کا فیصلہ کرنے میں جہاں قاضی صاحب بے حد محتاط تھے، وہاں انتہائی دلیر اور جرأت مند بھی تھے۔ ایک دفعہ قتل اور ڈاکے کا ایک مقدمہ ان کی عدالت میں پیش ہوا۔ قاتل اور ڈاکو دو یا تین تھے۔ واقعات و قرائن اور شہادتوں سے ڈاکا بھی ثابت ہو گیا اور قتل بھی۔ فیصلے کے لیے قاضی صاحب نے تاریخ مقرر کر دی کہ فلاں دن اتنے بجے ان کے گاؤں میں جا کر اس مقدمے کا فیصلہ سنایا جائے گا۔ کسی جج کی طرف سے یہ منفرد قسم کا اعلان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ اردگرد کے دیہات کے لوگوں کو پتا چلا تو تاریخ مقررہ اور وقت مقررہ پر وہ بھی فیصلہ سننے کے لیے آ گئے۔ بہت بڑے ہجوم میں قاضی صاحب نے جرم کی تفصیل اور فیصلے کے نکات بیان کیے اور مجمع عام میں مجرموں کو پھانسی کی سزا سنائی۔

۹۔ ایک صاحب نے بتایا کہ ریاست پٹیالہ کے ایک گاؤں کے مسلمانوں نے ایک ہندو کی جگہ پر قبضہ کر کے مسجد تعمیر کرنا شروع کر دی۔ جگہ کا ہندو مالک قاضی صاحب کی عدالت میں چلا گیا اور درخواست دی کہ مسلمان جبرًا میری جگہ پر قبضہ کر کے مسجد تعمیر کر رہے ہیں۔ قاضی صاحب نے تعمیر روک دی اور فریقین کے بیان لینا شروع کر دیے۔ مسلمانوں کو خیال تھا کہ اتنے بڑے عالم مسلمان جج کا فیصلہ ہمارے ہی حق میں ہوگا۔ لیکن فریقین کے بیانات سننے کے بعد قاضی صاحب نے فیصلہ ہندو کے حق میں کر دیا اور فیصلے میں لکھا کہ جبرًا حاصل کی ہوئی زمین پر مسجد تعمیر کرنا جائز نہیں۔ اس فیصلے سے مسلمان بڑے کبیدہ خاطر ہوئے۔ لیکن اِدھر جگہ کا ہندو مالک اس فیصلے سے اتنا متاثر ہوا کہ اپنے خاندان سمیت مسلمان ہوگیا اور اسی جگہ پر خود اپنے خرچ سے مسجد تعمیر کر دی۔

افسوس ہے قاضی صاحب کے عدالتی معاملات اور ان کے فیصلوں کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہ ہوسکیں۔ صرف انھی مختصر سے نو واقعات کا علم ہو سکا ہے۔ ان واقعات سے یہ پتا بہ ہر حال چل جاتا ہے کہ عدالتی سلسلے میں ان کا کردار بہت بلند تھا اور وہ عدالت کی کرسی پر ہر وقت قانون کے دائرے میں رہتے تھے اور ان کے فیصلے قانون کے مطابق ہوتے تھے۔

کسی طرح کوشش کی جائے تو ممکن ہے ان کے فیصلوں کا ریکارڈ پٹیالہ سے مل جائے۔ یہ بھی بڑی عدالتی اور علمی خدمت ہوگی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواں باب:

والیٔ ریاست کے نزدیک احترام و اعتماد کی چند مثالیں

مہاراجا بھوپندر سنگھ والیٔ ریاست پٹیالہ قاضی صاحب سے انتہائی عزت و احترام سے پیش آتا تھا۔ مہاراجا اگر کہیں جاتا اور پھر واپس پٹیالہ آتا تو استقبال کرنے والے سرکاری اہل کار اسے جھک کر سلام کرتے اور اس کے پاؤں چھوتے تھے، لیکن قاضی صاحب کھڑے رہتے تھے اور مہاراجا خود ان کے پاس آ کر انھیں سلام کرتا اور ان سے بغل گیر ہوتا تھا۔ اسی طرح وہ انھیں بے حد قابل اعتماد بھی قرار دیتا تھا۔ ریاست کے اہل کار بھی ان سے انتہائی اکرام سے پیش آتے تھے۔ کتاب کے مختلف مقامات پر اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہاں بھی چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔

آخری حج کو روانگی اور مہاراجا سے آخری گفتگو:

قاضی صاحب ۱۹۳۰ء کے مارچ کے آخر یا اپریل کے شروع میں دوسرے اور آخری حج کے لیے پٹیالہ سے روانہ ہوئے تھے۔ یہ تقریباً بیس افراد کا قافلہ تھا۔ وہ ریلوے سٹیشن پر پہنچے تو خود مہاراجا پٹیالہ بھوپندر سنگھ انھیں رخصت کرنے آیا، حالاں کہ اس وقت انھیں ملازمت سے ریٹائر ہوئے چھ برس ہو چکے تھے، مگر حکمران خاندان کے انتظامی معاملات اور اکثر حکومتی امور کے سلسلے میں اس کے اصل مشیر قاضی صاحب ہی تھے اور وہ اہم مسائل کے لیے انھی سے رجوع کرتا اور ان کی بات کو آخری بات قرار دیتا تھا۔ چندروز کے بعد اس کے بچوں کی شادیاں ہونے والی تھیں اور شادیوں کے لیے ضروری انتظامات کا تعلق قاضی صاحب سے تھا، اس لیے ان سے درخواست کی کہ آپ حج سے فارغ ہو کر جلدی تشریف لے آئیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی صاحب نے فرمایا آپ فکر نہ کریں، جو کام دوسرے لوگ ایک مہینے میں کرتے ہیں، میں ایک دن میں کردوں گا۔

یہ مہاراجا پٹیالہ بھوپندر سنگھ سے ان کی آخری گفتگو تھی۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ مطلق العنان سکھ حکمران کے دل میں ان کی کتنی قدرو منزلت تھی اور وہ ان پر کس قدر اعتماد کرتا تھا۔

والیٔ ریاست کے دل میں احترام:

مہاراجا کے دل میں قاضی صاحب کا جو احترام تھا، اس سے بعض غیر مسلم اہل کاروں کو سخت تکلیف ہوتی تھی اور وہ ان کے خلاف مہاراجا کے کان بھرنے کی کوشش کرتے تھے، مگر اس نے قاضی صاحب کو ہمیشہ قابل تکریم گردانا اور ان کی مخالفت کرنے والوں کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ یوں تو اسے قاضی صاحب پر ہر معاملے میں اعتماد تھا، لیکن روپے پیسے کے خرچ کرنے کے سلسلے میں بالخصوص ان سے مشورہ کرتا اور انھیں لائق اعتماد گردانتا تھا۔ ۱۹۲۰ء میں پرنس آف ویلز کی آمد اور دعوت کا معاملہ تھا، جس میں بہت بڑی رقم خرچ ہونا تھی، اس کا تمام انتظام قاضی صاحب کے ہاتھ میں تھا اور مہاراجا قاضی صاحب کے انتظامات سے انتہائی متاثر ہوا تھا۔ اس قسم کے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ شاہی خاندان کے بچوں کی شادیوں کا مسئلہ پیدا ہوتا تو زیورات، کپڑے اوردوسری چیزوں کی خریداری قاضی صاحب کی وساطت سے ہوتی تھی۔ قاضی صاحب کے اصل منصب کے علاوہ یہ باتیں ان کی اضافی ذمے داری میں شامل تھیں، اس لیے کہ ان کا تعلق رقم سے تھا اور رقم کے معاملے میں مہاراجا کے نزدیک صرف قاضی صاحب پر اعتماد کیا جا سکتا تھا۔

۲۔ وائسرائے، گورنر یا کسی بڑے مہمان کی ریاست میں آمد کے موقعے پر منتظم اعلیٰ قاضی صاحب ہوتے تھے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ کہیں جائداد یا دیگر اشیاے ضروریہ کی خرید و فروخت کا مسئلہ پیش آتا تو قاضی صاحب کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔

۴۔ شملے کے نزدیک ایک مقام کا نام ''چائل'' ہے۔موسم گرما میں وہ مہاراجا پٹیالہ کا صدرمقام تھا۔ ایک مرتبہ مہاراجا کی طرف سے اس زمانے کے وائسراے ہند لارڈ کرزن کو وہاں تشریف لانے کی دعوت دی گئی تھی ۔ اس موقعے پر کرکٹ کے میچ کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ تمام انتظامات قاضی صاحب کے سپرد تھے۔ جمعے کا دن تھا۔ چائل میں قاضی صاحب موجود ہوتے تو جمعے کی امامت و خطابت وہی کراتے تھے۔

اس دن صورت حال یہ تھی کہ سرکار دربار سے تعلق رکھنے والے بہت سے مسلمان موجود تھے ۔وائسراے آچکا تھا اور کرکٹ میچ شروع ہوگیا تھا۔اس سلسلے میں کام کرنے والے مسلمان بھی اچھی خاصی تعداد میں موجود تھے۔ان مسلمانوں میں سے بعض لوگ قاضی صاحب کے پاس آئے اور کہا آج نماز جمعہ کہاں پڑھی جائے گی اور کیسے پڑھی جائے گی؟

فرمایا: ''کرکٹ کے میدان میں......''!

چنانچہ جب جمعے کا وقت ہوا تو قاضی صاحب نے سب کے سامنے اسی میدان میں اذان کہلوائی اور خطبہ شروع کردیا۔ باقاعدہ وعظ ہوا اور نہایت اطمینان سے نماز جمعہ پڑھی گئی، جس میں تمام مسلمان عہدے دار اور کارکن حاضر تھے۔

بعض غیر مسلموں نے جو قاضی صاحب سے حسد و بغض رکھتے تھے، مہاراجا سے شکایت کی کہ قاضی صاحب نے اس اہم موقعے پر انتظام و انصرام کی پابندیوں کی پروانہیں کی اور وائسراے کی موجودگی میں نماز و امامت میں مشغول ہو گئے۔

مہاراجا نے قاضی صاحب سے پوچھا تو نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ وائسراے کو عام طور سے اس قسم کی شکایات پہنچتی رہتی ہیں کہ ریاست میں مسلمانوں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے اور حکمران کی طرف سے ان کے مذہبی فرائض ادا کرنے کی راہ میں رکاوٹ پیدا کی جاتی ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ آج وائسرائے پر واضح کر دوں کہ مسلمانوں کو ریاست میں مذہبی آزادی حاصل ہے اور وہ ہر جگہ اور ہر موقعے پر اپنے مذہبی فرائض ادا کر سکتے ہیں۔

مہاراجا قاضی صاحب کا یہ جواب سن کر خوش ہوا اور کہا: آپ نے بہت اچھی نظیر قائم کی ہے۔ ①

ایک مرتبہ مہاراجا نے کسی ضروری کام کے سلسلے میں موتی باغ محل میں قاضی صاحب کو تشریف لانے کی دعوت دی۔ وہ گئے اور ایک گھنٹے تک استقبالیہ میں بیٹھے رہے۔ اتنے میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ قاضی صاحب اٹھے اور باہر جا کر موتی باغ محل کے سبزہ زار میں نماز شروع کر دی۔ اسی اثنا میں ان کو لانے کے لیے مہاراجا کا قاصد آ گیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا، قاضی صاحب موجود نہیں تھے، اس نے اندر جا کر مہاراجا کو بتایا کہ قاضی صاحب نہیں ہیں۔ مہاراجا نے کہا: باہر جا کر اچھی طرح دیکھو، کہیں نماز پڑھ رہے ہوں گے۔

نماز سے فارغ ہو کر وہ مہاراجا کے پاس گئے تو اس نے پوچھا:

آپ کہاں تشریف لے گئے تھے؟

فرمایا: بڑے مہاراج کے دربار میں حاضری دینے گیا تھا۔

اس نے کہا: میرا بھی یہی خیال تھا، اچھا ہوا، آپ نے یہ فرض ادا کر لیا۔

وضع داری اور خود داری کا یہ عالم تھا کہ ریاست کے کسی وزیر یا اپنے سے بڑے منصب دار کے گھر نہ جاتے تھے۔ مہاراجا سے بھی بغیر اس کی دعوت کے نہیں ملتے تھے۔

---

① سیرت سلمان ص: ۲۶۸

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریاست کے کسی اہل کار سے حسد یا بغض نہ رکھتے اور نہ کسی کا کسی سے گلہ شکوہ کرتے تھے۔ سب سے محبت اور حسنِ سلوک سے پیش آتے تھے۔

ان کی یہ وہ خصوصیات و عادات تھیں، جن کا مہاراجا کو علم تھا اور ان کی وجہ سے وہ اس کے نزدیک نہایت معزز و محترم تھے۔ ان کی ملازمت کے کئی سال مہاراجا بھوپندر سنگھ کے دورِ حکمرانی میں گزرے جو ۱۹۰۰ء سے ۱۹۳۸ء تک ریاست پٹیالہ کے تختِ حکومت پر متمکن رہا۔

اس نے فرطِ احترام سے ہمیشہ قاضی صاحب کو یا تو ''بابا جی'' کہہ کر پکارا یا ''جناب قاضی صاحب'' کہہ کر مخاطب ہوا۔ کہتے ہیں کہ جب کسی سلسلے میں وہ قاضی صاحب سے بات کرتا تھا تو اس کے ایک ایک لفظ سے ان کے لیے اکرام و تکریم کے جذبات نمایاں ہوتے تھے۔

احترام کا امتیازی سلوک:

جناب عبدالجلیل میر (سابق ڈائریکٹر جنرل ڈاکخانہ جات مغربی پاکستان) قریبی رشتے میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے پوتے ہیں اور علم و علما سے گہرا رابطہ رکھتے ہیں۔ مختلف اصحابِ علم کے بارے میں بہت سے واقعات کا انھیں علم تھا۔ ایک مرتبہ انھوں نے بتایا کہ ریاست کے بڑے چھوٹے جو اہل کار کسی سلسلے میں مہاراجا کی خدمت میں جاتے تھے، انھیں کرسی نہیں پیش کی جاتی تھی، وہ مہاراجا کے حضور کھڑے ہو کر اور ادب و لجاجت کے ایک خاص انداز کے ساتھ اپنی حاضری کا مقصد بیان کرتے تھے۔ جن ارکانِ حکومت کو مہاراجا خود طلب کرتا تھا، وہ بھی مودب ہو کر اور نظریں نیچے کر کے مہاراجا کا فرمان سنتے تھے۔ جب تک سلسلۂ کلام جاری رہتا، وہ اسی طریقے سے بے حس و حرکت کھڑے رہتے۔ لیکن قاضی صاحب کے ساتھ بالکل امتیازی سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ وہ جب تشریف لے جاتے تھے، مہاراجا احتراماً کھڑا ہو کر ان کا استقبال کرتا تھا اور انھیں باقاعدہ کرسی پیش کی جاتی تھی۔ قاضی صاحب جب اس کے ہاں سے جانے لگتے تو اس وقت بھی وہ کھڑا ہو کر انھیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رخصت کرتا اور دروازے تک ان کے ساتھ جاتا۔

ریاست فرید کوٹ میں داخلے کا مسئلہ:

قاضی صاحب کی شادی کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) میں ہوئی تھی اور ان کی وہاں آمد و رفت رہتی تھی۔ لیکن ایک مرتبہ مہاراجا فرید کوٹ نے حدود ریاست میں قاضی صاحب کا داخلہ بند کر دیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی دو وجوہ تھیں۔

ایک وجہ یہ تھی کہ مہاراجا فرید کوٹ سے کسی نے کہا کہ قاضی صاحب چمرکنڈ کی جماعت مجاہدین سے ہمدردانہ روابط رکھتے اور ان کی مالی مدد کرتے ہیں۔ وہ لوگ ہندوستان کی انگریزی حکومت کے مخالف ہیں، اس طرح قاضی صاحب بھی حکومت کے مخالف ہوئے۔

دوسری وجہ یہ سننے میں آئی تھی کہ مہاراجا پٹیالہ اور مہاراجا فرید کوٹ کے باہمی تعلقات کچھ کشیدہ تھے۔ قاضی صاحب ریاست پٹیالہ کے اونچے درجے کے رکن حکومت تھے، اس لیے ریاست فرید کوٹ کے حکمران نے اپنی ریاست میں ان کا داخلہ بند کر دیا تھا۔

لیکن یہ بندش چند روز ہی رہی۔ مہاراجا پٹیالہ کو مہاراجا فرید کوٹ کا یہ حکم ناگوار گزرا اور دونوں ریاستوں کے تعلقات میں بگاڑ کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس لیے مہاراجا پٹیالہ نے مہاراجا فرید کوٹ سے یہ حکم واپس لینے کا مطالبہ کیا، چنانچہ یہ حکم واپس لے لیا گیا تھا۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خود قاضی صاحب اور ان کے خاندان کے دیگر افراد مجاہدین چمرکنڈ کی خفیہ طریقے سے مدد کرتے رہے ہیں، جس کا حکومت کو ثبوت ملنا مشکل تھا۔

بابا جی یا قاضی صاحب:

مہاراجا پٹیالہ کے نزدیک قاضی صاحب کو جو مقام تکریم حاصل تھا، اس کا ذکر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزشتہ سطور میں کیا گیا ہے۔ آئندہ بھی مناسب مواقع پر اس کا تذکرہ ہوگا۔ یہاں بھی اس ضمن کا ایک واقعہ سنتے جایئے۔

قاضی صاحب کے بھتیجے قاضی حبیب الرحمٰن منصور پوری نے ایک مرتبہ بتایا کہ مہاراجا بھوپندر سنگھ نے ہمارے دہلی کے ایک دوست سے کہا کہ قاضی صاحب کی شخصیت پر مسلمانانِ ہند جس قدر بھی فخر و ناز کریں، بجا ہے، لیکن وہ میری ریاست کی بھی ایک پاک باز ہستی ہیں...... میں نے کبھی ان کو نام لے کر نہیں پکارا۔ ہمیشہ بابا جی یا قاضی صاحب کے الفاظ سے خطاب کیا۔ ان کا وجود ہمارے لیے باعثِ برکت ہے۔ ہم ان کی دعاؤں کے محتاج ہیں اور ہمارا کام ان کی عزت کرنا اور ان کی دعائیں لینا ہے۔

چھوٹے بڑے کا احترام:

قاضی صاحب کسی سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ نہ کسی کو ڈراتے دھمکاتے تھے اور نہ ڈانٹ ڈپٹ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شخصیت کو ایسی خصوصیات سے نوازا تھا کہ قدرتی طور سے ہر محکمے کے بڑے چھوٹے اہل کاروں پر ان کا رعب اور اثر تھا۔ انھیں دیکھتے ہی سب لوگ نظریں جھکا لیتے تھے، کسی کو ان کے سامنے بولنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ خود قاضی صاحب بھی حسب مراتب سب سے احترام اور خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے۔ نہ ان سے کسی کو کوئی شکایت تھی اور نہ وہ کسی سے شاکی تھے۔

پرنس آف ویلز کی آمد کے موقعے پر انتظامات:

پرنس آف ویلز جس نے جارج پنجم کے لقب سے انگلستان اور اس کے مقبوضہ ممالک پر حکومت کی، ۱۹۲۰ء میں ہندوستان کے دورے پر آیا تو مہاراجا بھوپندر سنگھ نے اس سے پٹیالہ آنے کی درخواست کی۔ اس کی آمد کے موقعے پر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وائسرائے ہند، ریذیڈنٹ آف سٹیٹس آف انڈیا، ملک کے تمام صوبوں کے گورنروں اور ساڑھے پانچ سو ریاستوں کے نوابوں اور مہاراجوں کی آمد بھی ضروری تھی۔ حکام ریاست نے فیصلہ کیا کہ مہمانوں کی حیثیت کے مطابق نیا فرنیچر تیار کرایا جائے اور خوب صورت سائبانوں کا انتظام کیا جائے۔ یہ نہایت اہم کام تھا اور انتہائی ذمے داری کا طالب ......! یہ سارا کام قاضی صاحب کے سپرد کیا گیا اور مہاراجا نے خاص طور پر ان سے درخواست کی کہ وہ اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لیں اور پورے اہتمام کے ساتھ اسے سرانجام دیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ قاضی صاحب کے علاوہ دوسرا کوئی شخص اتنا سلیقہ شعار اور با صلاحیت نہ تھا جو اسے بہ طریقِ احسن سرانجام دے سکے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ خرچ اخراجات کا مسئلہ تھا، جس میں بے حد احتیاط اور دیانت داری کی ضرورت تھی اور احتیاط و دیانت کا جو معیار قاضی صاحب کا تھا، وہ کسی اور کا ہرگز نہ تھا۔ اس سلسلے میں مہاراجا کو قاضی صاحب پر مکمل اعتماد تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ اس قسم کے کام انھی کے سپرد کیا کرتا تھا۔

فرنیچر خریدنے اور شامیانے وغیرہ کے انتظام کے لیے قاضی صاحب لاہور آئے تو پتا چلا کہ لاہور میں کوئی مسلمان ان کا مطلوبہ فرنیچر بنانے والا نہیں ہے۔ کسی نے بتایا کہ جس قسم کا فرنیچر وہ تیار کرانا چاہتے ہیں، وہ گجرات کا ایک کاری گر تیار کر سکتا ہے، جس کا نام مستری محمد حیات ہے۔ چنانچہ قاضی صاحب گجرات تشریف لے گئے اور مستری محمد حیات سے ملے، ان سے بات ہوئی تو انھوں نے کہا کہ ان کی طلب و ہدایت کے مطابق وہ فرنیچر تیار تو کر سکتے ہیں، مگر اتنے بڑے آرڈر کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ان کے پاس رُوپیہ نہیں ہے۔ قاضی صاحب نے ان کو دس ہزار روپے بہ طور پیشگی دیے جو اس زمانے میں بہت بڑی رقم تھی۔ اس کے بعد چند روز میں مال تیار کر دیا گیا۔ اس ایک ہی آرڈر سے محمد حیات کو اتنا منافع ہوا کہ وہ گجرات سے لاہور منتقل ہو گئے اور مال روڈ پر کاروبار شروع کر دیا۔ انھوں نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے کام میں بڑی شہرت پائی اور ایم حیات اینڈ سنز کے نام سے فرنیچر سازی کا ایک مستقل کارخانہ قائم ہو گیا، جس میں اللہ نے بے حد برکت پیدا فرمائی۔ یہ فرم اب تک قائم ہے۔

اس کے بعد قاضی صاحب لاہور تشریف لاتے تو محمد حیات کی درخواست پر ان کے ہاں قیام فرماتے۔ محمد حیات کے بعد ان کے بیٹے فضل کریم بھی نہایت عقیدت مندانہ الفاظ میں ان کا ذکر کرتے اور انتہائی ادب سے ان کا نام لیتے تھے۔ ②

فرنیچر کا مرحلہ طے ہوا تو شامیانے کی طرف متوجہ ہوئے، اس کے لیے ایس مبارک دین اینڈ سنز (راوی روڈ، لاہور) کے بانی حاجی چراغ دین سے رابطہ پیدا کیا اور انھیں آرڈر دیا کہ وہ مہمانوں کے مقام و مرتبے کے مطابق بہتر سے بہتر شامیانے مہیا کریں۔ چنانچہ حاجی صاحب ممدوح نے بہت ہی خوب صورت شامیانے تیار کرا کے پٹیالہ بھجوائے۔

حاجی صاحب اپنے کاروبار میں اونچے کردار کے حامل اور میل جول میں بلند اخلاق تھے، وہ قاضی صاحب سے بہ درجہ غایت احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ ان کے بیٹے حاجی مبارک دین نے ماڈل ٹاؤن میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

۱۹۲۱ء میں قاضی صاحب نے پہلا حج کیا تھا۔ حاجی چراغ دین کو ان کی رِحج کے لیے روانگی کا پتا چلا تو ملاقات کے لیے لاہور سے پٹیالہ پہنچے اور پھر بمبئی تک ان کے ساتھ گئے۔ قاضی صاحب جہاز پر سوار ہوئے تو حاجی چراغ دین صاحب نے لاہور واپسی کا قصد کیا۔ ان کا شمار قاضی صاحب کے بے پناہ عقیدت مندوں میں ہوتا تھا۔ ③

---

② سیرت سلمان از قاضی عبدالباقی (سفر نامہ حجاز کے آخر میں) ص: ۲۶۶

③ سیرت سلمان ص ۲۶۶

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بمبئی کی جامع مسجد کے لیے قالینوں کی فراہمی:

والیٔ کابل امیر حبیب اللہ خان ہندوستان میں آیا تو چند روز اس کا قیام بمبئی میں رہا۔ اس اثنا میں جمعے کا دن بھی آتا تھا اور طے شدہ پروگرام کے مطابق والیٔ کابل نے جمعے کی نماز بمبئی کی جامع مسجد میں پڑھنا تھی۔ مسجد کے ضروری انتظامات کے سلسلے میں پٹیالہ میں قاضی صاحب سے رابطہ قائم کیا گیا۔ وہ والیٔ پٹیالہ کے کہنے پر بمبئی آئے۔ جامع مسجد کی مجلس انتظامیہ اور دیگر سرکردہ حضرات سے گفتگو کی اور امیر افغانستان کی مسجد میں آمد و رفت اور کچھ دیر قیام کے دوران میں جس قسم کے نظم ونسق کا اہتمام کرنا ضروری تھا، اس پر غور کیا اور اسے آخری شکل دی۔ جامع مسجد میں شاہ کابل کے ساتھ اور بھی بہت سی اہم شخصیتوں کو آنا تھا۔ قاضی صاحب نے گورنمنٹ آف انڈیا کے سرکردہ افراد سے رابطہ قائم کیا اور معاملے کی اہمیت ان کے سامنے واضح کی اور پھر نہایت مختصر وقت میں حکومت کے خرچ پر خطیر رقم کے بہت سے خوب صورت قالین مسجد میں بچھوا دیے گئے۔ اس فوری اور بہترین انتظام سے بمبئی کے مسلمان حیرت زدہ رہ گئے۔ ④

قاضی صاحب کو اللہ نے بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا، وہ صرف مصنف اور عالم دین یا سرکاری اہل کار اور اونچے درجے کے منصب دار ہی نہ تھے، بہت بڑے منتظم بھی تھے اور فوراً معاملے کی تہ تک پہنچ جاتے تھے۔ پھر اسے مکمل کرنے کے لیے پوری منصوبہ بندی کرتے تھے۔

امیر حبیب اللہ خان سرہند میں:

۱۹۰۷ء میں والیِ کابل امیر حبیب اللہ خان ہندوستان آئے تھے۔ ان کے بیٹے امیر عبدالرحمٰن بھی باپ کے ساتھ تھے۔ وہ حضرت مجدد الف ثانی (شیخ احمد فاروقی

---

④ سیرت سلمان ص: ۲۶۶

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرہندی رحمۃ اللہ علیہ) کے مزار پر فاتحہ کے لیے سرہند بھی گئے تھے جو ریاست پٹیالہ میں واقع ہے۔ ہندوستان کی برطانوی حکومت نے مہاراجا پٹیالہ کو خاص طور سے ہدایت کی تھی کہ حدود ریاست میں امیر کابل کی حفاظت و نگرانی اور عزت و احترام میں کوئی کسر نہ چھوڑی جائے۔ چنانچہ ریاستی حکومت نے قاضی صاحب کو پہلے ہی پشاور بھیج دیا تھا۔مقصد یہ تھا کہ وہ پشاور سے لاہور تک امیر موصوف کے ساتھ رہیں تاکہ اس کی عادات و اطوار اور ضروریات و مشاغل کا علم ہو جائے اور اس کے ساتھی وزرا و امرا سے بھی معلومات حاصل کرلی جائیں، پھر اس کے ورودِ سرہند کے موقعے پر ان سب باتوں کا خیال رکھا جائے۔

اس اثنا میں امیر حبیب اللہ خان، قاضی صاحب سے بہت متاثر ہوے اور حکومت سے فرمائش کی کہ ان کے قیام ہندوستان کے دوران میں قاضی صاحب ان کے ساتھ رہیں، چنانچہ وہ کلکتے گئے تو قاضی صاحب ان کے ہم رکاب تھے۔

انہی دنوں ایک مرتبہ امیر حبیب اللہ خان نے قاضی صاحب کی غیر موجودگی میں ان کے بارے میں فرمایا: ''آں ملاے بزرگ است، لائقِ تکریم است'' یعنی یہ بہت بڑے عالم ہیں اور کامل تکریم کے مستحق ہیں۔

میر عبدالجلیل (سابق ڈائریکٹر جنرل ڈاکخانہ جات مغربی پاکستان و پنجاب) نے بتایا کہ جب امیر حبیب اللہ خان ہندوستان آئے اور قاضی صاحب سے ان کا رابطہ ہوا تو وہ ان کی گفتگو، علم وکمال اور نظم ونسق سے اس درجے متاثر ہوئے کہ انھوں نے مہاراجا پٹیالہ سے درخواست کی کہ وہ قاضی صاحب کو ان کے ساتھ افغانستان جانے کی اجازت دے دیں۔

اثر و رسوخ کے دائرے:

قاضی صاحب کے اثر ورسوخ کے دائرے بہت وسیع تھے،جن میں مسلمان بھی شامل تھے اور بڑے بڑے غیر مسلم بھی۔ حتیٰ کہ برطانوی ہند کے بعض اعلیٰ حکام بھی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے علم وفضل، گوناگوں صلاحیتوں، تدین ودیانت اور وجاہت وشخصیت سے متاثر تھے۔ ہندوستان کے تین وائسرائے ان سے متعارف اور ان کی حدود قابلیت سے آگاہ تھے۔ اس قسم کے دو واقعات ملاحظہ ہوں:

۱۹۱۶ء میں ہندوستان کا وائسرائے لارڈ چیمسفورڈ تھا جو ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۱ء تک اس ملک کا وائسرے رہا۔ وہ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں بٹھنڈے آیا تو ریاستی سرکار کی طرف سے قلعہ بٹھنڈا میں اس کے اعزاز میں خاص تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ مہاراجا بھوپندر سنگھ نے وہاں اس سے قاضی صاحب کا تعارف کرایا۔ وائسرائے نے پروٹوکول کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی نشست سے اٹھ کر اور کھڑے ہو کر قاضی صاحب سے مصافحہ کیا اور کرسی پیش کی۔ پھر مہاراجا سے مخاطب ہو کر کہا ''میں ان سے واقف ہوں۔''

اسی قسم کا دوسرا واقعہ قاضی عبدالباقی نے شیخ غلام صابر کی روایت سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں:

''ایک مرتبہ وائسرائے ہند لارڈ منٹو'' چائل'' گیا جو شملہ کے قریب ایک مقام تھا۔ اس موقعے پر ریاست کی طرف سے انتظامات قاضی صاحب کے سپرد کیے گئے تھے۔ لارڈ منٹو کی قاضی صاحب سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ اس سے کچھ عرصہ بعد وائسرائے لارڈ منٹو دورے پر پٹیالے آیا۔ قاضی صاحب اس وقت موجود نہیں تھے۔ پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ بیمار ہیں۔ شیخ غلام صابر کا بیان ہے کہ وائسرائے نے قاضی صاحب کی مزاج پرسی کے لیے اپنے اے ڈی سی کو بھیجا۔''

یہاں یہ یاد رہے کہ لارڈ منٹو ۱۹۰۵ء سے ۱۹۱۰ء تک ہندوستان کا وائسرائے رہا تھا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ غلام صابر صاحب کا تعارف یہ ہے کہ وہ ڈاکٹر بلیغ الرحمٰن کے والد تھے۔ ڈاکٹر صاحب جس زمانے میں گلاب دیوی ہسپتال(لاہور) کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ تھے، مولانا سید محمد داؤد غزنوی اس ہسپتال میں ان کے زیر علاج رہے تھے۔ مولانا کا یہ آخری دورِ حیات تھا۔ ڈاکٹر صاحب بھی ایک عرصہ ہوا وفات پا چکے ہیں۔ رحمة الله عليهم

سرٹیفکیٹ:

قاضی صاحب کے علم وفضل ،شرافت ونجابت اور انتظامی صلاحیتوں سے متاثر ہو کر بہت سی اہم شخصیتوں نے انھیں سرٹیفکیٹ دیے۔ سرٹیفکیٹ دینے والوں میں ایک بادشاہ، تین وائسرائے ہند، ایک وائسرائے کا سیکریٹری اور ایک انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب شامل ہیں۔

امیر حبیب اللہ خان والیٔ افغانستان کی طرف سے جو سرٹیفکیٹ دیا گیا وہ سنہری حروف میں لکھا گیا تھا اور قاضی صاحب کے بڑے پوتے قاضی عبدالباقی نے دیکھا اور پڑھا تھا۔

جن تین وائسراؤں نے قاضی صاحب کو سرٹیفکیٹ دیے، وہ تھے لارڈ کرزن، لارڈ منٹو اور لارڈ چیمسفورڈ۔ سرٹیفکیٹ دینے والے سیکریٹری کا نام ڈنلپ سمتھ تھا جو ہندوستان کے دو وائسراؤں ......لارڈ کرزن او لارڈ منٹو...... کا کئی سال پولیٹیکل سیکرٹری رہا تھا۔ لارڈ کرزن ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۵ء تک ہندوستان کا وائسرائے رہا۔

پنجاب پولیس کا انسپکٹر جنرل مسٹر ٹام کنسن تھا جس کا ذکر گزشتہ سطور میں ہو چکا ہے اور اس نے اپنے سرٹیفکیٹ میں قاضی صاحب کے لیے جو الفاظ تحریر کیے وہ بھی قارئین کرام کے مطالعے میں آ چکے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں کے سرٹیفکیٹ تھے۔ سرکاری اور غیر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرکاری لوگ ان چیزوں کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور دنیوی اعتبار سے واقعی یہ چیزیں قابل اہمیت ہوتی ہیں، لیکن قاضی صاحب انھیں کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے تھے اور نہ انھیں سنبھال کر رکھتے تھے، اس لیے وہ تمام سرٹیفکیٹ ضائع ہو گئے۔

وزیراعظم کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے:

قاضی صاحب نے ریاست پٹیالہ میں متعدد حیثیتوں سے کام کیا اور ہر حیثیت میں کامیاب رہے۔ ان کے عہد ملازمت میں کرنل عبدالمجید خاں ریاست کے وزیر خارجہ تھے جن کے قاضی صاحب سے عقیدت مندانہ مراسم تھے اور ہراہم معاملے میں وہ قاضی صاحب سے مشورہ کرتے تھے۔ وہ اس منصب سے سبک دوش ہوئے تو ریاست کا وزیراعظم راجا سرگوردت سنگھ کو بنایا گیا اور انھیں وزیر الدولہ اور دبیر الملک کے خطاب سے نوازا گیا۔ کرنل عبدالمجید خاں ان کے بہت بڑے حریف تھے اور وہ کرنل صاحب سے سخت پریشان رہتے تھے۔ اب کرنل صاحب ان کے راستے سے ہٹ چکے تھے۔ انھوں نے قاضی صاحب کو اپنا سیکرٹری جنرل بنانا چاہا۔ قاضی صاحب نے فرمایا وہ اس شرط پر یہ عہدہ قبول کریں گے کہ ان کے سامنے کرنل صاحب کے خلاف کبھی کوئی بات نہیں کی جائے گی۔ راجا سرگوردت سنگھ نے فوراً یہ شرط منظور کر لی اور قاضی صاحب نے جنرل سیکرٹری شپ کے عہدے کا چارج لے لیا اور قواعد کے مطابق کام شروع کر دیا۔ راجا سرگوردت سنگھ نے قاضی صاحب کے سامنے کبھی کرنل عبدالمجید خاں کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔

قاضی صاحب سیکرٹری جنرل تھے، لیکن نہ کبھی بلا ضرورت وزیراعظم سے ملے، نہ ان سے کبھی ادھر ادھر کی کوئی بات کی اور نہ ان کے گھر گئے۔ راجا گوردت سنگھ کا شمار ریاست کے چند بڑے لوگوں میں ہوتا تھا۔ اور وہ ۸۰ سال کی عمر کو پہنچ گئے تھے۔ قاضی صاحب کی وفات پر تعزیت کے لیے ان کے گھر گئے اور ان کے بیٹے قاضی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالعزیز اور دیگر متعلقین و اقارب سے اظہار افسوس کیا۔

ریاست کی طرف سے خلعت:

قاضی صاحب کو دوسرے تیسرے سال مہاراجا پٹیالہ کی طرف سے نہایت قیمتی خلعت عطا کیے جاتے تھے۔ یہ خلعت وہ انتہائی احترام کے ساتھ اپنے والد محترم قاضی احمد شاہ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے۔قاضی احمد شاہ نے دو حج کیے اور دونوں حج ان خلعت فاخرہ کو فروخت کر کے کیے۔

اپنے والدین سے قاضی صاحب کو انتہائی محبت تھی اور وہ ان کی بے حد خدمت کرتے تھے۔

اہل کاروں کے دل میں احترام:

ریاست کے ہندو اہل کار بھی قاضی صاحب کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ریاست کے اکاؤنٹنٹ جنرل کا نام لالہ چرنجی لال تھا۔شہر سے چار میل کے فاصلے پر ان کی کوٹھی تھی، جس میں وہ اقامت گزیں تھے۔گھوڑا گاڑی پر سوار ہو کر دفتر جاتے تھے۔اس زمانے میں یہ شریفانہ اور امیرانہ سواری تھی۔ ان کا معمول تھا کہ گھر سے چلتے اور قاضی صاحب کے دولت کدہ کے قریب گاڑی کھڑی کر دیتے۔ وہاں سے اپنے کوچبان کو قاضی صاحب کی خدمت میں بھیجتے۔ وہ قاضی صاحب کو لے کر آتا تو وہ قاضی صاحب کو اپنے برابر بٹھا کر روانہ ہوتے۔ پہلے قاضی صاحب کو سیشن کورٹ میں اتارتے اور احتراماً خود بھی گاڑی سے نیچے اترتے۔ پھر سلام کر کے اپنے دفتر کا عزم کرتے۔ جب تک قاضی صاحب کی پوسٹنگ پٹیالہ کی رہی لالہ چرنجی لال کا یہ معمول جاری رہا۔ ⑤

---

⑤ بروایت قاضی عبدالباقی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ریاست کا وزیر اعظم سرگوردت سنگھ قاضی صاحب کا بہت احترام کرتا تھا۔ وہ تمام اہم سرکاری معاملات میں ان سے مشورہ لیتا اور ان پر عمل کرتا تھا۔ وہ ریاست کا وزیر اعظم تھا، لیکن قاضی صاحب کی ہر بات اس کے نزدیک لائق التفات اور قابل عمل تھی۔ ⑥

ایک مرتبہ قاضی صاحب کے ایک ہندو دوست نے انھیں چھ سو روپے دیے کہ جہاں مناسب سمجھیں کسی اچھے کام پر خرچ کر دیں۔ چھ سو روپے اس زمانے میں بہت بڑی رقم تھی۔

سلطان ابن سعود سے ملاقات:

قاضی صاحب دوسری دفعہ حج کے لیے گئے تو اس موقعے پر سلطان عبدالعزیز ابن سعود سے ان کی ملاقات ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان ان کی گفتگو اور معلومات کی فراوانی سے بہت متاثر ہوئے۔ نجد کے موضوع پر سلسلۂ کلام شروع ہوا تو قاضی صاحب نے اس کے متعلق بہت سی ایسی باتوں کی نقاب کشائی فرمائی، جن کا سلطان کو علم نہ تھا۔ اب سلطان نے ان سے نجد کی تاریخ پر کتاب لکھنے کی فرمائش کی۔ اس موضوع کے مآخذ و مصادر سے متعلق انھوں نے قاضی صاحب کو عربی کی اہم کتابیں پیش کیں تاکہ وہ ہندوستان جا کر اس موضوع پر کام شروع کر دیں۔ قاضی صاحب کی وفات کے بعد یہ کتابیں قاضی صاحب کے سامان کے ساتھ پٹیالہ پہنچیں۔

اللہ نے ان کو غیر معمولی حافظے سے نوازا تھا اور ان کی یادداشتوں کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ ایک ماہرِ قانون کی حیثیت سے بھی انھوں نے بڑی شہرت پائی اور مصنف کی حیثیت سے بھی نہایت بلند مقام پر کھڑے ہو کر اپنی تصانیف میں اسلام کی وکالت کی، اسلام پر حملہ کرنے والوں کا مقابلہ کر کے اس کا بڑا دفاع کیا۔

فریق مخالف کے ہر ممکن اعتراض کو وہ پہلے ہی ذہن میں رکھ لیتے تھے، پھر

---

⑥ سیرت سلمان، ص: ۲۶۷

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا مدلل جواب دیتے تھے۔ قانونِ شہادت پر انھیں عبور حاصل تھا اور اپنے دعوے کے ثبوت میں بڑے وزنی دلائل پیش کرتے تھے، اس کا اندازہ ان کی تصانیف سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

ان کا ایک اہم موضوع تقابل ادیان تھا، وہ اسلام کے مقابلے میں دیگر مذاہب کے اصولوں کا بہ درجہ غایت عمدگی سے تجزیہ کرتے ہیں۔ اس کا ثبوت ان کی ہر کتاب میں موجود ہے۔

تاریخ پر انھیں عبور حاصل تھا۔ اگر ان کی زندگی وفا کرتی اور وہ نجد کی تاریخ لکھ پاتے تو ان کے گونا گوں کارناموں میں اس کتاب کو ان کا ایک بہت بڑا تاریخی کارنامہ قرار دیا جاتا۔ ان کی تصانیف کا انداز اور تحریر کا اسلوب ہمیں اس نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ وہ اپنی اس کتاب میں نجد کا جغرافیہ بیان کرتے، وہاں کے مختلف قبائل کی تعداد بتاتے اور ان قبائل کے مختلف ادوار کے سربراہوں کا ذکر کرتے اور ان کے افکار و رجحانات کی نشان دہی فرماتے، ان کی قبل از اسلام کی شعر و شاعری سے مطلع کرتے، حدیث کی کتابوں میں جو نجد کا ذکر آیا ہے، اپنے اسلوبِ خاص میں اس کی تشریح فرماتے۔ عام نجدیوں کی عادات و اطوار کی وضاحت کرتے، وہاں کے علما کی طویل فہرست ہمارے سامنے آتی۔ محمد بن عبدالوہاب کی تحریکی سرگرمیوں اور احکام اسلام کے فروغ سے ان کی مساعی کا خوب صورت منہج سے جائزہ لیا جاتا۔ مگر کاتبِ تقدیر نے انھیں وادیٔ مقدسہ ہی میں رحلت فرمانے کی سعادت بخشی اور واپس وطن آ کر انھیں کتاب لکھنے کا موقع نہ ملا۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے...... ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

قاضی صاحب اپنی ذات میں ایک مستقل ادارہ تھے۔ اللہ نے ان کو علم و تحقیق کی بے پناہ دوست سے نوازا تھا۔ اس کے ساتھ عمل و حلم کا بہت بڑا خزانہ بھی بارگاہِ الٰہی سے انھیں ودیعت فرمایا گیا تھا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی صاحب ایک یگانۂ روزگار ہستی تھے۔ اس قسم کے عالی فکر اور بلند مرتبت لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ بڑے انسانوں کے عالم وجود میں آنے کا بھی ایک وقت ہوتا ہے۔ معلوم نہیں اب وہ وقت کب آئے گا، جب قاضی صاحب ایسے عظیم افراد اس عالم آب وگل میں اپنا جلوہ دکھائیں گے اور ان کے علم وفضل سے قلوب واذہان کی بنجر زمین سیراب ہوگی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دسواں باب:

عظیم شخصیت اور مؤثر تریں باتیں

طریق وعظ و تبلیغ:

قاضی صاحب کا طریق وعظ و تبلیغ نہایت موثر تھا۔میٹھی اور پیاری زبان، لہجہ بے حد نرم، سخت اور کڑوی بات وہ منھ سے نکالنا جانتے ہی نہ تھے۔ جو شخص ان کی گفتگو سنتا، گرویدہ ہوجاتا اور اس کی تمنا ہوتی کہ وہ دوبارہ کچھ ارشاد فرمائیں۔

ہر شخص سے اس کی عقل وفہم کے مطابق مخاطب ہوتے۔ چھوٹے بڑے، پڑھے لکھے اور ان پڑھ برابر ان سے استفادہ کرتے تھے۔ ان کے اسلوبِ تفہیم کا ایک دلچسپ واقعہ صوفی نذیر حسین مرحوم نے سنایا جو درحقیقت امرتسر کے رہنے والے تھے اورقیام پاکستان کے بعد گوجراں والا میں اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ ۲۷/فروری ۱۹۵۴ء کوفوت ہوئے۔

انھوں نے بتایا کہ تقسیم ملک سے بہت پہلے وہ بٹھنڈا ریلوے سٹیشن میں ملازم تھے ...... قلندرانہ لباس اوروہی وضع قطع۔ بڑی بڑی مونچھیں اور غیر مرتب سی الجھی ہوئی داڑھی۔ سر پر لمبے بال اور رپنڈلیوں سے نیچے تک سبز رنگ کا چغہ۔ دائیں کلائی میں چھ سات لوہے کے کڑے اور ہاتھ میں آہنی ڈنڈا، جسے ہتھیلی میں تھام کر ہاتھ کے جھٹکے سے کڑوں پر مارتے تو چھن چھن کی آواز گونجنے لگتی۔

صوفی نذیر حسین کہتے ہیں، ایک دن میں اسی شکل و ہیئت میں بٹھنڈا ریلوے سٹیشن کے ایک پلیٹ فارم پر گھوم رہا تھا کہ اچانک ایک طویل قامت بزرگ پر نظر پڑی جو پٹیالہ شاہی عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ خوب صورت داڑھی اور کٹی ہوئی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موچھیں، چوڑی دار پاجامہ اور شیروانی زیب تن ۔ گورا رنگ اور نورانی چہرہ۔ نہایت معزز اور وجیہ آدمی۔ ساتھ ایک ملازم جس کے ہاتھ میں کپڑے کا مصلّٰی اور پیتل کا لوٹا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ریلوے سٹیشن کے جو بڑے چھوٹے لوگ ادھر سے گزرتے ہیں، ان بزرگ کو نہایت ادب سے سلام کرتے ہیں اور وہ مسکراتے ہوئے سب کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ مجھے اس بزرگ کی مومنانہ شکل، معصومانہ صورت اور غیر معمولی روحانیت نے اپنی طرف کھینچا اور میں نے آگے بڑھ کر ان کو جھک کر سلام کیا۔ انھوں نے مشفقانہ لہجے میں سلام کا جواب دیا تو میں نے نہایت ادب سے عرض کیا:

''آپ کہاں رہتے ہیں؟''

فرمایا:'' یہیں بٹھنڈے میں رہتا ہوں۔''

'' یہاں جناب کا کیا شغل ہے؟''

''ریلوے سٹیشن سے قریب کی مسجد میں ہر روز نماز مغرب کے بعد قرآن مجید کا درس دیتا ہوں۔''

''اب کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟''

''پٹیالے جا رہا ہوں۔''

'' واپس کب تشریف لائیں گے؟''

'' ان شاء اللہ پرسوں آجاؤں گا اور معمول کے مطابق نماز مغرب کے بعد درس قرآن دوں گا۔''

پھر بہ درجہ غایت شفقت سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا

'' آپ بھی کسی دن درس میں آیئے۔''

صوفی نذیر حسین صاحب بتاتے ہیں کہ میں تیسرے دن اپنی مخصوص وضع قطع اور ہیئت کذائی میں ان کے درس قرآن میں گیا۔ دیکھا کہ میرے بہت سے افسر اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھی وہاں موجود ہیں اور انتہائی انہماک سے درس سن رہے ہیں...... میں سب سے پیچھے جوتیوں میں جا کر بیٹھ گیا۔ بزرگ نے دوران درس میں مجھے دیکھا تو فرمایا:

''یہاں آجایئے۔''

میں جھجکتا ہوا اٹھا اور حسبِ حکم ان کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ میری نظریں جھکی ہوئی تھیں اور اپنی اس ہیئت پر شرم محسوس کر رہا تھا۔ میرے اکثر رفقائے کار مجھے ایک خاص انداز سے دیکھ رہے تھے...... درس کے بعد باہر نکلے تو پتا چلا کہ یہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری ہیں جو بہت بڑے عالم اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ریاست پٹیالہ کے سیشن جج ہیں اور ریاست کی تمام منڈیوں کے منتظم ہیں اور اس حیثیت سے ''ناظم منڈیات'' ان کا عہدہ ہے اور بٹھنڈے میں ان کا دفتر ہے اور یہیں بطور سیشن جج عدالتی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔

اس کے بعد میں نے پہلا کام یہ کیا کہ مونچھوں اور داڑھی کو سنت کے مطابق کیا، سر کے بال کٹوائے، کڑے اتار پھینکے اور ڈنڈا غائب کر دیا۔ چغہ اتار دیا اور لباس بدل لیا۔ دوسرے دن درس میں گیا تو حلیہ بالکل بدلا ہوا تھا۔ قاضی صاحب نے مجھے غور سے دیکھا، اپنے قریب بٹھایا اور مسکراتے ہوئے فرمایا:

''وہ چغہ، کڑے، ڈنڈا اور سر کے بال کدھر گئے؟''

عرض کیا: ''اب وہ سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔''

فرمایا: ''رہنے دیتے، اتنی جلدی کیا تھی۔ وہ سب چیزیں آپ کی شخصیت کا جز بن گئی تھیں۔''

غور فرمایئے! پرانے بزرگوں اور عالموں کا طریقِ کلام اور نہجِ تفہیم کس درجے میٹھا اور پیارا تھا۔ نہ زبان سے ان کے لباس کو غیر شرعی کہا، نہ ان کی وضع قطع کو سنت کے خلاف قرار دیا، نہ ان کی ہیئت کذائی پر تنقید کی۔ بس ایک ہی دفعہ درس قرآن میں شامل ہونے سے ان کی زندگی کا اسلوب بدل گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہر بات دل میں اترتی اور فکر و ذہن کی گہرائیوں میں اثر و رسوخ کے نقوش مرتسم کرتی جاتی تھی۔

صوفی نذیر حسین کشمیری برادری سے تعلق رکھتے تھے اور کشمیریوں کی اس ''گوت'' کے فرد تھے جو ''صوفی'' کہلاتے ہیں۔ کئی سال مرکزی جمعیت اہل حدیث کے نائب صدر رہے، جب کہ مولانا سید محمد داؤد غزنوی اس کے صدر تھے۔

کرشن جی کی جنم اشٹمی کے موقعے پر تقریر:

واقعاتِ عالم، تاریخِ مذاہب اور تقابلِ ادیان پر قاضی صاحب عمیق نگاہ رکھتے تھے اور اس باب میں ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ یہودیت اور عیسائیت وغیرہ مذاہب کے تو وہ ماہر تھے ہی، جس کا پتا رحمۃ للعالمین اور ان کی دوسری تصانیف سے چلتا ہے۔ ہندو مذہب کے متعلق بھی انھیں بڑی معلومات حاصل تھیں۔ ایک مرتبہ پٹیالہ میں کرشن جی مہاراج کی جنم اشٹمی پر ہندوؤں نے جلسہ کیا، جس میں ریاست پٹیالہ کے ہندو مقرر اور پنڈت بھی شامل تھے اور مختلف علاقوں اور شہروں سے بھی بعض ہندو اپدیشکوں اور پرچارکوں کو بلایا گیا تھا۔ جلسے کے اصحابِ انتظام نے قاضی صاحب کو بھی شرکت و تقریر کی دعوت دی۔ قاضی صاحب نے اس جلسے میں جو تقریر کی ہندو اس سے بہت متاثر ہوئے۔ وہ حیران تھے کہ اس موضوع سے متعلق اتنی معلومات انھیں کہاں سے حاصل ہوئیں۔ وہ تقریر اس دور کے ہندوؤں کے کئی رسائل و جرائد میں شائع ہوئی اور اس کی وساطت سے اس موضوع کی بہت سی نئی باتیں لوگوں کے علم میں آئیں۔ بہت سے تعلیم یافتہ ہندو پوچھتے تھے کہ قاضی صاحب نے یہ نادر معلومات کہاں سے حاصل کیں۔ ①

ہندو مذہب کے علاوہ قاضی صاحب سکھ مذہب اور اس کی تاریخ سے بھی خوب آگاہ تھے۔

---

① مضمون قاضی عبدالباقی بعنوان سیرت سلمان، ص: ۲۶۷

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعجب ہے ہم یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں تو کچھ نہ کچھ معلومات رکھتے ہیں، مگر موجودہ دور میں ہندوؤں اور سکھوں کے بارے میں ہماری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں، حالانکہ وہ اسی خطہ ارض کے رہنے والے ہیں اور ہمارے ساتھ ان کے قریبی مراسم رہے ہیں اور اب وہ ہمارے قریبی ہمسائے ہیں۔ ہم ان کے متعلق ادھر ادھر کی چند سیاسی نوعیت کی باتیں تو کرتے ہیں، لیکن ان کے بانیانِ مذہب، ان کے اکابر، ان کی بنیادی تعلیمات، ان کے مختلف فرقوں اور ان کے طریقِ عبادات وغیرہ سے متعلق بے خبر ہیں۔

بے شک قاضی صاحب کی نظر بہت وسیع تھی اور ان کا طرزِ بیان اور نہج کلام عام مقرروں سے الگ تھا۔ اللہ نے ان کو ذہانت کی دولت سے بھی خوب نوازا تھا۔ اب ان اوصاف کے لوگ کہاں پیدا ہوں گے۔ وہ دور گزر گیا۔ وہ قدریں ختم ہو گئیں اور اس مرتبے کے لوگوں کا اب عالمِ وجود میں آنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ وہ سانچے ٹوٹ گئے جن میں یہ لوگ ڈھلے تھے۔

انگریزی ادبا و مصنفین کے حالات کا مطالعہ:

قاضی صاحب عربی، فارسی اور اردو کے تو ممتاز عالم تھے ہی، انگریزی زبان اگرچہ انھوں نے باقاعدہ سکول یا کالج میں نہیں پڑھی تھی، تاہم وہ انگریزی کے مشہور ادبا و مصنفین کے حالات سے بھی باخبر تھے اور بعض اہم مسائل میں وہ لوگ جس نقطۂ نظر کے حامل ہیں، اس کے متعلق ان کا مطالعہ بہت گہرا تھا۔ اس ضمن میں قاضی عبدالباقی کا بیان ہے کہ وہ (یعنی عبدالباقی) ایف اے کے طالب علم تھے اور ان کا ایک مضمون اکنامکس [2] تھا۔ اس میں رسکن، کارلائل، سر جان سٹوارٹ مل اور شیکسپیئر کا ذکر بھی آتا ہے۔ انھوں نے اس موضوع کی بعض باتیں قاضی صاحب سے بیان کیں تو قاضی صاحب نے ان مصنفین کے حالات اور ان کے افکار و نظریات

---

[2] قاضی عبدالباقی کے زمانہ طالب علمی میں اسے پولیٹیکل اکنامکس کہا جاتا تھا۔ اب یہ دو مضمون ہو گئے ہیں۔ ایک پولیٹیکل سائنس اور دوسرا اکنامکس۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر تقریر شروع کر دی اور ایسی ایسی باتیں بیان کیں جن کا انھیں بالکل علم نہ تھا۔ وہ کہتے ہیں، میں حیران ہوا کہ انگریزی زبان کے اصحابِ علم کے بارے میں انھیں وہ معلومات حاصل ہیں، جن سے انگریزی کے اکثر مصنف اور ادیب بھی آگاہ نہیں۔ ③

اللہ نے ان کو غیر معمولی صلاحیتوں اور صاف ستھرے ذہن اور پاکیزہ فکر سے نوازا تھا۔ ان کے مطالعے کے دائرے دور تک پھیلے ہوئے تھے اور ان کی زبان و اسلوب میں بے حد نفاست اور اچھوتا پن تھا۔

ان کا مطالعہ ہر مقام میں ہمیشہ ان کا قابلِ اعتماد رفیق رہا اور ان کی معلومات کے قافلے تحقیق کے ہر موڑ پر ان کے قدم سے قدم ملا کر چلتے رہے۔ انھیں مختلف اوقات میں غور و فکر اور تحقیق و تفحص کی بے شمار راہوں کے بہت سے نشیب و فراز سے گزرنا پڑا، ہر موقعے پر ان کی قوتِ فہم ان کی ہم رکاب رہی اور عذوبتِ بیانٔ اور نفاستِ کلام نے ہر لمحے ان کی رفاقت اختیار کیے رکھی۔

میاں بیوی کا قبول اسلام:

ان کے بہت سے واقعات میں سے یہ واقعہ بھی قابل بیان ہے جو مولوی عبدالرشید مرحوم (چک نمبر ۳۶ گ ب ضلع فیصل آباد) کی روایت سے ہم تک پہنچا کہ ایک مرتبہ کسی موضوع پر ایک ہندو (آریہ) نے قاضی صاحب سے چند افراد کی موجودگی میں مباحثہ کیا۔ مجلسِ مباحثہ میں اس کی ہندو بیوی بھی موجود تھی جو اپنے مذہب کے متعلق بہت سی معلومات رکھتی تھی۔ مباحثے میں قاضی صاحب نے جس انداز سے اسلام کی حقانیت پیش کی اور جس اسلوب میں اس کی صداقت کا اعلان کیا، اس سے میاں بیوی بدرجہ غایت متاثر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ قبول اسلام کے بعد انھوں نے قاضی صاحب کی دعوت کی اور کھانے پر بلایا۔

---

③ سیرت سلمان، ص: ۲۶۷

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا حنیف ندوی کو نصیحت:

مولانا محمد حنیف ندوی ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۰ء تک (پانچ سال) دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) میں تعلیم حاصل کرتے رہے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ اس اثنا میں ندوے کا ایک جلسہ لکھنؤ میں ہوا، اس جلسے میں پنجاب سے قاضی صاحب اور مولانا ظفرعلی خاں بھی تشریف لے گئے تھے۔

جلسے میں طلبا کی تقریروں کا پروگرام بھی رکھا گیا تھا۔ مولانا ندوی کو عربی میں تقریر کرنا تھی۔ انھوں نے تقریر ختم کی تو سید سلیمان ندوی نے قاضی صاحب سے ان کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا یہ آپ کے ہم مسلک ہیں اور مولانا ظفرعلی خان سے کہا: یہ آپ کے ہم ضلع ہیں، یعنی گوجراں والا سے تعلق رکھتے ہیں۔ مولانا ندوی کے بقول علمائے کرام اور قاضی صاحب ان کی عربی تقریر سے بہت خوش ہوئے۔ مولانا نے سر پر ٹوپی لے رکھی تھی۔ قاضی صاحب نے مولانا سے کہا: میاں علما کا لباس عمامہ ہے۔ عمامہ باندھا کریں۔

ایک منکرِ حدیث سے ناصحانہ طرزِ کلام:

قاضی صاحب کسی کو ہدفِ تنقید ٹھہرانے اور منفی طریق کلام اختیار کرنے کے بجائے اپنے موقف کو بہ صورت اثبات واضح اور مبنی برحق ثابت کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ تقریر میں بھی یہی انداز تھا، عام گفتگو میں بھی یہی طریقہ اپناتے تھے اور تحریر میں بھی یہی سلسلہ چلتا تھا۔ فقہا و محدثین اور علما و زعما کا بے حد احترام سے نام لیتے اور انتہائی تکریم سے ان کا تذکرہ کرتے۔ کوئی شخص محدثین وفقہا کے بارے میں سوءِ ادب کا مظاہرہ کرتا تو اسے پیار سے سمجھانے کی سعی فرماتے۔

مولانا محمد حنیف ندوی نے بتایا کہ ایک مرتبہ امرتسر میں جماعت اہل حدیث کے ایک جلسے میں قاضی صاحب مدعو تھے۔ جس مکان میں انھیں ٹھہرایا گیا تھا، وہ سطح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمین سے کافی اونچا تھا اور اس میں داخل ہونے کے لیے تین چار سیڑھیاں چڑھنا پڑتی تھیں۔ سیڑھیوں کے نیچے گندے پانی کا نالا تھا جس میں گلی کے مکانوں کا پانی گرتا تھا اور وہ نالا کئی گلیوں کا پانی لیے ہوئے تیزی سے بہتا تھا۔ سردیوں کا موسم تھا۔ امرتسر میں ایک شخص (خواجہ احمد دین) ''اہل قرآن'' کی حیثیت سے معروف تھے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ منکرِ حدیث تھے اور اس موضوع پر بحث و تکرار میں بڑے تیز تھے۔ کتابوں اور کاغذوں کا بستہ اٹھائے عشا کے قریب وہ قاضی صاحب کے پاس آ گئے اور حدیث کے موضوع پر باتیں کرنے لگے۔ محدثین اور اصحاب حدیث کا ناگوار الفاظ میں نام لیا اور حدیث رسول (ﷺ) کی مخالفت شروع کردی۔ کئی آدمی اس مجلس میں موجود تھے، سب نے ان کے اس انداز گفتگو کو ناپسند کیا۔ قاضی صاحب نے ان سے بار بار ناصحانہ اسلوب میں کہا کہ بھائی محدثین نے بہت خدمات انجام دی ہیں اور وہ ہمارے محسن تھے، جنھوں نے احادیث کی جمع و تدوین کے سلسلے میں اتنی تگ و تاز کی اور اس موضوع پر بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں، ان کا نام احترام سے لینا چاہیے اور ان کے بارے میں زبان سے کوئی لفظ نکالتے وقت ان کے مقام و مرتبے کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ لیکن انھوں نے قاضی صاحب کی بات پر کان نہیں دھرا اور وہی طرز کلام اختیار کیے رکھا، جس کے وہ عادی تھے۔ کچھ دیر کے بعد وہ اٹھے، ابھی دروازے سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ بستے سمیت دھڑام سے گندے نالے میں جا گرے۔ قاضی صاحب اور جو لوگ وہاں موجود تھے، جلدی سے باہر نکلے اور ان کو نالے سے نکالا۔ وہ غلیظ پانی سے بری طرح لت پت ہو گئے تھے اور ان کے کپڑے غلاظت سے بھر گئے تھے۔ کاغذات کا جو پلندہ وہ اٹھائے ہوئے تھے، وہ بھیگ گیا تھا اور وہ سردی سے ٹھٹھر رہے تھے۔ قاضی صاحب نے فوراً پانی گرم کرایا، انھیں نہلایا اور پہننے کے لیے اپنے دھلے ہوئے کپڑے انھیں عطا کیے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے قاضی صاحب کے اخلاق کی ایک جھلک اور اپنے نقطہ نظر سے شدید اختلاف رکھنے والوں کے بارے میں ان کے طرزِ عمل کی ایک چھوٹی سی مثال۔!

انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں شرکت:

انجمن حمایت اسلام، (لاہور) سے قاضی صاحب کو خاص تعلق تھا۔ کسی زمانے میں باقاعدہ اس کے سالانہ جلسے منعقد ہوتے تھے۔ ان جلسوں میں قاضی صاحب کو دعوت شرکت دی جاتی تھی، وہ تشریف لاتے اور خطاب فرماتے تھے۔ ایک جلسے میں انھوں نے ''محامد اسلام'' کے موضوع پر چھ گھنٹے تقریر کی۔ قاضی عبد الباقی کا بیان ہے کہ میاں سر محمد شفیع بیرسٹر اس جلسے کے صدر تھے۔ تقریر شروع ہوئی تو انھوں نے اعلان کیا کہ وہ قاضی صاحب کی تقریر کے ہر گھنٹے کے عوض انجمن کو تین ہزار روپے بہ طور چندہ دیں گے۔ قاضی صاحب تقریر کرتے رہے اور حاضرین کامل انہماک اور توجہ سے سنتے رہے۔ فصیح و بلیغ اور معلومات سے پُر تقریر تھی۔ ہندوستان کی تاریخ خطابت میں اس تقریر کو اس اعتبار سے خاص اہمیت حاصل تھی کہ یہ خالص اسلامی موضوع پر مشتمل تھی، کسی ملکی یا غیر ملکی سیاسی مسئلے کی اس میں قطعاً کوئی ملاوٹ نہ تھی، نہ اس میں کوئی لطیفہ بیان کیا گیا تھا، نہ کوئی کہانی اور قصہ سنایا گیا تھا اور نہ اثنائے تقریر میں کوئی شعر پڑھا گیا تھا۔ اس تقریر کے بدلے میں انجمن کو اٹھارہ ہزار روپے صرف ایک شخص میاں سر محمد شفیع بیرسٹر کی طرف سے وصول ہوئے۔ یہ بھی تاریخ خطابت میں واحد مثال ہے کہ تقریر کے منتظم ادارے کو کسی مقرر کی تقریر کے ہر گھنٹے کے عوض صدر جلسہ نے تین ہزار روپے دیے اور چھ گھنٹے کی تقریر کے اٹھارہ ہزار روپے عنایت کیے گئے۔

زبان و بیان کی اثر انگیزی:

قاضی صاحب کی زبان و بیان میں اللہ نے بے پناہ اثر رکھا تھا۔ اس سلسلے کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند واقعات بہ درجہ غایت حیرت انگیز ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے!

۱۔ جس زمانے میں قاضی صاحب بٹھنڈے میں سیشن جج تھے، وہاں ہوشیار پور کے ایک گیانی قیام پذیر تھے۔ قاضی صاحب کے گیانی جی سے مراسم قائم ہو گئے تھے۔ ایک دن انھوں نے گیانی جی سے سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ گیانی جی فوراً مان گئے اور کہا کہ گرنتھ صاحب احتیاط یعنی ادب کے ساتھ سنا جائے۔ قاضی صاحب نے فرمایا ایسا ہی ہو گا۔ پڑھانے کے لیے وقت مقرر کر لیا گیا۔ وقت مقررہ پر وہ روزانہ آتے اور قاضی صاحب کو گرنتھ صاحب پڑھاتے۔ دونوں مل کر گرنتھ صاحب کے ان مقامات پر خصوصیت سے غور کرتے، جہاں مسئلہ توحید بیان کیا گیا ہے، پھر اس کا مقابلہ قرآن مجید کے ان مقامات سے کرتے جہاں توحید کے متعلق احکام زیر بحث آئے ہیں۔اس تقابل کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس دن قاضی صاحب نے گرنتھ صاحب کا مطالعہ ختم کیا، اسی دن گیانی جی مسلمان ہو گئے۔

۲۔ جو اربابِ نشاط اور مغنی پٹیالہ دربار سے وابستہ تھے اور مہاراجا جن کے فن اور گانوں سے لطف اندوز ہوتا تھا، ان میں ایک خاتون بھی شامل تھی جو اس گروہ کی مشہور فن کارہ اور مغنیہ تھی۔ ایک وقت آیا کہ قاضی صاحب کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اس خاتون نے یہ کاروبار ترک کر دیا اور سچی پکی توبہ کر لی۔ اس کے بعد اسے ''مائی صاحبہ'' کے خطاب سے پکارا جانے لگا۔ وہ باقاعدہ ہر روز مسجد میں آتی اور جاروب کشی کرتی۔ اس نے سماجی اور مذہبی خدمت کو اپنا معمول قرار دے لیا تھا۔ کافی مدت سے اس کے سر میں رسولی تھی۔ تائب ہونے کے بعد اللہ نے اس مرض سے اس کو مکمل شفا عطا فرما دی۔ قاضی عبد الباقی کے بقول اس خاتون کی اولاد پاکستان میں عزت و آسودگی سے زندگی بسر کر رہی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اسی مائی صاحبہ کے بارے میں یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ تائب ہونے کے بعد وہ ایک مرتبہ قاضی صاحب کے فرزند گرامی قاضی عبدالعزیز صاحب کے پاس آئی اور ایک خاتون کے متعلق سوال کیا کہ وہ حج کرنا چاہتی ہے، لیکن اس کی رقم مشتبہ ہے، کیا وہ اس رقم سے حج کرسکتی ہے؟

جواب دیا: نہیں کرسکتی۔لیکن قاضی عبدالعزیز کو جب پتا چلا کہ وہ حج کے لیے بہت زیادہ بے تاب ہے اور اس رقم کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور رقم نہیں ہے تو اپنے والد مکرم قاضی محمد سلیمان صاحب سے بذریعہ تحریر کوئی ایسا وظیفہ پوچھا، جس کے پڑھنے سے اس کو حج کی سعادت حاصل ہوجائے۔

قاضی صاحب نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اوّل و آخر تین تین دفعہ درود شریف اور پھر ستر دفعہ یہ دعا پڑھا کرے:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ اَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ جو چیزیں تو نے حرام قرار دے دی ہیں، ان کے بجائے میرے لیے وہ چیزیں مہیا فرما دے جو تو نے حلال ٹھہرا دی ہیں اور مجھے اپنے فضل کے سوا سب چیزوں سے بے نیاز کردے ...... یہ دعا حدیث شریف میں مذکور ہے۔

اس واقعہ پر تین ہفتے گزرے ہوں گے کہ ایک شخص قاضی عبدالعزیز کے گھر آیا اور بتایا کہ اس عورت سے ایک شخص نے نکاح کرلیا ہے اور اسے آٹھ سو روپے بطور مہر ادا کیے ہیں ...... چند روز کے بعد وہ خوش بخت خاتون حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوگئی۔

اس واقعہ کے راوی قاضی حبیب الرحمٰن منصور پوری ہیں۔

۴۔ قاضی عبدالباقی نے بتایا کہ ایک صاحب کا نام ظہور الدین احمد تھا، وہ ریلوے انجینئر تھے اور جہلم کے رہنے والے تھے۔ جس زمانے میں روپڑ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریلوے لائن بچھائی جا رہی تھی ، اس کے سلسلے میں کچھ عرصہ وہ پٹیالہ میں مقیم رہے تھے۔ بالکل انگریز ٹائپ ، ناؤ نوش کے دلدادہ، اسلام سے عملی اعتبار سے قطعاً بے تعلق...... پٹیالہ میں قاضی صاحب کے عقیدت مندوں میں ایک نیک اطوار بزرگ شیخ فضل الرحمٰن الیکٹرک انجینئر تھے، وہ انھیں ایک دفعہ قاضی صاحب کی خدمت میں لے گئے اور بعض امور پر تبادلہ خیالات ہوا۔ لوگوں نے دیکھا کہ چند روز کے بعد ان کی کایا پلٹ چکی تھی، پہلی تمام عادتیں ختم ہو گئی تھیں اور نماز روزے کے پابند ہو گئے تھے۔ قاضی صاحب نے ۱۹۳۰ء میں دوسرے حج کی تیاری کی تو ظہور الدین احمد صاحب کو بھی کسی نے اطلاع دے دی۔ اس وقت وہ ۷۵ برس کو پہنچ چکے تھے۔قاضی صاحب سے ملاقات کے لیے جہلم سے پٹیالہ گئے اور ان سے دعا کی درخواست کی...... ان دنوں وہ صوفے پر بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے، کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تھے۔

۵۔ ایک غلط کردار عورت قاضی صاحب کی علمی اور دینی شہرت سن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ قاضی صاحب سے بعض باتیں پوچھیں، انھوں نے نگاہیں نیچی کر کے اسے جواب دیا اور چند نصیحتیں کیں۔ اس نے اسی وقت اپنے سابقہ کردار سے توبہ کر لی اور نماز روزے کی پابند ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ نے قاضی صاحبؒ کو بڑی موثر زبان سے نوازا تھا۔ بڑے بڑے ماڈرن اور دین سے نا آشنا لوگ ان کے پاس آتے اور دو تین ہی ملاقاتوں میں ان کی حالت بدل جاتی اور اسلامی احکام کے پابند ہو جاتے۔

جِنّ چلا گیا:

قاضی صاحب کا ادب نہ صرف انسان، بلکہ جنات بھی کرتے تھے۔ ایک شخص کی بیوی آسیب زدہ تھی۔ شوہر نے متعدد حکیموں اور عاملوں سے رجوع کیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر وہ قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کر کے تعویذ طلب کیا۔ قاضی صاحب نے فرمایا: میں تعویذ تو نہیں دیا کرتا، البتہ آپ جن سے میرا سلام کہیں اور یہ پیغام دیں کہ اللہ کے بندے، کسی غریب کو ستانا اچھی بات نہیں۔ شاید وہ مان جائے۔ وہ صاحب یہ سن کر چلے گئے۔ گھر پہنچے تو دیکھا کہ جن آیا ہوا ہے اور بیوی کا برا حال ہے۔ وہ اسی وقت اس سے مخاطب ہوا اور کہا: قاضی محمد سلیمان صاحب نے تمھیں سلام کہا ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ اللہ کے بندے کسی غریب کو ستانا اچھی بات نہیں۔ اتنی بات سنتے ہی عورت کی چیخ نکل گئی اور پھر وہ جن کہنے لگا: تم قاضی صاحب کا پیغام نہ لاتے تو میں کبھی اس کا پیچھا نہ چھوڑتا، مجھے ان کے پیغام کی شرم ہے۔ میں اب رخصت ہوتا ہوں، چنانچہ وہ عورت تندرست ہوگئی اور پھر اسے کبھی آسیب کی شکایت نہ ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کے عبادت گزاروں اور پارسا بندوں کے مراتب بہت بلند ہیں۔ ان کی زندگی کے لیل و نہار چوں کہ کتاب و سنت کی اطاعت اور دین حق کی تبلیغ و اشاعت میں گزرتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر وقت ان کے شامل حال رہتی ہے۔ ان کی نیت خلوص کی آماج گاہ بن جاتی ہے، ان کا دل حسنات کا مرکز قرار پا جاتا ہے، ان کا ذہن صالحیت کے منبع کی شکل اختیار کر لیتا ہے، ان کی سوچ بچار کے پیمانے بالکل بدل جاتے ہیں۔ اللہ کی یاد ان کا ہر آن کا معمول بن جاتی ہے اور ذکر الٰہی ان کا وظیفۂ حیات بن جاتا ہے۔ پھر وہ جو کچھ مانگتا ہے، اللہ اپنے بھرپور خزانے سے اسے عطا فرما دیتا ہے۔

برائی کے آثار و اثرات سے اس کا دامن پاک ہوجاتا ہے اور تقویٰ اس کے دل میں جاگزیں ہوجاتا ہے۔ یہی مطلب ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گرامی کا جو آپ نے دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ التقویٰ ھھنا۔ التقویٰ ھھنا۔

قاضی صاحب کے حالات وکوائف کے مطالعہ سے مترشح ہوتا ہے کہ ان کے افکار و رجحانات خالصتاً اطاعتِ خداوندی کے تابع تھے اور ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا، جنھیں قرآن نے مخلصین له الدین فرمایا ہے۔

❀......❀......❀......❀

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیارھواں باب:

درسِ قرآن کا التزام

محلے کی مسجد میں درسِ قرآن:

قاضی عبد الباقی کی روایت ہے کہ قاضی صاحب جب پٹیالہ میں قیام فرما ہوتے تو اپنے محلے کی مسجد میں روزانہ درسِ قرآن دیتے تھے۔ بہت سے لوگ درس میں شریک ہوتے اور نہایت انہماک سے درس سنتے۔ سامعین میں ایک بزرگ چودھری غلام محمد خاں تھے جو راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور اس نواح کے خاصے جاگیردار اور صاحبِ جائداد تھے۔ وہ اپنے بھائیوں اور عزیزوں کو بھی ساتھ لاتے تھے۔ مسلکاً اہل حدیث تھے۔ مشہور صحافی اے، ٹی چودھری کے جو کئی سال ''پاکستان ٹائمز'' کے ایڈیٹر رہے، دادا تھے .... اے، ٹی چودھری کے والد گرامی کا نام چودھری عبد الحمید خاں تھا۔

پٹیالہ کے راجپوتوں کا یہ پڑھا لکھا خاندان تھا۔ مسلکی اعتبار سے جیسا کہ ابھی بتایا گیا یہ لوگ اہلِ حدیث تھے اور ان کا شمار قاضی صاحب کے معتقدین میں ہوتا تھا۔ سرکار دربار میں بھی انھیں احترام کا مقام حاصل تھا۔ باشندگانِ پٹیالہ میں یہ لوگ خاص اثر و رسوخ کے مالک تھے۔

قاضی عبد الباقی بتاتے ہیں کہ قاضی صاحب کے درس قرآن میں کوئی شخص ان سے کوئی سوال نہ پوچھتا تھا، سب خاموش بیٹھے سنتے رہتے تھے۔ البتہ چودھری غلام محمد خاں دوران درس کوئی نہ کوئی بات شروع کر دیتے تھے اور بعض دفعہ ان کی بات کافی دیر جاری رہتی تھی۔ سامعین اس سے بسا اوقات پریشان ہو جاتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ درس کا تسلسل قائم رہے، مگر چودھری صاحب تسلسل توڑ دیتے تھے...... قاضی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب نے ان کو دوران درس سوال کرنے اور کچھ پوچھنے سے کبھی نہیں روکا اور یہ نہیں فرمایا کہ میں بات مکمل کرلوں تو آپ بعد میں سوال پوچھیں۔ وہ اثنائے درس میں خندہ پیشانی سے ان کی بات سنتے اور تحمل سے ان کے سوال کا جواب دیتے۔

اگر قاضی صاحب سے یہ کہا جاتا کہ آپ انھیں سوال پوچھنے اور دخل انداز ہونے سے روکیں تو فرماتے انھیں سوال پوچھنے دیجیے۔ اگر میں روکوں گا تو ممکن ہے برا مانیں اور درس میں شرکت کرنا بند کردیں۔ مجھے ان کی بھلائی مقصود ہے، اپنی بڑائی مقصود نہیں۔

قاضی صاحب اپنے ملنے والوں کی ذہنی کیفیات کو خوب سمجھتے تھے اور اس کے مطابق ان سے برتاؤ کرتے تھے۔

بٹھنڈا میں درس قرآن کا سلسلہ:

سیشن جج کی حیثیت سے قاضی صاحب طویل عرصے تک بٹھنڈا میں قیام پذیر رہے۔ وہاں جاتے ہی انھوں نے ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک مسجد میں درس قرآن کا آغاز کردیا تھا اور پھر اس پر التزام کے ساتھ عمل پیرا رہے۔ گرمی ہو یا سردی، آندھی ہو یا بارش، سامعین کی تعداد کم ہو یا زیادہ، قاضی صاحب بٹھنڈا میں موجود ہیں تو ان کے درس قرآن میں کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ انھوں نے باقاعدگی اور لگن کے ساتھ یہ سلسلہ جاری رکھا۔ ان کے نزدیک یہ انتہائی اہم اور مبارک کام تھا جو انھوں نے بے حد ذوق وشوق کے ساتھ شروع کیا اور پھر مستقل مزاجی اور باقاعدگی کے ساتھ اسے آگے بڑھایا۔ یہ فریضہ وہی شخص سرانجام دے سکتا ہے جو قرآن سے بہ درجہ غایت تعلق خاطر رکھتا ہو، جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو اور جو ہر قدم پر رضائے الٰہی کا طالب ہو۔

قیام بٹھنڈا کے دوران میں ان کے درس قرآن کے تسلسل اور باقاعدگی کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ بہ قول قاضی عبدالباقی انھوں نے سات

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ دورۂ درس مکمل کیا۔ اللہ اکبر! یہ بہت بڑی سعادت ہے جو اس مردِ مومن کے حصے میں آئی۔

وہ بڑی محنت سے درس کی تیاری کرتے تھے اور تمام تفسیریں جو اس زمانے میں مل سکتی تھیں، ان کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ قدیم و جدید علوم و ادبیات میں انھیں مہارت حاصل تھی اور اس مہارت سے خود فائدہ اٹھانے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے اسلوب و طریق سے وہ خوب آگاہ تھے۔

قبل از اسلام کے مذاہب یعنی یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں اور ہندوؤں کے رسوم و عوائد اور ان کی تعلیمات سے وہ باخبر تھے اور جہاں ان مذاہب کے افکار و تصورات اسلامی تعلیمات و نظریات سے متصادم ہوتے ہیں، ان سے وہ اچھی طرح آگاہ تھے۔ یہ سب باتیں وہ اپنے انداز خاص سے درس قرآن میں بیان کرتے اور تمام مذاہب کا انتہائی مناسب الفاظ میں تقابل کرتے، جس سے حاضرین کی معلومات میں وسعت پیدا ہوتی اور وہ درس میں حاضری کے لیے بے چین رہتے۔

تقابلِ مذاہب سے متعلق مسائل و مباحث میں متحدہ ہندوستان کے لوگ بڑی دلچسپی لیتے تھے، اس لیے کہ ملک میں تمام قومیں آباد تھیں جن کے افعال و تصورات کی راہیں ایک دوسرے سے مختلف اور سوچ بچار کی سمتیں جداگانہ تھیں۔ وہ اس ٹوہ میں رہتے تھے کہ ان مذاہب میں کیا فرق ہے اور یہ فرق کہاں سے شروع ہوتا ہے اور اس کی کیا نوعیت ہے۔

درس قرآن کی نصیحت:

قاضی صاحب خود بھی درس قرآن کا التزام کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی نصیحت فرماتے تھے۔ مولانا حکیم عبداللہ مرحوم جو تقسیم ملک سے قبل روڑی (ضلع حصار) میں قیام فرما تھے اور تقسیم کے بعد جہانیاں (ضلع خانیوال) میں آبسے تھے، قاضی صاحب کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ انھوں نے قاضی صاحب کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں ایک مضمون تحریر فرمایا تھا، جس میں بتایا گیا تھا کہ قاضی صاحب نے ان کو درس قرآن دینے کی نصیحت فرمائی تھی ۔ اس متن کی تشریح کے لیے خود حکیم صاحب کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ میں مالیر کوٹلہ میں ایک تبلیغی جلسے میں شرکت کے بعد واپس آ رہا تھا۔ راستے میں ایک اسٹیشن پر گاڑی رکی اور میں پلیٹ فارم پر اتر آیا۔ اتنے میں کسی نے پیچھے سے آ کر میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ یہ شفقت اور محبت کے ہاتھ تھے۔ میں نے گردن گھما کر دیکھا تو اپنے عقب میں قاضی صاحب کو ایستادہ پایا۔ انھیں دیکھ کر میرا دل خوشی سے سرشار ہو گیا۔ شاید یہ بھی ایک مرد مومن کی علامت ہے کہ اس کے وجود گرامی سے آس پاس والوں کے لیے ہمیشہ راحت و مسرت کی شعاعیں پھوٹا کرتی ہیں۔ میرے والد گرامی (مولانا محمد سلیمان روڑی والے)[1] فرمایا کرتے تھے کہ مرد مومن اور ولی اللہ کی پہچان کشف و کرامات سے نہیں، بلکہ اس سے ہوتی ہے کہ جب اس کے چہرے پر نظر ڈالو تو خدا یاد آ جائے۔ یہ کھلی نشانی قاضی صاحب پر پوری اترتی تھی۔ بہر حال قاضی صاحب نے مجھے از راہِ ذرہ نوازی یہ نصیحت فرمائی کہ ''آپ درس قرآن دیا کریں۔''

قاضی صاحب تو نصیحت فرما کر رخصت ہو گئے، لیکن میں تادیر ان کے ارشاد کے قابل عمل ہونے پر غور کرتا رہا۔

''میں اس زمانے میں بالکل نو عمر تھا۔ میرے ذہن میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ درس قرآن کا عظیم کام تو انہی بزرگوں کے لیے زیبا ہے جو علم و فضل کے ساتھ ساتھ عمر میں بھی مجھ سے آگے ہیں۔ بھلا مجھ سا طفلِ مکتب اس کارِ عظیم کا بیڑا کیوں کر اٹھا سکتا ہے؟ لیکن میں اسے قاضی صاحب ہی کی ایک کرامت سمجھتا ہوں کہ ان

---

[1] مولانا محمد سلیمان روڑی والے کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''قافلہ حدیث'' شائع کردہ مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مبارک تحریک سے میرے ذہن میں آخر کار خود اعتمادی کا جذبہ غالب آیا اور میں نے اللہ پر توکل کر کے اپنی نو عمری، نا تجربہ کاری اور کم علمی کے باوجود اس مبارک کام کا آغاز کر دیا اور قاضی صاحب کی دعاؤں کی برکت سے بفضلہٖ درس قرآن کا یہ سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں تا ہنوز جاری ہے''②

یہ تو مولانا حکیم عبد اللہ مرحوم کی ایک مثال ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ قاضی صاحب نے ان کو درس قرآن دینے کی نصیحت فرمائی تھی۔ معلوم نہیں اور کتنی مثالیں ہوں گی اور کتنے لوگوں کو انھوں نے درسِ قرآن کے لیے ارشاد فرمایا ہو گا اور پھر انھوں نے قاضی صاحب کے ارشاد کو عملی شکل دی ہو گی۔ اس کا اجر بارگاہِ خداوندی سے یقیناً قاضی صاحب کو ملتا ہو گا۔

تبلیغ دین کا فریضہ:

درسِ قرآن کے علاوہ عام اجتماعوں اور جلسوں میں بھی قاضی صاحب شرکت فرماتے اور وعظ و تقریر کے ذریعے تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ وہ اخلاص میں ڈوب کر تقریر کرتے تھے اور وہی بات ان کی زبان پر آتی تھی جو حقیقت اور صداقت کی میزان میں پوری اترتی ہو، ادھر ادھر کے قصے کہانیوں سے نہ ان کا ذہن آشنا تھا اور نہ ان کی زبان اس نوع کی باتوں سے مانوس تھی۔ ان کے زمانے میں جلسوں کا بڑا زور تھا اور برصغیر کے مختلف بلاد و قصبات میں مذہبی اجتماعات منعقد ہوتے رہتے تھے، جن میں مشہور اور نامور شخصیتوں کو دعوت شرکت و تقریر دی جاتی تھی۔ قاضی صاحب عالم و فاضل بھی تھے، عابد و زاہد بھی تھے، معروف مصنف اور سیرت نگار بھی تھے، وعظ و تقریر کا سلیقہ بھی انھیں خوب آتا تھا اور پھر پنجاب کی سب سے بڑی ریاست کے بہت بڑے منصب دار بھی تھے، اس لیے

---

② یعنی حکیم صاحب مرحوم نے جب یہ سطور لکھیں، اس وقت ان کا سلسلہ درس قرآن جاری تھا۔ ان کی وفات ۲/ دسمبر ۱۹۷۴ء کو ہوئی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھیں جلسوں میں خاص طور پر دعوت دی جاتی تھی اور وہ ان جلسوں میں شرکت کرتے تھے۔ اس سلسلے میں انھیں ایسے مقامات پر بھی جانا پڑتا تھا جو ان کے مسکن (پٹیالہ یا بٹھنڈا) سے دور دراز کی مسافت پر واقع تھے۔ چوں کہ وہ سیشن جج تھے، اس اعتبار سے اپنے عہدہ و منصب کی بنا پر انھیں وضع داری اور رکھ رکھاؤ سے بھی کام لینا پڑتا تھا اور وہ ریل کے اعلیٰ درجے میں سفر کرتے تھے، لیکن جلسے کے اصحاب انتظام سے ایک پیسا وصول نہیں فرماتے تھے۔ ریل کا کرایہ بھی نہیں لیتے تھے۔ کسی کو ان کے لیے ریل کا ٹکٹ لانے کی بھی اجازت نہ تھی۔

اس زمانے کے حالات کے مطابق ان کی ماہانہ تنخواہ محدود تھی، لیکن اللہ نے ان کو بڑی وسعتِ قلب سے نوازا تھا، وہ اس طرح وقار و استغنا کی زندگی بسر کرتے تھے کہ کسی کو ان کے بارے میں کبھی ایسا احساس نہیں ہوتا تھا جو ان کی مالی کمزوری پر دلالت کناں ہو۔

آج کے مبلغینِ اسلام کا طرزِ عمل ہمارے سامنے ہے۔ وہ جہاں جاتے ہیں ٹھونک بجا کر پیسے لیتے ہیں۔ اپنے خادموں اور ساتھیوں کا کرایہ بھی مع ''سود'' کے وصول کرتے ہیں ...... کہیں سے پیسے کم ملنے کا شبہہ ہو تو وہاں جانے سے صاف انکار کر دیتے ہیں۔ ان کی تبلیغ اسلام وہیں جلوہ دکھاتی ہے، جہاں نوٹ اچھلتے ہوں اور چاندی چمکتی ہو...... لیکن قاضی صاحب کا معاملہ اس سے بالکل برعکس تھا۔ ان کا نقطۂ نظر اسلام کی تبلیغ کرنا تھا، پیسا کمانا اور کسی سے کچھ وصول کرنا قطعاً نہیں تھا۔

پٹیالہ میں خطبۂ جمعہ:

قاضی صاحب جب پٹیالہ میں تشریف فرما ہوتے تھے تو ان کا معمول تھا کہ خطبہ جمعہ وہاں کی مسجد اہل حدیث میں ارشاد فرماتے۔ قاضی عبدالباقی کی روایت کے مطابق یہ دو منزلہ مسجد تھی اور پٹیالہ کے بازار شاہ نشین میں تھی۔ خطبے میں اہل حدیث کے علاوہ احناف بھی کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے۔ قاضی صاحب کسی فقہی مسلک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف کوئی بات نہ کرتے تھے۔ مثبت انداز میں قرآن و حدیث کی روشنی میں خطبہ دیتے اور آسان زبان اور عام فہم اسلوب میں لوگوں کو وہی مسائل بتاتے جو انھیں زندگی میں روزانہ پیش آتے ہیں۔

مسجد مبارک میں خطبۂ جمعہ:

لاہور کی مسجد مبارک جو اسلامیہ کالج (ریلوے روڈ) سے متصل ہے، ۱۹۲۰ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ اس زمانے کا پنجاب علم و علما کے اعتبار سے نہایت زرخیز، تحقیق و کاوش کے لحاظ سے انتہائی پُر ثروت، تقویٰ شعاری اور تدین و صالحیت کی رو سے بہ درجہ غایت پُر فخر اور مواعظ و نصائح کے سلسلے میں بے حد قابل رشک تھا۔ ہر جماعت میں ایک سے ایک بڑھ کر اصحابِ فضل موجود تھے۔ جماعت اہل حدیث میں مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مولانا عبدالواحد غزنوی، مولانا حافظ عبد اللہ روپڑی، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی اور حکیم میر نور الدین لائل پوری جیسے عالی مرتبت اربابِ علم کا بڑا شہرہ تھا۔ یہ صرف پنجاب کی صورت حال تھی، ہندوستان کے باقی صوبوں کا معاملہ اس سے الگ تھا اور پنجاب کے بھی یہ چند بزرگوں کے اسمائے گرامی ہیں ورنہ یہ فہرست بہت طویل ہے۔ ان میں سے اکثر حضرات کی کسی نہ کسی سلسلے میں لاہور میں آمدو رفت رہتی تھی اور بعض کا قیام پروفیسر عبدالقیوم کے مکان (متصل مسجد مبارک) میں ہوتا تھا۔ ان میں سے کسی بزرگ کے دوران قیام میں جمعے کا دن آجاتا تو نماز جمعہ مسجد مبارک میں ادا کرتے اور خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری تشریف لاتے تو بالعموم مستری محمد حیات (ایم حیات اینڈ سنز) کے مکان واقع ہال روڈ پر قیام فرماتے تھے۔ لیکن ان کا بھی یہی معمول تھا کہ اثنائے قیام میں جمعے کا دن آگیا تو جمعہ مسجد مبارک میں پڑھا اور وہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطبہ ارشاد فرمایا۔تعمیر مسجد(۱۹۲۰ء) سے لے کر اپنی وفات(۱۹۳۰ء) تک قاضی صاحب نے یہ سلسلہ جاری رکھا۔

انجمن اہلِ حدیث پنجاب کی صدارت:

مسجد مبارک(لاہور) کی تعمیر کے چند روز بعد۱۹۲۰ء ہی میں اور اسی مسجد میں انجمن اہل حدیث پنجاب کا قیام عمل میں آیا۔ یہ پنجاب کے اہل حدیث حضرات کی اوّلین صوبائی تنظیم تھی، جس کے پہلے صدر مولانا عبد القادر قصوری اور پہلے ناظم اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسری کو منتخب کیا گیا تھا۔ اس کے بعد ۱۹۲۷ء یا ۱۹۲۸ء میں انتخاب ہوا تو صدر قاضی محمد سلیمان منصور پوری اور ناظم اعلیٰ مولانا عبد المجید خادم سوہدروی منتخب ہوئے ۔۱۹۳۰ء میں جب قاضی صاحب دوسرے اور آخری حج پر تشریف لے گئے تھے، اس وقت وہ اس انجمن کے منصبِ صدارت پر فائز تھے۔

جماعت اہل حدیث میں ان کو اونچا مقام حاصل تھا اور خواص وعوام میں انھیں نہایت قدر و تعظیم کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کے عہد میں ہندوستان میں سالانہ جلسوں کے انعقاد کا عام رواج تھا۔شہروں میں بھی اور قصبوں میں بھی جلسے منعقد کیے جاتے تھے جو تین دن جاری رہتے تھے اور دور دراز سے علماے کرام تشریف لا کر ان جلسوں میں تقریریں کرتے تھے اور ہر ضروری موضوع کو ہدفِ بحث ٹھہراتے تھے۔ قاضی صاحب کو بھی ان جلسوں میں شرکت کی دعوت دی جاتی تھی اور وہ شرکت فرماتے تھے۔بعض جلسوں کی صدارت کے فرائض بھی وہ انجام دیتے تھے اور تحریری خطبہ صدارت پڑھتے تھے۔

ان خطبات میں سے اکثر خطبے کتابی شکل میں چھپ چکے ہیں جس کی تفصیل ان کی تصنیفات کے باب میں آئے گی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بٹالہ میں انجمن اہلِ حدیث کی بنیاد:

مشرقی پنجاب کے ضلع گورداس پور کے ایک شہر کا نام ''بٹالہ'' ہے۔ اس شہر میں بہت سے نامور لوگ پیدا ہوئے۔ ممتاز اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی کا تعلق اسی شہر سے تھا۔ مولانا عبد اللہ گورداس پوری نے (جو اس وقت بورے والا ضلع وہاڑی میں مقیم ہیں) بتایا کہ بٹالہ میں انجمن اہل حدیث کی بنیاد قاضی صاحب نے رکھی تھی۔ وہاں جماعت خاصی تعداد میں تھی اور ہر سال اس کا سالانہ جلسہ منعقد ہوتا تھا، جس میں قاضی صاحب شرکت فرماتے تھے۔ قاضی صاحب کی وفات کے بعد دو مرتبہ ان کے صاحب زادۂ گرامی قاضی عبد العزیز بھی تشریف لے گئے تھے اور انھوں نے وہاں کے سالانہ جلسوں میں شرکت فرمائی تھی۔

سالانہ جلسوں کے انعقاد کا یہ سلسلہ تبلیغی اعتبار سے نہایت فائدہ مند تھا۔ ان جلسوں میں بعض اوقات مناظروں تک بھی نوبت پہنچ جاتی تھی۔ کسی مسئلے پر اہل حدیث اور احناف کے درمیان مناظرہ ہو رہا ہے، کہیں شیعہ حضرات اور غیر شیعہ میدانِ مناظرہ گرم کیے ہوئے ہیں۔ کہیں مرزائیوں اور مسلمانوں نے مناظرے کی سٹیج لگا رکھی ہے۔ کہیں آریہ سماجیوں اور مسلمانوں کے کسی گروہ میں بحث و مباحثہ جاری ہے، کہیں عیسائیوں اور مسلمانوں میں کسی مسئلے سے متعلق سلسلۂ گفتگو چل رہا ہے۔ بعض مقامات پر پروٹسٹنٹ عیسائی اور کیتھولک عیسائی باہم الجھے ہوئے ہیں۔ کسی سٹیج پر ہندوؤں کے دو فرقے آریہ سماجی اور سناتن دھری گتھم گتھا ہیں۔

اس زمانے میں ایک اور رواج بھی تھا کہ کسی مذہب کا جلسہ ہو رہا ہے اور اس میں اعلان کر دیا گیا ہے کہ اس موقع پر مذاہب کانفرنس بھی ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ مختلف مذاہب کے سکالر اور علما اس کانفرنس میں شرکت کرتے اور اس موضوع پر تقریریں کرتے تھے کہ ''میرا مذہب مجھے کیوں پیارا ہے''۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ متحدہ ہندوستان کا ایک نہایت اہم دور تھا۔ اس میں مذہب سے متعلق تحقیقی سلسلے جاری رہتے تھے۔ حق نکھرتا تھا۔ لوگوں کو برسرِ مجلس صحیح اور غلط بات کا پتا چل جاتا تھا۔ اب اس قسم کی تبلیغ کے دروازے بند ہوگئے ہیں اور مناظروں کا دور ختم ہوگیا ہے۔ عیسائیوں یا ہندوؤں سے مسلمان علما کے مناظرے ہوتے تھے تو اس میں زیادہ فائدہ اسلام کو پہنچتا تھا۔ بہت سے ہندو اور عیسائی مناظرے سے متاثر ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے اور پھر انھوں نے اسلام کی بے پناہ خدمت کی۔

❀......❀......❀......❀

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارھواں باب:

حلم واخلاق کا پیکرِ حسین

قاضی صاحب نرم طبیعت اور خوش طینت عالم تھے۔ کسی کو ڈانٹنا، کسی سے سختی کا برتاؤ کرنا اور اس پر رعب ڈالنا ان کی فطرت کے خلاف تھا۔ اپنا نقصان کر کے دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے۔ بہ درجہ غایت صداقت شعار، حق گو اور شیریں کلام تھے۔ خود داری کا یہ عالم تھا کہ سرکار سے کسی نوع کا کبھی مطالبہ نہیں کیا، یہاں تک کہ اپنے جائز حقوق مانگنا بھی انھیں گوارا نہ تھا۔

اگر ان کے ماتحت عملے کا کوئی شخص دیر سے دفتر آتا یا کسی دن حاضر نہ ہوتا تو اسے مطعون نہیں ٹھہراتے تھے اور نہ اسے غیر حاضر قرار دیتے تھے، بلکہ اس کا معذرتی پہلو تلاش کرتے کہ ممکن ہے وہ اچانک بیمار ہو گیا ہو یا کسی ضروری کام سے فوری طور پر باہر جانا پڑ گیا ہو اور دفتر کو اطلاع دینے کی کوئی صورت نہ نکل سکی ہو۔

وہ عموماً کسی سے قرض نہ لیتے تھے۔ ان کے کسی دوست یا عملے کے آدمی کو روپے پیسے کی ضرورت پڑ جاتی اور اس کا انھیں علم ہو جاتا تو اس کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش فرماتے۔

تحمل و بردباری کا دل کش پیکر اور انکسار و تواضع کا حسین مجسمہ تھے۔ اللہ نے ان کو متوازن اور معتدل ذہن کی دولت سے نوازا تھا۔

رفاہِ عامہ کے معاملات میں دلچسپی لیتے تھے اور ترویج تعلیم کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ ان کی جدو جہد سے پٹیالہ میں مسلم ہائی سکول کا قیام عمل میں آیا جو ایک سکھ ریاست میں اس عہد کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ لوگوں کی دینی اور مالی خدمت کے لیے ایک انجمن بنائی۔ ان سماجی اور معاشرتی اداروں سے بھی ان کا تعلق تھا، جن سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان اور غیر مسلمان تمام مذاہب کے باشندوں کی خیر خواہی مطلوب تھی۔ وہ سب کے بہی خواہ اور سب کے ہم درد تھے۔ ان کا جذبۂ خدمت سب انسانوں کے لیے مساوی تھا۔

تمام مسالک فقہ کے لوگ ان کے پاس آتے اور ان سے گفتگو کرتے، وہ سب کا احترام بجا لاتے۔ یوں تو وہ تمام اہلِ علم کو مستحقِ اکرام گردانتے تھے، لیکن دینیات کے علما کی بالخصوص عزت کرتے اور ایسے الفاظ میں ان سے مخاطب ہوتے جن سے ان کے مرتبے کی پوری وضاحت ہو جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اوقات ان کے گھر کو علماے کرام کے مرکز کی حیثیت حاصل ہو جاتی، جس میں بہت سے مسائل زیر بحث آتے۔

غیر مسلم اہل علم کی بھی تکریم کرتے اور ان کے اکابر کا اچھے اسلوب میں تذکرہ فرماتے۔ انسان کو انسانیت کی ترازو میں تولتے۔ ہر موقعے پر مذہبیات سے اس کا موازنہ نہ کرتے۔

لڑائی جھگڑے سے سخت نفور تھے۔ ان کے عزیزوں، رشتے داروں، محلے داروں یا دوستوں میں کسی وجہ سے کوئی چھوٹا بڑا جھگڑا ہو جاتا تو اس میں فریق نہ بنتے، غیر جانب دار ہو کر دونوں فریقوں کو سمجھاتے اور ان پر جھگڑے کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کی وضاحت فرماتے۔ اس ضمن میں گفتگو کا ایسا موثر اور دل نشین انداز اختیار فرماتے کہ دونوں فریق چند ثانیوں میں خفگی کے جراثیم دل سے نکال پھینکتے اور آمادۂ مصالحت ہو جاتے۔

ان کے چھوٹے بھائی قاضی عبدالرحمن کے ایک ہی بیٹے تھے، جن کا نام قاضی حبیب الرحمٰن تھا اور لوگ انھیں ''صوفی صاحب'' کہہ کر پکارتے تھے۔ وہ اکثر پٹیالہ سے باہر رہتے تھے، طبعًا کچھ زود رنج تھے۔ ایک مرتبہ قاضی صاحب کے صاحب زادے قاضی عبدالعزیز اور قاضی حبیب الرحمٰن کسی معاملے میں جھگڑ پڑے اور معاملہ کافی آگے بڑھ گیا۔ قاضی صاحب کو پتا چلا تو دونوں کو بلایا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس طریقے سے انھیں سمجھایا کہ دونوں میں اسی وقت صلح ہوگئی اور اکٹھے کھانا کھایا۔

کوئی شخص ان کے پاس حصولِ ملازمت کے لیے آتا تو اس سے تعاون کرتے اوراس کی قابلیت کے مطابق کسی محکمے کے سربراہ سے فرماتے کہ یہ ہمارے عزیز ہیں، ان کے لیے کسی ملازمت کا انتظام کردیں۔ قاضی عبدالباقی کا بیان ہے کہ ''ہمارے عزیز'' کہہ کر انھوں نے بہت سے لوگوں کو ملازمتیں دلائیں۔ سننے والوں نے سمجھا یہ واقعی قاضی صاحب کے عزیز ہیں، اورپھر انھیں بھی ''قاضی'' کہا جانے لگا، حالانکہ ان میں سے اکثر ان کے نسبی عزیز یا رشتے دار نہیں ہوتے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ ہمیں اب تک ان میں سے بعض کے متعلق پتا نہیں کہ ان کے ساتھ ہماری کیا رشتے داری ہے، جب کہ وہ ہمیں اپنا رشتے دار ظاہر کرتے ہیں اور ان کی نسل کے افراد بھی یہی سمجھ رہے ہیں۔

قاضی صاحب اپنے عزیزوں،قرابت داروں اور دوستوں کے ہاں جاتے تو وہی کھانا کھانے پر اصرار کرتے جو ان کے گھر میں پکا ہوتا ،نیا کھانا تیار کرنے اور تکلف برتنے سے روک دیتے۔

ان کی شادی کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) میں ہوئی تھی۔ وہاں گرمیوں میں جاتے تو فرماتے، میں لسی کے ساتھ بیسنی روٹی کھاؤں گا اور سردیوں میں تشریف لے جاتے تو فرماتے کہ میں باجرے یا مکئی کی روٹی ساگ کے ساتھ کھاؤں گا۔ اس زمانے میں گرمیوں اور سردیوں میں عام طور سے گھروں میں اسی قسم کا سادہ کھانا پکایا جاتا تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے لیے تکلف کیا جائے اور میزبان پر ان کی وجہ سے مالی بوجھ پڑے۔

طلبا کی حوصلہ افزائی کرتے اورانھیں تسلی دیتے کہ محنت سے پڑھیں گے تو زندگی میں کامیاب رہیں گے۔

ہمارے بزرگوں میں ایک بزرگ قاضی عبدالعلی تھے، جنھوں نے ۲۶/ دسمبر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۷۶ء کو جڑاں والا (ضلع فیصل آباد) میں وفات پائی۔ انھوں نے ۱۹۱۷ء میں مہندرا کالج پٹیالہ میں بی۔ اے کا امتحان دیا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ قاضی صاحب نے کسی سلسلے میں ایک اشتہار شائع کیا۔ اس میں بعض لوگوں کے نام لکھے، جن میں میرا نام بھی ''قاضی عبدالعلی بی۔ اے'' لکھ دیا۔ میں نے عرض کیا، جناب میں نے ابھی امتحان دیا ہے، نتیجہ تو نکلا نہیں۔ فرمایا بے فکر رہیں، آپ بی۔اے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ چند روز کے بعد نتیجہ نکلا تو وہ کامیاب تھے۔ قاضی عبد العلی صاحب کی شادی ۱۹۱۷ء میں ''بڈھیمال'' (ضلع فیروز پور) میں ہوئی تھی اور نکاح قاضی صاحب نے پڑھایا تھا۔

میرے والد میاں عبدا لمجید (وفات ۱۸/ستمبر ۱۹۸۸ء) نے بتایا کہ ان کی عمر آٹھ نو سال کی تھی کہ قاضی صاحب وہاں گئے۔ پوچھا:

قرآن مجید پڑھ لیا؟

جواب دیا: جی ہاں۔

فرمایا: کہیں سے سناؤ۔

انھوں نے پندرھویں سپارے کی چند ابتدائی آیات سنائیں۔ قاضی صاحب بڑے خوش ہوئے اور ایک رومال بہ صورت انعام عطا فرمایا۔ وہ رومال میں نے دیکھا تھا، طویل عرصے تک ہمارے گھر میں تبرک کے طور پر محفوظ رہا۔

مولانا محمد حنیف ندوی نے بتایا کہ ایک مرتبہ وہ اپنے ایک دوست شیخ عبد الستار ایڈووکیٹ کی دعوت پر پٹیالہ گئے۔ ان کے دوران قیام میں وہاں سکھوں کا جلسہ ہوا، جسے وہ ''دیوان'' کہتے تھے۔ جلسے میں مولانا کو بھی تقریر کی دعوت دی گئی تھی۔ انھوں نے اس موضوع پر تقریر کی کہ مسئلہ توحید مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان مشترک ہے۔ سکھ بہت خوش ہوئے۔ مولانا دوسرے دن قاضی صاحب کی خدمت میں گئے اور تقریر کا ذکر ہوا تو قاضی صاحب نے بڑی مسرت کا اظہار کیا اور مولانا کی حوصلہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افزائی فرمائی۔ فرمایا اس دیوان کی ہر تقریر میں آپ کامیاب رہیں گے۔

بے نماز کے گھر کا کھانا:

ایک مرتبہ قاضی صاحب کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) تشریف لے گئے۔ وہاں کسی شخص نے ان کو اپنے گھر کھانے پر بلایا۔ وہ شخص نماز نہیں پڑھتا تھا۔ قاضی صاحب کو بتایا گیا کہ یہ شخص بے نماز ہے۔ فرمایا، پھر کیا ہوا، مسلمان تو کہلاتا ہے۔ اس کے گھر جائیں گے، اسے ملیں گے اور اس سے بات چیت کریں گے تو اللہ اسے نماز کی توفیق عطا فرما دے گا۔ قاضی صاحب اس کے گھر گئے اور ان کے سامنے کھانا رکھا گیا تو وہ شخص دور ہو کر بیٹھ گیا۔ قاضی صاحب نے اس سے کہا، آپ دور کیوں ہو گئے ہیں، آیے میرے ساتھ کھانا کھایے۔ لیکن وہ گھبرا رہا تھا اور بے نماز ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ بیٹھنے میں شرم محسوس کرتا تھا۔ قاضی صاحب نے اصرار کیا تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور کھانا کھانے لگا۔ قاضی صاحب نے کھانے کے دوران اپنے اسلوب خاص میں چند باتیں کیں۔ کھانا کھا چکے تو عشا کی نماز کا وقت ہو گیا۔ قاضی صاحب نماز کے لیے مسجد کو روانہ ہوئے تو باتیں کرتے کرتے وہ بھی ساتھ چلا گیا اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد وہ پکا نمازی ہو گیا اور تہجد پڑھنے لگا۔ پھر کتنے ہی لوگوں کو اس کی تبلیغ سے اللہ نے راہِ ہدایت پر گامزن فرمایا۔

یہ قاضی صاحب کے خلوص اور اس کے گھر کھانا کھانے کا نتیجہ تھا...... ہم میں سے بعض لوگ جو بڑے مدعی اسلام بنے پھرتے ہیں، فوراً کہہ دیتے ہیں کہ نہ ہم بے نماز کے گھر سے کھائیں گے اور نہ اسے اپنے گھر کھانے پر بلائیں گے۔ اس قسم کا ذہن رکھنے والے افراد لوگوں کو اسلام سے دور کرتے ہیں۔ اسلام کی تبلیغ اور دین کی ترویج کے حکیمانہ طریقے سے یہ لوگ نا آشنا ہیں۔ قاضی صاحب کا دل نیکی اور صالحیت کے اس قسم کے غرور سے پاک تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تبلیغ سے متعدد تعلیم یافتہ غیر مسلم دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے اور اسلام کے بہت بڑے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبلغ بن گئے جن کی تبلیغ سے بے شمار بے عمل مسلمان باعمل اور تہجد گزار ہو گئے۔

عادات و اطوار کی ایک جھلک

قاضی صاحب صاف ستھرا لباس پہنتے اور ہلکی پھلکی غذا کھاتے تھے۔ کسی خاص کھانے سے رغبت نہ تھی، جو ملا کھا لیا، کسی کھانے کو کبھی ناپسند نہ فرمایا، نہ کبھی نمک مرچ کی کمی بیشی کی شکایت کی۔

ہر شخص کی دل جوئی کرتے اور کوئی مشورہ لیتا تو اپنی دانست میں صحیح اور صائب مشورہ دیتے اور اللہ کے فضل سے وہ مشورہ اس کے لیے مفید ثابت ہوتا۔ مال و زر کی انھیں کبھی حرص نہیں رہی اور پیسے کو کبھی اہمیت نہیں دی۔

سابق ریاست حیدرآباد (دکن) اور (سابق ریاست) بہاول پور سے انھیں اچھی سے اچھی ملازمت کے لیے کئی مرتبہ دعوت نامے آئے، لیکن انھوں نے منظور نہیں کیے۔ ریاست بہاول پور کے وزیراعظم سر رحیم بخش، قاضی صاحب سے نہایت مخلصانہ اور دوستانہ مراسم رکھتے تھے، ان کی خواہش تھی کہ وہ بہاول پور تشریف لے آئیں تو انھیں بہت سی مراعات دی جائیں گی، مگر وہ اس پر آمادہ نہیں ہوئے اور مادی فوائد کے لیے ریاست پٹیالہ کی سکونت ترک کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ جو کچھ وہاں سے میسر آیا ہمیشہ اسی کو غنیمت جانا اور تمام عمر اسی پر قانع رہے۔

سرکاری معاملات میں دنیوی اعتبار سے اگر کم زور اور طاقت ور کا مقابلہ ہوتا تو وہ کم زور کی مدد کرتے اور کوشاں ہوتے کہ کم زور کو اس کا حق ملے۔ حتیٰ الامکان کسی کی حق تلفی نہ ہونے دیتے۔

کسی بڑے حاکم سے بلا ضرورت بالکل نہ ملتے اور نہ اس کی دعوت کے بغیر اس کے گھر جاتے۔

سرکاری محکموں میں عام طور سے دو گروہ ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کی مخالفت کرتے رہتے ہیں اور ہر گروہ افسرانِ بالا کو یقین دلانے کی کوشش کرتا ہے کہ سرکار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اصل ہم درد اور خیر خواہ وہی ہیں، قاضی صاحب کو اس قسم کی باتوں سے سخت نفرت تھی۔ وہ کسی کے متعلق نہ کچھ کہتے تھے، نہ سنتے تھے۔

اس گروہ بندی سے دوسروں کے خلاف حسد اور کینے کے جذبات دلوں میں پیدا ہو جاتے ہیں، اور ہر گروہ اپنے مخالف کو نیچا دکھانے کی سعی کرتا ہے، لیکن قاضی صاحب کا طرزِ عمل سب کے ساتھ اس قسم کا تھا کہ کسی کو جرأت نہ ہوتی کہ وہ انھیں کسی کے خلاف برانگیختہ کر سکے یا تھوڑا بہت متاثر کر سکے۔ وہ اس موضوع پر کسی کو بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیتے تھے۔

ان کے ماتحت عملے میں ہندو، سکھ، مسلمان سب مذہبوں کے لوگ شامل تھے، جن میں چھوٹے اہل کار بھی تھے اور بڑے منصب دار بھی۔ وہ سب کے ساتھ مساوی سلوک کرتے تھے اور نہ صرف ان کے دفتری معاملات کا پورا خیال رکھتے بلکہ ان کے گھریلو حالات سے بھی باخبر رہتے اور ان کی غمی شادی میں شریک ہوتے تھے۔ اگر کسی سلسلے میں دو شخصوں کے درمیان کوئی چپقلش ہوتی تو ان کی مصالحت کرا دیتے اور پھر ان میں دوستی اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہو جاتی۔

انجمن اصلاح المسلمین کے جلسوں میں شرکت

کوٹ کپورہ میں معلوم نہیں کب سے مسلمانوں کی ایک انجمن قائم تھی، جس کا نام انجمن اصلاح المسلمین تھا۔ اس کا ہر سال تبلیغی جلسہ منعقد ہوتا تھا۔ اس جلسے میں مختلف مقامات سے علمائے کرام تشریف لاتے اور تقریریں کرتے تھے۔ جلسہ تین دن جاری رہتا تھا، جس میں مولانا محمد جونا گڑھی دہلوی، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا حافظ عبد اللہ روپڑی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا احمد الدین گکھڑوی، حافظ محمد حسین روپڑی، مولانا عبد المجید سوہدروی، مولانا محمد علی لکھوی، حافظ اسماعیل روپڑی، حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر، مولانا عبداللہ ثانی، حافظ احمد پٹوی، مولانا نور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسین گھرجاکھی، مولانا علی محمد صمصام اور دیگر بہت سے حضرات شرکت فرماتے اور تقریریں کرتے تھے۔ ایک دو کے سوا ان مرحومین کو تو میں نے خود وہاں دیکھا اور ان کے وعظ سنے ہیں۔ پرانے دور کے بزرگوں سے سنا تھا کہ قاضی صاحب کو بھی خاص طور سے دعوتِ شرکت دی جاتی تھی اور وہ تشریف لایا کرتے تھے۔

تبلیغی جلسوں میں دیہات کے لوگ بڑے اخلاص کے ساتھ آیا کرتے ہیں، علمائے کرام کی تقریریں سننے کا انھیں بے حد شوق ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں انجمن اصلاح المسلمین کے جلسوں میں بھی کثیر تعداد میں دیہاتی لوگ آتے اور انہاک سے علما کی تقریریں سنتے تھے۔ قاضی صاحب بھی تقریر فرمایا کرتے تھے۔ وہ عام لوگوں کی سمجھ کے مطابق آسان پیرائے میں بات کرتے تھے۔ لوگ ان سے دینی مسائل پوچھتے تو وہ ان کے علم اور فہم کی روشنی میں ان کو مسائل بتاتے۔ قاضی صاحب کی قیام گاہ پر علمائے دین بھی ان سے ملاقات کو آتے اور ریاست فرید کوٹ کے اہل کار بھی حاضر خدمت ہوتے تھے۔

ان کی ذات مرجع انام تھی اور لوگ ان سے استفادہ کرتے تھے۔

یہ ہیں ان کی عادات و اطوار، خصائص و خصائل اور اخلاق و کردار کی چند چھوٹی چھوٹی مثالیں اور جھلکیاں۔

تصوف کے متعلق معلومات:

ان کے دامنِ معلومات کو اللہ نے بڑی وسعت سے نوازا تھا۔ جہاں وہ دیگر علوم وفنون سے آگاہی رکھتے تھے، وہاں تصوف کے علمی پہلوؤں سے بھی انھیں دلچسپی تھی اور اس کے مختلف گوشوں سے متعلق ان کے حدود مطالعہ دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہاں اس کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی زمانے میں ریاست پٹیالہ کے وزیر داخلہ سر جوگندر سنگھ تھے جو بعد میں وزیراعظم ہو گئے تھے۔ قاضی صاحب کے بارے میں وہ بہت سی باتیں سن چکے تھے اور ان کے علم و فضل سے متاثر تھے۔ ان کی نیکی اور دیانت داری کا بھی انھیں علم تھا۔ ایک مرتبہ ایک افسر کی حیثیت سے قاضی صاحب کے ساتھ ان کی ملاقات ہوئی۔ انھوں نے قاضی صاحب سے تصوف کے موضوع پر گفتگو شروع کر دی۔ تقریباً پون گھنٹے تک وہ اس موضوع پر بولتے رہے۔ مگر قاضی صاحب خاموشی سے سنتے رہے اور کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا۔ آخر وہ بولے کہ آپ بھی کچھ فرمایے۔ اس کے بعد قاضی صاحب نے قبل از اسلام کے عرب کے تصوف کی وضاحت کی، ہندوستان میں اسلام کی آمد سے پہلے جس قسم کا تصوف رائج تھا، اس کی تفصیلات بیان کیں، پھر مختلف سلاسل تصوف کا ذکر کیا۔ مغربی مصنفین نے جس اسلوب میں اس موضوع کو ہدفِ بحث ٹھہرایا ہے، اس کا تجزیہ فرمایا۔ اسلام جس نوع کے تصوف کا حامی ہے، اسے گفتگو کا محور بنایا۔

سر جوگندر سنگھ تعجب اور غور سے سب باتیں سنتے رہے۔ پھر کہا کہ علم تصوف کے بارے میں آپ کی بہت سی معلومات انگریزی کتابوں کی رہینِ منت ہیں، مغربی مصنفین کی کتابوں کا مطالعہ آپ نے کب کیا اور کہاں کیا؟

قاضی صاحب سے سر جوگندر سنگھ انتہائی اعزاز سے پیش آتے تھے اور بہت اچھے الفاظ میں لوگوں سے ان کا ذکر کرتے تھے، لیکن قاضی صاحب نے دفتری معاملات کے علاوہ کبھی ان سے ملنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

بعض مجذوب اور اصحاب حال بزرگ:

بعض مجذوبوں اور اصحاب حال بزرگوں سے بھی قاضی صاحب کے مراسم قائم تھے جو ان سے بہ درجہ غایت ادب و تکریم سے پیش آتے تھے۔ اس ضمن کے تین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعے بہ روایت قاضی عبدالباقی یہاں درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ نابھہ شہر میں ایک بزرگ حافظ عبداللہ رہتے تھے، جو علی گڑھ کے گریجویٹ تھے اور تحصیل دار تھے۔ جذب و حال میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ لہجے کے تشدد اور سخت کلامی کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑوں کو جھاڑ پلا دیتے اور قریب آنے سے روک دیتے تھے۔ رہنے سہنے کا معاملہ بھی عجیب و غریب سا تھا۔ اس کے باوجود مشہور تھا کہ بڑے صاحب فیض بزرگ ہیں۔ مسلمان، ہندو، سکھ سب ان سے بہ قدر استعدادِ ذہنی فیض یاب ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ قاضی صاحب ان سے ملاقات کو گئے، وہ نہایت احترام سے پیش آئے۔ اس کے بعد جب بھی قاضی صاحب ان سے ملاقات کا عزم کرتے اور اس کا انھیں علم ہو جاتا تو ان کی آمد سے پیشتر ہی وہ خاموشی اختیار کر لیتے اور متانت و سنجیدگی سے بیٹھ جاتے۔ قاضی صاحب تشریف لاتے تو بڑے اعزاز سے کھڑے ہو کر ملتے اور جھک کر مصافحہ کرتے۔ پھر انھیں اپنے حجرے میں لے جاتے اور مختلف مسائل پر دونوں کے درمیان دیر تک سلسلۂ گفتگو جاری رہتا۔

۲۔ ایک اور بزرگ سائیں عبداللہ شاہ سنبھلی تھے جو یو پی کے مردم خیز شہر سنبھل کے رہنے والے تھے۔ وہ طویل مدت سے پٹیالے میں اقامت گزیں تھے۔ عبادت گاہوں اور رفاہ عامہ کے معاملات میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ ایک بہت بڑی مسجد بنوائی اور مسافر خانہ تعمیر کرایا۔ باشندگان پٹیالہ انھیں معزز و محترم گردانتے تھے۔ وہ اللہ کی راہ میں بہت کچھ خرچ کرتے تھے، مگر کسی کو معلوم نہ تھا کہ ان کا ذریعہ آمدنی کیا ہے۔ ان کا معمول تھا کہ دس محرم کو اپنی مسجد میں جلسے کا اہتمام کرتے، جس کے واحد مقرر قاضی صاحب ہوتے تھے۔ قاضی صاحب شہادت حسین اور واقعہ کربلا کی تفصیل بیان فرماتے،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس سے لوگ انتہائی متاثر ہوتے۔ شہر اور بیرون شہر کے ہزاروں باشندے جلسے میں شرکت کرتے اور قاضی صاحب کی تقریر سنتے، قاضی صاحب تقریر میں کسی کی مخالفت نہ کرتے تھے۔ سلسلہ تقریر تاریخی واقعات تک محدود رکھتے تھے۔

سائیں عبد اللہ شاہ سنبھلی قاضی صاحب کی خدمت میں آتے تو دونوں بزرگ ایسے دقیق اور عمیق قسم کے مسائل پر بحث کرتے کہ جن کا سمجھنا عام لوگوں کے لیے انتہائی مشکل ہوتا۔ گھنٹوں ان کی گفتگو جاری رہتی۔

۳۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، جسے فاروقی سلسلہ کہا جاتا ہے۔ انھی کے نسب سے حضرت خواجہ ضیا معصوم نقشبندی کا تعلق تھا جو کابل میں فروکش تھے۔ رحمۃ للعالمین کی دوسری جلد میں ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حالات کے ضمن میں ان کا ذکر آیا ہے، وہ اکثر سرہند تشریف لایا کرتے تھے اور فارسی بولتے تھے۔ ان کی آمد کے موقعے پر قاضی صاحب بھی وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ دونوں کی سلوک و طریقت اور تصوف و روحانیت سے متعلق طویل گفتگو ہوتی۔

قاضی صاحب کا آستانۂ علم و دانش بے حد وسیع تھا، جس میں علوم و فنون کا بہت بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ ان کی بارگاہِ کمال میں قرآن و حدیث کے بارے میں بھی تمام ضروری باتیں دست یاب تھیں، فقہ و فتویٰ سے متعلق بھی ان کا دامنِ تحقیق بہت کشادہ تھا، سیرت و تاریخ کے باب میں بھی ان کے معلومات کا پھیلاؤ نہایت حیرت انگیز تھا، ادب و انشا میں بھی انھیں یدطولیٰ حاصل تھا، سیرت و تاریخ میں بھی ان کے مطالعہ کی وسعت بے حد و حساب تھی، علم تصوف کے سلسلے میں بھی ان کا ذہن نہایت زرخیز تھا۔ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے بارے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ان کو چیلنج کرنا انتہائی دشوار تھا۔ تحریر، تقریر اور عام گفتگو میں اللہ نے ان کو جو ملکہ عطا فرمایا تھا، وہ اس دور کے بہت کم اہل علم کے حصے میں آیا ہوگا۔ وہ اپنے عہد میں علمی اعتبار سے افقِ ہند کے نیرِ تاباں تھے۔ پاک بازی اور تقویٰ شعاری میں بھی ان کا پایہ بڑا بلند تھا۔ حسنِ سیرت اور حسنِ عمل میں اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص امتیاز بخشا تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ

❀......❀......❀......❀

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیرھواں باب:

چند اہم واقعات

والیانِ کابل کے خطوط:

افغانستان کے امیر ہندوستان آئے تو حکومت ہند کی جانب سے ان کا استقبال پشاور سے شروع ہوا۔ قاضی صاحب وہاں موجود تھے اور وہاں سے سرہند اور کلکتہ تک امیر موصوف کے ہمراہ رہے۔امامتِ نماز کے سلسلے میں ایک روز امیر نے اپنے امام سے کوئی مسئلہ پوچھا، وہ جواب نہ دے سکے تو امیر نے قاضی صاحب کی طرف رجوع کیا۔ قاضی صاحب نے فارسی زبان میں مسئلے کا جواب دیتے ہوئے جو نکات بیان کیے، امیر افغانستان ان سے بہت خوش اور متاثر ہوئے اور کہا کہ آج سے ہمارے امام آپ ہیں۔ چنانچہ امیر صاحب کی فرمائش پر قاضی صاحب کو کلکتہ تک ان کے ساتھ رکھا گیا۔ یہی روش ان کے فرزند امیر حبیب اللہ کی تھی۔صرف امیر امان اللہ خاں کسی مجبوری کی وجہ سے سرہند نہیں آئے۔

کابل کے ان حکمرانوں ...... امیر حبیب اللہ اور امیر عبدالرحمٰن ...... کا قاضی صاحب سے سلسلۂ مراسلت جاری رہتا تھا اور وہ پیش آئند مسائل کے سلسلے میں ان سے رابطہ رکھتے تھے۔بعض استفسارات حکومت کی معرفت کیے جاتے تھے اور بعض امور کی وضاحت کے لیے براہِ راست قاضی صاحب کو تکلیف دی جاتی تھی۔ قاضی عبدالباقی کا بیان ہے کہ اس قسم کے متعدد خطوط پٹیالہ میں ان کے گھر میں موجود تھے جو تقسیم ملک کے زمانے میں ضائع ہو گئے۔بعض چیزیں انھوں نے پنجاب گورنمنٹ کے ریکارڈ میں دیکھی ہیں۔

بلاشبہ قاضی صاحب دینی اوردنیوی اعتبار سے نہایت اونچی سطح کی شخصیت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے اور ان کے اثر کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ افسوس ہے اس ضمن کے تفصیلی امور کا علم نہیں ہو سکا، اس لیے کہ تقسیم ملک کی وجہ سے ان کی لائبریری، خط و کتابت اور ضروری کاغذات محفوظ نہیں رہ سکے، ورنہ بہت سی عجیب و غریب چیزیں منصۂ شہود پر آتیں۔

گھریلو ملازمین کی دل جوئی:

کسی شخص کو پہچاننے اور اس کے اخلاق و کردار کا اندازہ لگانے کے بہت سے طریقے ہیں۔ ان میں ایک طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ اس کا طرز عمل کیسا ہے، ملازموں اور ماتحت عملے سے اس کی گفتگو کا کیا انداز ہے اور وہ ان سے کس طرح پیش آتا ہے۔

قاضی صاحب کے بارے میں ہم اس قسم کی بہت سی چیزوں سے آشنا ہو چکے ہیں۔ آیے اثنائے راہ میں یہ بھی دیکھتے چلیں کہ اپنے گھریلو ملازمین سے ان کا رویہ کیسا تھا۔

ان کے ایک ملازم کا نام سید علی محمد تھا جو پیر جی کے عرف سے معروف تھا۔ گھر کے چھوٹے بڑے تمام افراد اس کا احترام کرتے تھے۔ قاضی صاحب کے فرزند گرامی قاضی عبد العزیز اسے بھائی جان کہہ کر پکارتے اور ان کے پوتے قاضی عبد الباقی وغیرہ اسے چچا جان کہا کرتے تھے۔ خود قاضی صاحب کو اس سے اتنا تعلق تھا کہ پٹیالہ میں اپنے مکان سے ملحق اس کے مکان کے لیے جگہ خریدی اور اپنی گرہ سے اپنی نگرانی میں اس کی تعمیر کرائی۔ قاضی صاحب کے بعد ان کے فرزند گرامی قاضی عبدالعزیز نے اس کے دو بچوں کا اتنا خیال رکھا کہ اس کی بیٹی کی شادی کے اخراجات خود برداشت کیے اور جس دن اس کی شادی ہوئی اسی دن ان کے بڑے بیٹے قاضی عبد الباقی کی شادی ہوئی تھی۔ یہ ۷/مئی ۱۹۳۲ء کی تاریخ تھی۔

پیر جی کا ایک ہی بیٹا تھا جو قاضی صاحب کے پوتے قاضی حسن معز الدین کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم عمر اور ہم جماعت تھا۔ یتیم ہونے کی بنا پر قاضی صاحب کے اہل خانہ اس کے ساتھ زیادہ شفقت کا برتاؤ کرتے تھے۔ بچپن کی عمر میں ایسی شفقت، حسن معز الدین کو اپنی حق تلفی محسوس ہوتی۔ لیکن شعور آنے کے ساتھ ساتھ ہم عمری دوستی میں بدل گئی اور تاحیات قریبی تعلقات رہے۔ قاضی حسن معز الدین کے بچپن کے اس دوست کے بیٹے ملتان کے ایک بڑے بنک میں اعلیٰ عہدے پر متمکن ہیں اور ہر سال، محبت، تکریم اور اصرار کے ساتھ آموں کی پیٹیاں ان کے لیے لاہور بھیجتے ہیں اور خانگی امور میں مشورہ کرتے رہتے ہیں۔

یہ صرف ایک مثال ہے، ورنہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جن لوگوں اور جن خاندانوں سے کچھ بھی تعلق رہا، ان کے لائق احترام نبیرگان آج بھی ان سے تعلق رکھتے ہیں۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جو وضعداری انھیں ورثے میں ملی اسے نبھانے کی حتی المقدور سعی اب تک جاری ہے۔ جب قاضی حسن معز الدین کو دسمبر ۱۹۸۲ میں پٹیالے جانے کا اتفاق ہوا تو ان 'اچھوت' گھرانوں سے وہ بہ طور خاص ملنے گئے جو ان کے گھر میں چھوٹی موٹی اجرت پر کچھ کام کرنے آتے تھے۔ وہ ''اچھوت'' دھانک قوم کے افراد ہیں اور اب تک 'قاضی سلیمان' کو یاد رکھتے ہیں۔ ان کے لہجے میں کہنا چاہیے 'کا.جی چھلیمان .جی' کو ......

سید علی محمد (پیر جی) کی موت بھی عجیب طرح واقع ہوئی۔ جب قاضی صاحب کی وفات کی اطلاع پہنچی تو پیر جی کو سخت صدمہ پہنچا اور وہ اسی وقت بیمار پڑ گئے اور پھر انھی دنوں موت کی آغوش میں چلے گئے۔

قاضی صاحب کے دوسرے گھریلو ملازم کا نام حاجی نور محمد تھا۔ وہ پڑھے لکھے تو نہ تھے، مگر بہت عقل مند اور معاملہ فہم تھے۔ قاضی صاحب نے دو حج کیے اور دونوں مرتبہ وہ ان کے ہمراہ تھے۔ قاضی صاحب حاجی نور محمد پر بے حد اعتماد کرتے تھے۔ کسی خاص اور اہم کام کے لیے کہیں آنے جانے کی ضرورت ہوتی تو قاضی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب انہی کو بھیجتے تھے، وہ جہاں جاتے کامیاب رہتے۔ قاضی عبد العزیز کے نزدیک بھی وہ بہت قابل اعتماد تھے اور ان کے خاص پیغام رساں ......!

حاجی نور محمد کے بھائی کا نام عبدالحی تھا۔ وہ نہایت پرہیز گار، نماز روزے کے پابند اور کم گو تھے۔ ماروی گارڈن کے شاہی محل کے تحویل دار تھے۔ اللہ ان سب کی مغفرت فرمائے۔

قاضی صاحب کے عام عقیدت مندوں میں ایک شخص حاجی عبد اللطیف تھے، دوسرے حج میں وہ قاضی کے ساتھ تھے۔ انھوں نے قاضی صاحب کی بڑی خدمت کی۔ ان کی پان سوڈا واٹر کی دکان میں غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی فریم کی ہوئی قد آدم رنگین تصویر ہر شخص کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھی۔

غلاف کعبہ کا تحفہ:

۱۹۲۱ء میں جب قاضی صاحب پہلے حج کے لیے گئے تھے، وہ شریف مکہ کا دور تھا۔ اسے قاضی صاحب کے مقام و مرتبے کا علم ہوا تو ان کی خدمت میں غلاف کعبہ کا ٹکڑا تحفے کے طور پر پیش کیا جو لمبائی میں دو یا ڈیڑھ گز اور چوڑائی میں چالیس انچ تھا۔ اس میں چاندی کے تاروں سے قرآن مجید کی آیات لکھی گئی تھیں۔ نہایت خوب صورت ٹکڑا تھا۔ قاضی صاحب سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ شیخ غلام صابر تھے، یہ ٹکڑا انھیں فریم کرانے کے لیے دیا گیا تھا، لیکن انھوں نے یہ بابرکت ٹکڑا خود ہی رکھ لیا اور واپس نہیں کیا۔

ایک عقیدت مند کی گھوڑی کا قصہ:

قاضی صاحب کے عقیدت مندوں میں ایک بزرگ عبدالصمد خان صاحب تھے جو تقسیم ملک سے بہت پہلے لاہور آئے، پھر رینالہ خورد (ضلع اوکاڑہ) میں جا بسے تھے، متقی اور متدین شخص تھے۔ تقسیم ملک سے قبل وہ پولیس انسپکٹر تھے۔ ان کی گھوڑی کا قصہ بڑا عجیب و غریب ہے۔ گھوڑی بڑی خوب صورت اور موٹی تازی تھی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ ایک انگریز افسر اس تھانے کا معائنہ کرنے آیا جہاں وہ بطور انسپکٹر متعین تھے۔ وہاں اس نے گھوڑی بندھی ہوئی دیکھی تو انسپکٹر صاحب سے کہا، آپ کی گھوڑی مال خانے کی گھاس کھا کر بہت موٹی ہوگئی ہے۔

انسپکٹر نے کہا میری گھوڑی مال خانے کی گھاس یا کوئی سرکاری چیز کھا ہی نہیں سکتی۔ میں اسے اپنی آمدنی سے حلال اور پاک چیزیں کھلاتا ہوں۔ آپ اس کے سامنے مال خانے کی گھاس یا چارہ رکھ کر دیکھیں، اسے منھ نہیں لگائے گی۔ چنانچہ تجربہ کیا گیا اور گھوڑی کے آگے مال خانے کی بہترین گھاس رکھی گئی، گھوڑی نے اس کو منھ نہیں لگایا۔ پھر انسپکٹر صاحب نے اپنی گرہ سے چارہ منگوایا تو اس نے کھا لیا۔ انگریز افسر اس پر انتہائی متعجب ہوا۔ لیکن انسپکٹر صاحب کی دیانت کے متعلق چوں کہ انگریز افسر نے شبہے کا اظہار کیا تھا اور یہ بات ان کے لیے ناقابل برداشت تھی، اس لیے انھوں نے اسی وقت ملازمت سے استعفا دے دیا اور حصار چلے گئے، جو اِس وقت ہندوستان کے صوبہ ہریانہ کا ایک ضلعی مقام ہے۔

حصار میں جس مسجد میں عبد الصمد خاں صاحب نماز پڑھتے تھے، اس کی دیواروں پر ''رحمۃ للعالمین'' کے بہت سے اقتباسات موٹے موٹے گتوں پر لکھ کر آویزاں کیے گئے تھے۔

عبدالصمد خاں، قاضی صاحب کے گھر کے بڑے چھوٹے تمام افراد کی عزت کرتے تھے۔ قاضی عبد الباقی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ تقسیم ملک سے قبل ان کے چھوٹے بھائی قاضی عبد الباری ان سے ملنے حصار گئے۔ ان دنوں راجا حسن اختر وہاں ڈپٹی کمشنر تھے، ان کو پتا چلا تو وہ خود اور دیگر بہت سے لوگ ان سے ملاقات کے لیے آئے۔ واپسی پر متعدد حضرات انھیں رخصت کرنے ریلوے اسٹیشن تک گئے۔ وہ ان حضرات سے بار بار کہتے تھے کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں، واپس تشریف لے جائیں، لیکن انھیں الوداع کہنے کے لیے وہ ریلوے اسٹیشن تک جانے کے لیے مصر رہے۔ قاضی عبدالباری صاحب کہتے ہیں کہ میں نوجوان تھا، اپنے ساتھ اتنے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمیوں کو جاتے ہوئے دیکھ کر مجھے شرم آ رہی تھی، لیکن میں چوں کہ قاضی صاحب کا پوتا تھا، اس لیے وہ احتراماً میرے ساتھ ریلوے اسٹیشن تک جانا ضروری خیال کرتے تھے۔

یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اکل حلال کے سلسلے میں قاضی صاحب سے ملنے والے لوگ اس درجہ محتاط تھے کہ اپنے ڈنگر ڈھوروں کو بھی ایسی چیزیں کھانے سے محفوظ رکھتے تھے جو ان کی اپنی کمائی سے نہ خریدی گئی ہوں۔①

ایک عظیم صدقۂ جاریہ:

میرے ابتدائی عمر کے ایک دوست حاجی محمد رفیق زبیدی تھے جو ہمارے گاؤں (چک نمبر۵۳ گ ب منصور پور ضلع فیصل آباد) میں ۳۔نومبر ۱۹۹۶ء کو فوت ہوئے۔ وہ بچپن میں اپنے والدین کے ساتھ جاوا سماٹرا (انڈونیشیا) چلے گئے تھے۔ وہاں ان کے والد (حاجی خیر الدین) کاروبار کرتے تھے۔ ۱۹۳۳ء میں ان تمام افراد خانہ نے جاوا سماٹرا سے حج بیت اللہ کے لیے رخت سفر باندھا۔ اس وقت محمد رفیق کی عمر تیرہ چودہ سال کی ہو گی۔ انھوں نے بیان کیا کہ مکہ مکرمہ پہنچ کر انھوں نے پہلی دفعہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کا نام سنا، جب کہ ان کی وفات پر تین سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔

محمد رفیق مرحوم نے بتایا کہ مکہ مکرمہ میں چند حاجی آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اب سے کچھ سال پہلے صفا اور مروہ پر چھت نہیں تھی۔ گرمیوں کے موسم میں لوگ ان دو پہاڑیوں کے درمیان سعی کرتے تھے تو انھیں دھوپ کی وجہ سے بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری حج کے لیے گئے اور انھوں نے لوگوں کو شدید گرمی اور دھوپ میں سعی کرتے دیکھا تو وہاں کی حکومت سے رابطہ قائم کیا اور اسے

---

① جناب عبد الصمد خاں صاحب مرحوم کے بارے میں کئی سال قبل ایک مفصل مضمون ''حضور جی'' کے عنوان سے ''اردو ڈائجسٹ'' میں شائع ہوا تھا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشورہ دیا کہ صفا اور مروہ اور اس کے درمیان کے مقام سعی کو مسقّف کر دیا جائے یعنی اس پر چھت ڈال دی جائے تو لوگ دھوپ کی شدت سے محفوظ ہو جائیں گے۔ چنانچہ قاضی صاحب کے مشورے پر عمل کیا گیا اور اس جگہ کو مسقّف کر دیا گیا۔

قاضی صاحب نے پہلا حج ۱۹۲۱ء میں دوسرا ۱۹۳۰ء میں کیا تھا۔ دوسرے حج کے وقت سعودی حکومت کا حجاز ونجد پر مکمل کنٹرول تھا اور سلطان عبد العزیز (ابن سعود) اس کے حکمران تھے۔ اس حج کے موقعے پر قاضی صاحب کی سلطان موصوف سے ملاقات بھی ہوئی تھی اور یہ گرمیوں کا موسم تھا۔ ممکن ہے قاضی صاحب نے اسی موقعے پر سلطان کو صفا اور مروہ پر چھت ڈالنے کا مشورہ دیا ہو، جس پر سلطان نے عمل کیا۔ قاضی صاحب کا یہ مشورہ تمام دنیا کے حجاج کرام کے آرام کے لیے تھا۔

اب تو صفا مروہ کا سلسلہ بالکل بدلا ہوا ہے اور اسے دو منزلہ کر کے پورا رقبہ ائیر کنڈیشنڈ کر دیا گیا ہے۔ بہ ہر کیف اس مقام پر چھت ڈالنے کا مشورہ سب سے پہلے حکومت کو قاضی صاحب نے دیا تھا، جس پر عمل ہوا۔ یہ ان کا عظیم الشان صدقہ جاریہ ہے۔ اس کے بعد چھت کا جو دوسرا سلسلہ چلا، امید ہے بارگاہِ الٰہی سے اس کا ثواب بھی قاضی صاحب کو ملتا ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

بچے کی ولادت کی پیش گوئی:

شوال ۱۳۴۸ھ میں قاضی صاحب دوسرے حج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ کراچی تک جو لوگ ان کے ساتھ گئے، ان میں ان کے چھوٹے بھائی قاضی عبدالرحمٰن (وکیل صاحب) بھی تھے۔ عرشہ جہاز پر گئے تو قاضی عبد الرحمٰن سے قاضی صاحب نے کہا کہ عبد العزیز کے گھر ایک بیٹا پیدا ہو گا، اس کا نام معزالدین رکھنا۔ چنانچہ قاضی صاحب کے انتقال کے تقریباً سات مہینے بعد ۲۵؍ دسمبر ۱۹۳۰ء (۴؍ شعبان ۱۳۵۰ھ) کو جمعرات کے دن لڑکا پیدا ہوا جس کا نام قاضی عبد العزیز نے حسن معز الدین رکھا۔ ''حسن'' کا اضافہ انھوں نے اپنی طرف سے کیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”جنت بی بی“:

بتایا جا چکا ہے کہ قرآن مجید سے قاضی صاحب کو بے پناہ تعلق تھا۔

ایک مرتبہ ایک خاتون کے جنازے میں شریک ہوئے جن کی پرہیزگاری اور نیکی کی بڑی شہرت تھی۔ تدفین کے بعد دعا کی گئی تو کسی نے قاضی صاحب سے کہا:

ان کی قبر پر تختی لگا کر کیا الفاظ لکھے جائیں؟

فرمایا: بی بی کا کیا نام تھا؟

بتایا گیا: جنت ...... !

فرمایا: لکھو: فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ ○ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ

یہ سورۃ الفجر کی آخری دو آیتیں ہیں۔ آیت نمبر:۲۹ اور آیت نمبر:۳۰۔ ان کا ترجمہ یہ ہے کہ قیامت کے روز نفس مطمئنہ یعنی نیک آدمی سے کہا جائے گا۔ ”میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ اور میری جنت میں رہو بسو۔“

کتب خانہ:

قاضی صاحب کا ذاتی کتب خانہ بہت سی نادر و نایاب کتابوں پر مشتمل تھا۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، سیرت، عربی، فارسی، اردو ادبیات اور انگریزی وغیرہ ہر زبان اور ہر موضوع کی کتابیں اس کتب خانے میں موجود تھیں جو قاضی صاحب کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ یہود و نصاریٰ اور ہندو مذہب کے بارے میں بھی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ ایک مرتبہ پروفیسر سراج الدین آذر اور حافظ محمود شیرانی پٹیالہ گئے اور تین دن قاضی صاحب کے ہاں قیام پذیر رہے۔ دونوں حضرات علم و ادب کے رسیا اور کتابوں کے شائق تھے۔ ہر وقت لائبریری میں بیٹھے مطالعۂ کتب میں مصروف رہتے تھے۔ قاضی صاحب ان کی تشریف آوری پر انتہائی مسرور ہوئے اور انھوں نے قاضی صاحب کے اخلاق، میل جول اور علم و کمال سے بہت اچھا اثر لیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوستوں سے حسنِ سلوک:

قاضی صاحب نے جس شخص کو دوست بنا لیا اور ایک دفعہ جس سے دلی تعلق پیدا ہو گیا ، پھر ہمیشہ اسے قائم رکھا اور کبھی اس میں خلل نہیں آنے دیا۔ گجرات کے مستری محمد حیات کا ذکر پہلے آ چکا ہے، وہ گجرات سے لاہور منتقل ہو گئے تھے اور ہال روڈ پر فرنیچر سازی کا کاروبار شروع کر دیا تھا، جس میں اللہ تعالیٰ نے بڑی وسعت پیدا کر دی تھی۔ ایک مرتبہ ان کے لکڑی کے کارخانے اور آرا مشین کو آگ لگ گئی اور اس انتہائی سستے دور میں لاکھوں روپے کا نقصان ہو گیا۔ قاضی صاحب کو پتا چلا تو گھر کے تمام زیورات اور نقد روپیہ لے کر محمد حیات کے پاس لاہور پہنچ گئے اور سب کچھ اپنے اس دوست کے آگے رکھ دیا۔

مجاہدین کی امداد:

قاضی صاحب سکھ ریاست میں سرکاری افسر تھے ، لیکن اس کے باوجود کسی نہ کسی طریقے سے ہر اس تحریک کی مدد کرتے تھے،جس کا تعلق مسلمانوں کی مذہبی و دینی اصلاح اور وطن کی آزادی سے ہوتا۔ سرحد پار کے مجاہدینِ چمرکنڈ انگریزی حکومت کے شدید مخالف تھے اور حکومت انھیں ختم کرنے کے لیے ہر وقت کوشاں رہتی تھی، لیکن قاضی صاحب خفیہ طور پر مولانا فضل الٰہی وزیرآبادی کے توسط سے ان کو مالی امداد پہنچاتے رہتے تھے۔ شاید اسی بنا پر تقسیم ہند کے بعد قاضی صاحب کے اخلاف اور مولانا فضل الٰہی کے اخلاف میں قریبی تعلقات پیدا ہوئے۔

ندوۃ العلما کی امداد:

قاضی صاحب مسلمانان ہند کے متعدد معروف تعلیمی اداروں کی مالی امداد کرتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ جامعہ ملیہ (دہلی) کے وہ باقاعدہ معاون تھے۔ دارالعلوم ندوۃ العلما (لکھنؤ) کی مجلس انتظامیہ کے رکن تھے۔ اس کے سالانہ جلسے ہندوستان کے مختلف شہروں میں منعقد ہوا کرتے تھے، وہ ان اجلاسوں میں شرکت فرماتے اور تقریر کرتے تھے۔ ندوۃ العلما کی خود بھی مالی امداد کرتے اور اصحابِ ثروت مسلمانوں پر بھی اس کی امداد کے لیے زور دیتے۔ ایک مرتبہ سرکاری طور پر بھی ان کی کوشش سے ندوے کی گراں قدر مالی امداد کی گئی تھی۔

قرآن نے انھی اوصاف کے لوگوں کے لیے فرمایا ہے:

﴿ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴾ [البينة:۷]

(یہ دنیا کے بہترین لوگ ہیں۔)

اوقاتِ تصنیف و تالیف:

قاضی صاحب نہایت مصروف اور کثیر الاشغال تھے۔ جج کی حیثیت سے بھی ان کا دائرۂ مصروفیت بڑا نازک اور پھیلا ہوا تھا۔ درس قرآن کا سلسلہ بھی وقت اور مطالعے کا طالب تھا۔ مختلف معاملات میں لوگوں سے میل جول کا مسئلہ بھی انتہائی اہم تھا اور پھر تصنیف و تالیف کے لیے وقت دینا بھی لازمی امر تھا۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں کو انھوں نے کچھ اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ صبح کو بہت جلد بیدار ہو جاتے تھے۔ تہجد کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور ان آیات پر دوبارہ نظر ڈالتے جن کا نماز فجر کے بعد درس دینا ہوتا تھا۔ درس کے بعد گھر تشریف لے جاتے، غسل فرماتے اور ناشتہ کرتے۔ اس زمانے میں دفتری اوقات دس سے چار بجے تک تھے۔ ناشتے کے بعد عدالت میں پیش ہونے والے مقدمات کے کاغذات دیکھتے اور اگر کسی مقدمے میں کوئی اہم قانونی نکتہ پنہاں ہوتا تو اس پر غور فرماتے۔ پھر لباس تبدیل کر کے عدالت تشریف لے جاتے۔ عدالت سے واپس آ کر کھانا تناول فرماتے اور تھوڑی دیر قیلولہ کرتے۔ پھر تصنیف و تالیف میں مصروف ہو جاتے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے لیے رات کو بھی کچھ وقت دیتے۔رات کو عشا کے بعد صبح کے درس کے لیے بعض تفسیروں کا مطالعہ فرماتے۔ یہ زمانۂ ملازمت کا نظام اوقات تھا۔ موسم اور حالات کے مطابق اس میں رد و بدل ہوتا رہتا تھا۔

ریٹائر منٹ کے بعد درس قرآن کا سلسلہ بہ دستور جاری رہا۔ ناشتے کے فوراً بعد تصنیف و تالیف میں مشغول ہو جاتے اور پھر دیر تک یہ خدمت سر انجام دیتے۔

مختلف مقامات سے انھیں بہت سے خطوط آتے تھے۔ کچھ ذاتی خطوط، کچھ شرعی اور دینی مسائل کے بارے میں استفسارات۔ پنجاب کی انجمن اہل حدیث کے وہ صدر تھے، اس ضمن میں بھی ان کو خطوط موصول ہوتے تھے۔ ہندوستان کے دور دراز مقامات سے ان کے نام جلسوں میں شرکت کے دعوت نامے آتے تھے اور ان میں وہ شریک ہوتے تھے۔

قاضی صاحب نے بہ حیثیت سیشن جج کم و بیش پندرہ سال کام کیا اور اس دوران کم از کم پندرہ سو مقدمات کی سماعت کی اور ان کے فیصلے لکھے۔ بہت سے مقدمات قتل اور ڈکیتی وغیرہ کے تھے۔بعض فیصلے پچیس سے پچاس صفحات پر مشتمل ہوتے تھے۔ اوسطاً انھوں نے ساڑھے چار ہزار صفحات کے فیصلے لکھے جو پٹیالہ ہائی کورٹ کے لیے باعث فخر تھے۔ ②

قاضی عبد الباقی نے جب وکالت شروع کی تو چھ ماہ کسی وکیل کے ساتھ ٹریننگ ضروری تھی۔اس کے بعد وکالت کا لائسنس ملتا تھا۔مگر دیوان پنڈی داس نے جو اس وقت پٹیالہ ہائی کورٹ کا چیف جسٹس تھا، ان کی درخواست پر یہ لکھ دیا کہ قاضی صاحب کے پوتے پر یہ شرط عائد نہیں کی جاسکتی۔ یہ ۱۹۳۵ء کا ذکر ہے۔ ③

---

② بہ روایت قاضی عبد الباقی (زبانی)

③ بہ روایت قاضی عبد الباقی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ عجیب بات ہے کہ قاضی صاحب نے زیادہ تر تصنیفی کام زمانۂ ملازمت میں کیا، جب کہ وہ بعض سرکاری مسائل میں بہت زیادہ مصروف رہتے تھے۔ اللہ نے ان کو بڑی ہمت سے نوازا تھا اور وہ ہر محاذ میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھاتے اور سب کام تیزی اور مستعدی سے کرتے تھے۔ خطوط کے جواب لازماً دیتے تھے اور جو بات ان سے پوچھی جاتی اس کے متعلق جواب میں مناسب الفاظ میں وضاحت فرماتے۔ ہر کام اطمینان اور دلجمعی سے کرتے۔ گھبراہٹ، پریشانی اور اضطراب سے انھیں کوئی تعلق نہ تھا۔

ریٹائرمنٹ:

۱۸۸۴ء میں جب قاضی صاحب ریاست پٹیالہ کے حلقۂ ملازمین میں شامل ہوئے، اس وقت ان کی عمر ساڑھے سترہ سال تھی، بہ الفاظ دیگر قانونِ ملازمت کی رو سے وہ اس وقت نا بالغ تھے۔ اگر چھ مہینے بعد یعنی اٹھارہ سال کی عمر میں ملازم ہوتے تو بالغ تصور کیے جاتے، کیونکہ سرکاری ملازمت کا آغاز کم سے کم اٹھارہ سال کی عمر سے ہوتا ہے۔ تقریباً چالیس سال کی ملازمت کے بعد وہ ۱۹۲۴ء میں ریٹائر ہوئے اور حق دار پنشن ٹھہرے۔ ریٹائرمنٹ کے وقت چھ مہینے کی ابتدائی سروس وضع کر لی گئی تھی۔ ④

ملازمت کے دوران انھوں نے کئی حیثیتوں سے کام کیا۔ مثلاً ملازمت کا آغاز سر رشتہ دار تعلیم کی حیثیت سے کیا، پھر مہتمم انڈین گیسٹ ہاؤس اور مہتمم یورپین گیسٹ ہاؤس رہے۔ کچھ عرصہ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے فرائض انجام دیے۔ ریاست کے ناظم منڈیات کے طور پر بھی کام کیا۔ یعنی ریاست کی تمام منڈیوں کی دیکھ بھال، ان کا انتظام، مختلف اجناس کی قیمتوں کی نگرانی وغیرہ ان کے فرائض میں داخل تھی۔

---

④ بہ روایت قاضی عبدالباقی زبانی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حیثیت سے ان کا دفتر بٹھنڈا میں تھا۔ پھر مجسٹریٹ درجہ اوّل، سول جج اور سیشن جج کے مناصب پر عدلیہ میں خدمات سرانجام دیں۔ ریاست کی طرف سے جن فرائض کی انجام دہی ان کے سپرد کی گئی اس میں اللہ نے ان کو کامیابی عطا فرمائی۔⑤

ریٹائر منٹ کے بعد بھی مہاراجا ان کی خدمات سے استفادہ کرتا رہا، مثلاً بعض سرکاری اور گھریلو معاملات، مہاراجا کے بچوں کی شادیوں کے سلسلے کے انتظامات ان کے سپرد رہے، اور بہت سی سرکاری اور گھریلو چیزوں کی خرید و فروخت بھی انہی کی معرفت ہوتی تھی جو اس انتہائی سستے زمانے میں لاکھوں سے متجاوز ہو جاتی تھی۔

سرخ فیتہ ہر شخص کو ہر سرکاری دفتر میں اپنے ہاتھ دکھاتا ہے۔ قاضی صاحب کو بھی بہ ایں مرتبت و منزلت اس سے واسطہ پڑا، انھیں ریٹائر منٹ سے تین سال بعد پنشن ملی۔ اس اثنا میں انھیں بعض دوستوں سے مجبوراً ادھار لینا پڑا، جو روپے جس سے ادھار لیے، اس کی تفصیل ایک رجسٹر میں درج تھی، اس کی ادائیگی کی تاریخ بھی اسی رجسٹر میں مرقوم تھی۔ یہ رجسٹر اب تک محفوظ ہے۔⑥

یہ رجسٹر قاضی عبدالباقی نے اس فقیر کو بھی دکھایا تھا۔ یہاں یہ بھی سنتے جایئے کہ تین سال کے بعد جو پنشن ملی وہ دس ہزار روپے کے لگ بھگ تھی، اس میں سے دو ہزار کے قریب قرض خواہوں کو دیے، باقی تقریباً آٹھ ہزار روپے کی رقم ایک الماری میں رکھی تھی کہ وہاں سے چوری ہو گئی۔ لیکن قاضی صاحب نے نہ کسی سے پوچھ گچھ کی اور نہ کسی سے تذکرہ کیا، بس چپ سادھ لی۔ یہ ۱۹۲۷ء کے پس و پیش کی بات ہے، جب روپیہ سونے کے برابر تلتا تھا اور ایک من گندم ایک روپے میں ملتی تھی۔ سونے کا بھاؤ دس روپے تولہ تھا۔⑦

---

⑤ بہ روایت قاضی عبدالباقی زبانی

⑥ بہ روایت قاضی عبدالباقی

⑦ بہ روایت قاضی عبدالباقی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوٹے پر شفقت اور بڑے کا احترام:

حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں قاضی صاحب کی یہ عادت تھی کہ چھوٹے پر شفقت فرماتے اور اپنے سے بڑے اور برابر والے کی عزت کرتے۔ ہر ایک کو ''آپ'' کہہ کر پکارتے۔ بچے کو بھی آپ کہتے تا کہ چھوٹی عمر ہی میں اس کا ذہن اس لفظ سے آشنا اور زبان اس سے مانوس ہو جائے۔ قاضی صاحب کے رشتے داروں اور ملنے والوں میں غریب بھی تھے اور امیر بھی، دیہاتی بھی تھے اور شہری بھی، پڑھے لکھے بھی تھے اور ان پڑھ بھی۔ وہ ہر شخص سے ملتے، اس سے مصافحہ اور معانقہ کرتے۔ اسے گھر لے جا کر کھانا کھلاتے اور خاطر تواضع فرماتے۔ وہ یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ چھوٹے درجے کے آدمی کو بلانے اور اس سے ملنے سے بڑے لوگ کیا اثر لیں گے۔

ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ بڑے لوگ چھوٹی حیثیت کے رشتے دار یا واقف کو دیکھ کر دوسری طرف منہ کر لیتے ہیں اوراس سے ملنا اور ہم کلام ہونا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔لیکن قاضی صاحب اس کے برعکس اپنے غریب امیر تعلق داروں اور دور و نزدیک کے رشتے داروں سے خود ملنے کی کوشش فرماتے تھے۔

چھوٹے بھائی کی تکریم:

ان کے چھوٹے بھائی قاضی عبدالرحمٰن جنھیں وکیل صاحب کہا جاتا تھا، ریاست پٹیالہ کے سفیر کی حیثیت سے فیروز پور رہتے تھے۔ قاضی صاحب ان کا بہت احترام کرتے اوران سے بے حد محبت سے پیش آتے تھے۔بعض اوقات تو اس درجے ان کی تکریم کرتے کہ دیکھنے والے کو شبہہ ہونے لگتا کہ وکیل صاحب ان کے چھوٹے نہیں، بڑے بھائی ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہمان نوازی:

قاضی صاحب کے بہت سے اوصاف میں سے ایک بہت بڑا وصف یہ تھا کہ وہ بے حد مہمان نواز تھے۔ اس سلسلے کے یہاں چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

ا۔ مولانا حافظ محمد اسلم جیراج پوری کا شمار ہندوستان کے معروف علما میں ہوتا تھا۔ وہ جامعہ ملیہ اسلامیہ (دہلی) میں پروفیسر تھے۔ ایک مرتبہ وہ جامعہ ملیہ کے لیے چندے کی مہم پر نکلے اور پٹیالہ تشریف لے گئے۔ قاضی صاحب سے ملاقات ہوئی تو وہ انتہائی احترام کے ساتھ پیش آئے اور انھیں اپنے گھر پر ٹھہرایا۔ گھر والوں کو ان کے علمی مرتبے اور مقام و منصب کے بارے میں بتایا اور تاکید کی کہ ان کی زیادہ سے زیادہ خاطر مدارات کی جائے۔ چنانچہ اس پر عمل ہوا اور مہمان نوازی کے سلسلے میں ان کے گھر میں جو روایت چلی آرہی تھی، اس سے بڑھ کر ان کی خدمت کی گئی۔

قاضی صاحب نے چندے کی وصولی کے سلسلے میں ان سے بہت تعاون کیا۔ اپنی گرہ سے بھی جامعہ ملیہ کی معقول مالی امداد کی اور اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر اور بھی بہت سے لوگوں کو امداد فراہم کرنے پر آمادہ کیا۔

۲۔ قاضی صاحب کی مہمان نوازی کا ایک واقعہ میرے دادا مرحوم (میاں محمد) اور ایک دوسرے بزرگ میاں قاسم دین سے تعلق رکھتا ہے جو میرے دادا کے برادر نسبتی تھے۔ یہ واقعہ مجھے میاں قاسم دین مرحوم نے سنایا تھا۔ انھوں نے بتایا کہ ایک دفعہ وہ اور میرے دادا (میاں محمد) مرحوم، قاضی صاحب سے ملاقات کے لیے پٹیالہ گئے۔ یہ دونوں بزرگ حقہ پینے کے عادی تھے۔ قاضی صاحب اس زمانے میں ریاست پٹیالہ کے سیشن جج تھے۔ یہ بزرگ جتنے دن پٹیالہ میں قاضی صاحب مرحوم کے ہاں مقیم رہے، قاضی صاحب انھیں خود کھانا کھلاتے اور ان کے لیے حقے کا انتظام کرتے رہے۔ ایک دو مرتبہ خود حقہ اٹھا کر لائے۔ قاضی صاحب سے یہ حضرات بار بار کہتے تھے کہ کھانا اور حقہ ملازم لے آئے گا، آپ کیوں تکلیف کرتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ قاضی صاحب ہمیشہ یہی جواب دیتے کہ آپ ملازم کے رشتے دار یا مہمان نہیں ہیں، میرے رشتے دار اور میرے مہمان ہیں اور مجھ ہی سے ملاقات کے لیے آئے ہیں۔ میرا فرض ہے کہ آپ کی خدمت کروں اور آپ کی ضروریات کا اہتمام کروں...... میرے دادا کا انتقال جولائی ۱۹۳۹ء کو کوٹ کپورہ میں ہوا اور میاں قاسم دین کی وفات دسمبر ۱۹۴۸ء میں ہمارے موجودہ گاؤں چک نمبر ۵۳ گ ب (تحصیل جڑاں والا ،ضلع فیصل آباد) میں ہوئی...... اللہ ان سب کی مغفرت فرمائے۔ پرانے لوگ عجیب افکار و خیالات کے مالک تھے، سراپا خلوص اور پیکر محبت۔

۳۔ ایک واقعہ مولوی عبدالرشید مرحوم (ساکن چک نمبر ۳۶ گ ب) کا بیان کردہ ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ایک دفعہ ان کے چچا میاں عنایت اللہ مرحوم قاضی صاحب کی خدمت میں پٹیالے گئے اور نیچے کے کمرے میں بیٹھ گئے۔ قاضی صاحب اوپر کے کمرے میں تشریف فرما تھے۔ انھیں پتا چلا تو فرمایا انھیں اوپر میرے پاس لے آؤ۔ میاں عنایت اللہ حقہ پینے کے عادی تھے۔ جس وقت قاضی صاحب کا یہ پیغام انھیں پہنچایا گیا، اس وقت وہ حقہ پی رہے تھے۔ انھوں نے پیغام دینے والے سے کہا کہ قاضی صاحب سے کہو مجھے ایک بیماری لگی ہوئی ہے ، اس کا کچھ علاج ہوجائے تو سلام کے لیے حاضر ہوں گا۔ قاضی صاحب بیماری کا مطلب سمجھ گئے، فرمایا انھیں اوپر لے آؤ اور ان کا حقہ بھی یہیں لاؤ۔ ان کی بیماری کا علاج یہاں بھی ہو جائے گا۔

اس کے بعد وہ قاضی صاحب کے پاس گئے ، ان سے ملے اور ان کے فرمان کے مطابق حقہ نوشی کا سلسلہ ان کے سامنے چلتا رہا۔ کھانا بھی انھی کے ساتھ کھایا۔

میاں عنایت اللہ صاحب راقم کی والدہ کے حقیقی ماموں تھے اور بڑے باذاق اور کھلی طبیعت کے بزرگ تھے۔

۴۔ ایک اور واقعہ مرحوم مولوی عبدالرشید نے بیان کیا۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک غیر مسلم قاضی صاحب کے گھر گیا اور مسلمان ہو گیا۔ کھانے کا وقت ہوا تو قاضی صاحب نے اسے اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ وہ کچھ ہچکچاہٹ محسوس کر رہا تھا۔ قاضی صاحب نے فرمایا آپ ہمارے بھائی ہیں، وہ تمام حقوق آپ کو حاصل ہیں جو اسلام کی طرف سے ہمیں حاصل ہیں۔

کسی نے اسے نو مسلم کہا تو فرمایا نو مسلم کیا؟ یہ اسی طرح مسلمان ہے جس طرح ہم مسلمان ہیں۔

مولوی عبد الرشید کا نام گزشتہ صفحات میں ایک سے زائد دفعہ آیا ہے۔ یہ چک نمبر ۳۶ گ ب میں مقیم تھے اور میری والدہ مرحومہ کے ماموں زاد بھائی تھے۔

اختلاف امتی رحمۃ کی تشریح

حکیم عبد اللہ صاحب اپنے مختصر مضمون ''حالات مبارکہ علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری'' میں لکھتے ہیں:

قاضی صاحب کو مبداء فیض نے فہم وفراست سے حصۂ وافر عطا کیا تھا، چنانچہ وہ پیچیدہ مسائل کو عام فہم انداز میں سلجھانے کا ایک خاص سلیقہ رکھتے تھے۔ میرے ایک تایا زاد بھائی مولوی شرف الدین صاحب تھے۔ انھوں نے ایک مرتبہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث نبویؐ کی وضاحت کی درخواست کی جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ۔ (میری امت کا اختلاف باعث رحمت ہے) جب کہ یہ نظر بہ ظاہر انتشار اور فرقہ بندی کی علامت ہے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب نے اس سوال کا جو جواب دیا وہ میرے بھائی صاحب کی ذہنی سطح سے قدرے بلند تھا، لہٰذا یہ ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ قاضی صاحب کو پتا چلا تو انھوں نے مولوی شرف الدین صاحب کو کہلا بھیجا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب تو بڑے آدمی ہیں، آپ کسی روز میرے پاس تشریف لایے، میں آپ سے اس مسئلے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر گفتگو کروں گا۔

چنانچہ مولوی شرف الدین ایک دن قاضی صاحب کے ہاں پہنچے۔ حسن اتفاق سے میں بھی اس مبارک مجلس میں موجود تھا۔ قاضی صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس حدیث کا اصل نقشہ بیان کیا۔ قاضی صاحب کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے حدیث میں لفظ ''اختلاف'' فرمایا ہے نہ کہ لفظ مخالفت۔ باہمی مخالفت کا جذبہ یقیناً باعث رحمت نہیں ہوسکتا، کیونکہ مخالفت، انتشار اور عداوت کی علامت ہے، لیکن اختلاف اس سے مبرا ہے۔ مخالفت اندھا دھند ہوتی ہے اور اس کی تہہ میں منفی جذبہ کار فرما ہوتا ہے، اس کے برعکس اختلاف کے پیچھے خیر خواہی کا تعمیری جذبہ پایا جاتا ہے، جو سراسر ایک نیک ذہن کی پیداوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب دو یا دو سے زیادہ نیک لوگ کسی بات یا مسئلے پر اختلاف کا اظہار کرتے ہیں تو اس مسئلے کے بہت سے ایسے پوشیدہ اور اوجھل پہلو بھی نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں جن کی طرف پہلے کسی کی نگاہ نہیں جاتی۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ اس قسم کے اختلاف کی بدولت ہی مختلف دلائل سامنے آتے ہیں جن کی بنا پر ارشادات نبوی ﷺ کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ پھر قاضی صاحب نے اپنے موقف کی تائید کے لیے یہ حدیث نبوی سنائی:

لخلوف فم الصائم اطیب عند اللّٰہ من ریح المسك۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک روزے دار مسلمان کے منھ کی بو کستوری کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے۔

قاضی صاحب نے فرمایا اس حدیث کی تشریح میں ہمارے محدثین نے محض اختلاف رائے کی بنا پر نئے نئے نکتے پیدا کیے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو روزے دار کے منھ کی بو بہت پسند ہے اس لیے روزے دار کو روزہ کھولنے سے پیشتر مسواک کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ مسواک سے وہ بو ختم ہو جائے گی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔

بعض محدثین اس حدیث سے یہ مطلب اخذ کرتے ہیں کہ چونکہ روزے دار کے منھ میں یہ بو عموماً دوپہر کے بعد پیدا ہوتی ہے لہٰذا دوپہر سے پہلے مسواک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن فقہا کے ایک گروہ نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس حدیث کا منشا زیادہ تر روزے دار کی اطاعت شعاری کو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ٹھہرانا ہے اور روزے دار کو یہ باور کرانا ہے کہ تمھاری بھوک اور پیاس کا اضطراب حتیٰ کہ اس کے سبب سے تمھارے منھ میں پیدا ہو جانے والی بو بھی اللہ تعالیٰ کو تمھارے جذبۂ اطاعت کی بنا پر بہت پسند ہے۔ اس کی بو کو باقی رکھنا روزے دار پر لازم نہیں ہے بلکہ اس ضمن میں اس حدیث نبوی کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے مسواک کرنے کی بلا استثنا تاکید فرمائی ہے۔

اس مثال کے ذریعے قاضی صاحب نے مولوی شرف الدین پر یہ واضح کیا کہ فقہا کا یہ وہ علمی اختلاف ہے جسے نبی کریم ﷺ نے باعثِ رحمت فرمایا ہے۔⑧

آیت لقد ھَمَّتْ بِہٖ وَھَمَّ بِھَا ……

حکیم عبداللہ صاحب مزید لکھتے ہیں کہ

علم حدیث کی مانند علم تفسیر پر بھی قاضی صاحب کو عبور حاصل تھا۔ اس ضمن میں حکیم صاحب ممدوح اپنے استاذ محترم مولانا ابوالخیر خیر الدین احمد (سرسہ ضلع حصار) کی ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب مرحوم نے اپنے ہاں چند علما کو کھانے پر مدعو کیا۔ مدعوین میں مولانا خیر الدین احمد بھی شامل تھے۔ اس محفل میں بہت سے علمی مسائل پر گفتگو ہوئی اور اس میں قاضی صاحب نے سورہ یوسف کی آیت نمبر ۲۴ پڑھی: لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰبُرْهَانَ رَبِّهٖ ۔

---

⑧ مشہور یہی ہے کہ "اختلاف امتی رحمة" حدیث ہے۔ لیکن محدثین کے نقطہ نظر سے یہ موضوع ہے، تاہم قاضی صاحب نے ان الفاظ کی نہایت عمدگی سے تشریح فرمائی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی صاحب نے فرمایا اس کے ترجمے اور تفسیر میں مفسرین اور مترجمین نے مختلف انداز اختیار کیے ہیں اور کچھ تراجم اور تفاسیر ایسی بھی ہیں جن کے مطالعہ سے خدا کے ایک نبی کی شان مجروح ہوتی نظر آتی ہے۔ قاضی صاحب نے خیال ظاہر کیا کہ ایسے تراجم اور تفاسیر میں غالباً اسرائیلی روایات کی دخل اندازی ہو گئی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس آیت کا ترجمہ یہ ہونا چاہیے:

> ''وہ عورت (امراۃ العزیز) اپنے اصرار (ترغیب گناہ) پر اڑی رہی، اور وہ (حضرت یوسف علیہ السلام) اپنے انکار پر اڑے رہے۔ اگر حضرت یوسف علیہ السلام نے خدا کی برہان کو نہ دیکھا ہوتا (تو وہ اس کا ارادہ کر سکتے تھے)''

اور حقیقت یہ ہے کہ اس ترجمے کی صورت میں نہ صرف یہ کہ ذہن میں کوئی الجھن پیدا نہیں ہوتی، بلکہ نبی کا کردار آئینے کی طرح بے داغ نظر آتا ہے۔ ⑨

والئ ریاست کو سلام کا طریقہ

حکیم صاحب والئ ریاست کو قاضی صاحب کے سلام کے سلسلے میں رقم طراز ہیں۔

قاضی صاحب ریاست پٹیالہ کے ملازم تھے۔ دوسرے راجوں کی مانند پٹیالے کے راجے کے دربار میں بھی حاضری کے کچھ آداب مقرر تھے جو توحید پرست طبائع پر گراں گزرتے تھے۔ خصوصاً راجا کے سامنے حاضری کے موقعے پر کورنش وغیرہ بجا لانا اور اس قسم کی دوسری حرکات و افعال پر عمل کرنا ایسے شخص کے لیے ممکن نہیں تھا جو ایک خدائے واحد پر ایمان رکھتا ہو اور اس کے حضور سجدہ ریز ہونے کے بعد کسی اور

---

⑨ اس آیت کی مزید تفسیر آئندہ صفحات (باب ''قاضی صاحب مفسر قرآن کی حیثیت سے'') میں ملاحظہ فرمایئے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہستی کے سامنے سر نیاز خم کرنے کو غلط قرار دیتا ہو۔ قاضی صاحب اللہ کے فضل سے بہت اونچے درجے کے مسلمان تھے اور ان کے عقائد کا علم خود راجا کو بھی تھا۔ قاضی صاحب کی خدا ترسی، عدل و انصاف اور راستی سے راجا اس درجے متاثر تھا کہ اس نے قاضی صاحب کو کبھی ان کے عقیدے کے منافی درباری آداب کی پابندی کے لیے مجبور نہ کیا۔

حکیم عبد اللہ فرماتے ہیں: میرے ایک محبّ دیرینہ سید نصیر احمد نے (جو تقسیم ملک سے قبل پٹیالہ میں بغرض تعلیم رہائش پذیر تھے اور تقسیم کے بعد ملتان چلے آئے تھے) بتایا کہ ایک دفعہ پٹیالہ کے راجا ولایت سے لوٹے اور ان کے استقبال کے لیے عمایدِ ریاست اسٹیشن پر پہنچے۔ مجھے خیال آیا کہ چل کر دیکھیں اس موقعے پر قاضی محمد سلیمان صاحب جو اتنے بڑے موحد ہیں، راجا کے رو برو کس طرزِ عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس خیال سے جب میں اسٹیشن پر پہنچا تو دیکھا کہ قاضی صاحب استقبال کے لیے آنے والے دوسرے عہدے داروں اور معززین کی قطار سے ذرا ہٹ کر کھڑے ہیں۔ راجا صاحب جب گاڑی سے اترے تو استقبال کے لیے آنے والے تمام لوگ حسب معمول رکوع میں جا کر کورنش بجا لانے لگے، لیکن قاضی صاحب بہ دستور استغنا کی تصویر بنے اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ راجا صاحب دوسرے لوگوں سے سلام وصول کرتے ہوئے جوں ہی قاضی صاحب کے قریب آئے اور ان کی نظر قاضی صاحب پر پڑی تو راجا صاحب خود آگے بڑھ کر قاضی صاحب سے بغل گیر ہو گئے۔

یہ عجیب منظر دیکھ کر میں بہت حیران ہوا، اور اس روز سے میرے دل میں قاضی صاحب کی قدر و منزلت اور بھی بڑھ گئی اور میں نے سوچا کہ قاضی صاحب نے اپنے رزق اور اپنی دنیا کے لیے خدا پرستی کے اصول کو نہیں توڑا۔ اس طرح بندوں کی بندگی سے انھوں نے خود کو بچائے رکھا، جس کا نتیجہ یہی ہونا چاہیے تھا کہ بندے خدا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اس نیک بندے کے گرویدہ ہو گئے۔

سبحان اللہ! یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔

مسجد نبوی کے امام صاحب کا واقعہ

اسی طرح ایک معتبر راوی نے بیان کیا کہ جن مبارک ایام (حج) میں قاضی صاحب مدینہ طیبہ میں قیام پذیر تھے، ان دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک روز قاضی صاحب مسجد نبوی سے نماز پڑھ کر نکل رہے تھے اور ان کے ہمراہ مسجد نبوی کے امام صاحب بھی باتیں کرتے ہوئے آ رہے تھے کہ مسجد کے دروازے پر پہنچے، جہاں نمازیوں کی جوتیاں پڑی ہوتی ہیں۔ اس جگہ پر مسجد نبوی کے امام صاحب نے آگے بڑھ کر قاضی صاحب کی جوتیوں کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کیا اور قاضی صاحب کے سامنے رکھا۔ قاضی صاحب نے تیزی سے امام صاحب کے ہاتھوں کو پکڑا اور کہا کہ آپ یہ کیا کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بلند مقام عطا فرمایا ہے......

اب امام صاحب کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور فرمایا:

> ''آپ کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ میں ایسا کس کے حکم سے کر رہا ہوں۔ فرمایا رات خوش بختی سے مجھے سرورِ کائنات فخر موجودات ﷺ کی خواب میں زیارت کی سعادت حاصل ہوئی اور مجھے عالمِ رویا میں آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ: ''دیکھو! محمد سلیمان میرا اپنا مہمان ہے، اس کی ہر طرح عزت کرنا۔''

''رحمۃ للعالمین'' کو شرف قبولیت کیوں حاصل ہوا؟

قاضی صاحب کی تصنیفات (جن میں رحمۃ للعالمین کو اوّلیں اہمیت حاصل ہے) کا تعارف اور اس کے مندرجات و مشمولات کا ذکر تو آئندہ صفحات میں آئے گا، لیکن موقعے کی مناسبت سے یہاں ''رحمۃ للعالمین'' کے بارے میں صرف ایک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات بیان کی جاتی ہے، اور وہ یہ کہ اس کتاب کا نہ انھوں نے کوئی اشتہار دیا تھا اور نہ اس کی تشہیر کے لیے کسی قسم کا کوئی اور ذریعہ اختیار کیا، حالاں کہ اردو زبان میں نبی ﷺ کی سیرت کے متعلق یہ وہ کتاب ہے، جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اُس وقت ملک میں کتابوں کے بہت سے مشہور تاجر و ناشر موجود تھے اور قاضی صاحب اپنے منصب، عبادت و صالحیت اور تصنیف و تالیف کی وجہ سے خاص شہرت کے مالک تھے، اگر وہ ذرا بھی اشارہ کرتے تو نشر واشاعت کے بہت سے معروف اداروں کے مالک ان کی کتاب چھاپنے کے لیے خود ہی ان کی خدمت میں حاضر ہوجاتے ،مگر انھوں نے پٹیالہ کے ایک ناتجربہ کار شخص خلیفہ شیخ ہدایت اللہ ضلع دار کو اس کے لیے منتخب فرمایا۔ خلیفہ صاحب نے بھی اس کے لیے نہ کوئی اشتہار شائع کیا اور نہ اخبارات میں اعلان کرایا۔ لیکن اپنے بہت سے ملنے والوں کو انھوں نے بتایا کہ انھیں کتنے ہی خطوط موصول ہوئے ہیں، جن میں ایک ہی قسم کے الفاظ مرقوم ہیں اور وہ الفاظ یہ ہیں:

”ہم نے رحمۃ للعالمین نام کی کتاب ابھی تک نہ دیکھی ہے اور نہ کہیں اس کا اشتہار پڑھا ہے ،لیکن رات خواب میں نبی ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپؐ نے فرمایا کہ پٹیالہ میں اس پتے پر خط لکھو اور ”رحمۃ للعالمین“ کتاب منگوا کر اس کا مطالعہ کرو۔“

اللہ اکبر......! یہ مصنف نام دار کا کتنا بڑا اعزاز ہے اور کس قدر خوش بختی ہے جو اس کے حصے میں آئی کہ نبی ﷺ نے بذات خود اس کا اشتہار دیا، اس لیے کہ عالی قدر مصنف نے یہ کتاب آنحضرت ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے بے انتہا محبت اور بہ درجہ غایت آپ کی اطاعت میں ڈوب کر لکھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا ایک ایک لفظ تہجد کی نماز کے بعد با وضو ہو کر اور قبلہ رو ہو کر رقم کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر قاری کا دل صاف ہو اور وہ صدقِ قلب سے آنحضرت ﷺ کی سیرتِ طیبہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مختلف پہلوؤں کو اپنے علم و مطالعہ کے دائرے میں لانے کا خواہاں ہو تو محسوس کرے گا کہ کتاب کا ایک ایک لفظ دل کی گہرائیوں میں اترتا اور قلب و روح پر اپنے اثر کے جھنڈے گاڑتا جاتا ہے۔ اس کتاب کی یہ وہ خصوصیت ہے جو سیرت کی دوسری کتابوں میں کم ہی نظر آئے گی۔ اللہ نے اس کتاب کو قبولیت و تداول کا جو درجہ عطا فرمایا وہ اس موضوع کی دوسری کتابوں کو حاصل نہیں ہوا۔ یہ کتاب جب سے معرض تصنیف میں آئی ہے، اس وقت سے برصغیر میں مسلسل شائع ہو رہی ہے۔ آزادئ ملک کے بعد کوئی ایسا وقت نہیں آیا جب کہ پاکستان اور ہندوستان میں یہ خارج از اشاعت ہوئی ہو یا اس کی مانگ میں کبھی انقطاع واقع ہوا ہو۔

ہر دور میں اور ہمیشہ اس کی طلب کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ یہ مصنف علام کے غیر معمولی خلوص اور آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس سے بے پناہ محبت کا نتیجہ ہے۔ گزشتہ سطور میں مسجد نبوی۔ کے امام کے خواب کا ذکر کیا گیا ہے، وہ خواب بھی قاضی صاحب کی نبی ﷺ سے محبت و شیفتگی کا نتیجہ تھا۔

❀......❀......❀......❀

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چودھواں باب:

چار خواب اور ان کی تعبیر

قاضی صاحب نے پہلا حج ۱۹۲۱ء میں کیا تھا، اس وقت وہ ریاست پٹیالہ میں سیشن جج تھے ۔ حسب قاعدہ حج کے لیے محکمے کو رخصت کی درخواست بھیجی، لیکن کوئی جواب نہیں آیا اور سفر کی تیاری شروع کر دی۔ شیخ فضل الرحمٰن نے (جو ان کے مخلص ترین عقیدت مند تھے اور قاضی عبد العزیز کے دوست و ہم عمر تھے اور ریاست کے الیکٹرک انجینئر تھے) ایک دن تعجب سے کہا کہ آپ پوری تیاری کر رہے ہیں، لیکن رخصت ابھی منظور نہیں ہوئی۔

فرمایا: فکر کی کوئی بات نہیں، رخصت منظور ہو جائے گی ۔

روانگی میں صرف ایک ہفتہ باقی رہ گیا،مگر رخصت کی منظوری نہیں آئی۔

احباب کو فکر لاحق ہوئی تو مجبوراً ایک خواب سنایا۔ فرمایا:

۱۔ میں نے دیکھا کہ ایک قبر شق ہوئی۔ اس سے ایک بزرگ نمودار ہوئے۔ سلام و مصافحہ کے بعد دریافت کیا: ''آپ رحمۃ للعالمین کے مصنف محمد سلیمان ہیں؟''

جواب دیا: ''ہاں ......''!

کہا: ''آپ کو حضور ﷺ سے ملاقات کا اشتیاق ہے، میرے ساتھ چلیے۔''

کافی دیر چلنے کے بعد ایک مکان آیا۔ بزرگ نے دربان سے کہا:

'' اندر جا کر حضور ﷺ کو سلام عرض کرو اور کہو کہ محمد قاسم سلام کے لیے حاضر ہوا ہے۔''

دربان حضور ﷺ سے اجازت لے کر آیا تو بزرگ مجھے بھی ساتھ لے چلے۔ پہلے انھوں نے حضور کو سلام کیا۔ پھر مجھے پیش خدمت کیا اور میں نے سلام کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعادت حاصل کی۔ اب محمد قاسم نے حضور ﷺ سے عرض کی۔

''مجھے رخصت عطا فرمایئے، میں محمد سلیمان کو خدمت اقدس میں چھوڑے جاتا ہوں۔''

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور خواب ختم ہوا۔ اس کی تعبیر میں قاضی صاحب فرماتے ہیں: میں سمجھتا ہوں کہ دربار نبوی میں محمد قاسم کی معیت میں حاضری خالی از انعام و اکرام نہیں ہوسکتی۔ رخصت کی منظوری آ ہی جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دوسرے یا تیسرے دن منظوری آ گئی۔

بے شک محمد اور قاسم دونوں بابرکت نام ہیں اور دونوں کا اطلاق نبی ﷺ کی ذات اقدس پر ہوتا ہے اور قاضی صاحب انہی مقامات مقدسہ (مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ) میں جانے کا عزم فرما رہے ہیں، جہاں نبی ﷺ قیام فرما تھے۔ بہت اچھا خواب ہے اور صحیح ترین اور دل لگتی تعبیر۔

۲۔ اب دوسرا خواب سنیے جو ان کے خاندان اور احباب میں تواتر سے بیان ہوتا آیا ہے۔ لیکن خواب سننے سے پہلے اس کا پس منظر سن لیجیے۔

قاضی صاحب نے مرزائیت کے ردّ میں دو کتابیں لکھی تھیں۔ ایک غایت المرام اور دوسری تائید الاسلام۔ اس وقت مرزا غلام احمد زندہ تھے۔ انھوں نے غایت المرام مرزا صاحب کو بھجوائی اور ساتھ ہی خط لکھا کہ آپ چونکہ پیش گوئیاں بہت کرتے ہیں، اس لیے بہ توفیق الٰہی میں بھی آپ کو تین باتیں لکھ دیتا ہوں۔

۱..... آپ کو حج نصیب نہیں ہوگا۔

۲..... آپ میری کتاب کا جواب نہیں دے سکیں گے۔

۳..... آپ کی موت میری موت سے پہلے واقع ہوگی اور آپ کی موت عبرت ناک ہوگی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی صاحب کے احباب و متعلقین کے حلقے میں اس خط کے مندرجات کے بارے میں گفتگو کا سلسلہ چلا تو فرمایا خط کو چھوڑیے کہ اس میں کیا لکھا ہے، لیکن ان شاء اللہ ہو گا اسی طرح۔ احباب کا اس ضمن میں اصرار بڑھا تو کئی ہفتوں کے بعد مندرجہ ذیل خواب بیان فرمایا۔

سیدنا حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا، وہ ایک حوض میں ہیں۔ قریب جا کر سلام عرض کیا تو انھوں نے مجھ پر پانی کے چھینٹے پھینکے۔

میں نے عرض کیا: شہزادو! میں آپ کے خاندان کے غلاموں کے غلاموں سے بھی کم تر ہوں، میرے ساتھ یہ شوخی کیسی......؟

بولے: یہ شوخی نہیں، عطا ہے۔ ہم جس حوض میں ہیں، اس کے چند چھینٹے تمھیں عطا کر رہے ہیں۔ یہ غایت المرام لکھنے کا انعام ہے، اپنی طرف سے تم بھی اس کو تین پیش گوئیاں لکھ دو، وہ بھی بہت پیش گوئیاں کرتا رہتا ہے۔

خواب ختم ہوا...... اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تینوں پیش گوئیاں قاضی صاحب نے اس خواب کے بعد لکھی تھیں۔

دو خواب اور سنیے جو قاضی صاحب نے تو نہیں دیکھے البتہ دوسرے لوگوں نے دیکھے اور قاضی صاحب کو سنائے۔

۳۔ بٹھنڈا ریلوے اسٹیشن کے ایک چوکیدار کا نام ''مصری'' تھا۔ ایک دن وہ قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک خواب سنایا۔ خواب یہ ہے:

میرے سامنے ایک اعلیٰ قسم کا قیمتی گھوڑا ہے۔ اس پر ایک حسین و جمیل شخص سوار ہے۔ اس کے آگے آگے آپ (یعنی قاضی صاحب) جا رہے ہیں۔

قاضی صاحب نے خواب سن کر فرمایا: تمھارا خواب بہت اچھا ہے۔ وہ ایک بزرگ تھے، جن کی تم کو زیارت ہوئی۔ ان کی زیارت تمھیں دوبارہ ہو گی۔ اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت قاضی صاحب کے پاس ان کے بھتیجے صوفی حبیب الرحمٰن بیٹھے تھے۔ فرمایا یہ صوفی صاحب تم کو ایک دعا لکھ کر دیں گے، سوتے وقت اسے چار مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ رَبِّ الْحل والحرام و رب البلد الحرام و رب الرکن والمقام و رب المشعر الحرام بحق کل ایة انزلتها فی شهر رمضان بلغ روح محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم منی تحیة و سلاماً۔

صوفی حبیب الرحمٰن نے یہ دعا لکھ کر اسے دے دی۔ اس کے بعد تنہائی میں قاضی صاحب سے اس کی تعبیر پوچھی تو فرمایا: وہ بزرگ رسول اللہ ﷺ تھے۔

صوفی صاحب نے عرض کیا: وہ تو خواب کی بات تھی، آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ آنحضرت ﷺ تھے؟

کسی قدر جذبات کے لہجے میں بہ صورت سوال ہی جواب دیا: کیا میں کسی دنیا دار کی سائیسی کر سکتا ہوں۔

صوفی صاحب پھر عرض گزار ہوئے کہ اس بات کا کیسے پتا چلا کہ نبی ﷺ دوبارہ بھی زیارت سے مشرف فرمائیں گے؟

فرمایا: نبی ﷺ کی اپنی امت پر یہ شفقت ہے کہ جسے ایک مرتبہ زیارت سے مشرف فرماتے ہیں، اسے دوسری مرتبہ بھی فرماتے ہیں۔

یہ باتیں قاضی عبدالباقی صاحب نے سفرنامہ حجاز کے آخر میں اپنے مختصر مضمون بہ عنوان ''سیرت سلمان'' میں قاضی حبیب الرحمٰن کی روایت سے لکھی ہیں۔

۴۔ قاضی عبدالباقی تحریر کرتے ہیں کہ ۱۹۱۵ء میں دادا صاحب کو دو خط ملے۔ ایک مراد آباد (یوپی) سے، دوسرا بہاول پور سے۔ پہلے خط کا مضمون یہ تھا کہ مجھے نبی ﷺ کی فلاں تاریخ کو زیارت ہوئی اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ قاضی محمد سلیمان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو میرا سلام پہنچاؤ...... جب اسی مضمون کا دوسرا خط آیا اور تاریخ دیکھی تو پتا چلا کہ دونوں صاحبان نے یہ خواب ایک ہی رات میں دیکھا ہے۔

اس وقت رحمۃ للعالمین کی پہلی جلد شائع ہو چکی تھی ۔ دور دراز سے حصول کتاب کے لیے آرڈر آتے تھے، حالاں کہ نہ کسی اخبار میں کوئی اشتہار دیا گیا تھا اور نہ کہیں اعلان کیا گیا تھا۔

خواب کیوں آتے ہیں اور ان کی کیا حقیقت ہے؟ اس کے متعلق چند ضروری باتیں قاضی صاحب کی تصنیفات سے متعلق باب میں بہ سلسلہ تفسیر سورہ یوسف ''الجمال والکمال'' میں ملاحظہ فرمایے۔

خواب کا معاملہ بھی عجیب وغریب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسان عام طور پر حالت بیداری میں جو کچھ سوچتا ہے اور جو خیالات اس کے ذہن میں گردش کرتے ہیں، وہ سونے کے بعد خواب کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس کا تعلق جہاں ذہن وفکر سے ہوتا ہے، وہاں معدے کی کیفیات سے بھی ہوتا ہے۔ اگر معدہ صحیح ہے اور اس میں قوت ہضم موجود ہے تو خواب کم آئیں گے اور جو آئیں گے، ان کا معاملہ کچھ اور نوعیت کا ہوگا، لیکن اگر معدے میں نقص ہے اور قوتِ ہضم کمزور ہے تو خواب کثرت سے آئیں گے اور ان کی نوعیت بھی کچھ دوسری قسم کی ہوگی۔

پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ سلیم الفطرت اور صالحیت سے متصف لوگوں کے خوابوں کا تعلق امور خیر سے ہوگا اور جن لوگوں کے قدم عمل وکردار کی صاف ستھری راہ سے ڈگمگا جاتے ہیں، ان کے خوابوں کا حال بھی اسی قسم کا ہوگا۔

خواب کے سلسلے میں ایک نہایت اہم معاملہ اس کی تعبیر کا ہے۔ خواب کی صحیح تعبیر دینا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے خوب نوازا ہے۔ وہ خواب پر بھی غور کرتے ہیں اور خواب دیکھنے والے کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاملات بھی ان کے پیش نگاہ ہوتے ہیں اور وہ تمام کڑیوں کو ملاتے ہیں تو اس کی تعبیر فوراً ان کے ذہن میں آ جاتی ہے جو ہر لحاظ سے مبنی بر صحت ہوتی ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ خواب کی تعبیر کے لیے اس شخص سے رجوع کرنا چاہیے جو اس علم کی نزاکت سے آگاہ ہو۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پندر ھواں باب:

قاضی صاحب کے چند جلیل القدر معاصرین

لفظ ''معاصر'' کے لغوی معنے ہیں ہم زمانہ، ہم عہد اور ہم عصر۔! معاصرین اس کی جمع ہے۔ جو لوگ ایک زمانے اور ایک عہد میں رہ رہے ہوں، وہ لغوی اعتبار سے معاصرین کہلاتے ہیں۔ لیکن اصطلاحی اعتبار سے اس میں کسی نہ کسی صورت میں برابری یا مماثلت کی صفت کا پایا جانا ضروری ہے۔ دو عالم، دو مصنف، دو ادیب، دو شاعر، دو سیاست دان، دو مقرر، دوفن کار، دو مدرس، دو کھلاڑی، دو پہلوان جو مرتبے، عمر، قابلیت، تجربے اور طاقت میں پورا یا قریب قریب برابر کا درجہ رکھتے ہوں، معاصر کہلائیں گے۔ ایک عہد اور ایک زمانے کے ہر شخص کو معاصر نہیں کہا جائے گا۔

شاگرد اور استاد ایک ہی زمانے سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن انھیں معنیٰ متعارف میں معاصر نہیں کہا جائے گا۔ مرشد اور مسترشد ایک ہی عہد میں زندگی بسر کرتے ہیں مگر لغت مصطلحہ کی رو سے وہ معاصر نہیں ہیں۔ حاکم اور محکوم کا دور ایک ہے، لیکن ان پر معاصر کی اصطلاح کا اطلاق نہیں ہو گا۔ افسر اور چپراسی ایک ہی جگہ رہتے اور ایک ہی دفتر میں کام کرتے ہیں، مگر وہ اس مفہوم میں معاصر نہیں ہیں، جس مفہوم کو یہ لفظ ظاہر کرتا ہے۔ باپ بیٹا ایک ہی وقت میں ایک ہی گھر میں سکونت پذیر ہیں، لیکن اس کے باوجود ان پر معاصر کی اصطلاح لاگو نہیں ہو گی۔ فوج کا جرنیل اور سپاہی بہ یک وقت ایک ہی جگہ خدمات انجام دیتے ہیں اور دونوں اسلحہ بردار ہیں مگر ان کے مقام و مرتبے کا فرق انھیں باہم معاصر قرار نہیں دیتا۔

ان حضرات کا آپس میں استاد اور شاگرد کا تعلق ہے، حاکم اور محکوم کا علاقہ ہے، باپ اور بیٹے کا رشتہ ہے، پیری اور مریدی کا معاملہ ہے، افسری اور ماتحتی کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ ہے، معاصرت کا ہرگز نہیں ہے۔ عمر، مرتبے اور درجے کو ملحوظِ خاطر رکھے بغیر کسی کو کھینچ کر کسی کا علمی اصطلاح میں معاصر بنا دینا قطعاً قرینِ صحت اور ہم رنگِ حقیقت نہیں۔ بعض حضرات اس ضمن میں اتنے فراخ حوصلہ واقع ہوئے ہیں کہ ان بزرگوں کو بھی معاصر بنا دیتے ہیں، جنھوں نے کبھی ایک دوسرے کو دیکھا اور سنا بھی نہیں ہوتا اور وہ کسی معاملے میں ایک دوسرے کے ہم مرتبہ بھی نہیں ہوتے۔

آیئے اب قاضی صاحب کے ان چند معاصرین کی نشان دہی کرتے ہیں جو فضل و کمال، تصنیف وتالیف اور علم و عمل میں قاضی صاحب سے مماثلت و مناسبت رکھتے ہیں اور قاضی صاحب ان سے رکھتے ہیں۔ یہ سب لوگ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے میدان میں پُر اعزاز مقام حاصل تھا۔ کسی شخص کو پہچاننے اور اس کے مرتبۂ کمال کا اندازہ لگانے کا بہت بڑا پیمانہ اس کے معاصرین کو سمجھا جاتا ہے اور دیکھا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک وہ شخص کس منزلت کا حامل اور کس درجے تکریم کا مستحق تھا۔

بلاشبہہ قاضی صاحب کے معاصرین کا درجہ بڑا اونچا تھا اور وہ قاضی صاحب کو نہایت احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے، قاضی صاحب بھی ان کی خدمات نوع بنوع کے معترف تھے۔ پٹیالہ اور دیگر مقامات کے بعض لوگوں کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں مختلف مواقع پر ہو چکا ہے جو قاضی صاحب سے عقیدت و نیاز مندی کا تعلق رکھتے تھے اور ان کے مواعظ و دروس میں شامل ہوتے اور ان سے استفادہ کرتے تھے۔ ان میں مسلمانوں کے علاوہ بہت بڑی تعداد میں غیر مسلموں کے نام بھی آتے ہیں اور ان میں زیادہ تر افراد اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے، جو سرکاری منصب دار بھی تھے اور کاروباری وتجارت پیشہ لوگ بھی ......!

درج ذیل سطور میں نہایت اختصار کے ساتھ ان کے بعض معاصرین کا تذکرہ مقصود ہے۔ یوں تو ان کے لائق احترام معاصرین کی فہرست اتنی لمبی چوڑی ہے کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا احاطہ ممکن نہیں، مگر ہم یہاں اس دور کی صرف سولہ شخصیتوں کا انتخاب کریں گے۔ انھی پر ان کے دوسرے معاصرین کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔

ملاحظہ فرمایے ان کے اسمائے گرامی اور مختصر حالات بہ ترتیبِ تواریخِ وفات۔

۱۔ مولانا شبلی نعمانی:

قاضی صاحب کے معاصرین کی وسیع فہرست میں ہم سب سے پہلے علامہ شبلی نعمانی کا ذکر کریں گے، جن کا شمار برصغیر کی معروف علمی شخصیتوں میں ہوتا ہے اور وہ سیرت نگار اور مورخ بھی ہیں۔

مولانا شبلی ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں "بِندَوَلُ" میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے جن مشاہیر اساتذہ سے حصول علم کیا، ان میں مولانا محمد فاروق چریاکوٹی، مولانا فیض الحسن سہارن پوری، مولانا ارشاد حسین رام پوری اور دیگر اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ علامہ شبلی مرحوم نے الفاروق، المامون، الغزالی، الکلام، الجزیہ و غیرہ کتابیں تصنیف کیں۔ ۱۹۱۰ء کے لگ بھگ انھوں نے سیرۃ النبی کی تحریر وتسوید کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ ان کی سب سے آخری اور اہم تصنیف تھی، لیکن نا تمام رہی، صرف دو جلدیں مکمل ہوسکیں۔ ان کی وفات کے بعد ان کے لائق شاگرد علامہ سید سلیمان ندوی کی محنت سے یہ کتاب اتمام کی منزل کو پہنچی۔

مولانا شبلی نے جب سیرۃ النبی کی تصنیف کی تجویز ہندوستان کے اہلِ علم کے سامنے پیش کی تو اس کا خیر مقدم کیا گیا۔ البتہ لاہور کے مولوی انشاء اللہ خاں نے اس کی مخالفت کی۔ ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں، مولانا شبلی کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں......تاہم دونوں نامور مصنفوں نے کام جاری رکھا اور دونوں کی کتابوں نے قبولیت عامہ کا اعزاز حاصل کیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ شبلی نے صرف ستاون برس عمر پائی۔۱۸۔نومبر ۱۹۱۴ء(۲۸۔ ذوالحجہ ۱۳۳۲ھ) کو صبح کے وقت ان کا انتقال ہوا۔ دار المصنفین (اعظم گڑھ) ان کی بہت بڑی علمی یادگار ہے۔ یہ ادارہ انہی کی تجویز سے اور انہی کے عطا کیے ہوئے قطعۂ ارض میں قائم ہوا اور وہ اسی کے احاطے میں مدفون ہیں۔

۲۔مولانا حافظ عبد اللہ غازی پوری:

حضرت حافظ غازی پوری بھی قاضی صاحب کے معاصرین میں تھے۔ وہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے اوّلین صدر تھے۔ان کا اصلی وطن تو گومئو (ضلع اعظم گڑھ، یو پی) تھا، لیکن زیادہ تر غازی پور میں مقیم رہے، اس لیے اسی نسبت سے شہرت پائی۔

ابتدائی تعلیم غازی پور کے مدرسہ ''چشمۂ رحمت'' میں حاصل کی۔ وہاں مولانا رحمت اللہ غازی پوری اور مولانا محمد فاروق چریا کوٹی کے حلقۂ درس میں شامل رہے۔ پھر جون پور کا عزم کیا اور مدرسہ امام بخش میں مفتی محمد یوسف فرنگی محلی کے حضور زانوئے شاگردی تہ کیا۔ بعد ازاں دہلی جا کر حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی سے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔

وسیع النظر اور مستند عالم دین تھے۔ قرآن و حدیث کی تفسیر وتعبیر میں یکتائے زمانہ تھے۔ ورع وتقوٰی میں امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔ ابتدا میں چشمۂ رحمت غازی پور میں پڑھاتے رہے، پھر ''مدرسۂ احمدیہ'' آرہ میں مسندِ درس آراستہ کی۔ بعد ازاں دہلی تشریف لے گئے تھے۔ طویل عرصے تک وہاں سلسلۂ تدریس جاری رکھا۔ ان کے شاگردوں کی وسیع فہرست میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی کا اسم گرامی شامل ہے۔

حضرت حافظ غازی پوری نے ۲۶/نومبر ۱۹۱۸ء(۲۱/صفر ۱۳۳۷ھ) کو اس دنیائے فانی سے منھ موڑا اور عالم جاودانی کو روانہ ہوئے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ مولانا عبد العزیز رحیم آبادی:

ان کا وطنی تعلق ہندوستان کے صوبہ بہار سے تھا، جس گاؤں میں ولادت ہوئی اور نشو ونما پائی، اس کا نام "رحیم آباد" تھا جو پہلے ضلع مظفر پور میں واقع تھا، اب ضلع سمستی پور میں شامل ہے۔ والد کا نام نامی شیخ احمد اللہ تھا جو اپنے علاقے کے معروف زمیندار، صاحب جائداد اور با اثر شخص تھے۔

مولانا عبد العزیز رحیم آبادی مال و دولت کے جلو میں گلستانِ شعور میں داخل ہوئے اور زمانہ طفولیت ٹھاٹھ سے بسر کیا۔ کچھ بڑے ہوئے تو دہلی جا کر میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ درس میں شرکت فرمائی۔

ذہانت کے اعتبار سے حضرت میاں صاحب کے شاگردوں میں منفرد مقام رکھتے تھے۔ تدریس، تصنیف، تحقیق، صالحیت، ہمدردیٔ خلائق، غرض ہر حیثیت سے ممتاز۔!

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس ۱۹۰۶ء میں صوبہ بہار کے شہر "آرہ" میں قائم ہوئی تھی۔ اس کے پہلے صدر مولانا حافظ عبد اللہ غازی پوری اور ناظم اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسری کو منتخب کیا گیا تھا اور اس کا مرکزی دفتر دہلی میں قائم ہوا تھا۔ کانفرنس کو متعارف و منظم کرنے کی غرض سے پورے ہندوستان کا دورہ کرنے کے لیے ایک وفد بنایا گیا تھا جو مولانا عبد العزیز رحیم آبادی، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری پر مشتمل تھا۔

قاضی صاحب کا اس کانفرنس سے نہایت قریبی تعلق تھا، وہ اس کے سالانہ جلسوں میں شامل ہوتے اور تقریریں کرتے تھے۔ بعض جلسوں کی صدارت بھی فرمائی۔ اس طرح وہ قاضی صاحب کے معاصر بھی تھے اور رفیقِ کار و ہم مسلک بھی۔!

مولانا رحیم آبادی نے اپریل ۱۹۱۹ء (جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ) کو وفات پائی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تلامذہ و معتقدین کا بہت بڑا حلقہ اپنے پیچھے چھوڑا۔

۴۔ حکیم سید عبدالحیؒ حسنی:

قاضی صاحب دار العلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے رکن تھے، ان کے عہد رکنیت میں ندوۃ العلماء کی زمامِ نظامت جن اکابرِ ملت کے ہاتھوں میں رہی، ان میں ایک بزرگ مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی تھے جو رائے بریلی کے مشہور خانوادۂ سادات کے ممتاز فرد تھے۔ حدیث و فقہ، تصوف و طریقت اور تصنیف و تالیف میں اس دودمانِ عالی قدر کی خدمات بڑی نمایاں ہیں۔ حضرت سید احمد شہید بریلوی اسی خاندان کے رکن رکین تھے، جنھوں نے مولانا اسماعیل شہید دہلوی اور بہت سے رفقائے بلند مرتبت کی معیت میں سرحد پار جا کر جنگ لڑی اور ۵/ مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ کے میں جامِ شہادت نوش کیا۔

حکیم سید عبدالحی حسنی کو بارگاہِ خداوندی سے صالحیت کی نعمتِ بے بہا سے بھی نوازا گیا تھا اور صلاحیت کی دولتِ بے پایاں سے بھی وہ مالا مال تھے۔ ان کی تصانیف میں عربی کی کتاب ''نزہۃ الخواطر'' نے بڑی شہرت پائی۔ یہ کتاب آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش کے علما و فقہا و صوفیا و اتقیا اور مصنفین کے حالات و سوانح کا معلومات افزا مجموعہ ہے۔

اردو میں ''یادِ ایام'' اور ''گلِ رعنا'' ان کی عمدہ ترین کتابیں ہیں۔ وہ دنیائے اسلام کے معروف عالم دین مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے والد محترم تھے۔

قاضی صاحب کے یہ وہ معاصر تھے جو شخصی، خاندانی اور تصنیفی اعتبار سے علمائے ہند کی طویل صف میں ممتاز درجے کے مالک تھے۔ انھوں نے ۲/ فروری ۱۹۲۳ء کی شام کو وفات پائی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔شاہ سلیمان پھلواروی:

۱۹۱۵ء سے ۱۹۳۰ء (یعنی قاضی صاحب کی وفات) تک ہندوستان کے علمی حلقوں میں چار سلیمانوں (سلامنہ اربعہ) کی بڑی شہرت رہی۔ جہاں یہ چار سلیمان جمع ہو جاتے تھے، کہا جاتا تھا کہ ہندوستان کا علم جمع ہو گیا ہے۔ بہ ترتیبِ وفات یہ تھے قاضی سلیمان منصور پوری، شاہ سلیمان پھلواروی، سلیمان اشرف اور سید سلیمان ندوی .... قاضی صاحب کے حالات قارئینِ کرام کے زیرِ مطالعہ ہیں۔ اب باقی تین سلیمانوں (سلامنہ ثلاثہ) کے متعلق چند سطریں ملاحظہ فرمایئے۔ اگرچہ ان کے علمی و عملی کارنامے اس درجے مشہور و متبادر ہیں کہ ان کے رسمی تعارف کی قطعاً ضرورت نہیں، تاہم ادائیگیٔ فرض کی غرض سے سب سے پہلے شاہ سلیمان پھلواروی کے بارے میں چند باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

شاہ صاحب ۱۸۶۰ء کے پس و پیش ہندوستان کے صوبہ بہار کے مشہور اور مردم خیز قصبے پھلواری میں پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ کئی صدیوں سے اربابِ فضل و کمال اور اصحابِ تصوف و طریقت کا مرکز چلا آرہا ہے۔ خود شاہ صاحب مرحوم و مغفور اپنے عہد کے جید عالم، بہت بڑے صاحبِ طریقت، مشہور واعظ و مقرر تھے۔ سیاسیات میں تحریکِ خلافت اور جمعیت علماے ہند سے تعلق رہا۔ ندوۃ العلما لکھنؤ کے بانی ارکان میں سے تھے۔ حضرت سید نذیر حسین دہلوی، مولانا عبد الحی لکھنوی اور مولانا احمد علی سہارن پوری سے تحصیل علم کی...... قاضی صاحب کے مداح و عقیدت مند دوستوں میں گردانے جاتے تھے۔ لکھنؤ کے ایک جلسے میں یہ چاروں سلیمان جمع تھے۔ شاہ صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ آج یہاں کئی سلیمان جمع ہیں۔ لیکن ان میں اصلی سلیمان میں ہوں۔ یہ اس لیے فرمایا کہ ان کے والد کا اسم گرامی داؤد تھا، یعنی وہ سلیمان بن داؤد تھے۔

شاہ صاحب ماضی قریب کے معروف مصنف و عالم مولانا سید محمد جعفر شاہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھلواروی کے (جنھوں نے ۳۱۔ مارچ اور یکم اپریل ۱۹۸۲ء کی درمیانی شب کو کراچی میں وفات پائی) والد محترم تھے۔

شاہ سلیمان پھلواروی کا انتقال ۵۔ مئی ۱۹۳۵ء کو جمعے کے دن صبح سات بجے ہوا۔ قمری حساب سے تاریخ وفات ۲۷۔ صفر ۱۳۵۴ھ تھی۔

۶۔ نواب سید علی حسن خاں:

والا جاہ نواب سید صدیق حسن خاں (والیٔ بھوپال) کے نام نامی اور خدماتِ بوقلموں سے ہر پڑھا لکھا شخص آگاہ ہے۔ نواب سید علی حسن خاں ان کے چھوٹے صاحب زادۂ گرامی قدر تھے، جنھیں سرکار کی طرف سے صفی الدولہ، حسام الملک اور شمس العلماء کے خطابات کا مستحق گردانا گیا تھا۔ وہ ایک مدت تک ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے اعزازی ناظم رہے۔ دار المصنفین کے اساسی ارکان میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ وہ فارسی اور اردو کے شاعر تھے اور تصنیف و تالیف سے دلچسپی رکھتے تھے۔ اپنے والد نواب صدیق حسن خاں کے حالات میں ان کی کتاب ''مآثر صدیقی'' اپنے موضوع کی اہم کتاب ہے۔

قاضی صاحب کے اس جلیل القدر معاصر نے ۱۹/ نومبر ۱۹۳۶ء (مطابق ۲/ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ) کی صبح کو اپنی کوٹھی بھوپال ہاؤس لال باغ لکھنؤ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر بہتر (۷۲) برس تھی۔

۷۔ مولوی انشاء اللہ خاں:

قاضی صاحب کے معاصرین میں لاہور کے مولوی انشاء اللہ خاں کا نام نامی بھی آتا ہے، جنھوں نے اپنے اخبار ''وطن'' کی وساطت سے مولانا شبلی نعمانی کو مشورہ دیا تھا کہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نبی ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر کتاب لکھ رہے ہیں، اس لیے وہ اس موضوع سے متعلق کچھ تحریر فرمانے کی تکلیف نہ کریں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا انشاء اللہ خاں لاہور کے معروف و ممتاز عالم تھے۔ انھوں نے ۱۹۰۲ء میں لاہور سے ہفت روزہ ''وطن'' جاری کیا تھا، جس کا دفتر دہلی دروازے کے باہر وطن بلڈنگ میں تھا۔ مولوی صاحب اپنے دور کے مشہور ادیب، بہت اچھے انشاپرداز اور نامور صحافی تھے۔ وہ ایک عرصے تک امرتسر کے اخبار ''وکیل'' کے ایڈیٹر بھی رہے۔ چھ سات کتابوں کے مصنف تھے۔ اس عہد کے ہندوستان کے بہت سے اخباروں میں مختلف عنوانات پر ان کے مضامین چھپتے رہے جو دلچسپی سے پڑھے جاتے تھے۔

ان کا اخبار ''وطن'' اپنے زمانے کا معروف ہفت روزہ اخبار تھا اور اس کے مندرجات کا دلچسپی اور توجہ سے مطالعہ کیا جاتا تھا۔ ملکی سیاسیات پر وہ کھل کر اظہار رائے کرتے تھے۔ یہ اخبار تینتیس (۳۳) سال جاری رہااور بڑا مقبول ہوا۔ کسی زمانے میں اسّ کی اشاعت چار ہزار تک پہنچ گئی تھی جو اس وقت بہت بڑی اشاعت تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی انشاء اللہ خان کتنے بڑے صحافی تھے اور ان کے قلم میں کتنا زور اوراثر تھا۔ ۱۹۱۵ء میں اسے روز نامہ کردیا گیا تھا، لیکن کچھ عرصے بعد پھر ہفت روزہ کردیا گیا۔ ۱۹۳۵ء میں یہ اخبار بند ہوگیا تھا۔ ان کی وفات ۱۹۳۶ کے بعد ہوئی، لیکن صحیح تاریخ کا علم نہیں ہو سکا۔

۸۔ سید سلیمان اشرف:

سید سلیمان اشرف صوبہ بہار کے خاندانِ سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے آباو اجداد اور اعزہ و اقارب میں سے اکثر حضرات علم و کمال اور درس و تدریس میں یگانۂ روزگار تھے۔ خود سید سلیمان اشرف اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں دینیات کے پروفیسر تھے۔ مسلکی رجحان علمائے بریلی سے ہم رنگ تھا، لیکن تعلقات و مراسم ہر فقہی مسلک کے اہل علم سے تھے۔ اچھے واعظ و مقرر تھے۔ تصنیف و تالیف سے بھی علاقہ تھا۔ امیر خسرو کی مثنوی ہشت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہشت پر مقدمہ لکھا۔ مسائل حج اور فضائل سے متعلق دو رسالے تحریر کیے۔ ایک کتاب ''مبین'' لکھی۔

ان کی ولادت ۱۸۷۸ء میں ہوئی اور ۳۰۔اپریل ۱۹۳۹ء کو وفات پائی۔ سید سلیمان ندوی نے ان کی وفات پر'' معارف'' میں لکھا تھا کہ''چار سلیمانوں کی رباعی قاضی محمد سلیمان صاحبِ مصنفِ رحمۃ للعالمین کی وفات سے مثلث ہوگئی۔ شاہ سلیمان پھلواروی کی رحلت سے وہ فرد بن گئی۔ اب اخیر اپریل ۱۹۳۹ء میں مولانا سلیمان اشرف صاحب(استاذ دینیات مسلم یونیورسٹی) کی موت سے مصرع ہو کر رہ گئی۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ مصرع بھی دنیا کی زبان پر کب تک رہتا ہے۔

بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

''مصرع'' سے مراد سید صاحب کی اپنی ذات گرامی تھی۔

۹۔مولانا محمد سورتی:

مولانا محمد سورتی کا وطن ہندستان کے صوبہ گجرات کا شہر سورت تھا۔قرآن و حدیث،صرف ونحو،لغت و ادب اور اخبار و رجال میں ان کی معلومات کا دائرہ نہایت وسیع تھا۔ یادداشت اور حفظ و اتقان میں اپنی مثال آپ تھے۔مسلک کے لحاظ سے اہل حدیث تھے اور اس پر عمل میں نہایت تیز ......! عربی کے ہزاروں اشعار زبانی یاد تھے۔ کسی عرب شاعر کا ایک شعر پوچھا جاتا تو ایک دم کتنے ہی اشعار زبان پر آجاتے۔ان کے حافظے نے لا تعداد عربی قصائد و اشعار اور انسابِ عرب کو اپنی مضبوط گرفت میں لے رکھا تھا۔

راقم کو ۱۹۴۱ء میں گوجراں والا میں ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ وہ حضرت الاستاذ مولانا محمد اسماعیل سلفی کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ گداز بدن اور کھلے ہاتھ پاؤں۔ بے تکلفی سے باتیں کرتے تھے۔ انھیں معلومات کا دفینہ اور علوم کا گنجینہ کہنا چاہیے۔ لوگ ان کی گفتگو کی روانی اور معلومات کی فراوانی سے حیران

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے تھے۔

اس عالم شہیر نے ۷۔اگست ۱۹۴۲ء کو جمعے کے روز علی گڑھ میں وفات پائی۔

۱۰۔مولانا عبدالقادر قصوری:

سیاسی اور مذہبی حلقوں میں مولانا عبدالقادر قصوری نے بڑا نام پایا۔ نیکی اور دین داری میں بھی ان کا مقام بہت بلند تھا۔ قاضی سلیمان منصور پوری سے ان کے گہرے مخلصانہ مراسم تھے۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے بعض اجلاسوں کی صدارت کی، انجمن اہل حدیث پنجاب کے طویل عرصے تک صدر رہے۔ بعد ازاں ۱۹۲۸ء میں اس کے صدر قاضی صاحب کو منتخب کر لیا گیا تھا، اس وقت ناظم اعلیٰ مولانا عبدالمجید سوہدروی تھے جو بڑے متحرک اور مستعد عالِم دین تھے۔ قاضی صاحب اپنی وفات کے وقت بھی انجمن اہل حدیث پنجاب کے صدر تھے۔

مولانا عبدالقادر قصوری نے آزادیٔ وطن کی تمام تحریکوں میں حصہ لیا، (۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۰ء تک) دس سال پنجاب کانگرس کے صدر رہے۔ مجلس خلافت، تحریک ہجرت اور تحریک ترک موالات میں ان کے کارنامے بڑے نمایاں ہیں۔ جمعیت علماے ہند سے وابستہ رہے۔ مجلس احرار اسلام کے بانیوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ اپنے دور کے ممتاز وکیل اور صاحبِ جود وسخا بزرگ تھے۔ اللہ نے ان کو علم وعمل سے بھی نوازا تھا اور مال و دولت سے بھی۔

انھوں نے ۱۶۔نومبر ۱۹۴۲ء کو وفات پائی اور قصور میں دفن کیے گئے۔

مولانا عبدالقادر قصوری کے چار بیٹے تھے، جن کے علی الترتیب نام یہ ہیں: مولانا محی الدین احمد قصوری، مولانا محمد علی قصوری، مولوی احمد علی اور میاں محمود علی قصوری ...... ملکی سیاست میں مولوی احمد علی کے سوا باقی تینوں بھائیوں نے اپنے وقت میں بہت نام پایا۔ چند الفاظ میں یہاں اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مولانا محی الدین احمد قصوری اپریل ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا پیدائشی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام برکت علی تھا۔ ۱۹۱۱ء میں گورنمنٹ کالج (لاہور) سے بی اے پاس کیا۔ کافی عرصہ مولانا ابو الکلام آزاد کے پاس کلکتے رہے اور وہاں سے روزنامہ اخبار ''اقدام'' جاری کیا۔ وہیں اپنا نام محی الدین احمد رکھا۔ مولانا ابو الکلام آزاد کا نام بھی یہی تھا۔ سیاسیات میں سرگرم تھے۔ اس کے نتیجے میں اکتوبر ۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۹ء تک تین سال دسوہہ (ضلع جالندھر) میں نظر بند رہے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ۲۴؍ جنوری ۱۹۷۱ء کو وفات پائی۔ معینؔ قریشی انھی کے بیٹے تھے جنھیں ۱۸؍ جولائی ۱۹۹۳ء کو تین مہینوں کے لیے پاکستان کا نگران وزیر اعظم بنایا گیا تھا۔

مولانا محمد علی قصوری ایم اے کینٹب اگست ۱۸۹۲ء کو پیدا ہوئے۔ بی۔ اے پاس کرنے کے بعد ۱۹۱۱ء میں مزید تعلیم کے لیے انگلستان گئے اور کیمبرج یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ جولائی ۱۹۱۴ میں وطن واپس آئے تو ۲۸ جولائی کو جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ پھر واپس انگلستان نہیں جا سکے۔ کچھ عرصے بعد افغانستان کا عزم کیا اور کابل کے حبیبیہ کالج کے پرنسپل بنا دیے گئے۔ طویل عرصہ مجاہدین کے ساتھ رہے۔ ہندوستان کی آزاد حکومت کے وزیر خارجہ مقرر کیے گئے تھے، جس کے صدر راجا مہندر پرتاب تھے۔ بہت سے عجیب وغریب اور خطرناک حالات سے گزرنے کے بعد واپس ہندوستان آئے اور بمبئی میں کاروبار شروع کیا۔ انگریزی، فارسی، عربی اور اردو زبانوں میں بے تکلفی سے لکھتے بھی تھے اور گفتگو بھی کرتے تھے۔ فرنچ اور جرمن زبانیں بھی جانتے تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے، جن میں ایک کتاب کا نام ''مشاہدات کابل و یاغستان'' ہے۔ ۱۲؍ جنوری ۱۹۵۶ کو لاہور میں وفات پائی۔

میاں محمود علی قصوری ۳۱؍ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۲ء میں بیرسٹری پاس کرنے کے لیے لندن گئے۔ واپس آ کر وکالت شروع کی۔ بہت بڑے وکیل تھے۔ بہت سے سیاسی لیڈروں کے مفت مقدمے لڑے۔ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی کابینہ میں شامل ہوئے اور کچھ عرصہ پاکستان کے وزیر قانون رہے۔ طویل علالت کے بعد ۱۳؍ اپریل ۱۹۸۷ء کو وفات پائی۔ موجودہ حکومت میں ان کے بڑے بیٹے خورشید

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمود قصوری پاکستان کے وزیر خارجہ ہیں۔

مولانا ابو الکلام آزاد سے اس خاندان کے اکابر یعنی مولانا عبد القادر قصوری اور ان کے بیٹوں مولانا محی الدین احمد قصوری اور مولانا محمد علی قصوری کے گہرے تعلقات تھے۔ مولانا بھی اس خاندان کا احترام سے ذکر کرتے اور اسے ''خاندان سعادت قصور'' قرار دیتے تھے۔ اپنی کتاب ''تذکرہ'' میں مولانا آزاد نے ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔

میں نے ''قصوری خاندان'' کے نام سے اس خانوادے کے اکابر کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

۱۱۔ حکیم عبد الرؤف دانا پوری:

ان کا علاقائی تعلق صوبہ بہار سے تھا اور شہر ''دانا پور'' ان کا آبائی مسکن تھا۔ طبابت ان کا پیشہ تھا اور طبیب کی حیثیت سے کلکتہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ صاحب فضل و کمال بزرگ تھے۔ عصری تقاضوں سے خوب آگاہ تھے اور حالات کی رفتار پر نظر تھی۔ ملکی سیاسیات میں ایک عرصے تک جمعیت علماے ہند سے منسلک رہے۔ اس کے بعد مسلم لیگ کی تحریک سے متاثر ہو گئے تھے۔

مطالعہ وسیع تھا اور تحریر و نگارش کا پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ نبی ﷺ کی سیرت طیبہ کے موضوع پر ان کی ضخیم کتاب '' اصح السیر'' زبان و انداز اور معلومات کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب انھوں نے ستمبر ۱۹۳۲ء (جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ) میں مکمل کی تھی۔ آغاز کتاب میں ''مقدمہ سیرت'' کے عنوان سے ان کی طویل تحریر لائقِ مطالعہ ہے۔

۶۵۶ صفحات پر محیط یہ کتاب پاکستان میں نور محمد اصح المطابع کراچی کی طرف سے اشاعت پذیر ہوئی۔ قاضی صاحب کے اس سیرت نگار معاصر نے تقریباً ۴۷ برس کی عمر میں ۱۹۔ فروری ۱۹۴۸ء کو شب کے ایک بجے کلکتہ میں وفات پائی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔مولانا ثناء اللہ امرتسری:

مولانا ثناء اللہ مرحوم کا شمار برصغیر کے مشاہیر علما میں ہوتا تھا۔خوش بیان مقرر اورفنِ مناظرہ کے امام تھے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف اور صاف ذہن کے عالمِ دین تھے۔ ہندوؤں ، عیسائیوں، مرزائیوں، آریوں، شیعوں، بریلویوں کے خلاف بارہا مباحثے کیے اور ان کے افکار وخیالات کا اپنی تصنیفات میں تجزیہ کیا۔عربی اور اردو میں قرآن مجید کی تفسیریں لکھیں۔کم وبیش تینتالیس سال ان کا اخبارہفت روزہ ''اہل حدیث'' باقاعدہ امرتسر سے شائع ہوتا رہا۔ سیاسیات سے بھی تعلق تھا اور جمعیت علماے ہند انہی کی تجویز وتحریک سے ۱۹۱۹ء کے آخر میں امرتسر میں قائم ہوئی تھی اوراس کا پہلا جلسۂ عام ۱۹۲۰ء کے شروع میں اسی شہر میں منعقد ہوا تھا۔

ان کے عہد کا ہندوستان مختلف مذاہب کا گہوارہ اور بوقلموں نقطہ ہائے نظر کے باشندوں کا مرکز تھا۔یہ سب لوگ مذہبی ومسلکی اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کا احترام کرتے اور آپس میں جذباتِ تکریم کے ساتھ پیش آتے تھے۔شستہ کلام اور شائستہ اسلوب لوگ تھے۔

مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے علم وکمال کے ساتھ دنیوی دولت بھی عطا فرمائی تھی اور ان کا شمار امرتسر کے رؤسا میں ہوتا تھا۔ قاضی صاحب کے وہ مخلص ترین دوستوں اور معاصروں میں سے تھے۔ قاضی صاحب کی وفات کے بعد انھوں نے اپنے اخبار''اہل حدیث'' میں نظم ونثر میں بہت کچھ شائع کیا۔تقسیم ملک کے بعد گوجراں والا چلے گئے تھے اور وہاں سے جنوری ۱۹۴۸ء میں سرگودھا تشریف لے گئے۔وہیں ۱۲۔فروری ۱۹۴۸ء کو دائیں جانب فالج کا حملہ ہوا۔۱۵۔مارچ ۱۹۴۸ء کو وفات پا گئے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔ مولانا محمد سلیمان روڑی والے

مولانا محمد سلیمان کا تعلق موجودہ جغرافیائی لحاظ سے ہندوستان کے صوبہ ہریانہ کے ضلع حصار کے ایک قصبے روڑی سے تھا۔ ان کا خاندان کئی پشتوں سے اس علاقے میں مرجعِ خلائق چلا آرہا تھا۔ بدعات و رسوم کی تردید اور توحید و سنت کی اشاعت میں ان کے بزرگ ہمیشہ پیش پیش رہے۔ مولانا محمد سلیمان کا زمانۂ ولادت ۱۸۵۵ء کے لگ بھگ کا ہے۔ اعمالِ خیر پر مداومت اور عقیدے کی استواری میں اپنے آبا و اجداد کی طرح اسلاف کا حسین ترین نمونہ تھے۔ اس عہد کے علمائے عالی قدر میں سے حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت الامام عبد الجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے قلبی مراسم رکھتے تھے۔ ان کی خدمت میں اکثر آمد و رفت رہتی تھی اور علوم دینیہ میں ان سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ یہ حضرات بھی ایک یا دو دفعہ مولانا محمد سلیمان سے ملاقات کے لیے روڑی تشریف لے گئے تھے۔ مولانا ممدوح مستجاب الدعوات عالم دین تھے۔

قصبہ روڑی اس زمانے کی ریاست پٹیالہ کی سرحد پر واقع تھا اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری کا وہاں آنا جانا تھا۔ مولانا ممدوح بھی قاضی صاحب کے یہاں جایا کرتے تھے۔ ان کے صاحب زادے مولانا حکیم عبد اللہ کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں کئی مقامات پر ہوا ہے، وہ قاضی صاحب کے بے حد عقیدت مند تھے۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ دونوں سلیمان آپس میں نہایت مخلصانہ علائق رکھتے تھے۔ تقویٰ، صالحیت، پاکیزگیٔ کردار اور للّٰہیت میں دونوں کا مقام بلند تھا۔

مولانا محمد سلیمان روڑی والے پیر کے روز ۲۱۔ نومبر ۱۹۴۹ء کو جہانیاں (ضلع خانیوال) میں سفرِ آخرت پر روانہ ہوئے۔

(ان کے تفصیلی حالات راقم نے اپنی کتاب ''قافلہ حدیث'' میں بیان کیے ہیں جو مکتبہ قدوسیہ اردو بازار، لاہور نے شائع کی ہے)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴۔ مولانا محمد ابو القاسم بنارسی:

مولانا بنارسی کے والد کا اسم گرامی مولانا محمد سعید تھا۔

مولانا محمد سعید دراصل کنجاہ (ضلع گجرات، پنجاب) کے رہنے والے تھے اور ہندوؤں کے کھتری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ والد کا نام کھڑک سنگھ اور ان کا اپنا نام مول سنگھ تھا۔ ان کے حالات بڑے دلچسپ ہیں۔ تحفۃ الہند کے مصنف شہیر مولانا عبید اللہ مالیرکوٹلوی مرحوم و مغفور کے شرف صحبت سے مسلمان ہوئے۔ گھر سے بھاگے اور مختلف مقامات میں تحصیل علم کرتے رہے۔ پھر دہلی جا کر حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر و حدیث کی کتابیں پڑھیں اور سند حاصل کی۔ بعد ازاں بنارس تشریف لے گئے تھے۔ وہاں اپنا مدرسہ جاری کیا اور لا تعداد لوگوں کو مستفید فرمایا۔

مولانا محمد سعید کے بیٹوں میں ایک بیٹے مولانا محمد ابو القاسم تھے۔ جید عالم، صاحب تحقیق مصنف، بہت اچھے مدرس، شیوا بیان مقرر، نکتہ سنج مناظر اور بے خوف سیاسی رہنما۔

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے سرکردہ ارکان میں شمار کیے جاتے تھے۔ سیاسیات میں شروع ہی سے جمعیت علمائے ہند سے تعلق تھا اور اس کی مجلس عاملہ کے رکن تھے۔

آزادیٔ وطن کے لیے وقت کی تمام سیاسی تحریکوں میں حصہ لیا اور متعدد بار جیل گئے۔ مستقل مزاج، سراپا خلوص اور انتہائی متواضع۔ اسلامی تاریخ اور اس کی جزئیات پر گہری نگاہ تھی۔ بہت سی خصوصیات میں ان میں اور قاضی صاحب میں اشتراک پایا جاتا تھا۔

یکم شوال ۱۳۰۷ھ (جون ۱۸۹۰ء) کو پیدا ہوئے۔ اور ۴۔صفر ۱۳۶۹ھ (۲۶۔نومبر ۱۹۴۹ء) کو بنارس میں جمعے کے دن بارہ بجے فالج کا حملہ ہوا اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵۔سید سلیمان ندوی:

قاضی صاحب کے چار معاصر سلیمانوں میں چوتھے سید سلیمان ندوی تھے جو قاضی صاحب سے بے حد محبت اور عقیدت سے پیش آتے تھے۔ ان چاروں میں تین سید ہیں اور صوبہ بہار سے تعلق رکھتے ہیں۔قاضی صاحب کا علاقائی تعلق پنجاب سے تھا۔

سید صاحب ۱۸۸۴ء میں پیدا ہوئے۔علم وعمل اور تصنیف و تالیف میں ان کو اللہ نے جو مقام عطا فرمایا، اس کی تفصیل کا لوگوں کو علم ہے۔ وہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے معتمد تعلیمات، دار المصنفین اعظم گڑھ کے روح رواں اور صاحب فضل و کمال بزرگ تھے۔ اللہ نے بے شمار خوبیاں ان کی ذات میں جمع فرما دی تھیں۔ ان کی تصنیفات کی وسیع فہرست میں ارض القرآن، سیرۃ النبی(چار جلدیں) خطباتِ مدراس، سیرت عائشہ، عرب ہند تعلقات، عمر خیام، مقالاتِ سلیمان، یاد رفتگان ایسی پُر از معلومات کتابیں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ طویل عرصے تک مجلّہ ''معارف''(اعظم گڑھ) کی ادارت ان کے سپرد رہی۔

عربی ادبیات پر وہ عمیق نگاہ رکھتے تھے اور اس موضوع کی ان کی بعض عربی تصانیف مدارس عربیہ کے نصاب میں شامل رہیں۔

ملکی سیاسیات میں بھی حصہ لیا اور اس سلسلے میں اس دور کے مطابق بڑی خدمات انجام دیں۔تحریک خلافت ، جمعیت علمائے ہند اور دیگر سیاسی و دینی جماعتوں میں ان کی تگ و تاز برصغیر پاک و ہند کی سیاسی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔

تقسیم ہند سے کچھ عرصہ بعد پاکستان آ گئے تھے۔ انھوں نے ۲۲۔نومبر ۱۹۵۳ء (۱۴۔ربیع الاول ۱۳۷۳ھ) کو کراچی میں وفات پائی اور اس کے ساتھ ہی متحدہ ہندوستان کے چار سلیمانوں کی رباعی کا آخری مصرع ختم ہو گیا۔

رہے نام اللہ کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶۔ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی:

عہد گزشتہ کی سرزمین ہند کے ممتاز و نامور علما کی فہرست مرتب کی جائے تو اس میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کا اسم گرامی جلی حروف میں لکھا ہوا نظر آئے گا۔ وہ مصنف، محقق، مناظر، مقرر، مفسر، مدرس سب کچھ تھے اور یہ تمام اوصاف بڑے قرینے اور سلیقے سے ان کی ذات میں جمع ہو گئے تھے۔ وہ بارعب اور جلالی طبیعت کے عالم تھے۔ گھن گرج کے ساتھ صاف زبان میں بات کرتے تھے۔

انھوں نے چھوٹی بڑی ۸۴ کتابیں تصنیف کیں جو خالص علمی نوعیت کی ہیں۔ ان کے پُر اثر کلام اور رواں قلم سے لوگوں نے بہت استفادہ کیا۔ یوں تو ہر فقہی مسلک کے جلسوں میں انھیں دعوت شرکت دی جاتی تھی، لیکن جماعت اہل حدیث کے اجتماعات میں خاص طور سے ان کی شمولیت کا اہتمام کیا جاتا تھا۔

قاضی صاحب سے ان کے مخلصانہ مراسم تھے اور دونوں ایک دوسرے سے محبت کا اظہار کرتے تھے۔

مولانا سیالکوٹی کی ولادت اپریل ۱۸۷۴ء کو سیالکوٹ کے محلّہ میانہ پورہ میں ہوئی اور ۱۲۔ جنوری ۱۹۵۶ء کو جمعرات کے دن شام پانچ بجے وہ اس بزم جہاں سے کوچ کر گئے۔ ۱۳۔ جنوری کو نماز جمعہ کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور اپنے آبائی شہر (سیالکوٹ) میں سپرد خاک کردیے گئے۔

یہ تھے قاضی صاحب کے چند جلیل القدر معاصر۔

❀......❀......❀......❀

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سولھواں باب

قاضی صاحب اور غازی محمود دھرم پال

غازی محمود دھرم پال کسی زمانے میں برصغیر کی ایک مشہور شخصیت کا نام تھا۔ وہ ۳ فروری ۱۸۸۲ء کو موضع بہنوہ تحصیل گڑھ شینکر ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے، والدین نے ان کا نام عبدالغفور رکھا۔ بڑے ذہین اور پڑھنے لکھنے میں تیز تھے۔ بی۔ اے تک تعلیم حاصل کی اور گوجراں والا کے ایک سکول کے ہیڈ ماسٹر بنائے گئے۔عربی، فارسی، اردو، انگریزی سنسکرت اور ہندی زبانیں جانتے اور ان میں روانی سے گفتگو کرتے تھے۔ اسلام، عیسائیت اور ہندومت کے مختلف گوشوں سے باخبر تھے، بالخصوص عیسائی مذہب اور ہندومت کے تمام پہلوؤں پر انھیں عبور حاصل تھا۔

۱۴ جون ۱۹۰۳ء کو اکیس سال کی عمر میں گوجراں والا میں اسلام ترک کرکے آریہ مذہب اختیار کیا اور اس کے بہت بڑے پرچارک ہوئے۔ خود ہی اپنا نام دھرم پال رکھا اور مسلمانوں کے خلاف کئی کتابیں لکھیں جن کے جواب حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری نے کتابی شکل میں دیے۔ یہ سلسلہ سات آٹھ سال تک جاری رہا۔ اس اثنا میں دھرم پال نے کتابوں کے علاوہ آریہ اخباروں میں بھی اسلام کی مخالفت میں بہت کچھ لکھا اور متحدہ ہندوستان کے بے شمار مقامات میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف تقریریں کرتے رہے۔ وہ خوش نوا اور زوردار مقرر تھے۔

پھر گیارہ سال کے بعد ۱۴ مئی ۱۹۱۴ء کو قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے ایک طویل خط سے (جو ان کے ایک اشتہار کے جواب میں لکھا گیا تھا) متاثر ہوکر آریہ مذہب سے تائب ہوئے اور اسلام کی راہ اختیار کی۔ قاضی صاحب نے ان کو بٹھنڈا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ریاست پٹیالہ) سے خط لکھا تھا، جہاں اس وقت وہ سیشن جج کے منصب پر فائز تھے۔ دھرم پال خط پڑھ کر بٹھنڈے گئے اور قاضی صاحب کی خدمت میں حاضری دی۔ وہیں دوبارہ نعمت اسلام سے متمتع ہوئے۔ قبول اسلام کے بعد انھوں نے اسلام کی تبلیغ اور آریہ مذہب کی مخالفت کے لیے اپنے آپ کو وقف کردیا۔ اس سلسلے میں تقریروں اور اخباری مضامین کے علاوہ جو کتابیں تصنیف کیں ان میں سے تیرہ کتابیں یہ ہیں (۱) کفر توڑ (۲) سرتوڑ (۳) جڑ مار (۴) بت شکن (۵) وید اور سوامی دیانند (۶) ریشنلزم اور اسلام (۷) تناسخ کا چکر (۸) شمشیر برہنہ (۹) منوسمرتی (۱۰) یجر وید کا ترجمہ (۱۱) نور اسلام (۱۲) اساس اسلام (۱۳) انوار عالم۔

قاضی صاحب کے غازی محمود دھرم پال بے حد مداح ہیں۔ آیے اس ضمن میں ان کی ان تحریروں کا ذکر کرتے ہیں جو ان کے مجلّے ''جلا وطن'' کے مختلف شماروں کے مختلف مقامات میں بکھری ہوئی ہیں ...... وہ آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند کو اسلام کا حامی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اگر سوامی دیانند کے ویدوں کی تفسیر سے انڈیا کا اولین مذہب یا دین متین اسلام ہی ثابت ہوتا ہو تو اس میں میرا کیا قصور، میں تو اب بھی کہتا ہوں کہ میں نے اسلام کو بھلا دیا تھا، مگر سوامی دیانند کے وید بھاشن نے اس کی یاد کو اجاگر کردیا۔ جب میں نے پٹیالہ کے سیشن جج قاضی محمد سلیمان صاحب سے اپنی اس دریافت کا ذکر کیا تو انھوں نے اس کی تائید و تصدیق کی۔'' ①

برہمن نژاد خاتون سے شادی

دھرم پال نے اسلام قبول کرنے سے کچھ عرصہ پہلے جب کہ وہ آریہ سماجی تھے،

---

① ماہنامہ جلا وطن لاہور، حصہ اول، دسمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۱۵۳۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک برہمن نژاد آریہ خاتون گیان دیوی سے قدیم ہندوؤں کے مذہب کے مطابق سوئمبر کی شادی کی تھی ۔ اس شادی کے چار گواہ تھے، دو مسلمان، ایک عیسائی اور ایک سکھ سکول ماسٹر ۔ چاروں گواہ تعلیم یافتہ تھے، لیکن ہندوؤں کے نزدیک یہ شادی سراسر ناجائز تھی، کیونکہ برہمن عورت کسی غیر برہمن ہندو سے بھی شادی نہیں کرسکتی، لیکن یہاں ایک برہمن عورت نے ایک پیدائشی مسلمان سے شادی کرلی تھی ۔ ان کی اولاد ہندوؤں کے نقطۂ نظر سے ناجائز اولاد قرار دی جاتی بلکہ اسے ملیچھ سمجھا جاتا۔ کوئی ہندو نہ ان کی لڑکی قبول کرتا نہ ان کے لڑکے سے اپنی لڑکی کا رشتہ کرتا۔ یہ صورت حال دھرم پال اور گیان دیوی کے لیے انتہائی تکلیف کا باعث تھی۔ اب دھرم پال نے ایک اشتہار شائع کرکے ملک کے مختلف اہل علم کو بھیجا کہ جو مذہب ان کی اس شادی کو صحیح قرار دے گا، یہ میاں بیوی وہ مذہب قبول کرلیں گے۔ اس کا تفصیلی جواب قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے دیا۔ دھرم پال لکھتے ہیں:

> ''میں دفتر میں بیٹھا کام کررہا تھا کہ پوسٹ مین نے میری میز پر میری ڈاک لاکر رکھی ۔ میں نے دیکھا کہ ڈاک میں ایک وزنی لفافہ ہے ۔ میں نے اسے کھولا، وہ چالیس صفحات کا ایک خط تھا اور اس کے لکھنے والے پٹیالہ کے سیشن جج قاضی محمد سلیمان تھے۔''②

غازی صاحب فرماتے ہیں:

> ''قاضی صاحب نے یہ خط مجھے بٹھنڈا سے بھیجا تھا، جہاں وہ اس وقت مقیم تھے اور یہ خط میری اپیل کا جواب تھا۔ خط میں احادیث اور کتبِ سیر سے اس بات پر مہرِ تصدیق ثبت کی گئی تھی کہ گیان دیوی کے ساتھ میری شادی جیسی اور جس صورت میں کی گئی ہے، وہ اسلام کی رو سے صحیح ہے۔ شادی کرنے والا جوڑا اسلامی نقطۂ نظر

② جلا وطن، حصہ ۴۔ دسمبر ۱۹۵۴ء۔ص ۱۱۵

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق عاقل و بالغ ہے اور تعلیم یافتہ ہے۔ شادی کے گواہ دو کے بجائے چار ہیں اور چاروں تعلیم یافتہ اور ذمے دار ہستیاں ہیں۔''③

اس سے اگلے صفحے پر غازی صاحب لکھتے ہیں:

''اپنے اس بیان کی تائید میں جناب قاضی محمد سلیمان صاحب نے احادیث نبوی اور کتب سیر سے ایسے حوالہ جات پیش کیے، جن میں بتایا گیا تھا کہ (عہد نبوی میں) جب کوئی غیر مسلم جوڑا حلقہ بگوش اسلام ہوجاتا تھا تو ان کی شادی کی تجدید نہیں کی جاتی تھی، بلکہ حالت کفر میں جس طریقے پر شادی ہوئی تھی، اسے جائز و برقرار رکھا جاتا تھا۔ اس صورت میں گیان دیوی کے ساتھ میری شادی مذہباً، اخلاقاً اور قانوناً ہرطرح جائز و احسن ہے۔ میں قاضی محمد سلیمان صاحب کا یہ مضمون پڑھتا جاتا تھا اور میری آنکھوں سے مسرت و انبساط کے آنسو جاری تھے اور میرا ایمان اس غیبی طاقت پر جو مجھ سے یہ کام لے رہی تھی، زیادہ مضبوط اور مستحکم ہوتا جاتا تھا۔''④

دیوتا، فرشتہ اور انڈیا کا سب سے بڑا عالم

غازی محمود دھرم پال نے قاضی صاحب کا خط پڑھ کر گیان دیوی کو بتایا اور نہایت مسرت کے ساتھ کہا کہ قاضی صاحب نے ہمارے نکاح کی صحت کے بارے میں جوسند دی ہے، اس کے پیش نظر مذہبی اعتبار سے میں تمھیں اپنی بیوی تصور کرتا ہوں۔ یہ خدا کے دیوتا یا فرشتے کا پیغام ہے جو اس نے مجھے بھیجا ہے۔

گیان دیوی خوشی کے ساتھ مسکراتی رہی۔⑤

---

③ ماہنامہ جلاوطن حصہ ۴، دسمبر ۱۹۵۴ء۔ صفحہ ۱۱۵۔

④ ایضاً ص ۱۱۶۔

⑤ جلاوطن حصہ ۴، دسمبر ۱۹۵۴ء۔ صفحہ ۱۱۸۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غازی صاحب رقم فرماتے ہیں:

جناب قاضی صاحب نے اس طویل خط میں میرے ریشنلزم اور نیشنلزم کا بھی جواب تحریر فرمایا تھا۔⑥

غازی صاحب نے گیان دیوی سے کہا یہ خط انڈیا کے سب سے بڑے عالم قاضی محمد سلیمان صاحب سیشن جج پٹیالہ کا ہے جو انھوں نے ہماری اپیل کے جواب میں لکھا ہے۔ اب مجھے بٹھنڈا جا کر ان سے ملنا چاہیے اور قاضی صاحب کی عدالت میں خود پیش ہو کر اپنا مقدمہ پیش کرنا چاہیے۔⑦

قاضی صاحب کی خدمت میں

غازی صاحب نے بذریعہ خط قاضی صاحب کو اپنے بٹھنڈا آنے کی اطلاع دی اور پھر قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، جس کا ذِکر وہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> چنانچہ تیسرے دن صبح کی ٹرین سے میں لدھیانہ سے روانہ ہوا اور اسٹیشن سے اتر کر سیدھا قاضی صاحب کے مکان پر پہنچا۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ ابھی عدالت سے نہیں آئے۔ ان کے ایک خادم نے قاضی صاحب کو میرے آنے کی اطلاع دی۔ انھوں نے واپسی پیغام بھیجا کہ وہ میٹنگ ختم کر کے ابھی آنے والے ہیں۔ آدھ گھنٹے کے اندر میں نے دیکھا کہ ایک بلند قامت، گورا رنگ، گھنی داڑھی، ہنس مکھ، ستواں ناک، کشادہ پیشانی، خوب صورت آنکھیں، چوڑی دار پاجامہ، ریاستی فیشن کی پگڑی باندھے ایک بزرگ آئے، انھوں نے مجھے دیکھتے ہی بغل میں لے لیا۔ یہ قاضی محمد سلیمان صاحب سیشن جج پٹیالہ تھے۔

---

⑥ ایضاً ص ۱۱۷

⑦ ایضاً صفحہ ۱۱۹۔۳۔ ایضاً صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۴۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبول اسلام

خیر و عافیت پوچھنے کے بعد فرمایا:

میرا مضمون آپ نے پڑھ لیا۔ میں نے کہا مضمون پڑھ لیا، اس کا جواب دینے آیا ہوں۔ فرمایا ارشاد کیجیے، میں نے کہا اپنا دست مبارک دیجیے، اسلام قبول کرتا ہوں۔ قاضی صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اس کے پاس جایے جس کا اسلام ہے۔ میں سمجھ گیا کہ قاضی صاحب کس کے پاس بھیج رہے ہیں۔ میں نے کہا ذرہ انتظار فرمایے میں اُس کے پاس سے ہوکر(جس کا اسلام ہے)ابھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ چنانچہ قریب ہی ایک مسجد تھی، اس میں گیا، وضو کیا اور دو رکعت ادا کر کے سر بہ سجود ہوگیا اور خدا سے لمبی دعا کی ...... اس سے آگے غازی صاحب نے وہ الفاظ نقل کیے ہیں جن الفاظ میں انھوں نے دعا کی، نہایت پُر تاثیر الفاظ ہیں۔ ⑧

غازی صاحب رقم طراز ہیں کہ دعا کرتے ہوئے مجھے ایسے محسوس ہوا کہ مجھے یہ آواز آرہی ہے:

''میں آج تجھ کو نئی زندگی دیتا ہوں تا کہ تو توانائی پائے اور میری تقدیس پھیلائے۔ میرے مقدسین کا ہاتھ تیرے سر پر ہوگا، تو ان کو نہیں دیکھے گا۔ اب تو میرے عابد کے پاس جا، وہ تیرے لیے میری طرف سے رحمت کا فرشتہ ہے'' ⑨

---

⑧ جلاوطن حصہ ۴، دسمبر ۱۹۵۴ء۔ صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۴۔

⑨ ایضاً ص ۱۲۸۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''عابد'' اور ''رحمت کا فرشتہ'' سے مراد قاضی صاحب ہیں۔

اس سے آگے پھر غازی صاحب کے الفاظ پڑھیے۔ فرماتے ہیں:

جب میں بارگاہ خداوندی میں حاضری دے کر اور اپنے خدا کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر قاضی محمد سلیمان صاحب کے پاس واپس آیا تو وہ مجھے دیکھتے ہی مسکرائے اور ارشاد فرمایا: ''ٹھیک ہوگیا؟'' میں نے کہا: ''بالکل ٹھیک ہوگیا''۔ قاضی صاحب نے دوبارہ مسرت آمیز مسکراہٹ کا اظہار کیا اور خادم کو آواز دی: ''کھانا لاؤ۔'' وہ کھانا لے آیا۔ دسترخوان بچھا اور ہم دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہوکر مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ میں جب کسی مسئلے کے متعلق قاضی صاحب سے سوال کرتا تو وہ فرماتے ''آپ نے اس مسئلے کے متعلق کیا سوچا ہے''؟ میں ان کو اپنا جواب سناتا تو وہ فرماتے: ''آپ کا جواب بالکل صحیح ہے''۔ وہ میرے بیان کی تائید میں احادیث اور کتب سیر سے حوالہ دے کر میری تسکین کردیتے۔ شام کی ٹرین سے واپس لدھیانہ آنے کے لیے میں نے قاضی صاحب سے اجازت طلب کی اور عرض کیا کہ میں آپ کے اس خط کی اشاعت کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا میری طرف سے اجازت ہے۔ قاضی صاحب نے میرے ساتھ معانقہ کیا اور میں ان کے ہاں سے رخصت ہوکر لدھیانہ پہنچ گیا'' ...... گیان دیوی نے کہا بڑی جلدی واپس آگئے۔ میں نے کہا کام ہی جلدی کا تھا۔ موگا کے مجسٹریٹ نے میرے اور آپ کے خلاف جو فیصلہ دیا تھا، میں اس کے خلاف بٹھنڈا میں قاضی محمد سلیمان صاحب سیشن جج کی عدالت میں اپیل کرنے گیا تھا، اپیل منظور ہوگئی اور فیصلہ ہمارے حق میں ہوگیا۔ [10]

---

[10] ایضاً ص ۱۲۹۔۱۳۰

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب غازی صاحب کی برہمن نژاد بیوی گیان دیوی نے بھی اسلام قبول کرلیا اور وہ محمود النساء کہلائی۔

عابد اور فرشتۂ رحمت

غازی صاحب لکھتے ہیں:

قاضی محمد سلیمان صاحب سیشن جج پٹیالہ عالم اجسام کے دیوتاؤں میں سے ایک زندہ دیوتا تھے۔ میرے خدا نے اپنے کلام میں جو میرے کان میں دعا مانگتے وقت پڑا تھا، قاضی صاحب کو اپنا عابد اور رحمت کا فرشتہ بتایا تھا، میں اگرچہ نئی روشنی کا نوجوان تھا، مگر یہ نئی روشنی مجھے دین دھرم کی صراط مستقیم سے بال بھر بھی ادھر اُدھر نہ کرسکی ...... جب خدا نے اپنی حضوری میں لے کر مجھے بتایا کہ میں کیا ہوں اور کہاں ہوں تو میرا ایمان، یقین میں اور یقین، عین الیقین میں بدل گیا تھا، اور صراط مستقیم مجھے نظر آنے لگی۔ میرے خدا کے کلام نے اس پر مہرِ تصدیق ثبت کردی جب کہ اس نے ارشاد فرمایا کہ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اس پر چل، اس کو چھوڑ کر پگ ڈنڈیوں پر نہ جانا، ایسا نہ ہو کہ تو بھٹک جائے۔ (۱۱)

غازی صاحب واضح الفاظ میں قاضی صاحب کو عابد، اپنا رہنما، صراط مستقیم پر چلنے کی تلقین کرنے والے، زندہ دیوتا اور فرشتۂ رحمت قرار دیتے ہیں۔

آئندہ کے لیے پانچ نکاتی پروگرام

اب بقول غازی صاحب انھیں ''نئی زندگی'' مل چکی تھی۔ انھوں نے آئندہ کے لیے تبلیغی جدوجہد کے میدان میں آنے کی غرض سے ایک پانچ نکاتی پروگرام مرتب کیا، اس کی تفصیل انہی کے الفاظ میں سنیے:

---

(۱۱) جلاوطن حصہ ۴ دسمبر ۱۹۵۴ء ص ۱۴، ۴۱۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ مجھے مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیے......صرف دو لفظوں پر اکتفا کرنا چاہیے، اسلام اور مسلم۔

۲۔مسلمانوں میں فرقہ بندی کے بجاے اتحادِ عمل پر زور دیا جائے......

۳۔ غیر مسلموں خاص کر ہندوؤں میں تبلیغ کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مابہ الاشتراک باتوں پر زور دیا جائے، مابہ النزاع کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ غیر مسلموں بالخصوص ہندوؤں کے مذہبی لٹریچر پر پورا عبور حاصل ہو اور مجھے عبور حاصل تھا۔

۴۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اشتراکِ عمل کا جذبہ ابھارا جائے تاکہ متحدہ قومیت کی بنا استوار کی جاسکے۔

۵۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اشتراک یا اتحادِ عمل کے راستے میں جو تخریبی لٹریچر پھیلایا جارہا ہے، اس کا سد باب کیا جائے۔ [12]

غازی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ پروگرام مرتب کرکے میں دوبارہ قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت وہ پٹیالہ میں تھے۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: اب کیا ارادہ ہے؟ میں نے ان کو اپنا پروگرام بتایا، انھوں نے مجھ سے اتفاق کیا۔ [13]

پٹیالہ میں پبلک تقریروں کا اہتمام

اس پانچ نکاتی پروگرام کے متعلق ”قاضی صاحب کی مجلس میں طے پایا کہ اس کے مختلف حصوں کو پبلک کے سامنے پیش کیا جائے۔“ غازی صاحب لکھتے ہیں: ”قاضی صاحب اور ان کے دیگر احباب نے پٹیالہ میں میری پبلک تقریروں کا انتظام اور اعلان کر دیا ......“ چنانچہ قاضی صاحب کے کہنے سے اسلام کی حمایت میں غازی صاحب کی تقریروں کا آغاز پٹیالہ سے ہوا۔

---

(12) جلا وطن حصہ ۴ ص ۱۴۲۔

(13) ایضاً، ص ۱۴۳۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غازی صاحب فرماتے ہیں:

مجھے دیکھنے اور میری تقریریں سننے کے لیے ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی غرضیکہ ہر طبقے کے لوگوں کا جم غفیر جمع ہوگیا۔ تقریریں شروع ہوئیں۔ خیالات نئے تھے، حاضرین و ناظرین مسحور تھے۔ تقریر کے بعد میں ہر شخص کو سوال یا اعتراض کا موقع دیتا تھا، لیکن تعجب تھا کہ کسی کو بھی میری تقریر پر لب کشائی کا حوصلہ نہیں تھا۔ قاضی صاحب میری ہر تقریر میں موجود رہتے تھے۔ قاضی صاحب نے میری تقریروں کے سلسلے کو بہت پسند کیا۔ ان تقریروں کے لیے میں چار روز تک قاضی صاحب کے پاس ہی ٹھہرا۔ اب مجھے قاضی صاحب کو زیادہ قریب سے سٹڈی کرنے کا موقع ملا۔ انھوں نے رحمۃ للعالمین کا چار جلدوں میں مسودہ تیار کر رکھا تھا جو انھوں نے مجھے پڑھنے کے لیے دیا اور میں نے پڑھا۔ قاضی صاحب اپنے مکان کے قریب والی مسجد میں درس قرآن دیا کرتے تھے، مجھے اس میں بھی شمولیت کا موقع ملتا تھا۔ میں حیران ہوتا تھا قاضی صاحب اسلامی معلومات کا بحر زخار ہیں۔ وہ کتنی صحیح معلومات دیتے ہیں کہ میرے جیسے نقاد کو جو اندھی تقلید کا قائل نہیں تھا، کسی جگہ انگلی رکھنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ ان کی (درس قرآن کی) تقریر اس طرح مجھ میں جذب ہوتی جاتی تھی، جس طرح کسی پیاسی زمین میں ہلکی ہلکی بارش جذب ہوتی جاتی ہو اور اس کا ایک قطرہ بھی ضائع نہ ہوتا ہو۔ میں نے ان کی تحریر پڑھی، ان کی تقریر سنی، ان کا طرز عمل دیکھا۔

قاضی صاحب کا طرز عمل

اس سے آگے غازی صاحب اپنے تجربے کی روشنی میں قاضی صاحب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے طرز عمل کی وضاحت کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایے۔

ان کا طرز عمل کیا تھا؟ رات کو میں ان کے پاس ہی سوتا تھا۔ شروع میں دو تین گھنٹے تو میری گہری نیند کے ہوتے تھے۔ اس کے بعد جب میری آنکھ کھلتی تو میں قاضی صاحب کو مصلے پر دیکھتا تھا۔ میں اس بات کا قائل تھا اور قائل ہوں کہ ہر انسان کے اندر سے ریڈی ایشن (Radiation) ہوتا رہتا ہے، جو اس کی اندرونی روحانی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ گلاب یا چنبیلی کا پھول اڑ کر ہماری ناک تک نہیں آتا، مگر اس میں جو ریڈی ایشن ہوتا ہے، وہ ہم تک پہنچ جاتا ہے۔ جب ہم روحانیت میں بڑھے ہوئے کسی بزرگ کے پاس جا کر بیٹھتے ہیں تو گو وہ خاموش رہتا ہے، مگر اس کا ماحول اتنا پاکیزہ ہوتا ہے کہ اس کا ہم پر خواہ مخواہ اثر پڑتا ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ جب قاضی صاحب مصلے پر ہوتے تھے تو میں ان کے گرد ریڈی ایشن یا نور کا ہالا دیکھتا تھا۔ یہ ہالا ان کی تحریر اور تقریر سے بڑھ کر مجھ پر اثر انداز ہوتا تھا۔ اس وقت مجھ پر ایک قسم کی وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ ⑭

غازی صاحب آگے رقم فرماتے ہیں:

قاضی صاحب جب لدھیانہ آتے تھے تو پٹیالہ ہاؤس میں ٹھہرتے تھے۔ میری کوشش ہوتی تھی کہ میں رات کے وقت انہی کے پاس رہوں اور جب وہ مصلے پر بیٹھیں تو میں اپنی روح کے لیے ان سے غذا حاصل کروں ، چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا۔ بعد میں جب میرے مراسم ان کے ساتھ زیادہ ہو گئے تو وہ لدھیانہ آکر میرے ہی مکان پر قیام

---

⑭ جلا وطن حصہ ۴ دسمبر ۱۹۵۴ء ص ۱۴۴-۱۴۵

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے تھے۔ لدھیانہ کے ''لوکل مولوی'' مجھ سے کنی کتراتے تھے، مگر جب قاضی صاحب میرے مکان پر فروکش ہوتے تو لوکل مولوی صاحبان بھی ان سے ملنے کے لیے میرے مکان پر تشریف لے آتے تھے۔ ان میں دو ایک ''چونچ مار'' مولوی بھی تھے جو اس ٹوہ میں تھے کہ میں نے کس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے۔ جب میں ان کو جواب دیتا کہ میں نے اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے، جس کا یہ بھیجا ہوا ہے تو وہ حیران ہوتے تھے اور اس معمے کو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ ⑮

قاضی صاحب سے وسیع تعلقات

غازی صاحب کی بیوی محمود النساء (جس کا پہلا نام گیان دیوی تھا) پیدائش کے اعتبار سے برہمن تھی اور ابتدا ہی سے وہ سبزی یا دال کھاتی تھی، غازی صاحب دس گیارہ سال حلقۂ اسلام سے باہر رہے تھے، انھیں بھی سبزی اور دال کھانے کی عادت پڑ گئی تھی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد یہ دونوں میاں بیوی یہی کچھ کھاتے رہے، گوشت کی طرف راغب نہیں ہوے، غازی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

جب قاضی صاحب میرے ہاں تشریف لاتے تو ان کے سامنے بھی ویجی ٹیرین کھانا ہی رکھا جاتا تھا، جس میں کھیر کا جز و ضرور ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ قاضی صاحب نہایت شوق سے ویجی ٹیرین کھانا کھاتے تھے اور ویجی ٹیرین کھانے کے فضائل بھی بیان کر دیتے تھے۔ ⑯

غازی صاحب آگے لکھتے ہیں:

جب سال ڈیڑھ سال بعد خدا نے ہمارے ہاں نیا مہمان بھیجا، یعنی

---

⑮ جلا وطن حصہ ۴ دسمبر ۱۹۵۴ء ص ۱۴۵۔۱۴۶

⑯ جلا وطن حصہ ۴ ص ۱۴۶۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے ہاں ایک خوب صورت بچی نے جنم لیا اور قاضی صاحب تشریف لائے تو میں نے اس نہایت پیاری اور خوب صورت ننھی بچی کو قاضی صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ انھوں نے نہایت محبت سے اس کو اپنی گود میں لیا اور دعا کی۔ پوچھا نام کیا ہے؟ میں نے کہا اس عظیم الشان فتح کی یاد میں جو ہمیں حاصل ہوئی، اس کی ماں نے اس کا نام ''وکٹوریہ'' اور میں نے ''منصورہ'' رکھا ہے، چوں کہ میرا اور اس کی ماں کا نام بھی دہرا ہے، اس لیے اس بچی کا نام بھی دُہرا ہی رکھا گیا ہے۔ قاضی صاحب یہ لطیفہ سن کر بہت محظوظ ہوئے۔

کچھ عرصے کے بعد جب قاضی صاحب مکہ معظمہ کے لیے تشریف لے گئے تو واپس آنے پر میں ان سے ملنے کے لیے پٹیالے گیا۔ وہ نہایت شوق کے ساتھ حج کے حالات سناتے رہے۔ میں نے عرض کیا آپ کو یہ حالات قلم بند کر دینا چاہیے۔ قاضی صاحب نے میرا یہ مشورہ پسند فرمایا۔ (17)

یہ قاضی صاحب کا پہلا حج تھا جو انھوں نے ۱۹۲۱ میں کیا۔ اس کا سفر نامہ بھی انھوں نے لکھا، جو پہلی دفعہ ۱۹۲۴ء میں چھپا۔ اس کے بعد بھی شائع ہوا۔ (18)

شُدّھی کی تحریک

۱۹۲۳ میں ہندوستان میں شدھی کی تحریک شروع ہوگئی تھی، یعنی ہندو اکثریت کے علاقوں متھرا اور آگرہ وغیرہ کے دیہات وقصبات میں جہاں مسلمان بہت قلیل تعداد میں تھے، ہندوؤں نے ان کو جبراً اسلام کے دائرے سے نکال کر ہندو بنانے

---

(17) ایضاً، ص ۱۴۷۔

(18) سفر نامہ حجاز ۱۹۲۴ کا ایڈیشن ختم ہو چکا تھا۔ قاضی عبدالباری مرحوم ومغفور نے کئی برس کی محنت کے بعد ذاتی خرچ سے اسے دوبارہ شائع کیا۔ طلب کرنے والے اہل ذوق اصحاب قاضی حسن معزالدین 31-B ماڈل ٹاؤن لاہور سے رابطہ کریں، بہ صورت ہدیہ پیش کیا جائے گا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مہم شروع کر دی تھی۔

یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اس سے قبل ملک میں ہندو مسلم اتحاد کی فضا پیدا ہو چکی تھی اور تمام مذاہب کے لوگوں نے متحد ہو کر ملک کی آزادی کے لیے کوششیں شروع کر دی تھیں جو انگریزی حکومت کے لیے خطرے کا باعث بن گئی تھیں۔ اس وقت جن لوگوں کو انگریزوں نے گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا تھا، ان میں ایک شخص کا نام منشی رام تھا جس کی لمبی داڑھی اور بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔ یہ شخص مذہباً آریہ تھا اور ہندو مسلم اتحاد کا حامی تھا۔ اچانک انگریزی حکومت نے اسے جیل سے رہا کیا۔ اس نے داڑھی اور مونچھیں منڈوائیں، سنیاسی بنا اور اپنا نام شردھا نند رکھا اور شُدّھی کی تحریک شروع کر دی۔ بہت سے ہندو اس کے ساتھ مل گئے اور ملک میں انتشار پھیل گیا۔ مجبوراً مسلمان اہل علم بھی مقابلے میں نکل آئے اور مسلمانوں کو اسلام پر قائم رہنے کی تلقین و تبلیغ کرنے لگے۔

اس وقت بہت سے مسلمانوں نے غازی محمود دھرم پال سے رابطہ پیدا کیا اور کہا کہ وہ شدھی اور ارتداد کے فتنے کی سرکوبی کے لیے میدان میں آئیں اور تحریر و تقریر کے ذریعے ہندوؤں کا مقابلہ کریں۔ غازی صاحب کہتے ہیں کہ ”کچھ مسلمان یہ خیال کر کے کہ میری باگ ڈور قاضی محمد سلیمان صاحب کے ہاتھ میں ہے، قاضی صاحب کے پاس پٹیالہ پہنچے اور ان پر زور ڈالا کہ وہ مجھے فتنہ ارتداد کے انسداد کے لیے میدان میں لائیں۔“ چنانچہ قاضی صاحب نے ان کو مندرجہ ذیل خط لکھا:

> عزیز من! میں یہ تو نہیں چاہتا کہ آپ متھرا اور آگرہ کے میدانوں میں جائیں، ہاں! اتنا ضروری ہے کہ آپ کچھ لکھ دیں، جس سے مخالفین اسلام پر اتمامِ حجت ہو جائے اور اس سے مسلمانوں کو کچھ مدد مل جائے۔ [18]

---

[18] جلا وطن حصہ ۴ دسمبر ۱۹۵۴ء ص ۱۴۹۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب کفر توڑ کی تصنیف

اب آگے غازی صاحب کے الفاظ پڑھیے:

میں نے قاضی صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں قلم برداشتہ کتاب ''کفر توڑ'' کا مسودہ تیار کیا اور پٹیالہ کے پتے پر قاضی صاحب کے نام رجسٹری کر کے بھیج دیا تاکہ وہ اس کا مطالعہ فرمالیں۔ قاضی صاحب نے اسے پڑھا اور میرے نام واپس بھیج دیا، لیکن دو ہفتے گزر گئے، مجھے مسودہ نہیں ملا۔ میں نے قاضی صاحب کو خط لکھا کہ آپ کے حسب ارشاد میں نے آپ کی خدمت میں مسودہ بھیجا تھا، اس کے متعلق کچھ پتا نہ چل سکا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ اور مسودہ بھی مجھے واپس نہیں ملا۔ قاضی صاحب کا خط آیا کہ میں نے تو وہ مسودہ اپنی رضامندی کے اظہار کے ساتھ دوسرے ہی دن آپ کے نام واپس بھیج دیا تھا، تعجب ہے کہ آپ کو نہیں ملا۔ خط پڑھ کر میں سمجھ گیا کہ میری ڈاک سنسر ہوتی ہے۔ اس سے قبل میں یہ تو سن چکا تھا کہ شدھی کے آریہ پرچارک کہتے ہیں کہ ہمیں کسی کی پروا نہیں ہے جس کا جی چاہے ہمارے مقابلے میں آئے، مگر یہ شخص (غازی محمود دھرم پال) خاموش رہے۔[19]

بہرحال ''کفر توڑ'' کا پہلا مسودہ گم ہوگیا اور غازی صاحب نے اسے دوبارہ لکھا۔ اب مسودہ لے کر غازی صاحب اپنے پرانے دوست راجا ولی اللہ خاں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس لدھیانہ کے پاس گئے، انھوں نے مسودہ پڑھا تو کہا کہ اس میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہے۔ پھر انھوں نے قاضی صاحب کو خط لکھا کہ مسودہ دوبارہ لکھ کر میں نے لدھیانہ کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس راجا ولی اللہ خاں کو دکھایا

---

(19) ایضاً ص ۱۵۰۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، انھوں نے پڑھ کر کہا ہے کہ اس میں کوئی قابلِ گرفت مواد نہیں ہے۔ یہ مسودہ اب آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ قاضی صاحب نے اسے ملاحظہ فرمایا اور اس پر اطمینان کا اظہار کیا۔ پھر یہ کتابی شکل میں چھپا اور بہت پڑھا گیا۔

غازی صاحب لکھتے ہیں:

چوں کہ شدھی کی تحریک ہندو مسلم اتحاد کے منافی اور ہماری تحریکِ حریتِ وطن کو سخت نقصان پہنچانے والی تھی اور ہمارے مشن کے سراسر خلاف تھی، اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ اسے کفر توڑ کے ڈائنا میٹ سے اڑا دیا جائے، چنانچہ اڑا دیا گیا۔ [20]

غازی صاحب نے شدھی کی تحریک کے خلاف بے حد تگ و تاز کی۔ کتابیں لکھیں، مضامین لکھے، تقریریں کیں، ہندو پرچارکوں سے مناظرے کیے اور ملک کے مختلف شہروں اور قصبوں میں گئے اور جگہ جگہ اسلام کی صداقت میں جلسے منعقد کیے۔ اس کے نتیجے میں مختلف مقامات پر ہندو اور آریہ پنڈتوں نے اسلام قبول کیا۔ لیکن یہ اس سلسلے کی تفصیل میں جانے کا محل نہیں۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ غازی محمود دھرم پال نے کن کن مواقع پر قاضی صاحب کا کس انداز، کن الفاظ اور کس قدر عقیدت مندانہ اسلوب میں تذکرہ کیا ہے، اس لیے کہ اس کتاب کا تعلق قاضی صاحب سے ہے اور قاضی صاحب کے تذکرے کے سلسلے میں غازی صاحب کے الفاظ ہر جگہ باحوالہ درج کیے جارہے ہیں۔

قاضی صاحب کی دوسرے حج کو روانگی اور غازی صاحب سے ملاقات

غازی صاحب تحریر کرتے ہیں:

میں بذریعہ تحریر و تقریر شدھی یا فتنہ ارتداد کا صفایا کرنے میں لگا ہوا تھا کہ ایک دن پٹیالہ سے قاضی صاحب کا میرے نام تار آیا کہ وہ

---

[20] جلا وطن حصہ ۴ دسمبر ۱۹۵۴ء ص ۱۵۱۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حج کے لیے مکہ معظمہ جارہے ہیں اور فلاں ٹرین سے لدھیانہ سے گزریں گے، میں اسٹیشن پر ان سے ملوں۔ میری طبیعت میں تار پڑھ کر ایک قسم کا خدشہ پیدا ہوا کہ قاضی صاحب حج کا فریضہ تو ادا کرچکے ہیں، اب دوبارہ حج کے لیے جانے کا کیا مقصد ہے؟ کیا رحمۃ للعالمین کی بارگاہ میں مستقل قیام کرنے کا ارادہ تو نہیں ہے؟ میں وقت مقررہ پر اسٹیشن پہنچا۔ ٹرین آگئی، قاضی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو میں نے سوال کیا کہ حج تو آپ کرچکے ہیں، اب رحمۃ للعالمین کے دربار سے آپ کے نام یہ بلاوا کیسا ہے؟ قاضی صاحب اپنی عادت کے مطابق مسکرائے اور فرمایا ''بلاوے پر حاضر ہونا بھی تو ہمارا فرض ہے''۔ گفتگو بہت مختصر ہوئی۔ ٹرین چل پڑی اور قاضی صاحب مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ میں اس عرصے میں کانگرس کی جنگ آزادی میں حصہ لیتا ہوا گرفتار ہوکر جیل خانے پہنچ گیا۔ میرے ساتھ لدھیانہ کے کئی علمائے کرام، کانگرس کے لوکل لیڈر اور رضا کار بھی جیل میں رونق افروز تھے اور ہم سب مل کر آزادئ وطن کے نشے میں سرشار انقلاب زندہ باد کے نعرے لگاتے اور خوشیاں مناتے تھے۔ (21)

قاضی صاحب کی وفات کی اطلاع

اب اس سے آگے غازی صاحب کے الفاظ ملاحظہ فرمایے:

ایک دن جب کہ صبح کے وقت ہم اپنی بارک کے سامنے چائے پی رہے تھے، ڈیوڑھی پر میری طلبی ہوئی۔ میں گیا اور پٹیالہ سے قاضی صاحب کے فرزند گرامی قاضی عبدالعزیز صاحب کا تار مجھے دیا گیا،

---

(21) جلاوطن حصہ ۴ دسمبر ص ۱۵۲، ۱۵۳

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس میں درج تھا کہ جناب قبلہ قاضی صاحب حج سے فارغ ہو کر جب واپس جہاز میں آ رہے تھے تو آپ نے جہاز پر ہی اپنی روح خدا کے سپرد کی اور ہمیشہ کے لیے رحمۃ للعالمین کے دربار میں مقیم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے جسد مبارک کو آبی قبر نصیب ہوئی۔

قاضی صاحب کے انتقال کی خبر میرے لیے ہوش ربا تھی اور یہ صدمہ ناقابل برداشت تھا۔ میری آنکھوں نے قاضی صاحب کی آبی قبر پر آنسو بہائے اور میں نے محسوس کیا کہ میں مذہبی دنیا میں یتیم ہو گیا ہوں۔ جیل خانے میں جب دوسرے ساتھیوں کو اس صدمے کا پتا چلا تو وہ بھی سب میرے غم میں شریک ہو گئے ---۔ قاضی صاحب کی وفات کے بعد میری ضمانت ہو گئی اور میں گھر آ گیا۔ [22]

ایک خواب اور اس کی تعبیر

غازی صاحب پریشانی میں مبتلا تھے۔ اس پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے وہ خود فرماتے ہیں کہ ''میں نے محسوس کیا کہ میں مذہبی دنیا میں یتیم ہو گیا ہوں''۔ لیکن ان کی یہ پریشانی کیسے ختم ہوئی؟ اس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ پریشانی ایک خواب کی وجہ سے ختم ہوئی اور دل میں قرار آیا۔ اب انہی کی زبانی وہ خواب سنیے:

مادر وطن کی آزادی میں عملی حصہ لیتے ہوئے اگرچہ میری طبیعت بہت کچھ سنبھل جاتی تھی مگر پھر بھی جب مجھے قاضی صاحب یاد آتے تو دل میں ایک ہوک سی اٹھتی اور میں بہت اداس ہو جاتا تھا۔ لیکن میرے خدا نے جو ہر ایسے موقعے پر میری دست گیری کرتا تھا، میرے لیے اطمینان قلب کا سامان مہیا کر دیا۔ شدت کی سردی تھی، میں سو رہا تھا،

---

[22] حوالہ مذکور، ص ۱۵۳، ۱۵۴۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا دیکھتا ہوں کہ میں مکہ معظمہ پہنچ گیا ہوں ۔ ایک خوب صورت مسجد میں داخل ہوتا ہوں، جس میں چند چھوٹے بچے پڑھ رہے ہیں۔ مسجد میں ایک کارنس ہے جس پر دو طشت پڑے ہیں۔ ان میں سے ایک میں تازہ پھل ہیں، دوسرے میں پلاؤ ہے۔ مسجد کے صحن میں تین بزرگ مراقبے کی حالت میں ہیں۔ میں ایک بچے سے پوچھتا ہوں کہ اس مسجد کا نام کیا ہے؟ اور آپ جو بچے یہاں پڑھتے ہیں ، آپ کے کھانے کا کیا انتظام ہے؟

بچے نے کہا اس مسجد کا نام سلیمانیہ ہے ۔ یہ دوطشت جو سامنے نظر آ رہے ہیں، یہ ہماری خوراک ہے۔ ہم نہیں جانتے یہ خوراک کہاں سے آتی ہے، مگر یہ طشت ہمیشہ اسی طرح بھرے رہتے ہیں۔

میں نے پوچھا: یہ تین بزرگ جو مسجد کے صحن میں بیٹھے ہیں، کون ہیں؟ بچے نے کہا وہ پہلے بزرگ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ دوسرے بزرگ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ تیسرے بزرگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ میں نے صحن میں آکر سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے مودبانہ دوزانو ہوکر سوال کیا کہ یا خلیفۃ المسلمین ! میں آپ سے یہ پوچھ کر اطمینان قلب حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ جناب کے زمانۂ خلافت میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد زیادہ نہیں تھی، مگر جدھر جاتے تھے فتح پاتے تھے، اب اگرچہ مسلمانوں کی تعداد اربوں میں ہے مگر جدھر جاتے ہیں شکست کھاتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

میرے سوال پر فاروق اعظم نے سرمبارک اٹھا کر فرمایا: ''عزیزم! ہم نے دنیا فتح کرنے سے پہلے اپنے آپ کو فتح کیا اورتم اپنے آپ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو فتح کرنے سے پہلے دنیا فتح کرنا چاہتے ہو۔ ہماری فتح اور تمھاری شکست کا یہی راز ہے''۔

یہ جواب دے کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بہ دستور مراقبے کی شکل اختیار کرلی۔ تھوڑی دیر کے بعد سر بلند کرکے فرمایا: ''چلو نماز پڑھیں''۔ چنانچہ آپ نے مسجد سے باہر ایک کنکریلے میدان میں مصلّٰی بچھا کر مجھے کہا: ''آؤ''۔ میں نے عرض کیا: ''میں وضو کرلوں''۔ یہ کہہ کر میں نے نہر میں جو قریب ہی بہتی تھی، وضو کے لیے ہاتھ ڈالا اور میری آنکھ کھل گئی۔

میں نے سر پیٹ لیا کہ او بدبخت تو وضو کے جھگڑے میں پھنسا رہا، تجھے نماز نصیب نہ ہوئی۔

اس سے آگے غازی صاحب خود ہی اس خواب کی تعبیر سوچتے اور بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

خواب سے بیدار ہوکر میں عرصے تک سوچتا رہا کہ میں نے یہ کیا دیکھا؟ مجھے خلفاے راشدین میں سے تین ہی کیوں نظر آئے؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان چار فٹ کا فاصلہ کیوں تھا؟

کہا جاتا ہے کہ انسان خواب کی حالت میں اپنے تخیلات ہی کو مجسم پاتا ہے اور یہ تجسم معدے کی خرابی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ میں عالم شباب میں تھا، میرا معدہ بھی خراب نہیں تھا۔ میں نے ایسا خواب نہ پہلے کبھی دیکھا تھا، نہ اس کے بعد کبھی دیکھا۔ میں نے اس کی تعبیر اپنے طور پر خود ہی سوچی اور وہ یہ کہ ان دو طشتوں سے مراد، جن میں سے ایک میں تازہ پھل تھے اور دوسرے میں پلاؤ تھا، میں نے کلام خدا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ سمجھا۔ بچوں سے مراد میں نے تزکیہ لیا۔ فاروق اعظم جو مجھے مسجد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے باہر ایک کنکریلے میدان میں لے گئے اور مصلّٰی بچھایا، اس سے میں نے یہ مراد لی کہ نماز اگر رسمی شکل اختیار کر لے اور بے روح ہو جائے تو وہ عبادت نہیں رہتی۔ خدا کی عبادت کے لیے اصل وضو وہی ہے جو آدھی رات کو جب کہ دنیا کا شور وغل ختم ہو جاتا ہو اور دنیا خواب غفلت میں مدہوش ہو، خدا کے حضور میں سربہ سجود ہو کر آنکھوں کے پانی سے کیا جاتا ہے، اس سے وہ غبار دھل جاتا ہے جو میرے اور میرے خدا کے درمیان ہوتا ہے اور میں عالمِ اجسام سے بالاتر ہو کر عالمِ روحانیات میں خدا کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں، یہی میری عبادت ہے تاکہ خلا وخطا کے مٹ جانے سے کشف غطا ہو۔

میں نے اس پر بھی غور کیا کہ جو کلمات میں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے سنے، وہ کہیں میرے اپنے تخیل کی بازگشت تو نہیں جو میں نے کسی کتاب میں پڑھے ہوں اور میرے دماغ میں محفوظ رہ گئے ہوں۔ میں نے بہت سوچا اور اب تک سوچ رہا ہوں، لیکن میں نے یہ کہیں بھی نہیں پڑھا کہ دنیا کو فتح کرنے سے قبل اپنے آپ کو فتح کیا جائے۔ یہ ایک صداقت تھی اور یہ وہ صداقت ہے جسے میں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنا۔ میں نے نتیجہ نکالا کہ وہ جو اپنے آپ کو فتح کرنے سے قبل دنیا کو فتح کرنے کے لیے دوڑتے ہیں وہ اول تو کامیاب نہیں ہوتے، اگر کسی قدر کامیاب ہو جائیں تو لذاتِ نفسانی اور حرکاتِ شیطانی میں پھنس کر برباد ہو جاتے ہیں اور پیچھے برا نام چھوڑ جاتے ہیں۔

اس سے آگے غازی صاحب تحریر کرتے ہیں:

اس رویۃ المنام کے بعد قاضی محمد سلیمان صاحب کے انتقال سے مجھے جو شدید صدمہ پہنچا تھا، میں اسے برداشت کرنے کے قابل ہو گیا۔ چنانچہ اب میرے لیے دین، دھرم یا مذہب کا کوئی مسئلہ ایسا باقی نہیں تھا جسے سمجھنے کے لیے مجھے کسی انسان کو اپنا پیر و مرشد بنانے یا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گورو دھارن کرنے کی ضرورت ہوتی۔ میں جانتا تھا کہ میرا رفیق اعلیٰ، میرا فارقلیط جس نے مجھے روشنی اور تاریکی کی سیر کرا کے اس مقام پر لا کھڑا کیا تھا، جسے اس نے مقام شہود کے نام سے پکارا تا کہ میں عاقل و بالغ کی حیثیت سے شہادت دوں کہ وہی روح الارواح اور نورالانوار اور قادرِ مطلق میرا اصل مرشد ہے، جس کے ہاتھ میں میں نے ہاتھ دیا اور اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھا، میں نے اس کے عطا کردہ نور اور سکینت سے بھرپور ہو کر اس کی تقدیس کی منادی شروع کردی، کوئی مہینا ایسا نہیں ہوتا تھا، جب کہ مجھے اس کے نام پر دو ڈیڑھ ہزار میل کا سفر نہ کرنا پڑتا ہو۔ (23)

''جلا وطن'' کے حصہ پنجم میں بھی غازی صاحب نے قاضی صاحب کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے میرے پیرومرشد قاضی محمد سلیمان سیشن جج پٹیالہ پر زور ڈالا گیا کہ وہ مجھے شدھی کے انسداد اور ہندو کی اینٹی اسلام ذہنیت کا قلع قمع کرنے کے لیے آمادہ کریں تو جناب قاضی صاحب نے مجھے خط بھیجا''۔ (24)

جلا وطن یا داستان غم کے ساتویں حصے میں بھی قاضی صاحب کا اسم گرامی آیا ہے۔ غازی صاحب کی پھوپھی نے ان سے پوچھا: ''وہ شخص جس کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے لیے آپ گئے تھے، وہ کون تھا؟'' غازی صاحب فرماتے ہیں، میں نے کہا: ''وہ تھے جناب قاضی محمد سلیمان صاحب سیشن جج پٹیالہ، مصنف رحمۃ للعالمین''۔ پھر پوچھا: ''وہ کون تھا جس کے پاس قاضی صاحب نے آپ کو بھیجا تھا؟''

غازی صاحب نے جواب دیا: ''وہ وہی تھا جس کو میں نے چودھویں رات کے چاند کی طرح دیکھا''۔ (25)

---

(23) حوالہ مذکور، ص ۱۵۹ تا ۱۶۳۔

(24) جلاوطن حصہ ۵، ص ۲۷۴۔

(25) جلاوطن حصہ ۷، ص ۱۸۱۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غازی صاحب نے قبولِ اسلام اور قاضی صاحب سے عقیدت مندانہ مراسم قائم ہونے کے بعد تیرہ چودہ کتابیں لکھیں، جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، بے شمار مضامین تحریر فرمائے، ممکن ہے ان کتابوں اور مضامین کے بعض مقامات پر انھوں نے قاضی صاحب کا ذکر کیا ہو، لیکن میرے سامنے غازی صاحب کی ان کتابوں میں سے نہ کوئی کتاب ہے اور نہ ان کا مضمون ہے۔ صرف ان کے ماہنامہ جلاوطن (جسے داستان غم کہا جاتا ہے) کے الگ الگ سات حصے ہیں، ان کے انھی مقامات پر قاضی صاحب کا ذکر کیا گیا ہے، جن کی نشان دہی گزشتہ صفحات میں کردی گئی ہے۔ یہ قاضی صاحب کے حضور غازی صاحب کا بہت بڑا خراج عقیدت ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ان دونوں مرحومین کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ دونوں اپنے اپنے انداز میں اسلام اور مسلمانوں کے بہت بڑے خادم اور عظیم المرتبت مبلغ تھے۔

غازی محمود دھرم پال کے متعلق میں نے بہت سی باتیں سنی تھیں اور اسلام ترک کر کے آریہ مذہب اختیار کرنے کی کچھ داستان بھی میرے علم میں آئی تھی لیکن ان کو دیکھنے اور ان کی باتیں سننے کا اتفاق پہلی دفعہ فروری ۱۹۵۸ء میں ہوا۔ اس زمانے میں عارضی طور پر ہفت روزہ ''الاعتصام'' کی ادارت سے الگ ہو کر میں نے اپنا اخبار سہ روزہ ''منہاج'' جاری کیا تھا، جس کا دفتر شیش محل روڈ پر تھا۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ قاضی عبدالباقی صاحب تشریف لائے ہیں اور ان کے ساتھ ایک اور صاحب ہیں۔ قاضی صاحب نے تعارف کرایا کہ ان کا اسم گرامی غازی محمود دھرم پال ہے۔ انھیں مل کر مجھے نہایت خوشی ہوئی۔ کافی دیر ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ ان کی گفتگو کی روانی اور لہجے کی صفائی سے میں بہت متاثر ہوا۔

وہ قیام پاکستان سے پہلے لدھیانہ میں قیام پذیر تھے۔ اس کے بعد لاہور آ گئے تھے اور نسبت روڈ کی ایک گلی میں رہتے تھے۔ جاتے ہوئے انھوں نے مجھے اپنے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکان کا پتا دیا اور کسی دن وہاں آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ ان کے ارشاد کے مطابق میں ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوا۔ انھوں نے اپنے دورِ ماضی کے بہت سے واقعات بیان کیے۔

غازی محمود دھرم پال نے ۱۸۔ مارچ ۱۹۶۰ء (۱۹۔ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ) کو وفات پائی۔ ان سے متعلق میں نے طویل مضمون لکھا جو الاعتصام کی چھ قسطوں میں شائع ہوا اور قارئین نے ازراہ کرم اس کا دلچسپی سے مطالعہ کیا۔ اس مضمون کی پہلی قسط ۱۳۔ جون ۲۰۰۳ء کے اور آخری قسط ۱۸۔ جولائی ۲۰۰۳ء کے شمارے میں چھپی۔ اس وقت ان کی وفات پر ۴۳ برس کی مدت بیت چکی تھی۔

❀......❀......❀......❀

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سترھواں باب:

قاضی صاحب مفسرِ قرآن کی حیثیت سے

اللہ تعالیٰ نے قاضی صاحب کو بہت سے اوصاف سے نوازا تھا، جن کا ذکر مختلف انداز سے گزشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ ان کی ایک بہت بڑی صفت یہ ہے کہ قرآن مجید سے انھیں بے حد تعلق تھا اور اس صحیفۂ نور کے مختلف پہلوؤں پر وہ گہری نگاہ رکھتے تھے۔ ذیل کی سطور میں یہ بتانے کی کوشش کی جائے گی کہ مفسر قرآن کی حیثیت سے ان کا مقام کتنا بلند تھا۔ اس وقت ان کی تفسیر سورہ یوسف ''الجمال والکمال'' پیش نگاہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ سورہ یوسف کی اردو تفسیروں میں یہ اپنی نوعیت کی واحد تفسیر ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ قاضی صاحب اگر پورے قرآن مجید کی تفسیر لکھتے تو بیسویں صدی کے برصغیر میں اردو کے بہت بڑے مفسر قرار پاتے۔

قاضی صاحب چوں کہ مورخ بھی تھے، اس لیے تفسیر کے ساتھ ساتھ تاریخ بھی چلتی ہے اور مناسب مواقع پر بہت سے اہم تاریخی واقعات قاری کے مطالعہ میں آتے ہیں۔ اس سے پتا چلا کہ مفسر اگر تاریخ دان ہو تو قرآن کے بیان فرمودہ معاملات بالکل واضح ہو جاتے ہیں اور تفسیر کے ساتھ تاریخ بھی قارئین کے سامنے آجاتی ہے اور جغرافیائی صورت حال کا بھی علم ہو جاتا ہے۔

آغاز تفسیر میں قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی تفسیر میں دو بڑے اصول معمول بہ رہے ہیں۔ ایک روایت، دوسرا درایت۔ بعض حضرات روایت کے بارے میں اتنا آگے بڑھ گئے کہ انھوں نے ان کی قوت وضعف اور صحت وسقم کا بھی خیال نہ رکھا، حالاں کہ محدثین نے ان کی تنقید وتصحیح میں بے حد کوشش کی ہے ......

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جن اصحاب کو درایت سے تعلق تھا، انھوں نے صحیح اور مرفوع روایات کی بھی پروانہ کی حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ

> جب کسی روایت کی صحت ثابت ہوجاتی ہے تو یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ ان سب راویوں کی جو قدوۂ امت تھے، درایت بھی اس کے ساتھ شامل ہے، لہٰذا محض درایت کی بنا پر روایات صحیحہ سے اختلاف کرنے والوں کو تنہا اپنے ذاتی فہم و قیاس پر اعتماد نہ کرنا چاہیے اور نہ دھوکا کھانا چاہیے۔[1]

الٓرٰ سے شروع ہونے والی سورتوں میں انبیا علیہم السلام کا تذکرہ

سورہ یوسف مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جو بارہ رکوع اور ۱۱۱ آیات پر مشتمل ہے۔ ابتدا حروف مقطعات (الٓرٰ) سے ہوتی ہے، اس لیے قاضی صاحب نے آغازِ تفسیر میں حروفِ مقطعات کو موضوع بحث بنایا ہے اور اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ پھر یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ الٓرٰ کے حروف سے جن سورتوں کا آغاز ہوتا ہے، ان سب میں خاص طور سے انبیا علیہم السلام کے احوال کا تذکرہ کیا گیا ہے اور یہ پانچ سورتیں ہیں۔[2]

(۱) سورہ یونس (۲) سورہ ہود (۳) سورہ یوسف (۴) سورہ ابراہیم اور (۵) سورہ الحجر۔

لفظ قرآن کے معنی

سورہ یوسف کی دوسری آیت ہے۔ اِنَّا اَنزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ.

قاضی صاحب نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: ہم نے اسے اُتارا ہے۔ وہ پڑھے جانے والی کتاب اور عربی ہے تاکہ تم اسے خوب سمجھ لو۔

---

① الجمال والکمال، ص ۳۳۔

② ایضاً، ص ۳۸

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لفظ ''قرآن'' کا ترجمہ قاضی صاحب نے ''پڑھے جانے والی کتاب'' کیا ہے۔ یعنی یہ کتاب بہ کثرت پڑھے جانے والی ہے۔ اس کے نزول سے لے کر آج تک اسے تواتر اور تسلسل کے ساتھ پڑھا جارہا ہے۔ اول تا آخر اسے محراب اور مسجد میں پڑھا بھی جاتا ہے اور سنا بھی جاتا ہے۔ ایک دن میں پانچ وقت کی نمازوں میں اسے کروڑوں آدمی پڑھتے ہیں اور نمازوں کے علاوہ ہر آن اس کی تلاوت وقرأت کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اسی لیے اسے قرآن کہا گیا ہے۔ یعنی یہ اس کی ایک وجہ تسمیہ ہوئی۔

دوسری وجہ تسمیہ اسم قرآن کی یہ ہے کہ یہ عربی کے ''قرأت الماء فی الحوض'' کے محاورے سے بنایا گیا ہے۔ اس کے معنی ہیں حوض میں پانی جمع کر دیا گیا۔ چوں کہ کتب اولیں کے جملہ علوم اس کتاب میں جمع کر دیے گئے ہیں، اس لیے اس کا نام قرآن ہوا۔ ③

اللہ کے اس کلام پاک کے یہاں دو وصفی نام جمع کر دیے گئے ہیں۔ ایک کتاب، دوسرا قرآن ۔ اگر کوئی شخص دنیا بھر کے تمام مذاہب کی کتب تاریخ پر نظر ڈال سکتا ہو تو اسے پتا چلے کہ دنیا کی کسی کتاب پر کتاب اور قرآن کے دونوں اوصاف ہر وقت اور ہر زمانے میں پورے نہیں اُترتے۔ بہت سی کتابوں کے لوگوں نے نام لیے ہیں، لیکن نہ وہ بہ کثرت پڑھی جاتی ہیں اور نہ زیادہ تحریر وکتابت میں آتی ہیں۔ بعض کتابیں سطح ارض سے بالکل ناپید ہوگئی ہیں، ان کے صرف نام باقی رہ گئے ہیں، وہ بھی بہت کم لوگوں کو معلوم ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں یہ دونوں صفات پائی جاتی ہیں۔ اسے ابتدائے نزول سے لے کر اب تک مسلسل لکھا بھی جاتا ہے اور پڑھا بھی جاتا ہے اور دنیا کے ہر حصے میں یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہا ہے اور جاری رہے گا۔

---

③ الجمال والکمال ص ۴۰، ۴۱، بحوالہ کتاب الفوائد امام ابن قیم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی میں نازل کرنے کی وجہ

قرآن مجید کے بارے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسے عربوں میں اور عربی میں کیوں نازل کیا گیا، کسی دوسری زبان میں کیوں نازل نہیں کیا گیا؟

قاضی صاحب اس سوال کا تفصیل سے جواب دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اہل عرب پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ قرآن عربی میں اتارا، اس لیے کہ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب تعلیماتِ رسالت اور فیوضِ نبوت سے بالکل محروم تھے۔ ہزاروں سال سے ان میں کوئی نبی نہیں آیا تھا اور یہ لوگ تمام دنیا سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان سے آشنا نہ تھے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ عربی کے علاوہ اس دور کی کوئی زبان اس قابل نہ تھی کہ اس میں اللہ کے آخری کلام اور اس کی آخری کتاب کو اتارا جاتا۔ مثلاً وید کی زبان، تورات کی زبان اور انجیل کی زبان کو لیجیے، ان میں سے کوئی زبان بھی دنیا کے کسی حصے میں بولی نہیں جاتی۔ کوئی شہر، کوئی قریہ، کوئی محلّہ، کوئی علاقہ ایسا نہیں، جہاں ان زبانوں میں سے کسی زبان کا چلن ہو۔

علم الٰہی نے جو ماضی، حال اور مستقبل پر حاوی ہے، اپنی آخری کتاب کے لیے کسی ایسی زبان کو اختیار نہ فرمایا جو پردۂ عالم سے جلد تر مردہ اور ناپید ہونے والی ہو یا مردہ اور ناپید ہو چکی ہو۔ بلکہ ایسی زبان کو ترجیحی حق عطا فرمایا، جس میں حیات و نمو کی صفات کارفرما تھیں اور جس میں قیام ودوام کی طاقت و استعداد موجود تھی۔

عربی زبان سرزمین حجاز کے علاوہ مصر، شام، عراق، مراکش، سوڈان، لیبیا، اردن، الجزائر اور تیونس وغیرہ بہت سے ملکوں کی تحریری اور تقریری زبان ہے۔ نہ صرف یہ وہاں کے مسلمانوں کی زبان ہے بلکہ لاکھوں یہودیوں، کروڑوں عیسائیوں اور بے شمار قبطیوں اور حبشیوں کی بھی یہی زبان ہے۔ یورپی ملکوں میں بھی اس زبان میں اظہارِ مدعا کرنے والے لاتعداد لوگ موجود ہیں۔ ان ملکوں میں اس زبان میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیں بھی شائع ہوتی ہیں اور رسائل و جرائد بھی کثیر تعداد میں معرضِ اشاعت میں آتے ہیں، حالاں کہ نہ وہاں عربوں کی حکومت ہے اور نہ وہاں مسلمانوں کا کوئی مذہبی تسلط ہے۔ ④

اس سے آگے قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ ایس پی سکاٹ نے بیس سال سے زیادہ عرصہ عربوں میں گزارا اور ان کی عادات و اطوار کا گہری نظر سے مطالعہ کیا اور ان کی زبان کے تیوروں کو سمجھنے کی کوشش کی۔ اس نے ''اخبار الاندلس'' کے نام سے کتاب لکھی۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

عربی زبان کی شیرینی، اس کی حیات بخش قوت، اس کا رسیلا پن، اس کے استعارات کی کثرت اور بوقلمونی نے اسے شاعری کے لیے اتنا موزوں بنادیا ہے کہ یہ درجہ دنیا کی کسی اور زبان کو بہت کم حاصل ہے۔ عربی کا کوئی لفظ اور کوئی محاورہ نہیں جو خوب صورتی اور لطافت کے ساتھ نظم میں موزوں نہ ہوجائے۔ نظم کے علاوہ اس کی نثر میں بھی بے پناہ نغمگی پائی جاتی ہے۔ ⑤

تفسیر الجمال والکمال میں متعدد اہلِ لغت کے حوالوں سے قاضی صاحب نے عربی الفاظ کے اشتقاقات اور صرف ونحو پر نہایت علمی بحث کی ہے۔

عجیب وغریب واقعہ

سورہ یوسف کی تیسری آیت ہے:

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ وَاِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ

(اے پیغمبر! (ﷺ) ہم وحی قرآنی میں تم سے ان واقعات کا بیان اچھی

---

④ الجمال والکمال، ص: ۴۳۔

⑤ ایضاً، ص: ۴۴۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح کرتے ہیں، اگر چہ تو اس سے پیشتر ان سے بے پروا تھا۔)

سبحان اللہ! ''غافلین'' کا ترجمہ ''بے پروا'' نہایت عمدہ ترجمہ ہے۔

قاضی صاحب لکھتے ہیں: ''یوسف'' عِبرِی زبان کا لفظ ہے، عربی میں اس کا ترجمہ ''مزید'' ہے۔ ان کی پیدائش کے وقت ماں نے کہا تھا کہ اللہ مجھے اور بیٹا دے گا۔ یوسف علیہ السلام ۱۷ برس کے تھے جب کنویں میں گرائے گئے، تین راتیں کنویں میں رہے۔ چھ سال عزیز مصر کے گھر گزارے۔ سات سال قید میں بسر کیے۔ تیس سال کی عمر میں مصر کے حاکم مطلق بنے۔ چالیس سال حکومت کی۔ ایک سو دس سال کی عمر میں وفات پائی۔ پوتے اور پڑپوتے دیکھے۔ مصر میں مدفون ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے نکلتے وقت یوسف کا تابوت اپنے ساتھ لیا۔ یوشع بن نون علیہ السلام نے اس تابوت کو ان کے جدی گورستان میں دفن کیا۔ ⑥

سورہ یوسف کی چوتھی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت یوسف نے باپ سے خواب بیان کیا:

اِنِّی رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ

(یعنی میں نے گیارہ تارے اور سورج اور چاند کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔)

قاضی صاحب اس آیت کے الفاظ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یوسف علیہ السلام کے خواب کے دو نظارے تھے۔ ایک گیارہ تاروں اور سورج اور چاند کو دیکھنا۔ یہ نظارہ اس لیے عجیب تھا کہ سورج کی موجودگی میں کوئی تارہ نظر نہیں آتا۔ دوسرا یہ نظارہ بھی عجیب تھا کہ آسمان کے لاکھوں تاروں میں سے صرف گیارہ تارے ہی نظر آئے۔ پھر یہ بھی عجیب بات تھی کہ وہ سب کے سب یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرتے تھے۔ سجدہ کے معنی یہاں لغوی مراد ہوں یا شرعی، بہرحال نجوم سماوی کا

⑥ الجمال والکمال، ص: ۵۱۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک بشر کے سامنے اس طرح جھک جانا، جس سے وہ بشر بھی سمجھ لے کہ ان کا جھکنا اسی کی تعظیم کے لیے ہے، لازماً عجیب معاملہ تھا۔ ⑦

یہ خواب چونکہ عجیب تر تھا اور تعبیر طلب تھا، اس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسے سنتے ہی (جیسا کہ آیت نمبر ۵ میں بتایا گیا ہے) یوسف سے فرمایا کہ اسے اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا۔ پھر اس سے آگے آیت نمبر ۶ میں فرمایا کہ اللہ تجھے برگزیدگی بخشے گا اور خوابوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا۔

خواب کی قسمیں

یہاں قاضی صاحب نے خواب کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

اول: وہ خواب جو ہضم کی خرابی اور فسادِ معدہ کی بنا پر دکھائی دیتے ہیں، ایسے خوابوں میں بالعموم اس خلط کا غلبہ شامل ہوتا ہے جو خواب دیکھنے والے کے مزاج میں غالب ہوتی ہے، مثلاً صفراوی مزاج والا تلوار، نیزہ، آگ، پیاس، سخت دھوپ وغیرہ چیزیں دیکھتا ہے۔ سوداوی مزاج والے کو سانپ، رات کی تاریکی، اندھیرا، عفونت وغیرہ اشیا دکھائی دیتی ہیں۔ بلغمی مزاج والے کا واسطہ پانی، بارش، سردی وغیرہ سے پڑتا ہے۔

دوم: وہ خواب جو قوتِ متخیلہ کے نتیجے میں آتے ہیں۔ یعنی دیکھی یا پڑھی یا سنی ہوئی چیزوں کے متعلق جو تخیلات حسِ مشترکہ میں رہ جاتے ہیں، ان پر حس مشترکہ اپنا تصرف کرلیتی ہے اور وہ حالت نیند میں بہ شکل وجود سامنے آجاتے ہیں۔ مثلاً کہیں ہاتھی کے بارے میں کچھ پڑھا یا سنا، یا شیر اور چیتے کے متعلق کوئی بات پڑھی، وہ خواب میں اسی حالت میں سامنے آگئی۔ یہ غیر مربوط اور بے جوڑ خواب ہوتے ہیں۔ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ یہ سب ''خوابِ پریشان'' یا قرآن کے الفاظ میں اضغاث احلام کہلاتے ہیں۔

---

⑦ الجمال والکمال، ص ۵۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوم: سچا اور صحیح خواب وہ ہے جو روح انسانی پر عالم روحانی سے القا ہوا ہو۔ ایسے خواب مختصر، مسلسل اور مربوط ہوتے ہیں۔ بیداری کے بعد بھی قلب پر ان کی ایک خاص کیفیت طاری رہتی ہے۔ علم تعبیر رویا کے ماہر کو خواب سنتے ہی فوراً معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ خوابِ پریشان ہے یا رؤیائے صادق ہے۔ ⑧

واقعات کی تفصیل

قاضی صاحب نے تفسیر الجمال والکمال میں وہ تمام واقعات قرآن کی روشنی میں خاص ترتیب کے ساتھ تفصیل سے بیان کردیے ہیں جو یوسف علیہ السلام کو پیش آئے۔ بیٹے کے بغیر حضرت یعقوب علیہ السلام کی زندگی جن مراحل سے گزری اور وہ جس نہج سے اس موضوع پر بیٹوں سے گفتگو کرتے رہے، اس کا تذکرہ بھی اس کتاب میں کردیا گیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو جس قافلے نے کنویں سے نکال کر مصر پہنچایا اس کا ذکر کرنے کے بعد فاضل مصنف نے مصر کی پوری تاریخ بیان کردی ہے۔ اس کا محل وقوع، اس کے آثارِ قدیمہ، دریا، اہرام، ابوالہول کا بت وغیرہ سب چیزوں کی مناسب الفاظ میں صراحت کردی ہے۔ مصر کے مشہور پہاڑوں کے متعلق بھی بتادیا ہے کہ کون سا پہاڑ کہاں ہے اور کس ضلعے میں ہے۔

مصر کے عجائب خانے کا ذکر کرتے ہوئے قاضی صاحب لکھتے ہیں:

> اس عجائب خانے میں فرعون غریق کی لاش بھی رکھی ہوئی ہے، جسے یورپ کے جملہ فلاسفروں نے مان لیا ہے کہ یہی موسیٰ علیہ السلام کے عہد کے فرعون کی لاش ہے۔ اس سے قرآن مجید کی صداقت منکرینِ الٰہی پر حجت بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرعون کو غرق ہونے کے وقت آگاہ کردیا گیا تھا کہ وہ غرق ہوگا اور پھر اس کی لاش ساحل پر

---

⑧ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الجمال والکمال ص ۵۴

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھینک دی جائے گی اور وہ آئندہ نسلوں کے لیے عبرت بنے گا۔ ⑨

فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَۃً [یونس : ۹۲]

(آج ہم تیرے بدن کو (دریا سے) نکال لیں گے تاکہ تو اپنے بعد آنے والوں کے لیے عبرت کا نشان بنا رہے)

دو قانونی نکتے

جب عزیز مصر کی بیوی (امرأۃ العزیز) نے گھر کے دروازے بند کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو بدکاری کی دعوت دی تو یوسف علیہ السلام اس کی گرفت سے بچنے کی غرض سے باہر کی طرف دوڑے۔ وہ عورت بھی انھیں پکڑنے کے لیے ان کے پیچھے دوڑی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص پکڑ کر پھاڑ دی۔ پھر دونوں نے اس کے شوہر کو دروازے کے پاس پایا تو وہ شوہر سے مخاطب ہوئی کہ اس شخص کو کیا سزا دینی چاہیے جو تیری بیوی کے ساتھ برائی کرنا چاہتا ہو۔ پھر خود ہی کہا کہ اسے یا تو قید کر دینا چاہیے یا کوئی اور دردناک سزا دینی چاہیے۔

اب اس کا شوہر سخت پریشان تھا کہ یہ کیا قصہ ہے اور اس کے متعلق کیا کرنا چاہیے۔ اس موقعے پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

ھِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ [یوسف: ۲۶]

(خود یہ عورت مجھے پھسلا رہی تھی)

وہاں ان کے گھر کا ایک آدمی بھی کھڑا تھا جو جھٹ سے بہ طور شاہد بول اٹھا:

اِنْ کَانَ قَمِیْصُہٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَھُوَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ○ وَاِنْ کَانَ قَمِیْصُہٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَکَذَبَتْ وَھُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ [یوسف: ۲۶، ۲۷]

(اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو عورت سچی اور یوسف جھوٹا اور اگر یوسف کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو عورت جھوٹی اور یوسف سچا۔)

---

⑨ الجمال والکمال، ص ۹۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ عورت کے گھرانے کے جس فرد نے یہ بات کہی تھی، وہ شیر خور بچہ تھا اور اکثر مفسروں کا کہنا ہے کہ یہ بڑی عمر کا آدمی تھا اور اس نے یوسف علیہ السلام کو بچانے کے لیے یہ الفاظ کہے تھے۔ لیکن قاضی صاحب نے قانونی نقطۂ نظر سے اس باب میں دو نکتے تحریر فرمائے ہیں:

ایک یہ کہ یہ ایک ہوشیار شخص تھا اور اس نے جو طریقِ استدلال اختیار کیا وہ صاف طور پر ظاہر کرتا ہے کہ یہ شخص بالکل عورت کی حمایت میں تھا۔ اگر ہم عورت کے اس بیان کو قانون مروجہ حال کے تحت میں لائیں تو یہ ایک استغاثہ اقدام زنا بالجبر ۵۱۱/ ۳۷۶ کا تھا اور استغاثے کی صداقت خود مستغیث کے بیان اور حالت سے ہونی چاہیے تھی۔ عورت کے لباس اور جسم کو دیکھا جاتا، نشانات تشدد کی تلاش کی جاتی، لیکن رائے دہندہ چوں کہ عورت کے گھرانے کا تھا، اس لیے اس نے تحقیقات کا یہ اصلی پہلو اختیار ہی نہیں کیا، بلکہ صرف عورت کے بیان ہی کو صحیح مان کر حضرت یوسف علیہ السلام پر صفائی کا بار ڈال دیا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے کی عفت وعصمت کو واضح ہی کردینا تھا اور طلاے ناب نے آتش امتحان میں پڑ کر بھی طلاے ناب ہی رہنا تھا، ورنہ طریقہ تحقیقات خالی از تعصب ہرگز نہ تھا۔ [10]

اب قانون کی دوسری بات سمجھیے۔ وہ یہ کہ اس شاہد نے دریافت اصلیت کے لیے ایک قرینہ اختیار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہی امر سکھانے کے لیے اس کا ذکر فرمایا ہے کہ جب شہادت واقعہ موجود نہ ہو تب قرائن کا استعمال کیا جاسکتا ہے اور فقدانِ شہادتِ اصلیہ کی صورت میں قرائنِ صحیحہ اور قیاساتِ قریبہ بھی شہادت کا کام دے جاتے ہیں۔ [11]

---

(10) الجمال والکمال، ص ۱۱۳۔

(11) ایضاً، ص ۱۱۴

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی صاحب واحد مفسر ہیں جنھوں نے یہاں قانونی نوعیت کے یہ دو نکتے بیان فرمائے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی مفسر کا اس طرف دھیان نہیں گیا۔ قاضی صاحب چوں کہ جج تھے اور قانون شہادت کے تمام پہلوؤں سے آگاہ تھے، اس لیے انھوں نے یہاں خالصتاً قانونی بات کی۔

قاضی صاحب اس سے آگے لکھتے ہیں:

جن لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے فیصلے پڑھے ہیں اور جن لوگوں کی نظر قاضی کعب بن سوار اُزدی، قاضی شریح بن حارث کندی، قاضی ایاس بن معاویہ مزنی اور فقیہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ کے فیصلوں تک پہنچی ہے، وہ جانتے ہیں کہ ائمہ اسلام نے کس عمدگی سے اس اصول کو استعمال کیا ہے اور وہ فراستِ صادقہ کی شمولیت سے حقیقتِ اصلیہ کا انکشاف کس عمدگی سے کیا کرتے تھے۔ (12)

عورت کے شوہر کا قول

جب یوسف علیہ السلام کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی دیکھ کر عزیز مصر پر یہ بات واضح ہوگئی کہ اس کی بیوی غلط بیانی سے کام لے رہی ہے اور یوسف پر الزام تراشی کر رہی ہے تو اس نے قرآن کے الفاظ میں بیوی سے کہا:

اِنَّهٗ مِنۡ كَيۡدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيۡدَكُنَّ عَظِيۡمٌ [یوسف : ۲۸]

(یعنی یہ تو تمھارے تریا چلتر کی بات ہے اور تم عورتوں کے تریا چلتر بہت بڑے ہونے ہیں۔)

بہت سے لوگ عورتوں کی مذمت کرتے ہوئے یہ آیت پڑھا کرتے ہیں، لیکن انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں ہے بلکہ عورت کے شوہر کا قول ہے۔

---

(12) الجمال والکمال ص ۱۱۴

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی صاحب فرماتے ہیں:

ایک ایسے مرد کا قول ہے جو ایک طرف اپنی عزت کے خوف سے عورت کی بات کو دبانا بھی چاہتا ہے اور ایک طرف اس واقعہ سے ملول بھی ہے اور ایک طرف یوسف صدیق سے محجوب بھی ہے۔ وہ اپنی عورت کو الزام دیتے ہوئے یہ نہیں سمجھتا کہ صرف قصور وار ہی کو ملزم ٹھہرانا چاہیے، بلکہ وہ کل جنس اناث ہی کو مطعون ٹھہرا دیتا ہے۔ ⑬

دونو جوان قیدی

عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دل سے سچا سمجھنے کے باوجود قید خانے میں بند کردیا۔ ان کے ساتھ ہی دو اور قیدی جیل میں گئے جو شاہی ملازم تھے۔ ان میں سے ایک قیدی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنا خواب بیان کیا کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں، دوسرے قیدی نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں اور پرندے ان میں سے کھا رہے ہیں۔ دونوں نے حضرت یوسف سے کہا کہ ہم آپ کو نیکو کاروں میں سمجھتے ہیں، اس خواب کی تعبیر بتایے۔

جس شخص نے ''شراب نچوڑنے'' کا خواب دیکھا تھا، اس نے اعصر خمرا کہا تھا۔

خمر بنانے اور پینے والا پہلا شخص

قاضی صاحب لفظ ''خمر'' کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دنیا میں شراب نوشی کا موجد ایران کا بادشاہ جمشید تھا۔ یہ پہلا شخص تھا، جس نے زمین میں سڑے ہوئے پرانے انگور دبا کر ان سے شراب بنائی اور پینا شروع کی۔ ⑭

---

⑬ الجمال والکمال، ص ۱۱۴۔

⑭ ایضاً، ص ۱۳۶۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطان کہلانے والا پہلا حکمران

قاضی صاحب نے خواب کی تعبیر پوچھنے والے دونوں قیدیوں کو تعبیر بتانے سے پہلے اللہ کی توحید کی دعوت دی اور فرمایا کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اللہ ہی دراصل سب کا حکمران اور قہار ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ جن چیزوں کی تم پوجا کرتے ہو، اس کے لیے اللہ نے کوئی سند جواز نہیں اتاری۔ الفاظ ہیں:

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ (سورہ یوسف: آیت نمبر ۴۰)

لفظ سلطان کے اشتقاق پر بحث کرتے ہوئے قاضی صاحب لکھتے ہیں۔ پہلا شخص جو حکمران کی حیثیت سے تاریخ میں سلطان کے نام سے موسوم ہوا، وہ محمود غزنوی ہے۔[15]

صلیب اور اس کی تاریخ

بادشاہِ مصر کے دو قیدیوں میں سے جس نے اپنا یہ خواب بیان کیا تھا کہ اس نے سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں اور ان میں سے پرندے کھا رہے ہیں، اس کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ بتائی تھی کہ اسے صلیب پر لٹکایا جائے گا اور پرندے اس کے سر کو نوچیں گے اور کھائیں گے۔ قرآن کے الفاظ یہ ہیں:

فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ. (آیت نمبر ۴۱)

یہاں قاضی صاحب نے صلیب کی پوری تاریخ بیان کر دی ہے اور بتایا ہے کہ صلیب کیا ہوتی ہے اور اس پر مجرم کو کس طرح لٹکایا جاتا تھا اور کس طرح اس کی موت واقع ہوتی تھی۔ فرماتے ہیں عیسائی اگرچہ آج صلیب کے نشان کو حضرت مسیح کے واقعہ سے منسوب کر کے اس کا استعمال کرتے ہیں، لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے۔ مورخین خوب جانتے ہیں کہ نشان صلیب کا استعمال بہ طور نشانِ مقدس، حضرت مسیح

---

[15] الجمال والکمال ص ۱۳۶۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ولادت سے سیکڑوں سال پیشتر ''متھرا ازم'' میں موجود تھا۔ اس مذہب میں سورج کی پوجا کی جاتی تھی اور صلیب کا نشان دائرۂ فلکی کے خطوط طولانی وعرضی کی جائے اتصال کو جب کہ آفتاب نقطۂ اعتدال پر ہوتا ہے، نمایاں کرتا تھا۔ (16)

قید سے رہائی کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کی تدبیر

وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ۝ (سورہ یوسف: ۴۲)

(یعنی ان دونوں میں سے ایک کو جس کی رہائی کا گمان تھا، حضرت یوسف نے کہا کہ اپنے آقا سے میرے متعلق بات کرنا۔ مگر شیطان نے اس کو بادشاہ سے ذکر کرنے کی بات بھلادی۔ چنانچہ یوسف چند سال جیل میں رہے۔)

آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے رہائی پانے والے اور بادشاہ کا ساقی بننے والے کو بادشاہ کے ساتھ اپنے متعلق بات کرنے کے لیے کہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں قیدیوں کے لیے اپیل کرنے کا کوئی ضابطہ نہ تھا، جس ظالم افسر نے چاہا، کسی ناکردہ گناہ کو پکڑا اور جیل میں بھیج دیا۔ نہ جیل میں رہنے کی مدت مقرر ہے، نہ عذر وفریاد کرنے کا کوئی چارۂ کار ہے۔ یہ ایک حسنِ اتفاق ہے کہ یوسف علیہ السلام کو ایک ایسا قیدی مل گیا جو رہائی پاکر بادشاہ کا قرب حاصل کرنے والا تھا اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا مرہونِ احسان بھی تھا۔ اللہ کے نبی نے اس حسنِ اتفاق سے فائدہ اٹھایا اور بادشاہ سے اپنے متعلق بات کرنے کی ہدایت کی۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ بادشاہ سے یوسف علیہ السلام کے متعلق بات کرنا بھول گیا۔

قاضی صاحب فرماتے ہیں:

یوسف علیہ السلام اپنے اس عمل سے ہمارے لیے یہ سبق چھوڑ گئے کہ جب کسی شخص کو

---

(16) ایضاً ص ۱۳۹

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی بہبود کا کوئی موقع ملے تو اسے ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ ⑰

بِضْعَ سِنِيْنَ: چند سال۔ ''بضع'' کا اطلاق تین سے نو سال کی مدت پر ہوتا ہے۔ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سات سال جیل میں رہے۔ اس پر ''بضع'' کا لفظ بولا گیا ہے۔

وہ سترہ سال کی عمر میں کنویں میں گرائے گئے تھے، ان کی زندگی کا چھ سال کا عرصہ عزیز مصر کے گھر گزرا اور تیس سال کی عمر میں منصبِ حکومت یا مسندِ وزارت پر فائز ہوئے۔

بادشاہ کا خواب اور حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر

قاضی صاحب کی تحقیق کے مطابق اس وقت کے مصر کے بادشاہ کا نام ریّان بن ولید تھا، جسے یورپین مصنفین ای پونس لکھتے ہیں۔ ریان مصری خاندان ہفدہم (۱۷) سے تعلق رکھتا تھا جو راعی خاندان کے نام سے مشہور تھا۔ یہ سامی النسل خاندان تھا۔ لیکن عہد موسیٰ علیہ السلام کا فرعون قبطی نسل سے تعلق رکھتا تھا۔

سورہ یوسف کی آیت نمبر ۴۳ میں بتایا گیا ہے کہ بادشاہ نے خواب دیکھا کہ سات فربہ گائیں ہیں، جنھیں دبلی پتلی گائیوں نے کھالیا۔ اسی طرح سات سبز بالیں ہیں اور سات خشک بالیں ہیں''۔

یہ خواب بادشاہ نے اپنے وزرائے مملکت کو سنایا اور کہا کہ اگر تم اس خواب کی تعبیر جانتے ہو تو مجھے بتاؤ۔

قاضی صاحب لکھتے ہیں قدیم مصر میں گائے کی بڑی تعظیم کی جاتی تھی، جیسا کہ اب ہندوستان میں ہندو اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ بادشاہ کے لیے یہ خواب اس لیے دہشت خیز تھا کہ گائیوں نے گائیوں کو کھالیا۔ ⑱

---

⑯ ایضاً ص ۱۳۹

⑱ الجمال والکمال ص ۱۴۷۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگلی آیت (نمبر۴۴) میں ہے کہ بادشاہ کے وزرا نے اسے اضغاث احلام یعنی پریشان خیال اور بے حقیقت خواب قرار دیا۔

خواب کی بات پھیلی تو اس شخص کے کان میں بھی پہنچی جسے یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ میرے متعلق بادشاہ سے بات کرنا۔ اب عرصے کے بعد اسے یاد آیا کہ جیل میں ایک نیک شخص قید کاٹ رہا ہے اور خوابوں کی تعبیر جانتا ہے، اگر تم مجھے وہاں جانے کی اجازت دو تو میں اس سے تعبیر پوچھوں۔

وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے ملا اور اس نے ''یُوْسُفُ اَیُّھَا الصِّدِّیْقُ'' کے الفاظ سے انھیں مخاطب کیا (یعنی اے پیکر صدق یوسف)۔ اب اس نے بادشاہ کا خواب بیان کیا اور اس کی تعبیر پوچھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتائی کہ تم متواتر سات سال زراعت کرتے رہوگے، جو اناج کاٹا جائے اسے خوشوں کے اندر ہی رہنے دو، صرف ضرورت کے مطابق نکالو۔ اس کے بعد پھر سات سال بہت سخت قحط کے آئیں گے، اس مدت میں غلے کا وہ تمام ذخیرہ جو تم نے بچا کر رکھا ہوگا، کھا لو گے۔ تھوڑا غلہ باقی رہ جائے گا جو بڑی حفاظت سے رکھا ہوگا۔ پھر ایسا سال آئے گا، جس میں لوگوں کی فریادسنی جائے گی اور لوگ رس حاصل کریں گے یعنی خوش حال ہوجائیں گے۔ (آیات نمبر ۴۷، ۴۸، ۴۹)

شاہ کو جب اس کے خواب کی یہ تعبیر سنائی گئی تو اس نے کہا:

قَالَ الْمَلِکُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ (آیت نمبر ۵۰)

(بادشاہ نے کہا: اسے میرے پاس لاؤ۔)

بادشاہ کا نمائندہ یوسف علیہ السلام کی خدمت میں

قاضی صاحب فرماتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کو اپنے امرائے مملکت سے اور اپنے ساقی سے معلوم ہوگیا تھا کہ تعبیر بتانے والا کون ہے، کیوں کہ شاہی دربار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تو سب ارکان اس خواب کو پریشان خیال قرار دے چکے تھے۔[19]

جب جیل میں یوسف علیہ السلام کے پاس بادشاہ کا نمائندہ انھیں لینے کے لیے آیا تو انھوں نے کہا تم واپس اپنے آقا کے پاس جاؤ اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا معاملہ ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے، میرا مالک (اللہ تعالیٰ) تو ان کی فریب کاریوں سے خوب آگاہ ہے (آیت نمبر ۵۰)

قاضی صاحب لکھتے ہیں: حضرت یوسف علیہ السلام حزم اور دور بینی کے اوصاف سے پوری طرح متصف تھے، اسی لیے وہ تہمت و افترا کے معاملے کو گومگو کی حالت میں نہیں رکھنا چاہتے تھے، اپنی برأت و عصمت کو آفتابِ نیم روز کی طرح روشن کر دینا چاہتے تھے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھیے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں عفو و درگزر، چشم پوشی اور حیا کی مقدار اس درجے تک پہنچی ہوئی ہے کہ وہ اتنی تکلیف کے مراحل سے گزرنے کے بعد بھی امرأۃ العزیز کے ستم اور زیادتی کا ذکر نہیں کرتے۔ بے شک انبیا علیہم السلام کے نفوسِ قدسی ایسے ہی اعلیٰ و ارفع تھے۔[20]

الزامات کی تحقیق

بادشاہ کو حضرت یوسف علیہ السلام کا جواب پہنچا تو اس نے اس الزام کی تحقیق شروع کی جو حضرت یوسف پر لگایا گیا تھا اور جس کی وجہ سے وہ سات سال سے جیل میں بند تھے۔ تحقیق کا آغاز اس نے ان عورتوں سے کیا جنھوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ بادشاہ نے از خود تحقیق شروع کی اور دربار میں بلا کر عورتوں سے پوچھا:

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ (آیت نمبر ۵۱)

(جب تم نے یوسف کو پھسلانا چاہا تھا، اس وقت کا کیا معاملہ ہے؟)

---

[19] الجمال والکمال ص۱۵۴

[20] ایضاً

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْنَ حَاشَا لِلّٰہِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْٓءٍ ط (آیت نمبر ۵۱)
(سب نے جواب دیا: پناہ بخدا ہمارے علم میں یوسف علیہ السلام کی کوئی برائی نہیں آئی۔)

امرأۃ العزیز کا اقبال جرم

اب تحقیق کا دائرہ آگے بڑھتا ہے اور امرأۃ العزیز کو دربارِ شاہی میں بلا کر پوچھا جاتا ہے کہ بتاؤ اصل قصہ کیا ہے اور مجرم کون ہے؟ امرأۃ العزیز یعنی جس عورت نے یوسف پر الزام لگایا تھا، وہ جواب میں اپنی غلطی کا صاف الفاظ میں اقرار کرتی اور اقبال جرم کرلیتی ہے۔ قرآن اس کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ز اَنَا رَاوَدْتُّہٗ عَنْ نَّفْسِہٖ وَاِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ○ ذٰلِکَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْہُ بِالْغَیْبِ وَاَنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ○ وَمَآ اُبَرِّیُٔ نَفْسِیْ ج اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ م بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ط اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (آیات نمبر ۵۱، ۵۲، ۵۳)

(امرأۃ العزیز نے جواب دیا: اب سچ کھل گیا، ہاں! میں نے ہی اسے پھسلایا تھا اور وہ سچا ہے۔ یہ سچی بات اس لیے کہہ رہی ہوں کہ یوسف کو معلوم ہوجائے کہ میں نے پس پشت اس کی خیانت نہیں کی، اور اللہ خیانت کرنے والوں کی چالوں کو چلنے نہیں دیتا اور میں اپنے نفس کو پاک صاف قرار نہیں دیتی، نفس برائی پر اکسایا کرتا ہے، بجز اس شخص کے جس پر میرا پروردگار رحم کرے۔ میرا رب بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔)

الفاظ کی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ یہ وہ ترجمہ ہے جو قاضی صاحب نے کیا۔ یعنی قالت امراۃ العزیز سے لے کر غفور رحیم تک سارا بیان اس عورت کا ہے جس نے حضرت یوسف کو پھسلانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اکثر مترجموں اور مفسروں نے اسے دو حصوں میں تقسیم کردیا ہے۔ ان کے نزدیک قالت امراۃ العزیز سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لمن الصادقین تک عورت کا بیان ہے اور ذلک لیعلم سے غفور رحیم تک حضرت یوسف کا قول ہے۔ لیکن قاضی صاحب کے نزدیک یہ پورا بیان اس عورت کا ہے، وہ لکھتے ہیں: ''امام ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی جلد دوم میں ان مفسرین کی تغلیط کی ہے'' (جو اس بیان کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں) [21]

قاضی صاحب تحریر کرتے ہیں:

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اس تمام بیان کے بعد بادشاہ کا یہ قول آتا ہے:

اِئۡتُوۡنِیۡ بِہٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡہُ لِنَفۡسِیۡ ۚ (آیت نمبر ۵۴)

(یوسف کو میرے پاس لاؤ، میں اسے اپنا مصاحب خاص بناؤں گا)

ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا بیان جب دربار میں ہوا، اس وقت تک یوسف صدیق زنداں ہی میں تھے۔ اندریں صورت یوسف صدیق کا مقولہ عورت کے مقولے کے ساتھ کیوں کر شامل ہوسکتا ہے۔

''علاوہ ازیں ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ امام ابن تیمیہ نے اپنے اس بیان کردہ معنی کی تائید میں ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے۔ کتاب تو ہماری نظر سے نہیں گزری البتہ فتاوی جلد دوم کی عبارت ہم نے خود پڑھی ہے۔

''علامہ ابن کثیر نے مجاہد اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت کی ہے کہ یہ تمام قول امراۃ العزیز ہی کا ہے۔ ابن کثیر خود بھی کہتے ہیں کہ اس تمام عبارت کو امراۃ العزیز ہی کا قول بتلانا سیاقِ قصہ کے ساتھ انسب و اسبق ہے اور یہی قول اشہر بھی ہے''۔ [22]

---

[21] الجمال والکمال، ص ۱۵۶۔

[22] الجمال والکمال، ص ۱۵۶، ۱۵۷

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورت نے اقبال جرم کیوں کیا؟

قاضی صاحب نے عورت کے اقبال جرم کو بھی موضوعِ گفتگو بنایا ہے۔ لکھتے ہیں:

''غالباً بعض صاحبان کے لیے یہ امر تعجب خیز ہو کہ امراۃ العزیز کو اقبال جرم کی کیا ضرورت تھی؟ لیکن یہ امر تعجب خیز نہیں ہونا چاہیے۔ خود ہمارا تجربہ ہے کہ بیسیوں ملزم ہمارے سامنے ایسے آئے جنھوں نے قتل اور ڈکیتی جیسے سنگین مقدمات میں صاف الفاظ میں 'قبال جرم کیا، حالاں کہ اقبال جرم قلم بند کرنے سے پیشتر ان سے یہ دریافت کرلیا جاتا تھا کہ یہ کسی جبرو اکراہ یا غلط امید پر تو مبنی نہیں؟ اقبالِ جرم کرنے والے کو یہ بھی بتادیا جاتا تھا کہ اس کا یہ اقبال جرم اس کے خلاف استعمال ہوسکتا ہے۔ ایسے اقبالِ جرم کی وجہ اس وقت سمجھ میں آتی ہے جب کوئی شخص فطرتِ انسانی کی بناوٹ پر غور کرتا ہے۔ فطرت انسانی پاک اور صاف واقع ہوئی ہے۔ جب کوئی جرم کسی شخص سے صادر ہوجاتا ہے تو فطرتِ سلیم اسے ملامت کرتی ہے۔ بعض اوقات یہ ملامت ونفرین اس قدر پُرزور ہوتی ہے کہ مجرم شخص اپنے ضمیر کی نفرین سے رہائی حاصل کرنے کو زیادہ ضروری اور مقدم سمجھتا ہے اور اس کے مقابلے میں اس قید یا تکلیف کی پروانہیں کرتا، جس کا گمان اقبال جرم کے نتیجے میں ہوسکتا ہے۔

''دوسری وجہ جو اس سے درجہ دوم پر ہے یہ ہے کہ جب مجرم کے لیے انکار کی تمام راہیں بند ہوجاتی ہیں تو وہ اقبالِ جرم ہی میں آسودگی محسوس کرتا ہے۔

''امراۃ العزیز کے اقبال جرم کو دیکھو کہ اس کا بیان اس کی تمام

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سہیلیوں کے بعد ہوا ہے۔ اس نے دیکھ لیا کہ تمام سہیلیوں کی شہادت متفقہ ہے اور ان سب نے یوسف صدیق کو نہایت پاک اور عفیف بتایا ہے۔ ان کے خلاف اپنے علم میں بھی کسی بری بات کے ہونے کی نفی کردی ہے۔ ایسی صورت میں امراۃ العزیز نے دیکھ لیا کہ اب اقبال جرم کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اقبال جرم پر غور کرو، وہ الان حصحص الحق کہتی ہے۔ (یعنی اب سچ ظاہر ہوگیا) [23]

حضرت یوسف علیہ السلام دربار شاہی میں

جب بادشاہ کی ذاتی تحقیقات سے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی ثابت ہوگئی تو اس نے کہا:

وَقَالَ الْمَلِکُ ائْتُوْنِیْ بِہٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ج فَلَمَّا کَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ (یوسف: ۵۴)

(اسے میرے پاس لاؤ، میں اسے اپنا خاص مصاحب بناؤں گا۔ جب بادشاہ نے ان سے بات چیت کی تو کہا آج سے آپ ہمارے ہاں صاحبِ منزلت اور صاحبِ اعتبار ہیں۔)

بادشاہ نے گفتگو کرتے ہوئے ان کو اپنا مصاحب اور درباری مقرر کرنے کی خواہش ظاہر کی تو ملک کے حالات کے پیش نظر حضرت یوسف نے اس سے کہا:

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ج اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ (یوسف: ۵۵)

(مجھے آپ اس ملک کے خزانوں پر مقرر کردیجیے، کیوں کہ میں اس کی حفاظت بھی کرسکتا ہوں اور اس کام سے واقف بھی ہوں۔)

قاضی صاحب نے سورہ یوسف کی تفسیر میں بہت سے پہلوؤں کی وضاحت کی ہے۔ ملکی معاملات سے بھی تعرض کیا ہے، فقہی مسائل بھی اس سے مستنبط کیے ہیں،

---

(23) الجمال والکمال، ص ۱۵۸

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لغوی اعتبار سے بھی بحث کی ہے۔ تاریخی واقعات کی بھی نشان دہی فرمائی ہے۔ سائنسی امور کو بھی موضوع گفتگو بنایا ہے، معاشرتی نقطۂ نظر سے بھی بہت سی باتیں بیان کی ہیں۔ تفسیر ہر اعتبار سے مکمل ہے اور حدیث و تفسیر کی متعدد اہم کتابوں کے حوالے اس میں دیے گئے ہیں۔ پھر کئی مقامات پر قانونی نکات ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ مجرموں کے ضمیر کی خلش کا تذکرہ بھی ہے اور عورتوں کی نفسیات کا ذکر بھی ہے۔ انھوں نے اس سورت سے استدلال کیا ہے کہ

☆ غیر مسلم حکومت کی ملازمت اختیار کی جاسکتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے غیر مسلم بادشاہ کی ملازمت کی۔

☆ ملازمت یا کسی اور ضرورت کے وقت اپنی قابلیت اور اپنے ذاتی اور علمی مرتبے کی تفصیل سے لوگوں کو باخبر کیا جاسکتا ہے۔

☆ انھوں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ محنت اور کام کے بغیر حکومت یا کسی ادارے سے مالی فوائد حاصل نہیں کرنے چاہئیں۔

☆ کسی بڑے حکومتی منصب کے حصول کے لیے کوشش کی جاسکتی ہے۔ [24]

غرض تفسیر ہر پہلو سے مکمل ہے اور سورہ یوسف کی دیگر تفسیروں سے منفرد نوعیت کی ہے۔

''رحمۃ للعالمین'' میں قرآن مجید سے استدلال

قاضی صاحب نے رحمۃ للعالمین کی جلد اول میں قرآن مجید کی روشنی میں بعض اہم امور کی وضاحت کی ہے، مثلاً قرآن کی رو سے اسلام میں جبر و اکراہ کی نفی کی گئی ہے، لوگوں سے میل جول کا تذکرہ کیا گیا ہے اور تحویل قبلہ کے عظیم مسئلے کو صراحت سے بیان فرمایا گیا ہے۔ مواخات اور بھائی چارے کو خاص اہمیت دی گئی ہے، جنگ و جہاد کے مسائل کی مناسب الفاظ میں تصریح کی گئی ہے۔

---

(24) اجمال والکمال، ص ۱۶۳۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری جلد کے باب پنجم میں انبیا علیہم السلام کے تذکرے میں قاضی صاب ہر مقام پر قرآن مجید کے حوالے دیتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے تذکرے میں قرآن سے مدد لی گئی ہے، حضرت ادریس، حضرت الیاس ، حضرت نوح، حضرت صالح، حضرت ابراہیم ، حضرت لوط، حضرت اسماعیل ، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت شعیب ، حضرت موسیٰ ، حضرت ہارون، حضرت الیَسَعَ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت یونس، حضرت ایوب، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسی علیہم السلام کے واقعات قرآن مجید کے حوالے سے بیان کیے گئے ہیں۔ یہ واقعات رحمۃ للعالمین (جلد دوم) کے صفحہ ۳۲۹ سے صفحہ ۳۸۸ تک چلتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف مقامات پر مختلف واقعات کے ضمن میں قرآن مجید سے استدلال کیا گیا ہے اور حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت حسن ترتیب سے یہ فریضہ سرانجام دیا ہے:

رحمتہ للعالمین کی تیسری جلد میں تو ایک خاص باب قائم کیا گیا ہے، جس کا عنوان ہے ''خصائص القرآن'' ۔ یہ باب صفحہ ۳۰۴ سے شروع ہوکر صفحہ ۴۱۶ پر ختم ہوتا ہے۔ کتاب کا یہ باب دوم ہے۔ اس کے بعد ''اسلام ہی دین التوحید ہے'' کا آغاز صفحہ ۴۱۷ سے ہوتا ہے، یہ بھی متعدد صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور کتاب کا باب سوم ہے۔ یہاں بھی قرآن سے رجوع کیا گیا ہے۔ پتا چلتا ہے کہ قاضی صاحب قرآن پر عبور اور استحضار رکھتے تھے۔

خصائص القرآن کا باب مندرجہ ذیل عنوانات میں پھیلا ہوا ہے۔

ضرورت قرآن، فصاحت و بلاغت قرآن، اصول عبادت، شرف انسانیت، اوامر یعنی کرنے کے کام، نواہی یعنی نہ کرنے کے کام، محرمات، جملہ اعضاے انسانی اپنے افعال کے ذمے دار ہیں، وزن اعمال ، عدل و رحم، عفو عام ، دشمن کو دوست بنانے کی ترکیب، حریت دین ، قول بلا عمل، برائی کی اشاعت بھی برائی، حلم و تواضع کی تعلیم، ناپسندیدہ عادتیں، چغلی سے نفرت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلانے والی مثال، نفع رسانی کی ضرورت اور فضیلت، اخوت عامہ کی تعلیم۔ نیز یہ کہ عورتوں کے حقوق مردوں کے برابر ہیں، اس کے ثبوت میں سورہ بقرہ کی آیت ۲۲۸ پیش کی ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ .

یعنی دستور کے مطابق جیسے عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں، ویسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔

زن وشوہر کا اتحاد، عورت کو جدا نہ کرنے کی نصیحت، شکر کا حکم اور فائدہ، امتحان الٰہی کی چیزیں، کسر نفسی کی تعلیم، جنگ سے بچنے کی تدبیر، جملہ محامد عالیہ کا مالک ہمارا پروردگار ہے۔ دین الٰہی کی تعریف، دین صحیحہ کا مقصد کیا ہے اور کیا نہیں؟ رب برتر کا تعلق اہل ایمان کے ساتھ رحمت و محبت کا ہے، انسانی جان کی قیمت، امن شکنیٔ عامہ کی مخالفت، اصول مصارف، دنیا کے مال و منال سے آرام بھی کرو اور آخرت بھی کماؤ۔ امداد غربا و مساکین، قسم کھانے والا انسان بے اعتماد بن جاتا ہے۔ خدا سے دعا مانگا کرو، حمدِ خالق و مدحِ مخلوق۔ اس طرح سے ۴۷ عنوان ہیں جو مختلف آیات قرآن کی مدد سے قائم کیے گئے ہیں۔

اس سے آگے قرآن مجید سے متعلق مزید عنوانات قائم کیے گئے ہیں مثلاً معانیٔ عالیہ و مضامین نادرہ، تاثیر قرآن، قرآن کا نمونۂ تعلیم، قبولیت قرآن، خصوصیاتِ قرآن، قرآن مجید کا مصنف۔

پھر قرآن کی پیش گوئیوں کا سلسلہ چلتا ہے۔ مثلاً قرآن عظیم کے متعلق سات پیش گوئیاں۔

بہرحال یہ خاصا لمبا موضوع ہے جو مختلف ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے اور ہر بات قرآن مجید کے حوالے سے بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قاضی صاحب کو قرآن مجید کا خوب فہم عطا فرمایا تھا اور وہ اس صحیفہ الٰہی پر گہری نظر رکھتے تھے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح اسماء اللہ الحسنٰی قرآن مجید کی روشنی میں

قاضی صاحب کی تصانیف میں ایک کتاب ''شرح اسماء اللہ الحسنٰی'' ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ مصنف شہیر کی وفات سے صرف تین مہینے قبل یکم مارچ ۱۹۳۰ کو شائع ہوئی تھی اور میرے پاس اس کا یہ ایڈیشن موجود ہے۔ اس کے بعد یہ کتاب تین چار دفعہ چھپی۔ اس کا چوتھا ایڈیشن اب میرے سامنے ہے۔ اپنے موضوع کی یہ نہایت عمدہ کتاب ہے، جس میں قرآن مجید کے اسماء حسنٰی رقم فرمائے گئے ہین۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

ان لله عزوجل تسع و تسعين اسما من حفظها دخل الجنة

یعنی اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں، جس نے ان کو یاد کیا، وہ جنت میں داخل ہوا۔

کتاب میں مصنف نام دار نے ہر اسم الٰہی کی پوری تفصیل درج کردی ہے اور جس انداز میں کوئی نام قرآن مجید میں آیا ہے، اس کی صراحت فرمادی ہے۔ اس کا مادہ بھی بیان کردیا ہے اور صرف ونحو کی رو سے بھی بحث کی ہے۔

کتاب کا آغاز لفظ ''اللہ'' سے ہوتا ہے۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں:

یہ اسمِ علم ہے اور ذات سبحانی کے لیے خاص الخاص ہے۔ علماے راسخین کا قول ہے کہ یہ اسم کسی سے مشتق نہیں۔ قوی مذہب یہی ہے۔

بعض نے اسے مشتق بتایا ہے۔ پھر اختلاف ہے کہ کس مصدر سے مشتق ہے۔ تفسیر کبیر میں چند اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ [25]

اس سے آگے قاضی صاحب تفسیر کبیر کے اقوال تحریر فرماتے ہیں:

قاضی صاحب نے لفظِ اللہ کے بیان میں بڑی روح پرور باتیں ارشاد فرمائی ہیں، جن میں سے چند باتیں یہاں درج کی جاتی ہیں۔ فرماتے ہیں:

---

[25] ملاحظہ ہو، شرح اسماء اللہ الحسنی ص ۲۷

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لفظ اللہ کی ترکیب لفظی پر غور کرو۔ اللہ کا ہمزہ نہ لکھا جائے تو لِلّٰہِ پڑھا جاتا ہے، جس کے معنے یہ ہیں کہ ہر ایک شے اللہ ہی کی ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

لِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (منافقون: ۷)

(آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں)

لفظ اللہ سے ایک ل کم ہوجائے تو لہ پڑھا جائے گا اور بامعنی ہوگا۔ قرآن کریم میں ہے:

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (زمر: ۶۳)

(اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں۔)

لہ میں سے ل کم ہوجائے تو ''ہ'' رہ جائے گا، جس کا تلفظ ھو ہے۔ یہ حرف واحد بھی اسی واحد الاحد کی ذاتِ وحید پر دال ہوگا۔ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ.

(کہو وہ اللہ ایک ہی ہے)

دوسرے مقام پر ہے:

هُوَالْحَيُّ لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ

(وہ زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔)

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی تعیین میں اسی اسم خاص کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر انہی کلمات میں عرفانِ تام عطا ہوا تھا:

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا. (طٰہٰ: ۱۴)

یعنی حق یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں۔ اور کوئی بھی معبود نہیں، میں ہی ہوں۔

کلام الٰہی کے اس فقرے کو بار بار قلب پر پیش کرو کہ تحقیق و تصدیق کے مرتبۂ اعلیٰ پر ہے۔ مقام نفی و اثبات میں بھی اسی اسم کا اثبات ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

یعنی ہر شے کا الٰہ [26]

اس سے آگے قاضی صاحب نے اس پر خاصی طویل گفتگو کی ہے جو صفحہ ۲۷ سے صفحہ ۳۷ تک پھیلی ہوئی ہے۔علم و عرفان کے بہت سے پہلو اس سے نمایاں ہو جاتے ہیں۔

اسم الٰہی نمبر دو الرحمٰن ہے۔اس کے متعلق قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

رحمٰن اور رحیم دونوں کا اشتقاق رحمت سے ہے، مگر ہر دو اسما میں خصوصیات جداگانہ بھی ہیں۔

الرحمن علمیت کے لحاظ سے اسم اللہ کے برابر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى. (بنی اسرائیل: ۱۱۰)

(اے محمد ﷺ) کہہ دو ان سے کہ اللہ کہو یا رحمٰن کہو، ان میں سے کچھ بھی کہہ لو، سب اللہ کے نام بہتر ہیں۔)

کفار قریش اسم اللّٰه سے تو واقف تھے، مگر اسم رحمٰن سے ان کو واقفیت نہ تھی۔ اسم اللّٰه کے متعلق آیاتِ ذیل پر غور کرو کہ کفار اس کا استعمال کیوں کر کرتے تھے۔

۱. وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (عنکبوت: ۶۱)

(اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا اور سورج اور چاند کو کس نے کام میں لگایا تو وہ کہہ دیں گے، اللہ نے۔)

---

[26] ایضاً ص ۲۹

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (عنکبوت: ۶۳)

(اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا، پھر زمین کو موت کے بعد اس پانی سے زندہ کیا تو وہ کہہ دیں گے، اللہ نے)

۳۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ، لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (زخرف: ۸۷)

(اگر تو ان سے پوچھے کہ ان کو کس نے پیدا کیا تو کہہ دیں گے، اللہ نے)

آیات بالا سے ظاہر ہے کہ کفارِ عرب، خالقِ ارض و سما اور منزل باراں اور خالق انسان اللہ ہی کو جانتے تھے، مگر وہ اسم رحمٰن سے ہمیشہ انکار کرتے تھے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ، قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۚ (فرقان: ۶۰)

(جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہوتا ہے؟)

وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كَافِرُوْنَ (انبیاء: ۳۶)

(اور یہی تو وہ ہیں جو رحمان کے ذکر سے انکار کرتے ہیں)

ان آیات سے واضح ہوا کہ کفار اسم پاک رحمٰن سے نا آگاہ بھی تھے اور اسم ھٰذا سے نفور بھی۔ اب یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اسم رَحْمٰن وہ ہے، جس سے اسلام ہی نے لوگوں کو واقف کیا ہے۔ بے شک یہ اسلام ہی کے لیے موزوں اور شایاں تھا کہ اس دین میں اسم رَحْمٰن کا فیضان ہوتا، کیوں کہ رحمٰن، رحمت سے مبالغے کا صیغہ ہے اور رحمت ہی وہ دولت ہے، جس کے دروازے اسلام نے پورے طور پر عالم و عالمیاں کے لیے کھول دیے ہیں۔

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ (روم: ۲۱)

(اس نے تمھارے درمیان محبت اور رحمت کا جذبہ پیدا کر دیا ہے۔)

وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ. (زحرف: ۳۲)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اور تیرے رب کی رحمت اس مال و متاع سے بہت بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کرتے ہیں)

یہ رحمت ہی ہے کہ خواجہ ہر دوسرا محمد مصطفیٰ ﷺ کے عنصر لطیف میں مدغم ہوکر عالم دعالمیان کے لیے جلوہ گر ہوئی۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ [27] (انبیاء: ۱۰۷)

(اور اے پیغمبر! ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے باعث رحمت بنا کر بھیجا)

بڑے سائز کی یہ کتاب ۲۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں تفصیل کے ساتھ قرآن کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے اسماے حسنیٰ کا ذکر کیا گیا ہے۔ متعدد مقامات پر حدیث پاک سے بھی مدد لی گئی ہے، لیکن زیادہ تر ماخذ قرآن مجید ہی ہے۔ لغوی اعتبار سے بھی ان اسماے پاک پر بحث کی گئی ہے۔ اس موضوع کی یہ اوّلین کتاب ہے۔

قاضی صاحب نے اپنی ہر کتاب میں تمام اہم مسائل میں قرآنِ مجید سے استشہاد کیا ہے۔ اس وقت ''خطبات سلمان'' پیش نگاہ ہے جو ان کے دس علمی اور تبلیغی خطبوں کا روح پرور مجموعہ ہے۔ اس کے متعدد مقامات پر قرآنِ مجید کے حوالے دیے گئے ہیں اور استخراج مسائل میں اس سے استدلال کیا گیا ہے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید نے قاضی صاحب کے ذہن وفکر پر پوری طرح تسلط جما لیا تھا۔ اس وقت تک انھیں اطمینانِ قلب نہیں ہوتا تھا جب تک کہ وہ اپنی کسی اہم بات کو قرآنِ مجید سے ثابت نہیں کر دیتے تھے۔ قرآن کا درس بھی وہ اس انداز سے دیتے تھے کہ ہر آیت کی تفسیر دوسری آیت سے کرتے

---

(27) شرح اسماء اللہ الحسنیٰ، ص ۳۷ تا ۴۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ یعنی تفسیر قرآن بالقرآن ان کا معمول تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ قرآن میں انھیں کامل استحضار ہوگیا تھا اور یہ بہت بڑی نعمت تھی جو بارگاہِ الٰہی سے انھیں حاصل ہوئی تھی۔ وہ نہایت خوش بخت انسان ہے، جس نے قرآنِ مجید کو مرکز محبت قرار لیا اور اپنے عمل و فعل کو اس کے تابع فرمان کر دیا۔ قاضی صاحب کا شمار انسانوں کے اسی زمرے میں ہوتا تھا، جھنوں نے قرآن مجید کی تلاوت اور اس میں بیان فرمودہ احکام و اوامر کی تبلیغ و اشاعت کو اپنی حیات مبارکہ کا بنیادی عنصر قرار دے لیا تھا۔

❀......❀......❀......❀

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھارھواں باب:

قاضی صاحب ماہرِ حدیث کی حیثیت سے

علمی اعتبار سے قاضی صاحب کی ذات گرامی میں بڑی جامعیت پائی جاتی ہے۔ دیگر علوم کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ کی حدیث مبارکہ کے مختلف گوشوں پر وہ عمیق نگاہ رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی تصنیفات پر نگاہ ڈالی جائے تو حدیث سے متعلق ان کے بیان فرمودہ بہت سے نکات ہمارے علم میں آئیں گے۔

حجۃ اللہ البالغہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ تصنیف ہے، جس میں بہت سے مباحث کے علاوہ احادیث اور اس کی تشریحات کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، جناب قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا تھا، لیکن افسوس ہے، مسودہ ضائع ہوگیا۔ ①

پھر ان کی کتاب "مسح جوربین" ہے جو علامہ جمال الدین قاسمی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی کتاب "المسح علی الجوربین" کا اردو ترجمہ ہے۔ علامہ جمال الدین قاسمی نے یہ کتاب احادیث کے حوالوں سے تصنیف کی تھی اور قاضی صاحب نے اس دور کے دہلی کے معروف اہل حدیث بزرگ حاجی علی جان کے نبیرہ حاجی عبدالغفار کی فرمائش سے اس کو اردو میں منتقل کیا تھا۔ یہ کتاب ۱۹۱۴ء (۱۳۳۲ھ) میں دہلی سے شائع ہوئی تھی۔

قاضی صاحب نے اس کتاب کا صرف ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ اس موضوع سے متعلق جابجا بہت سی حدیثیں درج فرمائی ہیں اور کتب احادیث سے ان کے حوالے دیے ہیں، پھر یہ بھی وضاحت کی ہے کہ محدثین کے نزدیک کون سی حدیث کس

---

① بہ روایت قاضی عبدالباقی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درجے کی ہے۔ مرفوع ہے، مرسل ہے، موقوف ہے، حسن ہے، غریب ہے وغیرہ۔

تبیان الحج کے نام سے قاضی صاحب نے ایک رسالہ قلم بند فرمایا جس میں حدیث کی روشنی میں حج بیت اللہ اور عمرے کے متعلق احکام بیان کیے گئے ہیں۔

خطبات سلمان کے نام سے قاضی صاحب کے وہ دس خطبے اشاعت پذیر ہوئے ہیں جو انھوں نے مختلف اوقات میں مختلف انجمنوں اور جماعتوں کے اجلاسوں میں ارشاد فرمائے۔ ان خطبات میں حدیث کے بارے میں نہایت علمی مواد موجود ہے۔ یہ خطبات کئی دفعہ چھپ چکے ہیں۔ ان میں قرآن بھی ہے، حدیث بھی ہے، تاریخ بھی ہے اور فقہی مسائل بھی ہیں۔

اُس دور کے متعدد رسائل و جرائد میں قاضی صاحب کے مقالات و مضامین شائع ہوئے، جن میں جا بجا احادیث سے مدد لی گئی ہے۔ ان کی ایک کتاب ''سید البشر'' ہے، جس میں جگہ جگہ احادیث سے استدلال کیا گیا ہے۔

رحمۃ للعالمین تین ضخیم جلدوں پر محیط ہے۔ اس میں بے شمار مقامات پر احادیث سے استفادہ کیا گیا ہے اور ان کی شرح بیان فرمائی گئی ہے۔ قاضی صاحب کا اسلوبِ کلام اور طریقِ تفہیم دیگر مصنفین سے بہت حد تک جداگانہ ہے۔ میٹھا اور تاثیر میں ڈوبا ہوا۔

رحمۃ للعالمین کی تیسری جلد میں ایک مستقل باب باندھا گیا ہے ''سنت مصطفویہ اور طریقۂ محمدیہ''۔ یہ اس کتاب کی فصل ششم ہے۔ اس میں حدیث نبوی (ﷺ) کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی تشریح دل نشین انداز میں کی گئی ہے، مثلاً نبی ﷺ کا فرمان ہے:

المعرفة راس مالی

(معرفت میری اصل پونجی ہے)

قاضی صاحب اس ارشاد نبوی ﷺ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''راس المال اس رقم کو کہا جاتا ہے، جس کے بغیر تجارت کا آغاز نہیں ہوسکتا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں معرفت کو راس المال فرمایا گیا ہے۔ ''معرفت'' لغت میں شناخت کو کہا جاتا ہے۔ اصطلاحِ عرفا میں اس کا استعمال بدایت پر بھی ہوتا ہے اور نہایت پر بھی۔ واضح رہے کہ معرفت کی ابتدا خود نفس انسانی کی شناخت سے ہوتی ہے۔ سعید وہ ہے جس کے شعور کا آغاز خود اپنے عیوب کی شناخت سے ہو۔ بائبل اور قرآن مجید میں سیدنا آدم علیہ السلام کی بابت آیا ہے کہ تمیز کے بعد سب سے پہلے انھوں نے یہ شناخت کیا کہ وہ برہنہ ہیں۔ پھر اسی وقت انھوں نے درختوں کے پتے جمع کیے اور انھیں ٹانک ٹانک کر اپنی برہنگی کا پردہ بنایا۔ اس میں پدرِ اعظم کا اپنی اولاد کو یہ پہلا سبق ہے کہ جب انسان کو اپنا کوئی نقص یا عیب نظر آئے تو فوراً اس کے ازالے کی تدبیر کرنا چاہیے۔

''لغت اور شرع میں معرفت اور علم دو الفاظ ہیں جو شناخت کے لیے آتے ہیں۔ اہل علم کے نزدیک لفظ علم، لفظ معرفت سے برتر ہے۔ گو متصوفین کی اصطلاح میں اب لفظ معرفت کا درجہ لفظ علم سے برتر سمجھا جاتا ہے لیکن ان کی یہ بات قرین صحت نہیں۔ بنیادی اہمیت علم ہی کو حاصل ہے۔''[2]

قرآن و حدیث اور بزرگان سلف کے اقوال کی روشنی میں حدیث کے الفاظ ''المعرفة راس مالي'' کی تشریح آگے بھی چلتی ہے۔

العقل اصل دینی:

نبی ﷺ نے فرمایا: (میرے دین کی جڑ عقل ہے)

حدیث پاک کے ان الفاظ کی شرح قاضی صاحب نے خاصی تفصیل سے کی ہے۔ یہاں ان کے چند الفاظ نقل کیے جاتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''عیسائیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مذہب میں عقل کو دخل نہیں۔ وہ عقیدۂ تثلیث کے متعلق کہا کرتے ہیں کہ اس کی بنیاد فہم انسانی سے بالا تر ہے۔ وہ شاگرد کو تثلیث کی تعلیم دیتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ ''اس

---

② رحمۃ للعالمین جلد سوم ص ۲۵۱

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لقمے کو حلق سے نیچے نگل جاؤ، خواہ تمھارا دل چاہے یا نہ چاہے۔'' مگر اسلام ایسے احکام نہیں دیتا۔ عقل اور عاقلین کی فضیلت آیات قرآنیہ سے بہ خوبی ہویدا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (روم: ۲۸)

(ہم اسی طرح آیات کو کھول کھول کر عقل والوں کے لیے بیان کیا کرتے ہیں۔) ③

عقل اور فہم کے بارے میں گفتگو دو ڈھائی صفحوں میں بیان کی گئی ہے اور اس ضمن میں آیات قرآنی سے استشہاد کیا گیا ہے، لیکن ہم اسے یہیں تک محدود رکھیں گے۔

والحب اساسی۔

(اور محبت میری بنیاد ہے)

لفظِ حب کے لغوی معنے اور عربوں کے محاوراتی پہلو کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد قاضی صاحب فرماتے ہیں: محبت ہی قوت القلب ہے، محبت ہی غذاء الارواح ہے، محبت ہی قرۃ العین ہے، محبت ہی حیات الابدان ہے، محبت ہی دل کی زندگی ہے، محبت ہی زندگی کی کامیابی ہے، محبت ہی کامیابی کو دوام و بقا کا تاج پہناتی ہے، محبت ہی بقا کو تخت ارتقا پر بٹھاتی ہے۔ اس کے بعد قاضی صاحب مدارج محبت کا ذکر فرماتے ہیں۔ یہ بحث تقریباً سات صفحات پر مشتمل ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے حدیث کے الفاظ میں دعا کرتے ہیں:

اللھم ارزق حبّک وحب من یقربنی الٰی حبک

(اے اللہ تو مجھے اپنی محبت سے نواز اور اس شخص کی محبت سے بہرہ ور فرما جو مجھے تیری محبت سے قریب کر دے۔)

---

③ رحمۃ للعالمین جلد سوم ص ۲۵۴

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والعلم سلاحی

(اور علم میرا ہتھیار ہے)

نبی ﷺ کے اس ارشاد گرامی کی تشریح قاضی صاحب نے چار صفحات میں کی ہے۔ لکھتے ہیں:

علم ہی لذت الارواح ہے اور علم ہی مونسِ متوحشین ہے۔

علم ہی وہ میزان ہے، جس میں اقوال و احوال و اعمال وزن کیے جاتے ہیں۔

علم ہی وہ حاکم ہے جو شک ویقین اور ضلالت و ارشاد میں فیصلہ دیتا ہے۔ علم ہی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

علم ہی سے رب العالمین کی تحمید وتمجید اور توحید نصیب ہوتی ہے۔

علم ہی سے حلال وحرام میں فرق کا پتا چلتا ہے۔

علم ہی مواریث و ارحام کے مدارج ظاہر کرتا ہے۔

یہاں قاضی صاحب علم کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ علم کی ضرورت اکل وشرب سے بھی قوی تر ہے۔ کھانے پینے کی ضرورت تو شبانہ روز میں صرف دوبار پڑتی ہے، مگر علم کی ضرورت ہر سانس پر ہے۔

والصبر ردائی

(اور صبر میرا شان دار لباس ہے)

حدیث پاک کے اس فقرے کی تشریح قاضی صاحب نے بارہ صفحات میں کی ہے۔ تحریر کرتے ہیں: قرآن میں ۹۰ مقامات پر صبر کا ذکر فرمایا گیا ہے اور سولہ طریقوں سے اس کی توصیف فرمائی گئی ہے۔ پھر انھوں نے اس کی صراحت کی ہے۔

والصدق شفیعی

(اور صدق میرا ساتھی ہے)

قاضی صاحب کے بقول صدق ہر شے کی اصلیت اور کمال قوت کو کہا جاتا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔عزم صادق اسی ارادے کو کہیں گے جو تام وقوی ہو۔

محبت صادق کا اطلاق اسی محبت پر ہوگا جو کامل اور اصلی ہو۔

خبر صادق وہی اطلاع ہے، جس میں اصلیت کے سب اجزا کامل وقوی ہوں۔

اس کے بعد صدق کے بارے میں قرآن مجید کی چند آیات درج کی گئی ہیں۔

قاضی صاحب نے جس اسلوب میں اپنی تصنیفات میں احادیث کی شرح کی ہے، اس میں ایک خاص انفرادیت پائی جاتی ہے۔

بے شک فہم حدیث اور تشریح حدیث میں ان کا مقام بہت بلند ہے اور اس باب میں وہ ماہر حدیث کی حیثیت سے قاری کے سامنے آتے ہیں۔

❀......❀......❀......❀

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انیسواں باب:

قاضی صاحب ماہرِ تاریخ کی حیثیت سے

قاضی صاحب بہت بڑے سیرت نگار تو ہی تھے، جس کی شہادت ان کی تصنیف رحمۃ للعالمین کی تین مبسوط جلدیں دے رہی ہیں، اس کے ساتھ وہ بہت بڑے مورخ اور تاریخ دان بھی تھے۔ اس کا ثبوت ان کی تمام تصنیفات میں موجود ہے۔ ذیل کی سطور میں اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

اس ضمن میں سب سے پہلے ہمیں ان کی تفسیر سورہ یوسف "الجمال والکمال" کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اس سورت میں مصر کا ذکر آیا ہے تو قاضی صاحب اس کا محل وقوع بھی بیان کرتے ہیں اور وہاں کے دیگر اہم معلومات سے بھی آگاہ فرماتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

❀ ملک مصر کا نام مصر بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا ہے۔ یعنی مصر حضرت نوح علیہ السلام کا پوتا تھا، جب ان سب بھائیوں نے آپس میں علاقے تقسیم کیے تو یہ ملک مصر کے حصے میں آیا، پھر اسی کے نام سے مشہور ہوا۔ [1]

❀ مصر براعظم افریقہ میں داخل ہے اور افریقہ کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ اس کے حدود طبیعیہ یہ ہیں:

شمال میں	بحرِ ابیض متوسط
مشرق میں	بحرِ احمر، بلاد عرب و شام
جنوب میں	بلادِ نوبہ
مغرب میں	بلادِ طرابلس

---

(1) الجمال والکمال ص ۸۲۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ بلحاظ وضع طبیعی مصر اس وادی کا نام ہے، جس کے مشرق میں جبال عرب اور مغرب میں جبالِ لیبیا کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔

❀ ملک مصر اپنے قدیم تمدن اور ترقیٔ علمیہ کے لحاظ سے مشہور ترین ممالک میں سے ہے۔ یہاں کے تین اہرام اپنی قدامت کے اعتبار سے زمانۂ تاریخ سے بھی پیشتر کے ہیں۔ سب سے اونچے اہرام کی بلندی ۴۵۰ فٹ، نیچے کا دور ۷۵۰ فٹ، اوپر کی چوٹی کا دور ۳۵ فٹ اور کل رقبہ اڑتالیس لاکھ ایک ہزار گز مربع ہے۔

❀ ابو الہول کا بت بھی اسی ملک میں ہے جو دنیا کے تمام بتوں سے ڈھانچے میں بڑا اور زمانے کے لحاظ سے سب سے پرانا ہے۔ اس بت کا جسم شیر کا اور چہرہ عورت کا سا بنایا گیا ہے۔ دم کی جڑ تک اس کا قد ۱۸۷ فٹ بلند ہے۔ سر کی بلندی ۶۶ فٹ ہے۔ کان ۵۴ فٹ ہیں اور ناک ۶۷ فٹ ہے۔

اسی طرح مصر کے مشہور پہاڑوں کے نام بھی بتائے ہیں اور بتایا ہے کہ کون سا پہاڑ کس ضلع میں ہے۔ پھر دریائے نیل کے مختلف نام، دریا کے طول وعرض، اس کی بڑی بڑی شاخوں اور جھیلوں کا تذکرہ کیا ہے۔

❀ مصر میں پیدا ہونے والے انبیا، مصر میں تشریف لانے والے انبیا، مومنین مصر یعنی مصر کے قدیم دور کے ایمان دار لوگوں کا تذکرہ کیا ہے، جن کا ذکر قرآن مجید میں بھی کیا گیا ہے۔ وہ ہیں فرعون کی بیوی آسیہ اور ساحران موسوی وغیرہ۔

❀ اسلامی عہد میں مصر کی فتح اور الجمال والکمال کی تصنیف (۱۳۴۱ھ۔ ۱۹۲۱) تک جتنی اسلامی حکومتیں اس ملک میں قائم ہوئیں سب کا نقشہ دیا گیا ہے۔

❀ مصر کے مشہور شہروں کے نام بھی کتاب میں درج ہیں۔

❀ مزارات مصر اور مزارِ راسِ حضرت حسین کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں ایک مزار حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سرمبارک کے نام سے مشہور ہے۔ عوام اہل مصر کا اعتقاد ہے کہ حضرت حسین کا فرق مبارک مصر میں مدفون

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، لیکن علماے حدیث و سیرت اس کی تصدیق نہیں کرتے۔

اس اعتبار سے یہ کتاب مصر کا جغرافیہ بھی ہے اور اس کے دور گزشتہ کی تاریخ بھی ہے۔ یہ سلسلہ کتاب کے صفحہ۸۲ سے صفحہ۹۳ تک چلتا ہے۔

الجمال والکمال میں مصر کے متعلق اور بھی بہت سی معلومات دی گئی ہیں، لیکن یہاں اس کی تفصیل بیان کرنا مشکل ہے۔ اس کے لیے اصل کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اب آیئے قاضی صاحب کی تصنیف شرح اسماء اللہ الحسنٰی سے چند تاریخی واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

قاضی صاحب فرماتے ہیں ترمذی شریف کی حدیث میں اَلْمَلِکُ کو اسماے حسنٰی میں شمار کیا گیا ہے۔لغت میں ملک بادشاہ کو کہتے ہیں۔لیکن ''جملہ انواع انسانی کی حکومت اللہ تعالیٰ کے سوا ملک الناس کسی کو بھی حاصل نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ ملک الناس اسی کا اسم ہے، جس کے معنے ہیں کل بنی نوعِ انسان کا بادشاہ''۔ قاضی صاحب ان سطور کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

''یہ بات عوام میں مشہور ہے کہ نمرود اور بخت نصر دو کافر ایسے ہوئے ہیں، جنھوں نے کل دنیا پر حکومت کی اور ذوالقرنین اور سلیمان علیہما السلام دو مومن بھی ایسے ہوئے ہیں ......لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان چاروں میں سے کوئی کل دنیا کا حکمران نہ تھا۔نمرود سلطنت بابل کا بادشاہ تھا۔ افریقہ، یورپ، عرب، چین، ترکستان، روس کبھی اس کے علاقے میں نہ تھے۔ بخت نصر تو سلطنت ایران کے ماتحت تھا۔

ذوالقرنین کی حکومت کے حدود خود قرآن پاک میں موجود ہیں، ان حدود سے دنیا کا بہت بڑا حصہ باہر رہ جاتا ہے۔ اس کے تینوں سفروں میں سمندر کا ذکر نہیں آتا۔ بحر اور ماوراء الابحار اس کے حدودِ حکومت سے باہر رہ جاتے ہیں۔

سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں فلسطین کا ملک تھا۔قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک یمن اور وہاں کی آفتاب پرست ملکہ کی اطلاع ان کو ایک سفر میں ملی تھی۔ بائبل کو اگر تاریخ کی حیثیت سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے عہد میں اور بھی بادشاہ تھے، جن سے حضرت سلیمان کی صلح اور دوستانہ تھا۔ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے باج گزار نہ تھے۔

مشرق قدیم کی تاریخوں میں ایران کو دنیا کی شہنشاہی بتایا گیا ہے، مگر ایران کے سامنے روم کی سلطنت ہمیشہ ہم سری کا دعوٰی کرتی رہی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ساری دنیا کی حکومت نہ کبھی ایران کو ملی اور نہ کبھی روما کو ملی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بہ حیثیت نبوت جو اقتدار جن و وحش پر حاصل تھا، وہ خارج از بحث ہے، کیوں کہ وہ حصۂ نبوت تھا نہ کہ حصۂ حکومت۔ بہ ایں ہمہ عرب ان کے حیطۂ نبوت میں داخل نہ تھا۔ ②

الفاتح کے اسم الٰہی ہونے کے متعلق قاضی صاحب لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا اسم الفاتح جملہ اعتبارات سے صحیح ہے۔ فتح بمعنی فیروز مندی اس لیے آتا ہے کہ ملک مفتوحہ کی سرحدات وقلعہ جات اور موانع فتح کنندہ پر کھل جاتے ہیں۔ سلاطین عثمانیہ میں اس لیے سلطان محمد کو محمد فاتح کہا جاتا ہے کہ اس نے ۶۳۲ھ (۱۲۳۵ء) میں قسطنطنیہ فتح کیا تھا۔ ③

اس کتاب میں اور بھی بعض مقامات پر تاریخی نقطۂ نظر سے گفتگو کی گئی ہے، مگر اختصار کے پیش نظر انھی دو حوالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ان امور سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو اصل کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اب چند تاریخی باتیں خطبات سلمان سے ملاحظہ فرمایئے۔ ’’اسلام اور غلام؟‘‘

---

② شرح اسماء اللہ الحسنٰی ص ۴۷

③ ایضاً

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے عنوان سے قاضی صاحب رقم طراز ہیں:

''غلامی کا وجود تو اسلام سے بھی ہزاروں سال پیشتر ہندوستان، چین، مصر، فلسطین ، یورپ کی تواریخ سے ثابت ہے۔کیا ہم پر اعتراض کرنے والوں میں سے کسی کے مذہب نے بھی اس مسئلے کی اصلاح کے لیے زبان کھولی ؟

''مقدس پولوس تو یوں فرماتے ہیں: اے غلامو! تم اپنے آقاؤں سے ایسے ہی تھرتھراتے رہو، جیسے خدا سے۔

منوجی مہاراج فرماتے ہیں : شودروں کے نام داس پر رکھے جاویں (ادھیا۲۔ فقرہ۳۲) رشی دیانند جی بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔

غور کیجیے غلامی یہ ہے کہ ہزاروں سیکڑوں سالوں میں لاکھوں پشتیں گزر جائیں مگر غلامی کا خاتمہ نہ ہوسکے۔

مسلمانوں کی غلامی کو سمجھنا ہو تو یہ نظارہ دیکھیے کہ نبی ﷺ کی آغوش میں دو بچے ہیں، ایک حسن رضی اللہ عنہ جو حضور ﷺ کے نواسے ہیں۔ دوسرے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جنھیں دنیا غلام ابن غلام سمجھتی ہے، اور نبی ﷺ فرمارہے ہیں: اے رب میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور جو ان سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر۔

سالم رضی اللہ عنہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، مگر راہِ ہجرت میں وہ گروہِ مہاجرین کے پیش نماز تھے۔

زید رضی اللہ عنہ زرخرید غلام تھے مگر سریّہ موتہ میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بڑے بھائی ان کی ماتحتی میں کام کرتے تھے۔

صہیب رومی رضی اللہ عنہ غلام تھے اور فاروق اعظم نے اپنے مرض الموت میں فرمایا کہ ان کو مسجد نبوی کا اس وقت تک امام مقرر کیا جاتا ہے، جب تک خلیفہ کا تقرر عمل میں نہیں آجاتا۔

عکرمہ و قتادہ رضی اللہ عنہما غلام ہیں، لیکن کتب تفاسیر میں یہی سید المفسرین کے لقب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے یاد کیے جاتے ہیں۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کنیزک زادہ تھے، لیکن آج صوفیا کے چودہ خانوادوں کے مسلمہ امام یہی ہیں۔

نافع رحمۃ اللہ علیہ غلام تھے، لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آسمان کے تلے روایت حدیث کا جو سلسلہ سب سے زیادہ صحیح موجود ہے، وہ مالک عن نافع عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ ہے۔

امامت دینی کے بعد اب سیادت دینوی کے نظائر پر غور کیجیے۔

محمود بن سبکتگین غلام بن غلام تھا، لیکن شاہانِ خوارزم و بخارا اور ترکستان اس کی اطاعت پر فخر کرتے تھے۔ امیرالمومنین اسے یمین الدولہ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

ذوالیمینین طاہر غلام تھا، لیکن مامون الرشید کے عساکر کا قائد اعظم تھا۔ شہر قاہرہ اور وہاں کی مشہور عالم یونیورسٹی کا بانی 'جوہر' غلام تھا۔ جبرالٹر اور ماورائے جبرالٹر کا اسلامی فاتح طارق ہے جو غلام تھا۔ اسی کے نام پر اس پہاڑ کو جبل الطارق کہا گیا جسے آج مغربی زبان کے تصرفات نے جبرالٹر بنادیا ہے۔

ہندوستان کا پہلا اسلامی بادشاہ قطب الدین ایبک تھا جو غیاث الدین غوری کا غلام تھا۔ شمس الدین التمش اور بلبن بھی غلام تھے۔

مصر میں خاندان غلاماں کی حکومت بہت لمبی مدت تک رہی، جیسا کہ تاریخ ہندوستان میں بھی ''سلطنت غلاماں'' مستقل باب قائم کیا گیا ہے۔ ان حوالوں سے ثابت ہوگیا کہ جب کوئی شخص مسلمانوں کا غلام بنا تو اسلام نے اس کے لیے بادشاہت اور امامت کے دروازے کھول دیے۔ یہ خود اس کی قابلیت پر منحصر ہے کہ کتنی ترقی کرے اور کس طرح کرے۔

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ لفظ ''غلام'' ہندی زبان کے لفظ ''داس'' کا ترجمہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔ داس کا ترجمہ ''عبد'' ہے جو اسلام میں حرام کردیا گیا کہ کوئی انسان دوسرے انسان کا عبد کہلائے۔

غلام کا ترجمہ نوجوان ہے اور یہ وہ پیار، محبت اور بہترین آرزوؤں کا مجموعہ لفظ ہے کہ عرب والدین اپنی اولاد کو اسی نام سے پکارا کرتے تھے۔

اگر دنیا کی کسی قوم اور کسی مذہب نے ان مصیبت زدگان کی حالت درست کرنے کے لیے اسلام کے برابر کوششیں کی ہوں تو ان کا اظہار ہونا چاہیے۔ لیکن اسلام ان ترقیات پر بھی ان کی حالت سے غافل نہیں ہوجاتا بلکہ غلاموں کو فکّ رقبہ، اعتاق اور کتابت کے مزید حقوق عطا کرتا ہے۔

آزادیٔ غلام کے معنی یہ نہیں کہ قیدی کو جیل سے رہا کردیا گیا اور اس کے بعد سپرنٹنڈنٹ جیل کو ایک منٹ کے لیے بھی یہ خیال نہ آئے گا کہ اس رہائی یافتہ شخص کی آئندہ زندگی کا کیا سامان ہوگا۔ لیکن اسلام تو اس آزاد کنندہ اور آزاد شدہ کے درمیان رشتۂ ولا قائم کرتا ہے اور اس رشتے کا اثر یہاں تک محکم ہوتا ہے کہ آزاد شدہ آزاد کنندہ کا وارث ہوسکتا ہے اور آزاد کنندہ آزاد شدہ کا وارث بن سکتا ہے۔ اور یہ وہ حقوق ہیں جو خون کے رشتے ہی میں حاصل ہوسکتے ہیں، لیکن اسلام غلام کو بھی دیتا ہے، جس کا آزاد مرنے والے سے کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔

نبی ﷺ نے غلامی کے منصب کو بلند کرنے میں جو مثال قائم فرمائی، وہ عدیم المثال ہے۔ یعنی اپنی حقیقی پھوپھی کی بیٹی کا نکاح ایسے مرد صالح سے کردیا جو سب کے سامنے چار سو درہم میں خریدا گیا تھا۔

اس مبحث کے خاتمے پر منوجی مہاراج کا یہ حکم یاد رکھنا چاہیے: ''برہمن شودر کا مال چھین لے، کیوں کہ شودر کا کچھ بھی نہیں، شودر کا مال ہر حالت میں برہمن کے لیے حلال ہے'' (ادھیا ۸، فقرہ ۴۱۷)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے غلامان (اسیرانِ جنگ) یا زرخریدگان یا اولادِ زرخریدگان یا ہبہ میں آئے ہوئے غلاموں کو انسانیت اور تر...

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حقوق میں آزاد ترین انسانوں کے برابر بنادیا، اس لیے اسلام ہی دنیا کا تبلیغی مذہب ہے۔

یاد رکھیے اسلام نے کسی جرم کی سزا میں کسی آزاد کو غلام بنانے کا مستوجب قرار نہیں دیا، جب کہ ہندوستان کے ہندوؤں کے اولین مقنن منوجی مہاراج نے قرار دیا ہے (دیکھیے ادھیا ۸۔ فقرہ ۴۱۵) ④

اب چند تاریخی اقتباسات رحمۃ للعالمین کی جلد دوم سے ملاحظہ ہوں:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تذکرے میں ان کے والد گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر آتا ہے تو قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد ہندوستان میں محمد بن ابوبکر کی نسل سے کثرت پائی جاتی ہے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اسی خاندان عالی سے ہیں۔ نظام الملک آصف جاہ میر محمد عثمان علی خاں (والیٔ دکن) کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے ملتا ہے۔ ⑤

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی تھیں۔ ان کے تذکرے میں قاضی صاحب ہندوستان کے چند فاروقی بزرگوں کے اسماے گرامی کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نسل ہندوستان میں بہ کثرت پائی جاتی ہے۔ قطب الاقطاب خواجہ فرید الدین شکر گنج، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، امام ربانی اور حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سب فاروقی ہیں۔ شیخ الوقت شاہ ابوالخیر عبداللہ دہلوی مجددی فاروقی ہیں۔ حضرت خواجہ ضیا معصوم صاحب نزیل چار باغ (کابل) اسی نژادِ عالی سے ہیں۔ ⑥

---

④ خطباتِ سلمان ص ۹۶ تا ۹۹

⑤ رحمۃ للعالمین جلد دوم صفحہ ۱۸۵ (حاشیہ)

⑥ ایضاً ص ۲۰۵

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی صاحب سیرت نگار بھی تھے، ماہر تاریخ بھی تھے، ماہر جغرافیہ بھی تھے اور ماہر انساب بھی تھے۔ چنانچہ وہ اپنی کتابوں میں جہاں بہ کثرت تاریخی واقعات تحریر فرماتے ہیں، وہاں مختلف ملکوں کا جغرافیہ بھی بیان کرتے ہیں اور یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ دیارِ عرب کی کن معروف شخصیات کے اخلاف ہندوستان یا دیگر ممالک میں جاکر آباد ہوئے اور وہ اپنے اسلاف کی نسبت سے صدیقی یا فاروقی وغیرہ کہلائے۔

یوں تو قاضی صاحب کی ہر کتاب میں تاریخی واقعات بیان کیے گئے ہیں لیکن تاریخ المشاهیر تو ان کی ایک مستقل کتاب ہے، جس میں بہت سے مشہور و معروف بزرگانِ عالی قدر کے حالات مرقوم ہیں۔

سفر نامہ حجاز جو قاضی صاحب کے ۱۹۲۱ کے حج کے واقعات پر مشتمل ہے، تاریخ الحرمین کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں سرزمین حجاز اور ملک عرب کی پوری تاریخ بیان کر دی گئی ہے۔ قبائل عرب، وہاں کی حکومتیں، باشندگانِ عرب کے کوائف اور رسوم و رواج، مشہور مقامات وغیرہ تمام امور اس کتاب میں آ گئے ہیں۔ عرب میں بعثت نبوی ﷺ کے بعد کتنے حکمران ہوئے اس کی تفصیل بھی ''تاریخ الحرمین'' میں ملے گی۔

قاضی صاحب نہ صرف اسلامی تاریخ پر عبور رکھتے تھے بلکہ ہندوستان کی تاریخ، یورپی ملکوں کی تاریخ اور عرب ممالک کی تاریخ کے متعلق بھی ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ علاوہ ازیں مختلف مذاہب کی تاریخ، ہندوؤں کے رشیوں مینوں کی تاریخ، فقہا و محدثین کی تاریخ، مؤلفین و محققین کی تاریخ، ملوک و حکام کی تاریخ، خلفا و سلاطین کی تاریخ، علما و زعما کی تاریخ، صوفیا و اتقیا کی تاریخ، بزرگانِ دین اور مشائخ اسلام کی تاریخ بھی ان کا دل پسند موضوع تھا۔ پھر علوم و فنون کی تاریخ میں بھی انھیں درک حاصل تھا۔ غرض ہر قسم کی تاریخ پر وہ عمیق نگاہ رکھتے تھے، اور اس کے متعدد پہلوؤں پر انھوں نے اپنی تصانیف میں بحث کی ہے اور نہایت عالمانہ انداز میں ان کے بعض

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گوشوں پر تنقید بھی کی ہے۔ وضاحت طلب امور کی وضاحت بھی کی ہے اور جہاں کسی نوع کی تشنگی محسوس کی ہے، اس کی طرف بھی اشارے کیے ہیں۔ تبصرہ و تنقید میں ان کا خاص زاویۂ فکر ہے، جسے ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

وہ جس موضوع کو زیر بحث لاتے ہیں، پورے اعتماد کے ساتھ اس کے تمام مالہ وماعلیہ کا احاطہ کرتے ہیں۔ ان کی تحریر کے کسی مقام پر الجھاؤ دکھائی نہیں دیتا اور ان کے طرزِ کلام میں کہیں تلخی کا شائبہ نہیں پایا جاتا۔ وہ جس مسئلے پر قلم اٹھاتے ہیں شروع سے لے کر آخر تک پوری تحقیق سے اس کے ہر اہم گوشے کو صفحاتِ قرطاس پر مرتسم کرتے چلے جاتے ہیں۔

❀......❀......❀......❀

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیسواں باب:

قاضی صاحب بہ حیثیت شاعر

حضرت قاضی صاحب مرحوم و مغفور فارسی اور اردو کے شاعر تھے۔ لیکن شعروشاعری میں انھوں نے کبھی زیادہ دلچسپی نہیں لی، بہت کم شعر کہتے تھے۔ تاہم ان کے کلام میں تمام اصناف سخن موجود ہیں۔ حمد، نعت، قصیدہ، نظم، غزل، قطعہ وغیرہ۔ قیام پاکستان کے زمانے میں جہاں ان کا بہت بڑا کتب خانہ ضائع ہوگیا، وہاں ان کا شعری مجموعہ بھی تلف ہوگیا۔ البتہ ان کی ایک بیاض (یا ڈائری) جس میں ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے چند اشعار درج ہیں اور کچھ ذاتی یادداشتیں مرقوم ہیں، قاضی عبدالباقی قدسی کے پاس بمبئی میں محفوظ تھی، جہاں وہ آزادئ وطن سے قبل کاروباری سلسلے میں مقیم تھے۔ لیکن امتداد زمانہ سے یہ تحریر اتنی مدھم ہوچکی ہے کہ اس کا پڑھنا تقریباً ناممکن ہے۔ پھر اس میں بعض مقامات پر نقل درنقل کا سلسلہ چلا ہے، جس کی وجہ سے یہ کہنا مشکل ہے کہ کسی نقل کرنے والے نے صحیح نقل کیا ہے یا کہیں لغزش قلم ہوگئی ہے۔ تاہم جو کچھ میسر آیا، اس میں سے کچھ حصہ خوانندگان محترم کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ میں فن شاعری سے آگاہ نہیں، اس کی تصحیح اپنے ذوق کی روشنی میں قارئین خود ہی کرلیں:

ان کی ایک طویل فارسی نعت رحمۃ للعالمین کی پہلی جلد کے آخر میں مرقوم ہے اور ایک طویل حمد دوسری جلد کے آخر میں اردو میں ہے۔ یہ ان کا مطبوعہ کلام ہے۔

ذیل میں ان کا غیر مطبوعہ نمونہ کلام درج کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قول سلام ست زِرب رحیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مردو سلام ست زِنار جحیم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہست کشائندۂ حسنِ نعیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فاتحہ لوحِ طلسمِ قدیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دعوتِ عام ست زِ عرشِ عظیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بخشِ عظیم است زِ جود کریم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مشعلِ راہ است بہ عقلِ سلیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نور و ضیائے ست بہ قلبِ سلیم

نبی ﷺ کی وفات پر سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو مرثیہ کہا تھا، اس کا عربی سے فارسی میں منظوم ترجمہ۔ قاضی صاحب نے اپنی بیاض میں یہ عنوان لکھا ہے:

اشعار سیدنا حسان بن ثابت بروفات رسول ﷺ۔ ترجمہ: از خاکسار محمد سلیمان

بودروشن از جمالت مردم چشم جہاں چوں تو رفتی گو جہاں اندر عدم گردد نہاں
پرحذر بود از مصائب ہائے دوریں دلم چوں تو رفتی گوفنا گردد زمین وہم زماں
آں سیہ روزم ، گزاید گرمرا مارسیہ منت مارسیہ باشد بجان ناتواں
دوختم ایں دیدۂ پُر آب برراہ مرگ گرچہ می لرزند ازنامِ اجل ایں مرداں
رفتی و احباب راہم صبر از دل ہا برفت حیف برمن گرنشینم درمیانِ دوستاں
وہ چہ خوش بودے نہ زادے مادرِ من گرمرا یا کہ پیش از رحلتش درخاک می گشتم نہاں

ان فارسی اشعار کا اردو ترجمہ حضرت قاضی صاحب مرحوم کے پوتے قاضی عبدالکبیر نے ان اردو اشعار میں کیا ہے۔

تمھارے دم قدم سے تھا ہمارے درد کا درماں
جب سے تم گئے تو ہم عدم میں ہوگئے پنہاں
مصائب سے جہاں کے خوف آتا تھا ہمیں پہلے
زمین و عصرِ حاضر اب فنا کی راہ پر گرداں
ولے ڈستا ہے مثلِ ناگ وہ روزِ سیاہ ہم کو
نحیف و ناتواں جاں پر وہی مارسیاہ برآں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گرے راہِ فنا پر چشم نم کے پر الم قطرے
غمِ پنہاں سے گریاں ہوں، اجل کے نام سے لرزاں
جنم دیتی نہ میری ماں، ولے بہتر تھا یہ امکاں
تری رحلت سے پہلے خاک کر لیتی مجھے پنہاں

کلماتِ تاریخ (ازروئے علم الاعداد)

قاضی احمد شاہ غفرلہ

(پدر بزرگ وار قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ)

پیدائش: ۱۲۵۰ھ

وفات: ۲۸ محرم ۱۳۲۸ھ (۱۹ فروری ۱۹۱۰ء)

پدرآں قاضی احمد شاہ حق بیں　　عطا کردش خدا دنیا و ہم دیں
معزالدین احمد جد او بود　　کہ از شرع تصوف کام جو بود
بسے گوہر بسال زادنش سفت　　چراغ ماہ و خورشید فلک گفت
بہار باغ عرفاں بود ذاتش　　نباشد جزولی کس در صفا تش
بہ آں زہد و بآں حکم و دیانت　　نکردہ عمر خود را کس اہانت
بسے بدعات رازیر زمیں کرد　　بسے تمجید رب العالمیں کرد
مشرف شد زحج کعبہ دوبار　　بسے درموعظت می گفت اشعار

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

مرتضیٰ خلعتِ شہادت یافت　　"زاہد پاک" ہست تاریخش
۴۰ھ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، مفسر قرآن

ابن عباس ابن عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم　　عمر ہفتاد یافت ساجد رفت
۶۸ھ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت حسن رضی اللہ عنہ

حسن آں کہ سبط رسول خدا است در اسلام اورا لقب مجتبے ست
سرجود بنہاد پائے وجود شہیدِ ہلاہل شدآں ماہ وجود
ج۔۳ھ ۵۹ھ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ

حسین آں زبدۂ آلِ محمد دوعالم در وجودِ اومباہی
ولادت یافت زیرِ ظل احمد شہادت یافت در یادِ الٰہی
د۔۴ھ ۶۱ھ

حضرت حسن مثنیٰ بن حسن رضی اللہ عنہ مجتبیٰ

حسن بن حسن بودمہر حسیں .... (دوسرا مصرع ضائع ہوگیا)

سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

بہ تائید الٰہی عبدقادر بسے سبقت زجمع اولیاء برد
۴۷۱ھ ۵۶۱ھ

سید بختیار قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ

سید بختیار قطب الدین سینۂ اشتر و چشم پُر نم داشت
۶۳۵ھ

مرشدِ کامل است سالِ وفات سرتسلیم تاج رفعت یافت
۶۶۸ھ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

معین الدین حسن آں سیدِ پاک — کہ از سنجر سوئے اجمیر آمد
زشرعِ پاک مفتاحِ بقا یافت — زہیر باغ فانی اُو بقایافت
۶۳۲ھ

شیخ فرید الدین فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

آں شیخ فریدِ دین و دنیا — گنجِ شکر و خازنِ اصفیا
۶۶۸ھ

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

آفتاب است آں شہاب الدین — مطلع آفتاب سال غروب
۶۳۳ھ

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ

چوں ابراہیم ادہم شاہ زاہد — زدنیارفت گفتم کعبۂ دین
۱۶۱ھ

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

ابنِ قیم عالمِ شکر مقال — بست چوں تارِکفن مجذوب بود
۷۵۱ھ ۷

اسداللہ خاں غالب

زِاسداللہ خاں چہ پرسی — کہ نام شعر ازوے یافت تبجیل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خرد پرور بداں سالِ ولادت | سلیم الطبع غالب سالِ ترحیل
۱۲۱۲ھ | ۱۲۸۵ھ

مومن خان مومنؔ

زمومن خان مومن بخت بیدار | سروشے گفت اے سلمان بامن
بہ سال فوت او اوصاف اوخواں | طبیب و شاعرودرویش و مومن
۱۲۱۹ھ

استاد محمد ابراہیم ذوقؔ

شاعر شاہ شیخ ابراہیم | رخ روشن چراغ سال بنمود
چوں زدنیابرفت سلماںؔ گفت | ذوق مجموعہ مکارم بود
۱۲۷۱ھ

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

ابو حنیفہ زاد اندر سال نیک سالِ رحلت ہست لعل بے بہا
۱۵۰ھ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

مالک زبدہ عباد امام | ازجہاں رفت وگفت مطلق امام
۱۷۹ھ
آنکہ الدین ہست میلاد ش | مالک ست آں امامِ حق آئین
۹۵ھ | ۱۷۹ھ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام محمد بن ادریس الشافعی المطلبی رحمۃ اللہ علیہ

کوکب ایمان محمد شافعی از جہاں رفت و مقام پاک یافت

۱۵۰ھ ۲۰۴ھ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

امام عہد امام احمد بن حنبل بسال فوت گفتم قلزم دیں

۱۶۱ھ ۲۴۱ھ

حمد

الٰہی محو لذت ہائے نامت کن بیانم را
زفیضِ اسمِ اعظم گم کنی نام و نشانم را
بہ بندِ چشم ولب آں دید ومدح دیگراں یعنی
عطا کن نور چشمم را و گویائی زبانم را
چناں وردِ نہانِ تو فریبِ چشم و دل باشد
کہ تا ناید بروں از چشم صد اشکِ روانم را
غمت می خواہم و سوز و گداز اندر غمت یارب
بدہ تاثیر آہم را بدہ سوزے فغانم را
زعشق خود بہر یک استقامت آں چناں بخشی
کہ فکرِ جاں بودتن را نہ وردِ جسم جانم را
الا اے آتش الفت بخاکستر نشانِ مارا
بکن خاکستری تشریف در برخانِ مانم را
خدا را اے صبا کن التماس از منِ بندہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شفیعِ اُمت عاصی نبیؐ مہربانم را
چہ باشد گر طلب داری بہ طیبہ بندۂ سلماںؔ
کنی از آستینت پاک چشم خوں فشانم را

اب اردو میں حمد باری تعالیٰ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔ یہ حمد رحمۃ للعالمین کی دوسری جلد کے آخر میں درج ہے۔

خدائے عزوجل کے لیے ہے شکر نعم وہی اللہ وہی ہادیٔ رہِ اقوم
وہی ہے غافر ذنب و وہی ہے قابل توب وہی ہے نور جہان منورد مظلم
وہی ہے رافع عزوعلا و مجدو عطا وہی ہے دافع دردوبلاو رنج و سقم
جلال اس کا ہے آفاق کے لیے محیط نوال اس کا ہے ارزاق کے لیے مقسم
کمال عقل ہے عرفانِ کنہ میں قاصر زبانِ نطق ہے تحمید ذات میں ابکم
نمونہ قدت باری کا ہے کہ صفحۂ چرخ ہجومِ نجم سے ہوتا ہے اطلس مُعلم
اسی کے امر سے تھامے ہوئے ہیں سب طائر فضا میں جسم کو اپنے بلاتردد وغم
اسی کے نور تجلی سے طور ہے روشن اسی کی ذرہ نوازی سے نحل ہے ملہم

آخری شعر ہے

نفس ہے سینہ سلمان میں رواں جب تک نبیؐ کی نعت میں چلتی رہے زبان وقلم

نعتِ مصطفیٰ ﷺ کے چند فارسی اشعار پڑھیے:

دلم زسینہ ربود آں جمال نورانی کہ حسن را بہ تماشای اوست حیرانی
جمال معنی و زینِ کمال وحسن جلال مطاعِ خلق و ضیای جہان ظلمانی
محمدؐ اسم و حبیب الہ وخواجۂ کل نوید رحمت و پیمانِ عفو یزدانی
گزید فقر کہ فرماں روای ملک ابد بہشتِ خاک ندارد ہوای سلطانی
نبوت ست یکے قصہ آسمان پایہ کہ ہم متمم او آمری و ہم بانی

یہ ایک طویل نعت ہے جو رحمۃ للعالمین کی جلد اول کے آخر میں درج ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب ایک فارسی غزل ملاحظہ ہو:

بر روئے شوخ آں صنم بے حجاب ما | باشد نگاہ حیرتی من نقاب ما
بنوشتہ اند قصۂ سوزِ کباب ما | سرخی زخون دل بہ سزد بر کتاب ما
یک نقطہ زدہ ست سویدا بروئے دل | بہر شارہست کہ ایں انتخاب ما
خواہم زدا دمردن خود نے زتیغ او | تاوارہد زبار گران حباب ما
خورشید من ببام رسید اندریں ہوس | گاہے مگر رسد بسرم آفتاب ما
اے دل ببال مایۂ نازے شکست شد | آئینہ کور کرد زعکس آفتاب ما
سلمان برائے وصل دعاہاچہ میکنی | رنگے مداد ادعیۂ مستجاب ما

شرح اسماء الحسنٰی کے آخر میں ''ندائے سلمان'' کے عنوان سے اردو کے چند اشعار درج ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے

اے آسماں کے تارو! نامِ خدا پکارو | دشت و جبل پکارو ارض و سما پکارو
جنگل کے سب پکھیرو تحمید گا رہے ہیں | خاموش کیوں ہو انساں جاگو صدا پکارو
جو دل میں بس رہا ہے جاری ہو وہ زباں پر | پیارے کا نام پکارا ہے دل کشا پکارو
ذکرِ خدا سے غفلت ہے مانع محبت | لیل و نہار بولو ، صبح و مسا پکارو
ہونا پڑے گا چپ ہی زیرِ زمیں جا کر | منہ میں زباں ہو رکھتے ، نامِ خدا پکارو
آئے ہو اِس جہاں میں دینے کو تم گواہی | اے اہلِ صدق بولو ، اہل صفا پکارو
تکبیر کبریا کی تقدیس ذوالمنن کی | وقتِ الم پکارو ، حینِ دعا پکارو
اب زاویوں کو چھوڑو ، خلوت کدوں کو توڑو | ہاں چارسو میں حق کو بہرِ رضا پکارو
دعوت نجات کی ہے اسلام ، سب کو دعوت | یہ بے حساب بولو ، بے انتہا پکارو
کانوں میں سب کے ڈالو ، پیغام مصطفیٰ کا | افراد کو سناؤ ، قوموں کو جا پکارو

جو یک دل و زباں ہیں وہ کیوں ہوں مہر برلب
سلمانِ خستہ دل کی سن لو ، صدا پکارو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح اسماء الحسنٰی ہی کے آخر میں ''نعت رسول مقبول ﷺ'' کے چند اشعار پڑھیے۔

پیدا ہوئے محمد ﷺ عالم تمام چمکا ۔۔۔ حقِ صریح چمکا صدقِ دوام چمکا
روشن ہوئے براہیں واضح ہوئے دلائل ۔۔۔ جب نیر رسالت بر خاص و عام چمکا
اہل کتاب و مشرک محتاج بینہ تھے ۔۔۔ حجت ہوئی مکمل مہرِ انام چمکا
بطحا کا ذرہ ذرہ انجم بنا فلک کا ۔۔۔ مصر اور ہندو ایران، اسپین و شام چمکا
چمکا وہ نورِ عالم سردارِ ولدِ آدم ۔۔۔ چشمانِ حورعین پر جس کا ہے نام چمکا
مقدم سے اس کے کعبہ ہے رشک طورِ سینا ۔۔۔ اسود ہوا مجلّے بیت الحرام چمکا
غارِ حرا میں چھپ کر چرخ بریں پہ چڑھ کر ۔۔۔ ارض و سما پہ یکسر وہ نورِ عام چمکا
تکبیر اور اذاں میں روشن ہے نام اس کا ۔۔۔ قطبین و استوا پر اس کا کلام چمکا
اے مشت خاک تیرا چمکا نصیب اعلیٰ ۔۔۔ وہ ماہِ خاتمیت تجھ پر تمام چمکا
اس شوق میں کر لیں گے نعلین سر پر ۔۔۔ الماس جگ مگایا روئے رخام چمکا
شانِ محمدی سے اندھے ہیں اہل ظلمت ۔۔۔ وہ نورِ حق ہے جس سے دار السلام چمکا
تعلیمِ مصطفیٰ نے تجھ کو کیا منور ۔۔۔ بختِ سیاہ تیرا اے عقلِ خام چمکا

روحِ حیاتِ سلمان حبِ نبی ہے یا رب
نور یقین عطا کر، فوق المرام چمکا

حضرت مولانا محی الدین عبد الرحمٰن لکھوی کے حالات میں ایک عالم دین مولانا ابو منظور محمد مظہر الحق عرف عبد الحق مالیر کوٹلوی نے ''ایقاظ غفلاء الزمان'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ قاضی صاحب نے مندرجہ ذیل اشعار میں اس پر اظہار خیال کیا ہے۔

ابو منظور عبد الحق نے لکھا ۔۔۔ رسالہ موقظِ اہل زماں ہے
جنابِ محی دین و عبد رحمٰن ۔۔۔ کہ عاجز جن کی مدحت میں زباں ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھے احوال ان کے جستہ جستہ فصاحت سے بھرا سادہ بیاں ہے
مبارک سالکوں کو یہ رسالہ صراطِ مستقیم رہرواں ہے
یہ چھوٹا سا رسالہ ہے پر اس سے کمال عظمتِ سنت عیاں ہے
سمجھتے ہیں جو بیعت کو یہ دل میں نجات اخروی کی نرد باں ہے
انھیں معلوم رہنا چاہیے خوب کہ بے سنت سبھی کچھ رائیگاں ہے
ہیں محی الدین جو سنت کے عاشق فدا ان پر ہوا سارا جہاں ہے
چلو سلمان لکھو کے چلیں ہم سلوک و معرفت کا جو مکاں ہے

(تفصیل کے لیے دیکھیے لکھوی خاندان کے حالات میں مولانا محمد ابراہیم خلیل فیروز پوری کی تصنیف، الفیوض المحمدیہ صفحہ ۱۲۔ ۱۴۰۶ھ۔مطبوعہ المکتبہ العزیزیہ حجرہ شاہ مقیم، ضلع اوکاڑہ)۔

یہاں پھر عرض کر دیں کہ قاضی صاحب نے شعرو شاعری کی طرف زیادہ توجہ نہیں فرمائی۔کبھی دل میں کوئی خاص لہر اٹھتی تو فارسی یا اردو کے چند شعر ہوجاتے تھے۔لیکن افسوس ہے وہ بھی محفوظ نہیں رہے۔۱۹۴۷ میں جو ملک گیر ہنگامے ہوئے، ان میں پنجاب کے مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔سکھوں کے ہاتھوں جہاں بے شمار مسلمان قتل ہوئے، وہاں ان کی مذہبی کتابیں بھی جلا دی گئیں اور ان کا تمام دینی اور علمی سرمایہ نذرِ آتش کردیا گیا۔ریاست پٹیالہ میں خاص طور سے مسلمانوں کو ہدفِ ستم بنایا گیا۔ قاضی صاحب کا کتب خانہ اور ان کے قیمتی مسودات اس ہنگامے میں ضائع ہوگئے۔یہ چند اشعار جو یہاں درج کیے گئے ہیں یا تو ان کی مطبوعہ کتابوں رحمتہ للعالمین (جلد اول اور جلد دوم) سے ماخوذ ہیں یا ان کے سفرنامہ حجاز کے آخری صفحات سے نقل کیے گئے ہیں۔ اور کچھ ان کی ذاتی ڈائری سے لیے گئے ہیں جو بحمد اللہ قاضی حسن معز الدین کے پاس محفوظ ہے یا مختلف کاغذات سے لیے گئے ہیں۔ یادیگر مقامات سے لیے گئے ہیں جن کا باقاعدہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ دیا گیا ہے۔

لیکن (جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا) مجھے شعر و شاعری سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے، اس لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ اشعار میں نے صحیح نقل کیے ہیں یا غلط۔ میں نے مکھی پر مکھی مارنے کی کوشش کی ہے، لیکن یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ ساری مکھیاں ٹھیک سے مرگئی ہیں یا کوئی کسر رہ گئی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکیسواں باب:

مطالعۂ ادیان

تقابل ادیان ایک نہایت اہم موضوع ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصوری پوری کو اس موضوع کے مختلف گوشوں پر عبور حاصل تھا۔ ان کے لائق احترام پوتے قاضی حسن معزالدین کا اسم گرامی اس کتاب کے متعدد مقامات میں آیا ہے۔ وہ بھی اس موضوع پر وسیع نظر رکھتے ہیں۔ قاضی صاحب کے حالات کے سلسلے میں اس موضوع پر میں نے کچھ لکھنا چاہا تو قاضی حسن معز الدین سے بات ہوئی اور انھوں نے اس ضمن میں مجھ سے تعاون کی پیش کش کی۔ چنانچہ ''مطالعہ ادیان'' کے عنوان سے اپنے اندازِ خاص میں چند اہم امور کی وضاحت فرمائی اور مجھے اس میں ازراہ کرم حک واضافے کی اجازت دی۔ میں نے ان کی اجازت سے فائدہ اٹھا کر بعض مقامات میں کچھ کمی بیشی کی ہے۔

اس مضمون کا نہایت دلچسپ اور معلومات افزا پہلو یہ ہے کہ اس میں قاضی صاحب مرحوم کی ذاتی بیاض (یا ڈائری) سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں بائبل کے اصل عبرانی الفاظ تحریر کیے گئے ہیں اور عربی الفاظ سے عبرانی الفاظ کی مماثلت یا تعلق کی وضاحت کی گئی ہے۔ قاضی صاحب کی یہ ذاتی ڈائری تقسیم ملک سے کافی عرصہ قبل ان کے بڑے پوتے قاضی عبدالباقی بمبئی لے گئے تھے، جہاں وہ اپنے کاروباری سلسلے میں مقیم تھے۔ تقسیم سے کچھ مدت بعد وہ بمبئی سے لاہور آئے تو قاضی صاحب مرحوم کی یہ ذاتی ڈائری اور بیاض ان کے ساتھ آئی جو اس وقت قاضی حسن معزالدین کے پاس محفوظ ہے...... اب قاضی حسن معزالدین کا مضمون ملاحظہ فرمایے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطالعہ ادیان کے موضوع کو تقابل ادیان بھی کہا جاتا ہے۔ قاضی صاحب کے عہد میں مناظرۂ بین المذاہب کا چلن تھا اور عوام وخواص اس سے دلچسپی رکھتے تھے۔ اس کا آغاز عیسائی پادریوں نے کیا۔ کبھی وہ خود مجمع لگا لیتے، کبھی اعلان کر کے کسی دوسرے مذہب کے عالم سے سرعام جلسہ منعقد کر کے بحث مباحثہ شروع کر دیتے۔ مناظرے کا ایک سرپنچ یا صدر یا ثالث مقرر کیا جاتا تھا جس کا تعلق کسی تیسرے مذہب سے ہوتا تھا۔ قاضی صاحب نے کبھی اس طرح مناظرہ تو نہیں کیا، البتہ مجلس میں بیٹھ کر 'مکالمہ' ضرور کیا۔ اب مناظرے کا ذوق کم ہوتے ہوتے معدوم ہوگیا ہے۔ قاضی صاحب کے بوقلموں محاسن میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ ''مکالمہ بین المذاہب'' کے امام تھے یا یوں کہیے کہ اس طرحِ نو کے سالار تھے۔ آج جب ان کے سوانح حیات مرتب ہورہے ہیں تو ان کی اس میدان میں خدمات کا اعتراف ناگزیر ہے۔

مکالمے کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کا ان کی اپنی کتب معروفہ سے بہ غور مطالعہ کیا جائے۔ ان کے اسلوب اظہار اور ترجیح موضوعات کو سمجھ کر اس مذہب کے پیروکار سے تحریری یا تقریری خطاب کرتے ہوئے اسلام کی تفہیم کردی جائے، اس ایمان کے ساتھ کہ الہادی اللہ تعالیٰ ہے۔

تحریر یا تقریر کا ہر مخاطب اسی صورت میں استفادہ کرسکتا ہے کہ انداز تخاطب میں ایسی رواداری ہو کہ اس کا اور اس کے مذہب کے بزرگوں کا نام احترام سے لیا جائے، تنقید یا تضحیک نہ کی جائے۔ مخاطب کے ظرف کے مطابق دلائل دیے جائیں۔ غالبًا قاضی صاحب نے یہ تحریکِ مکالمۂ بین المذاہب اس لیے اپنائی کہ قرآن وحدیث کا یہی تقاضا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

❀ ...... دوسرے مذاہب کے معبود کو برا نہ کہو۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۞...... اگر اللہ تعالیٰ کا منشا ہوتا تو بنی نوع انسان ایک ہی دین پر ہوتے۔
۞...... ہر مذہب میں اس کے ماننے والوں کے لیے زینت ہے۔
۞...... ہر مذہب کی ایک شرع ہے اور اسی میں آزمائش ہے۔
۞...... کہو (اے نبی ﷺ) ''تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین۔''
۞...... آؤ (اے اہل کتاب) اس بات پر متفق ہو جاؤ کہ توحید پر قائم رہو گے......
۞...... ہر امت کے لیے رسول، ہر قوم کے لیے ہادی اور ہر ہادی ورسول نے اپنی قوم سے اپنی قوم کی زبان ہی میں خطاب کیا۔

احادیث مبارکہ میں بھی ایسے ہی فرامین نبوی ہیں: ﷺ

۞......کسی قوم کے شر سے بچنے کے لیے اس کی زبان سیکھو۔ (زبان سیکھنے کے بعد ہی ان کے اعتقادات، عزائم اور اسلوبِ تبلیغ کا علم ہوگا)
۞...... حکمت مومن کی گم شدہ میراث ہے جہاں ملے اپنا لو۔ (گویا ادیان و اقوام غیر کی زبان کا علم حاصل کرنے کے بعد پتا چل سکے گا کہ حکمت کے کچھ گم شدہ موتی کہیں اور تو بکھرے ہوئے نہیں ہیں؟)
۞...... ایک حدیث میں پیش گوئی کے ساتھ مسلمانوں کو حکم صادر ہوا جو اہل ایران، زرتشتی مذہب والوں سے متعلق ہے کہ جب ان پر غلبہ حاصل کرلو تو ان سے 'اہل کتاب' کا سا سلوک کرنا۔ (جب کہ معروف عقیدے کی رو سے صرف یہود ونصارٰی ہی اہل کتاب تسلیم کیے جاتے ہیں)

قرآن مجید، فرقان حمید، کے اولین مخاطب اہل عرب تھے۔ انھیں (فرقان) کسوٹی دے کر دیگر مذاہب کے علوم حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی، وگرنہ قرآن مجید میں بدھ مت کا ذکر ضرور ہوتا جو اُس وقت بھی اور آج بھی پیرو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاروں کی تعداد کے حساب سے دنیا کا بڑا مذہب اور فلسفہ ہے۔ اسی طرح ''ہندومت'' تب بھی اور آج بھی ''بڑا مذہب'' ہے۔

قرآن مجید ایک مکمل کتاب ہے اور ہمارا 'معروف عقیدہ ہے کہ قرآن میں مندرج انبیاے کرام کے علاوہ' اور کسی مذہب کے پیشوا کو 'نبی' نہیں مان سکتے نہ توریت، انجیل، زبور کے علاوہ کسی اور 'کتاب' کا بہ طور الہامی کتاب اعتراف کر سکتے ہیں۔ قاضی صاحب کی سوانح حیات کے فاضل مصنف مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب نے بہت تفصیل کے ساتھ قاضی صاحب کے محاکمۂ دینِ اغیار کا ذکر خیر کیا اور عند اللہ ماجور ہوئے۔ میں بھی اس سلسلے میں یہاں چند مثالیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

❀...... قاضی صاحب کی 'ایک' تالیف 'غایت المرام' اور اس کا دوسرا حصہ 'تائید الاسلام' ہے، جو درحقیقت ایک طویل مکتوب ہے۔

مکتوب کے مخاطب مرزا غلام احمد قادیانی تھے جن کے مختلف دعاوی قاضی صاحب کے زیر غور تھے۔ اس مکتوب کے ساتھ ایک پیش گوئی بھی تھی کہ مرزا صاحب اور ان کے معتقدین اِس (مکتوب) کا جواب کبھی نہ دے پائیں گے...... وجہ یہ تھی کہ مرزا صاحب ہر اُس کتاب کا جواب ریکارڈ پر لے آتے تھے جو ان کے دعاوی کی تردید میں ہوتی۔ دلیل کا جواب بے شک غیر متعلقہ تاویلات کے ساتھ ہی کیوں نہ دیا ہو، مگر جواب ضرور ریکارڈ پر آتا تھا۔

قاضی صاحب کے کتابی شکل کے مکتوب 'غایت المرام' کا جواب آج تک کیوں نہ آیا؟

وجہ یہ ہے کہ قاضی صاحب کا اندازِ تحریر مکالمانہ تھا، اور نہایت مدلل اور مضبوط تھا۔

❀...... مکالمہ بین المذاہب کی دوسری درخشاں مثال قاضی صاحب مرحوم کی وہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریر ہے جو بہ صورت کتاب ''سید البشر'' کے نام سے شائع ہوئی۔ تقریر میں ہندو، سکھ، مذاہب کے اعیان کا ذکر جس شستہ انداز میں ہوا ہے وہ انداز ہمارے عہد کے علما کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے کہ جو اکیسویں صدی کا تقاضا ہے اس کی نہج قاضی صاحب نے آج سے تقریباً اسّی نوّے سال پہلے ہی ڈال دی تھی!

❀...... ایک اور مثال قاضی صاحب کی ''ذاتی بیاض'' میں ان اوراق سے مقتبس ہے جو بحمد اللہ امتدادزمانہ سے محفوظ رہے اور اہل خانہ کی تحویل میں ہیں۔ اقتباس کی تمہید یہ ہے کہ بائبل کے مسیحی اور یہودی علما اس کا نئے سے نیا ترجمہ شائع کرتے رہتے ہیں اور ہر کاوش کو تحقیق کی روشن مثال قرار دیتے ہیں۔ جہاں انھیں سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کا اسم گرامی لکھنا پڑتا ہے، وہاں ان کے القاب میں یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ وہ (نعوذ باللہ۔ نقل کفر، کفر نہ باشد) 'وحشی' تھے۔ یہودی بائبل میں 'جیسا جنگلی گدھا' بھی لکھا ہوا دیکھا ہے...... قاضی صاحب کے علم میں ایسا ترجمہ آیا تو انھوں نے عبرانی زبان سے تحقیق کی۔ ''بیاض'' کا اقتباس درج ذیل ہے: (ان کے اپنے الفاظ میں، من وعن)

اسمٰعیل علیہ السلام

عبرانی میں یشمع ایل ہے۔

یشمع وہی ہے جو عربی کا یسمع ہے

ایل وہی ہے جو اللہ ہے

لٰہذا اسمہ یسمع اللہ ہوا۔

اب مسلمانوں میں اس نام کا رواج بطور 'سمیع اللہ' ہے۔ اردو 'توراۃ'' میں ۱۶\۱۲ میں ہے'' اور وہ وحشی ہوگا۔''

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ الفاظ ترجمہ ہیں عبرانی کے ان الفاظ کا

وھویھیة براآدرم اس کا صحیح ترجمہ ہے:

''وہ جنگل کا رہنے والا ہے۔''

عبرانی عبارت کو عربی میں اس طرح تحویل کرسکتے ہیں

''ھویکون بری ادمیی''

(عیسائی) مشن کی عربی توراۃ میں ہے:

وانه يكون انسان وحشياً

عبرانی سے ثابت ہوا کہ 'وحشی' ترجمہ کرنا غلط ہے۔ جنگل میں رہنے والا بطور پیش گوئی ہے۔

کیونکہ اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام بیابان عرب میں رہی۔

اردو توراۃ ۱۶/۱۲ میں ہے:

اس کا ہاتھ سب ۔کے اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے۔

عبرانی عبارت یہ ہے:

یادوبکل یدکل بو

عربی میں تحویل کرنے سے یہ عبارت بنتی ہے۔

یدہ بکل ویدالکل بہ

اس سے ظاہر ہے کہ اردو ترجمہ میں لفظ ''خلاف'' بالکل غلط ہے بلکہ مفہوم یہ ہے کہ اس کا ہاتھ سب کی مدد کرے گا اور سب (کے ہاتھ) اس کے معاون ہوں گے۔

اس بشارت کا ظہور ہمیشہ رہا۔

حضرت اسمٰعیل مُمِدِّ اسحٰق رہے۔ داؤد علیہ السلام نے عرب میں پناہ لی۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرب میں پناہ لی اور شعیب علیہ السلام سے تعلیم پائی۔

زمان کے آخر میں اسرائیل (جو اولاد اسحٰق ہیں) اور یمنی (جو نبی قنطورہ ہیں اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولادِ اُم ہیں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم بنے۔

اس اقتباس کے بعد مزید نکات مطالعہ (نوٹس) اسحٰق علیہ السلام پر فضیلتِ اسمٰعیل علیہ السلام کے بارے میں بہ حوالہ توریت درج ہیں...... بہ خوف طوالت ان کو نقل نہیں کیا۔

بیاض کے مطالعہ ومعائنہ سے جہاں قاضی صاحب مرحوم کی اپنی تحریر میں درج ان کا فارسی کلام ملتا ہے، وہاں نجی نوعیت کے لین دین کی یادداشت بھی ہے اور مطالعہ کے نکات بھی ہیں۔

اقتباس دینے کا نفس مضمون سے یہ تعلق ہے کہ قاضی صاحب کا مطالعۂ ادیانِ دیگر خود انہی کی کتابوں سے بے حد عمیق اور دقیق تھا۔ پہلے اس طرح کے نکاتِ مطالعہ اپنی ڈائری میں لکھتے، بعد ازاں اپنی تصنیفات میں ایسے مطالعات کو وسعت اور وضاحت سے بیان کر دیتے۔

عیسائی اور یہودی مذاہب کے علاوہ قاضی صاحب کا ہندو کتبِ مذہبی کا بھی بہت وسیع مطالعہ تھا جو رحمۃ للعالمین اور خاص طور پر ان کے مکاتیب وخطبات سے جگہ جگہ عیاں ہوتا ہے۔ وہ اپنے مکتوبات میں کس طرح کسی پادری صاحب کو، کسی معتقدِ مرزا صاحب کو، کسی پنڈت جی کو قائل کرنے کی سعی کرتے تھے۔ یہ تفصیل جاننے کے لیے رسالہ ''استقامت'' اور ''برہان'' کا مطالعہ کیجیے اور آدابِ مکالمۂ بین المذاہب کے جملہ رموز سے آگاہی حاصل کیجیے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم عصر اصحاب علم بائبل وغیرہ میں تحریف تلاش کرنے کے علاوہ جدید مسیحیت، یہودیت وغیرہ کا مشاہدہ کریں۔ عہد حاضر میں یہ مذاہب اپنی کتب مقدسہ سے ایک فاصلے پر جا کر نئے عزائم کو اپنائے ہوئے ہیں اور جدید طریقۂ تبلیغ یکسر مختلف انداز اختیار کر گیا ہے۔ ہندومت اور بدھ مت نے بھی بالکل جدید زاویۂ 'تبلیغ' اپنا لیا ہے۔ یہودیت میں تو تبلیغ ہوتی ہی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیونکہ یہودی ماں سے پیدا ہونا لازمی ہے۔ مگر یہودیت کی تکمیلِ ایمان کے عزائم سراسر دینِ ابراہیمی کے خلاف ہیں اور اس سے آگاہ اور چوکنا رہنا آج کے فرائضِ دین میں ترجیحی اہمیت کا حامل ہے اور آگاہی کے لیے مکالمہ کے میدان میں قدم جمانا ہے۔

قاضی صاحب مرحوم کی روش پر عمل پیرا ہونے کے لیے ہمیں ہندو، سکھ، بدھ، یہودی، عیسائی سبھی مذاہب کے پیروکاروں سے مکالمہ روا رکھنا چاہیے اور اپنے دین کی صداقت خود انہی کی کتابوں سے ثابت کرنی چاہیے اور انہی کی کتابوں سے انھیں محل اعتراض قرار دینا چاہیے۔

دوسرے مذاہب کا ان کی اپنی کتب سے مطالعہ کرنے اور ان کے تمدن کا بہ غور مشاہدہ کرنے کے بعد ہی ہمارے مبلغ کو معلوم ہوگا کہ بدھ مت کے پیرو سے صرف ہستیِ واجب الوجود پر بات کرنا ہے، سکھ مت کے پیرو کو رسالت' امامت اور ولایت کا فرق بتانا ہے' ان کے ساتھ توحید پر بات کرنے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ وہ توحید کے پہلے ہی سے قائل ہیں۔ ہندومت والوں کو یہ سمجھانا ہے کہ پر ماتما کی جس جس شکتی کے لیے انھوں نے وشنو، شو، برہما وغیرہ کو بھگوان سمجھا ہے، پھر ان کے ہر اوتار کو بھی بھگوان مان لیا ہے (مثلاً سری کرشن جی کو وہ وشنو کا اوتار مانتے ہیں) وہ درحقیقت ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ہی اسماء ہیں اور ہر اسم ان کے خیال میں اپنی جگہ ایک شکتی کا مظہر ہے۔

پورے ہندوستان میں پر ماتما کے نام کا ایک بھی مندر نہیں ہے۔ چونکہ وہ شکل وصورت، زمان ومکان سے ماورا ہے لہٰذا اس کا بت نہیں بن سکتا۔ اور پوجا تو ایک بت کی ہوسکتی ہے، لہٰذا پر ماتما کا کوئی مندر نہیں بنایا جاسکتا۔ انھیں یہی سمجھانا ہے کہ تم اپنے تئیں اللہ واحد واحد کو پرماتما کے نام سے مانتے ہو۔ یہ بھی مان لو کہ اس کی ذات پاک کے جو بھی صفات (شکتی) ہیں، وہ بھی شکل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وصورت، زمان ومکان سے ماورا ہیں۔ خود کو تو تم مشرک نہیں تسلیم کرتے، اغیار بھی تمھیں مشرک نہ کہیں گے۔ جن ''بھگوانوں'' کی ہستی کو تاریخ ثابت کردے، انھیں ہادی (یا نبی) مان لو۔

عیسائی کو مسیحی کہو، وہ اسے ترجیح دیتے ہیں۔ تثلیث کے حق میں ان کے 'منطقی' دلائل کو غور سے سنو اور اچھی طرح سمجھو، پھر انھیں توحید سمجھانے کی سعی کرو۔ اللہ تعالیٰ المالک، الملک اور الحاکم ہے۔ مسیحیتِ موجودہ میں جو خوبیاں پائی جاتی ہیں، ان کا اعتراف کر لو، اس سے وہ خوش ہوتے ہیں اور قریب آجاتے ہیں۔ مسیحی تمدنِ جدید کی نمایاں خوبی عالم اور علم کی قدر دانی ہے۔ دوسری خوبی ان کی بے غرض سماجی اور رفاہی خدمات ہیں۔ دنیا کے بعید ترین خطوں میں جا کر عمر بھر رہنا اور خدمتِ خلق کرنا ان کا ایک وصف ہے جو مسیحیت کی تبلیغ کی راہ کو بھی ہموار کرتا ہے۔

ہمارا زیادہ تر واسطہ بدھ مت، ہندومت، سکھ مت اور مسیحی افراد سے رہتا ہے لہٰذا مختصر نکات مبلغینِ اسلام کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کی جسارت کی ہے۔

دنیا میں اور بھی مذاہب، مسالک، افکار اور فلسفیانہ موضوعات کے آثار موجود ہیں، طوالت کے خوف سے اس باب کے مندرجات کو مختصر رکھا گیا ہے اور ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔

مقصد یہ تھا کہ قاضی صاحب مرحوم کی سوانح حیات میں ان کا یہ گوشہ نمایاں کرکے دکھایا جائے جو مکالمۂ ادیانِ غیر پر اُن کے عمیق مطالعہ کو متعارف کرادے اور ان کے طریق تبلیغ کو واضح کردے، ان کا طریقہ لائق تقلید ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری یگانہ شخصیت تھے جو تن تنہا مکالمہ کے میدان میں شہسوار بنے۔ فی زمانہ یہ ایک ٹیم ورک ہے، ایک ادارے اور ایک انجمن کا کام ہے۔ مکالمہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے موضوع پر آج اتنا زیادہ مواد شائع ہو رہا ہے کہ اس سے صرف آگاہ رہنا ہی فردِ واحد کے بس میں نہیں۔

اہل حدیث کے رسائل و جرائد میں اس موضوع کی اہمیت پر نگارشات آنے لگی ہیں۔ یہ بڑی خوش آئند پیش رفت ہے جو ابھی تک تو سفارشات پر مبنی ہے، امید ہے اس پر عمل درآمد بھی ہوگا۔ ان شاء اللہ

کراچی میں علماے اہل حدیث کا چوتھا کنونشن، ۲۵ر اپریل ۲۰۰۴ء کو منعقد ہوا، جس کی روداد ماہنامہ ''محدث'' (لاہور کے) جون ۲۰۰۴ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔ متعلقہ اقتباس نقل کر کے اس باب کو ختم کیا جاتا ہے۔

صفحہ نمبر ۱۱۱

ہمارے لیے مقام غور ہے کہ اعداے اسلام تو مسلمانوں کے ایک ایک فرقے کے بارے میں ریسرچ کرنے کے بعد آئندہ کے لیے پلاننگ کر رہے ہیں اور ہم ....

صفحہ ۱۱۲

مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل حضرات کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ کم از کم ایم اے کی سطح تک ایک نہ ایک عمرانی یا سائنسی علم میں ادراک ضرور حاصل کریں اور اس کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان کی اتنی شد بد ضرور حاصل کریں کہ جس سے وہ کمپیوٹر سے بقدر ضرورت استفادہ کر سکیں۔

ایسے ہی بعض طلبا مقارنۂ ادیان و مذاہب کے ضمن میں عیسائیت، صہیونیت، قادیانیت، اِسماعیلیت، اور سلاسل تصوف میں سے کسی ایک موضوع پر سیر حاصل معرفت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

اقتباس ختم ہوا۔

راقم کو ذاتی طور پر صرف الھدیٰ انٹرنیشنل (ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ) کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاہور مرکز کا علم ہے جہاں نواب مشتاق احمد گورمانی مرحوم کی وسیع وعریض کوٹھی واقع گلبرگ، مرحوم کی دختران نے تعلیم اسلام کے لیے وقف کردی ہے۔ الھدٰی کے ڈیڑھ سالہ، فل ٹائم کورس میں (صرف گریجویٹ باحجاب خواتین کے لیے) مطالعہ ادیانِ دیگر کو شاملِ نصاب کیا گیا ہے۔ بعض مذاہب پر یہ کورس راقم نے تدریس کیا تھا۔ [حسن معزالدین]

قاضی حسن معزالدین صاحب کے افکار عالیہ ختم ہوئے۔

بے شبہہ مطالعۂ ادیان یا تقابل ادیان کے سلسلے میں قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری کا مطالعہ بہت گہرا اور وسیع تھا۔ اس کتاب کے مختلف مقامات میں اس کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

❀ ...... ایک پادری صاحب طویل مکتوب میں قرآن پاک اور نبی ﷺ کے بارے میں شکوک کا اظہار کرتے ہیں تو قاضی صاحب نہایت محققانہ اور میٹھی زبان میں اسلام سے عیسائیت اور دیگر ادیان کا تقابل فرماتے ہیں اور وہ پادری صاحب، قاضی صاحب کے دلائل سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے ہیں اور اس کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینے لگتے ہیں۔

❀ ......ایک صاحب علم مسلمان کسی بڑے پادری صاحب اور بعض مسیحی حضرات کے طرز عمل سے اتنا اثر قبول کرتے ہیں کہ وہ اسلام سے بہت دور چلے جاتے ہیں اور مسیحیت سے قریب تر ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک مکتوب میں اس کا ذکر قاضی صاحب سے کرتے ہیں تو جواب میں قاضی صاحب مسیحیت کا تقابل اس اسلوب سے اسلام کے ساتھ کرتے ہیں کہ مکتوب الیہ کے تمام شبہات رفع ہو جاتے ہیں اور وہ اسلام کے مخلص ترین مبلغ بن جاتے ہیں۔

❀ ...... ایک ذہین وفطین تعلیم یافتہ نوجوان عبدالغفور آریہ مذہب قبول

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرکے دس سال اسلام کی تردید اور آریہ مذہب کی تبلیغ میں مصروف رہتے ہیں۔ پھر قاضی صاحب سے ان کا رابطہ قائم ہوتا ہے تو وہ ان کے صرف ایک خط سے دوبارہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوکر غازی محمود دھرم پال، ہوجاتے ہیں اور اپنے آپ کو اسلام کی خدمت کے لیے وقف کردیتے ہیں۔ یہ تقابلِ ادیان کا نتیجہ تھا کہ ہندویت اور مسیحیت کیا ہے اور اس کے مقابلے میں اسلام کے اصول کیا ہیں۔

۞...... ایک سکھ گیانی جی، قاضی صاحب کو اپنی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب پڑھاتے ہیں۔ قاضی صاحب ان سے گرنتھ صاحب پڑھتے ہیں اور ساتھ ساتھ ان مقامات کا جہاں توحید کا ذکر کیا گیا ہے، قرآن مجید میں بیان شدہ توحید سے تقابل کرتے جاتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس وقت قاضی صاحب گرنتھ صاحب ختم کرتے ہیں اسی وقت وہ گیانی جی ان کے طرز تخاطب سے متاثر ہوکر مسلمان ہو جاتے ہیں۔

یہ دیگر مذاہب سے اسلام کے احکام واصول کے تقابل کا اثر ہے۔ پھر قاضی صاحب کا اپنا منہج بیان بھی اس میں کارفرما ہے۔ اسلام کا تقابل تو اس عہد کے بہت سے اہل علم دیگر مذاہب سے کرتے ہیں، لیکن کیا ان کے تقابل سے کبھی کوئی ہندو یا عیسائی یا سکھ مسلمان ہوا؟

قاضی صاحب کی زبانی تبلیغ اور مکتوبات سے جن لوگوں نے اسلام قبول کیا، وہ اپنے اپنے حلقے کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مذہبی ومعاشرتی اعتبار سے بااثر لوگ تھے۔

اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں پر بھی ان کی گہری نظر تھی اور ان کی تحریریں پڑھ کر ان کی نفسیات سے بھی وہ آگاہ ہوگئے تھے۔ اس کا اندازہ ان کی دو کتابوں غایب المرام اور تائید الاسلام سے ہوتا ہے، جن کا نہ مرزا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب جواب دے سکے، نہ ان کے کسی پیرو کار کو اس کی ہمت ہوئی۔

قاضی صاحب نہایت تحقیق سے لکھتے تھے۔ وہ کسی کی دلآزاری نہیں کرتے تھے۔ ان کی تصانیف کی مقبولیتِ عامہ کی بڑی وجہ یہی تھی اور یہی ہے کہ انھوں نے جو کچھ تحریر فرمایا اور جس موضوع پر تقریر کی، اس کے تمام گوشوں کی دلائل و براہین سے صراحت فرمائی۔ ان کا مطمحِ نظر مخاطب کی تضحیک کرنا اور اسے نشانۂ اہانت بنانا نہ تھا، بلکہ خوب صورت پیرایۂ اظہار میں اس کے ذہن وفکر کو صحیح بات سے آگاہ کرنا ہوتا تھا، جس کا ہمیشہ مثبت نتیجہ نکلا اور اپنے نیک مقصد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی سے نوازا۔

موجودہ دور کے مبلغین اسلام کو بھی اس اصول کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ سخت اور ترش اسلوب کو ترک کر کے بہتر اندازے گفتگو کرنا چاہیے تاکہ مخاطب متاثر بھی ہو اور مطمئن بھی ہو۔

ہمارے بعض مبلغین اسلام اپنے نقطۂ نظر سے اختلاف کرنے والوں کا بے حد تحقیر آمیز الفاظ میں نام لیتے ہیں۔ بعض فقہی مسالک سے تعلق رکھنے والے اہل علم کی تحریریں پڑھ کر نہایت افسوس ہوتا ہے کہ وہ مذہبی جماعتوں کے مشاہیر علمائے کرام کا تذکرہ اس انداز سے کرتے ہیں کہ جیسے علم وتحقیق سے ان کا دامن بالکل خالی ہے۔ حالاں کہ وہ استاذ الاساتذہ ہیں اور لاتعداد لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا ہے، لیکن آج کے یہ نوجوان اصحابِ قلم ان کی تجہیل کرنے پر مصر ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر وہ آپ کے نزدیک واقعی جاہل ہیں اور قرآن و حدیث یا فقہیات سے بے بہرہ ہیں تو آپ ان جہلا سے کیوں مخاطب ہوتے ہیں؟ اصحاب علم کو کسی جاہل سے ٹکر لینے کی کیا ضرورت ہے؟ جواب جاہلاں خامشی پر عمل کیجیے اور متانت وشائستگی کا ثبوت دیجیے۔

اپنے سے اختلاف کرنے والے سے گفتگو کا اصول یہ ہے کہ اسے عالم قرار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیجیے تاکہ دوسروں کو معلوم ہو کہ آپ کا مقابلہ کسی جہالت زدہ شخص سے نہیں ہے بلکہ آپ کا مدِمقابل ایک عالم و فاضل شخص ہے۔

ہمارے اسلاف اپنے مخالف کا پورا احترام کرتے تھے اور تکریم کے ساتھ اس سے مخاطب ہوتے تھے۔ قاضی صاحب خاص طور سے اس طرزِ تخاطب پر کار بند تھے۔ ان کی کتابیں پڑھیں اور ان کے خطبات و مکاتیب کا مطالعہ کریں تو ان کا اسلوبِ گفتگو واضح صورت میں ہمارے سامنے آجاتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بائیسواں باب

قاضی صاحب کی تصانیف

قاضی صاحب آغاز جوانی سے لے کر وفات سے کچھ عرصہ پیشتر تک ریاست پٹیالہ کے نہایت اہم ذمہ دارانہ مناصب پر فائز رہے۔ یہ مناصب وقت طلب بھی تھے اور محنت طلب بھی......! لیکن تعجب انگیز کی بات ہے کہ سرکاری امور میں انتہائی مصروفیات کے باوصف انھوں نے علمی و تصنیفی سرگرمیاں ہمیشہ جاری رکھیں۔ قرآن، حدیث ، فقہ، سیرت اور تاریخ وغیرہ متعدد دقیق عنوانات کو ہدفِ بحث ٹھہرایا ۔ مرزائیت اور عیسائیت سے متعلق ایسے اسلوب میں اظہارِ خیال کیا جو سب سے اچھوتا اور منفرد نوعیت کا ہے۔ پھر مختلف مقامات سے جو خطوط ان کے نام آتے تھے، ان کا جواب بھی وہ دیتے تھے۔ جماعت اہل حدیث اور بعض دیگر مسالک کے جلسوں میں بھی شرکت فرماتے تھے۔ بعض جلسوں کی صدارتی ذمہ داری ان کے سپرد ہوتی تھیں اور ان میں وہ تحریری خطبۂ صدارت پڑھتے تھے۔ لوگوں سے میل جول کا سلسلہ بھی جاری رکھتے تھے، اعزہ واقارب اور احباب و متعلقین کے معاملات میں بھی دلچسپی لیتے تھے۔ روزانہ کا درس قرآن بھی ان کے فرائض میں شامل تھا۔ خطبۂ جمعہ بھی ارشاد فرماتے تھے۔ لوگ بذریعہ تحریر ان سے فقہی مسائل دریافت کرتے تھے، اس کا جواب بھی تحریری صورت میں دیتے تھے۔ غرض ان کی زندگی کے شب و روز بہ درجہ غایت مصروفیت میں گزرتے تھے اور اللہ نے ان کو بے پناہ ہمت اور بوقلموں اوصاف سے نوازا تھا۔

ان کی تصانیف جیسا کہ معلوم ہے گونا گوں موضوعات پر مشتمل ہیں جو اہل علم سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں اور لوگوں نے ان سے بے حد استفادہ کیا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کررہے ہیں۔ میرا یہ منصب نہیں کہ ان تصانیف کے بارے میں زبان وقلم کو حرکت دوں اور کسی قسم کا اظہار رائے کروں، میں صرف درج ذیل سطور میں اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ کررہا ہوں۔تو آیے سب سے پہلے تفسیر قرآن۔

ا۔ الجمال والکمال

تفسیر ''الجمال والکمال'' کے اہم مشمولات کا ذکر اس باب میں کیا گیا ہے، جس کا عنوان ہے ''قاضی صاحب مفسر قرآن کی حیثیت سے۔'' یہاں ان کی تصانیف کے تذکرے میں اس کے متعلق چند باتیں بیان کی جاتی ہیں:

یہ تفسیر قاضی صاحب نے اس وقت تحریر فرمائی تھی جب وہ پہلی دفعہ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تھے اور کم و بیش پونے تین مہینے مکہ مکرمہ میں اقامت گزیں رہے تھے۔ وہ کتاب کے شروع میں فرماتے ہیں کہ تفسیر سورۂ یوسف لکھنے کا مدت سے شوق تھا۔ مکہ مکرمہ پہنچا تو یہ شوق زیادہ بڑھ گیا اور خیال آیا کہ اسی بلدالامین میں کچھ لکھ لیا جائے، جہاں اس سورت کا نزول ہوا تھا۔

قاضی صاحب ۵ مئی ۱۹۲۱ء کو پٹیالہ سے روانہ ہوکر دہلی میں قیام کرتے ہوئے بمبئی پہنچے۔بمبئی سے ۱۷مئی کو ''جدہ جہاز'' پرسوار ہوئے اور ۳ جون کی شام کو بندرگاہ جدہ میں اترے، ان دنوں آمد و رفت کا ذریعہ صرف اونٹ تھے۔ آج کل کی طرح کاریں، موٹریں اور بسیں نہ تھیں۔ وہ جہاز سے اترتے ہی مکہ مکرمہ کو روانہ ہوگئے۔ ایک منزل جدہ میں کی اور ۵/ جون ۱۹۲۱ء (۲۷۔ رمضان المبارک ۱۳۳۹ء) کوسحری کے وقت مکہ مکرمہ پہنچ گئے ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ (۲۸۔ اگست ۱۹۲۱ھ) تک وہیں مقیم رہے۔

ظاہر ہے اس اثنا میں انھوں نے عمرے بھی کیے، حج بھی کیا، نوافل و عبادات میں بھی وقت صرف ہوا، لوگوں سے ملاقاتیں بھی کی ہوں گی، رفقاے سفر سے بھی گفتگو کا سلسلہ جاری رہا ہوگا، مکہ مکرمہ کے اندر اور باہر کے خاص مقامات بھی دیکھے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کی تفصیل ان کے سفر نامے میں مرقوم ہے۔

ان مصروفیاتِ گونا گوں کے باوجود انھوں نے ۱۷۔ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ (۲۲۔ اگست ۱۹۲۱ء) کو تفسیر مکمل کرلی تھی۔ خاتمہ تفسیر کے دس بارہ صفحے البتہ واپسی کے وقت جہاز میں لکھے اور آخر کے تیرہ چودہ صفحات میں ان مشاہیر کے مختصر حالات تحریر فرمائے، جن کا ذکر تفسیر میں آیا ہے۔

فقہی، تاریخی اور لغوی اعتبار سے تفسیر ''الجمال والکمال'' بہت سی باتوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے مثلاً

مصر کا ذکر آیا ہے تو وہ تمام تاریخی اور جغرافیائی معلومات بیان فرمادی ہیں جو انھیں مہیا ہوسکیں یا جن کا بیان کرنا ان کے نزدیک ضروری تھا۔

قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس ٹھہرایا اور نہایت عزت کے ساتھ انھیں عرش پر بٹھایا...... یہاں قاضی صاحب لکھتے ہیں ۔'' تورات اور تاریخ سے ثابت ہے کہ یوسف علیہ السلام کی والدہ کا انتقال بنیامین کی ولادت سے چند روز بعد ہی ہوگیا تھا۔ ان کی خالہ حضرت یعقوب کی بیوی تھیں، جن کا نام لیاہ بیگم تھا۔ وہی مصر گئی تھیں ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ والدہ کے بعد سوتیلی ماں کا درجہ مثل والدہ کے ہے''۔

سورۂ یوسف کی یہ تفسیر اپنی نوعیت کی واحد تفسیر ہے، جس میں لغت کے مسائل بھی زیر بحث آئے ہیں' قانونی نکات کی وضاحت بھی کی گئی ہے' فقہی معاملات بھی معرضِ بیان میں آئے ہیں' تاریخی اور جغرافیائی حالات کی طرف بھی قارئین کی عنانِ توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔

۲۔ شرح اسماء اللہ الحسنٰی

کتاب کا پورا نام ''معارف الاسمیٰ شرح اسماء اللہ الحسنٰی'' ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۳۰ء میں خلیفہ ہدایت اللہ پینشنر ضلع دار پٹیالہ نے شائع کی تھی۔ اس کے بعد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کئی دفعہ مختلف ناشرانِ کتب نے شائع کی۔

اس موضوع کی یہ پہلی کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے ناموں کی تفصیل سے شرح کی گئی ہے۔ ہر نام کے لغوی معنی بھی بیان کیے گئے ہیں اور اصطلاحی بھی۔ پھر قرآن میں جہاں جہاں وہ نام آیا ہے اور جس اسلوب میں آیا ہے اور جن معنوں میں آیا ہے، اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ حدیث رسول (ﷺ) میں بھی جس شکل میں اس کا تذکرہ ہوا ہے' اسے اجاگر کیا گیا ہے۔ مثلاً اللہ کے ناموں سے ایک نام ''النور'' ہے۔ قرآن میں یہ لفظ متعدد سیاق اور معانی میں بیان ہوا ہے۔ روشنی کے معنوں میں بھی آیا ہے' لوگوں کو کفر وشرک کی تاریکی سے نکال کر توحید و ایمان کے اجالوں میں لے جانے کے معنوں میں بھی آیا ہے' دین حق کو بھی نور سے تعبیر کیا گیا ہے' قرآن مجید کو بھی نور قرار دیا گیا ہے' مومن کی شان ایمانیہ بھی نور کے معنی دیتی ہے' صداقت اور اعمالِ صالحہ بھی نور کہلاتے ہیں' اللہ کے فضل وکرم کو بھی نور کا درجہ حاصل ہے.....قرآن کے علاوہ حدیث پاک میں لفظ نور سے جو معانی اخذ ہوتے ہیں' وہ بھی پوری صراحت سے ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں۔

اسی طرح اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم اقدس ''الہادی'' ہے۔ یہ لفظ قرآن میں جس صیغے میں آیا ہے اور جس طریقے سے بیان ہوا ہے، اس کی نہایت مناسب انداز میں تصریح کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں مراتب ہدایت بیان کیے گئے ہیں جو قاضی صاحب کے نزدیک چار ہیں جن سے جمادات' نباتات اور حیوانات ہر مخلوق متمتع ہوتی ہے۔ قاضی صاحب نے ہدایت کے ان چاروں مراتب کی قرآن کے مختلف مقامات سے مثالیں دے کر وضاحت فرمائی ہے۔

۳۔ مہرِ نبوت

قاضی صاحب کے چمنستانِ نکارش کے ہر موڑ پر قاری یہ محسوس کرتا ہے کہ جذبے کی شدت، خلوص کی رفعت، علم کی کثرت، تحقیق کی فراوانی، تفکر کی بلندی قدم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے قدم ملا کر چل رہے ہیں۔

ان کی کتاب ''مہر نبوت'' ایک مختصر کتاب ہے جو پہلی مرتبہ ۱۸۹۹ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب نبی ﷺ کی سیرت مبارکہ سے تعلق رکھتی ہے اور مختصر ہونے کے باوجود جامع کتاب ہے۔ بڑے چھوٹے ہر ایک کے لیے یکساں افادے کا باعث ہے۔ اس میں وہ تمام اوصاف پائے جاتے ہیں جنھیں قاضی صاحب کی تحریر و انشا کے بنیادی عنصر کی حیثیت حاصل ہے۔

۱۸۹۹ء کے بعد مہر نبوت بہت دفعہ چھپی اور مسلسل چھپ رہی ہے۔ اس کے مندرجات میں بڑی مٹھاس، بڑا پیار اور انتہائی روانی پائی جاتی ہے۔

۴۔ الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولِ اللہ

حضرت امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۵۱ھ) کی ایک نہایت اہم کتاب ''جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام'' ہے۔ اس کتاب میں امام نے نبی ﷺ پر صلوٰۃ وسلام اور اس سلسلے کے مسائل و مباحث کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اس موضوع کی تمام احادیث اس میں جمع کر دی ہیں۔ کتاب میں احادیث کی فنی حیثیت پر بھی بحث کی گئی ہے۔

کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں نبی ﷺ کی سیرت طیبہ بھی ایک خاص انداز سے بیان کی گئی ہے۔

قاضی صاحب کو اس قسم کے مباحث و مسائل سے بے حد دلچسپی اور انتہائی تعلق خاطر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اس عربی کتاب کو ''الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ'' کے نام سے اردو میں منتقل کیا تاکہ اردو خواں طبقہ اس کے مشمولات سے مستفید ہو سکے۔ پہلی دفعہ قاضی صاحب کی زندگی میں یہ کتاب امرتسر سے شائع ہوئی تھی۔ پھر طویل عرصے کے بعد ۱۹۷۳ میں لاہور سے شائع ہوئی۔ ۲۰۰۴ میں اسے ادارہ دار السلام لاہور نے اپنی اشاعتی روایت کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق خوب صورت انداز میں شائع کیا۔ یعنی کتاب کے باطنی حسن کے ساتھ ظاہری حسن بھی نمایاں ہے۔

قاضی صاحب کی یہ بہت بڑی علمی خدمت ہے۔ ترجمے کی سلیس اور رواں دواں زبان کے ساتھ ساتھ حضرت مترجم کا قلبی خلوص بھی اپنا جلوہ دکھا رہا ہے اور نبی ﷺ سے ان کی بے پناہ محبت اور حدیث رسول (ﷺ) سے ان کا عملی شغف بھی واضح ہے۔ کتاب ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔

قاضی صاحب کے تراجم کے سلسلے کا یہ ایک گراں قدر کارنامہ ہے۔

۵۔ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن، حدیث اور سیرت رسول (ﷺ) وہ موضوع تھے جنھیں قاضی صاحب کے مرکز محبت کی حیثیت حاصل تھی۔ ان موضوعات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ کھول دیا تھا اور وہ تحریر وتقریر میں ان موضوعات کی جس پیرایۂ بیان میں صراحت فرماتے تھے، وہ انھی کے ساتھ مخصوص تھا۔ اس سلسلۂ حسین تریں میں ان کی ایک تصنیف کا نام ''سید البشر'' ہے (ﷺ) یہ دراصل ان کی چار تقریروں کا روح پرور مجموعہ ہے جو انھوں نے کسی زمانے میں مسلسل چار دن امرتسر کے ایم اے او ہائی سکول میں کی تھیں اور پھر انھیں کتابی شکل میں شائع کیا گیا تھا۔ یہ کتاب نایاب تھی۔ اب افادہ عام کے لیے قاضی صاحب کے سب سے چھوٹے پوتے قاضی حسن معز الدین اسے خوب صورت انداز سے شائع کر رہے ہیں۔ قاضی صاحب کی دیگر تصانیف کی طرح یہ بھی ان کی اہم تصنیف ہے۔ اس کتاب میں تقابل ادیان کا عنصر بڑا غالب ہے۔

۶۔ اصحابِ بدر

دیباچے میں قاضی صاحب اپنی تصنیف ''اصحاب بدر'' کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں۔ ''غازیانِ بدر کے حالات میں یہ ایک مختصر رسالہ ہے۔ میرے والد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بزرگ وار مولوی قاضی حاجی احمد شاہ صاحب (غفراللہ لہ) کو اصحاب کبار غزوۂ بدر کے ساتھ خاص شغف تھا۔ انھوں نے بیسیوں بار اپنے قلم سے خط نسخ و نستعلیق میں ان مبارک ناموں کو لکھا اور احباب میں تقسیم کیا۔ ان دنوں مجھے اتفاق سے ان کے قلم کی لکھی ہوئی ایک فہرست مل گئی۔ دل میں آیا کہ ان کے حالات قلم بند کردوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس ناچیز عمل کو قبول فرمائے اور اس کا ثواب میرے والد بزرگ وار کے نامہ اعمال میں ثبت فرمائے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

یکم مارچ ۱۹۳۰ء

محمد سلیمان عفی عنہ

نبی ﷺ کے غزوۂ بدر کو عہدِ نبوت کے غزوات میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہ غزوہ ۱۷۔ رمضان المبارک ۲ ہجری کو ہوا جب کہ مسلمان تعداد میں بھی بہت کم تھے اور مالی اعتبار سے بھی کمزور تھے۔ اپنے فضل و کرم سے اللہ نے ان کی مدد فرمائی اور صرف تین سو تیرہ بے سروسامان مجاہدوں کو سامانِ جنگ سے لدے ہوئے ایک ہزار جنگ جوؤں پر فتح سے نوازا۔ کفر و اسلام کے درمیان یہ ایک فیصلہ کن جنگ تھی، قرآن نے اس جنگ کے دن کو یوم الفرقان قرار دیا ہے۔

اس جنگ کو جنگِ بدر کیوں کہا جاتا ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں بدر بن یخلد بن نصر بن کنانہ آباد ہوا تھا، اسی کے نام سے یہ مقام موسوم ہوگیا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک شخص بدر بن حارث نے یہاں کنواں کھدوایا تھا، جسے ''بئر بدر'' کہا جانے لگا۔ اسی بنا پر یہ جگہ بھی بدر کے نام سے معروف ہوئی۔

آغازِ کتاب میں مصنف علام نے جنگ بدر کی پوری تاریخ اور کیفیت بیان فرمائی ہے اور جن حالات میں یہ جنگ ہوئی اس کی تفصیل درج کی ہے۔ یہ سلسلہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سولہ صفحات میں پھیلا ہوا ہے۔اس کے اختتام پر مرقوم ہے۔

پٹیالہ ۔ یکم رمضان ۱۳۴۸ھ

محمد سلیمان منصور پوری کان اللہ لہ

اس سے آگے اصل کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ پہلے ''مہاجرین'' کے عنوان سے ان مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے جو شریک جنگ تھے۔ اس کے بعد ''الانصار'' عنوان قائم کرکے ان صحابہ کرام کا تذکرہ فرمایا گیا ہے جو انصار تھے اور جنگ میں شامل تھے۔

قاضی صاحب کی دیگر تصانیف کی طرح اس کتاب نے بھی بڑی شہرت پائی۔اس میں اختصار اور جامعیت کے ساتھ شرکاے جنگ بدر کے حالات رقم فرمائے گئے ہیں۔

۷۔ غایت المرام

قاضی صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے مسیحیت اور ان کی کتابوں......فتح اسلام، توضیح المرام اور ازالہ اوہام......کے جواب میں دو کتابیں لکھیں اور دونوں مرزا صاحب کی زندگی میں شائع ہوئیں۔ پہلی کتاب کا نام ''غایت المرام'' ہے جو ۱۸۹۳ء میں معرضِ اشاعت میں آئی۔ مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں نبوت کا دعوٰی کیا تھا اور ان پر مولانا محمد حسین بٹالوی نے کفر کا فتوٰی لگایا تھا۔ نبوت کے دعوے کی بنا پر یہ پہلا فتوٰی تھا جو مرزا صاحب پر کسی عالم دین نے لگایا۔ مرزا صاحب کی کتابوں اور دعوائے نبوت کے ابتدائی دور میں اوّلیں رسالہ ''اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثل المسیح'' کے نام سے مولانا اسماعیل علی گڑھی نے ۱۸۹۲ میں لکھا۔ یہ رسالہ ۴۴ صفحات پر مشتمل تھا۔ لیکن قاضی صاحب نے مرزا صاحب کے رد میں مبسوط اور مفصل کتاب تصنیف کی۔ اس وقت قاضی صاحب کی عمر صرف اکیس بائیس برس کی تھی یعنی ان کا آغازِ جوانی کا دور تھا۔اور وہ مرزا صاحب کے خلاف لکھنے والوں میں سب سے کم عمر تھے، لیکن اس اہم مسئلے پر ان کی تحریر کا ایک ایک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لفظ بے حد متانت کا مظہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قاضی صاحب کو بڑی ہمت اور ذہنی وفکری توانائی سے نوازا تھا۔ انھوں نے بہت سے اہم مباحث کو ہدفِ موضوع بنایا اور ہر موضوع پر توازن و اعتدال کے ساتھ بحث کی۔ گھبرانا، اور غیظ وغضب میں آجانا ان کے نزدیک معیوب فعل تھا۔ انھوں نے کسی پر تنقید کی ہے تو حدودِ احترام کے دائرے میں رہ کر، کسی کی تائید وتحسین فرمائی ہے تو بچے تلے الفاظ میں!

مرزا صاحب کی زبان و انداز سے سب پڑھے لکے لوگ آگاہ ہیں۔ وہ اپنے حریف کا ہمیشہ تیز لہجے میں ذکر کرتے ہیں۔ لیکن قاضی صاحب نے اس کتاب میں جو طرزِ بیان اختیار فرمایا ہے وہ مرزا صاحب کے طرزِ بیان سے بالکل مختلف ہے۔ قاضی صاحب دلائل و متانت سے خطاب کرتے ہیں، اور جس کے پاس دلائل کا خزانہ موجود ہے، اسے سخت اور ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

قاضی صاحب کی یہ کتاب ایک اہم موضوع پر مشتمل ہے۔ احتیاط وتوازن کا عمدہ ترین نمونہ اور دلائل سے بھرپور خزینہ۔

یہاں مرزا صاحب کا ایک الہام بھی سنتے جایئے جو انھیں ۵/ اپریل ۱۸۹۳ کو ہوا۔ ”پشت بر قبلہ می کنند نماز“۔ مرزائیوں کے تذکرے کا مرتب لکھتا ہے' یہ الہام قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے بارے میں ہوا تھا کہ وہ قبلہ کو پیٹھ دے کر نماز ادا کرتے ہیں۔ (تذکرہ صفحہ ۲۶۸)۔ یہ ہے مرزا صاحب کا اندازِ بیان اور یہ ہیں ان کے الہام۔ یہاں چلتے چلتے مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے بارے میں اہلِ حدیث کی اولیات بھی سنتے جایئے۔

○...... مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ سب سے پہلے اہلِ حدیث عالم حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی نے لگایا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○...... اس کی تکذیب کے بارے میں سب سے پہلے ۴۴ صفحات کا رسالہ مولانا اسماعیل علی گڑھی نے ۱۸۹۲ء میں لکھا، جس کا ذکر ابھی گزشتہ سطور میں ہوا۔

○...... اس کی تردید و تکفیر میں اولیں تفصیلی کتاب ۱۸۹۲ء میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے غایت المرام کے نام سے لکھی۔

○...... اس کی تکفیر و تکذیب کے متعلق اوّلیں الہامی فتوی حضرت مولانا محی الدین عبد الرحمٰن لکھوی نے لگایا۔

○...... مرزا صاحب سے مناظرے کے لیے سب سے پہلے مولانا ثناء اللہ امرتسری ۱۱ر جنوری ۱۹۰۳ کو قادیان گئے، لیکن مرزا صاحب میدان میں نہیں آئے۔

○...... قیام پاکستان کے بعد مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ سب سے پہلے ہفت روزہ ''الاعتصام'' میں مولانا محمد حنیف ندوی نے کیا۔ ان کے مرزائیت سے متعلق شائع شدہ مضامین ''مرزائیت نئے زاویوں سے'' کے نام سے کتابی صورت میں طارق اکیڈمی فیصل آباد نے شائع کیے۔

مرزائیت کے بارے میں قاضی صاحب کی کتاب غایت المرام کا تذکرہ کرتے ہوئے اہل حدیث کی اولیات سے متعلق یہ چند باتیں زبان قلم پر آ گئیں۔

۸۔ تائید الاسلام

تائید الاسلام کو قاضی صاحب نے غایت المرام کا دوسرا حصہ قرار دیا ہے جو غایت المرام سے پانچ سال بعد ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا۔ اس کی طبع دوم کے دیباچے میں ناشر کتاب خلیفہ ہدایت اللہ (پینشنر ضلع دار پٹیالہ) فرماتے ہیں کہ

''رسالہ تائید الاسلام جناب علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی غایت المرام کا دوسرا حصہ ہے جو انھوں نے ۱۸۹۸ء میں تحریر فرمایا تھا۔ اس سے قبل پہلا حصہ ۱۸۹۳ء میں لکھا گیا تھا۔ دونوں کتابیں اس قدر مقبول ہوئیں کہ اشاعت سے چند ماہ بعد ہی ختم ہوگئیں اور بازار میں ان کی کوئی جلد باقی نہ رہی۔ لوگ اس کے نہایت شائق اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طالب تھے، اس لیے اسے دوبارہ شائع کیا گیا ہے“۔

حضرت قاضی صاحب نے اس پر جو مقدمہ تحریر کیا ہے، اس میں وہ فرماتے ہیں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے عقاید محدثہ پر نیاز مند نے ایک مختصر رسالہ ”غایت المرام“ لکھا تھا۔ رب کریم کے محض فضل و کرم سے اس رسالے کو قبولیت عام حاصل ہوئی اور دوسرے رسالے کے لیے احباب و اخوان نے نہایت شوق ظاہر کیا، لہٰذا ادب کے ساتھ یہ رسالہ پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری نیت سے خوب آگاہ ہے۔ نہ مجھے مرزا صاحب سے کچھ مخاصمت، نہ عناد، نہ ذاتی کاوش، نہ رنج...... صرف دینِ خالص اور اسلام کی محبت اور حفاظت و نصرت کے خیال نے مجھے مجبور کیا کہ اس بارے میں جو فہم اور سمجھ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو دی ہے، وہ اپنے بھائیوں کے سامنے ظاہر کروں اور ان عقاید محدثہ میں جو جو غلطیاں اور مغالطے مرزا صاحب کی تحریر سے مجھے معلوم ہوئے ہیں، ناظرین کے سامنے بیان کردوں۔ انصاف مسلمان خود کرلیں گے اور اس ناچیز خدمت کا اجروثواب میری نیت اور میرے عمل کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ عطا فرمادے گا۔

اس مختصر رسالے میں مرزا صاحب کے رسالہ ازالہ اوہام کے تمام ضروری مطالب کا جواب لکھ دیا گیا ہے۔

یہ تحریر ۵۔ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ کی ہے۔ یعنی عیسوی حساب سے ۹۔ جون ۱۸۹۴ء۔ لیکن کتاب ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی جو قمری حساب سے ۱۳۱۵ھ بنتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسودہ مکمل ہونے کے چار سال بعد کتاب شائع ہوئی۔

۹۔ خطبات سلمان

قاضی صاحب کو ملک کی مختلف انجمنوں اور اسلامی اداروں کے سالانہ جلسوں میں شرکت کی دعوت دی جاتی تھی اور بعض جلسوں کا صدر بھی انھیں منتخب کیا جاتا تھا۔ ان جلسوں میں وہ تحریری خطبہ صدارت پڑھتے تھے۔ اس قسم کے خطبے جو دست یاب ہیں وہ ”خطبات سلمان“ کے نام سے کتابی شکل میں مطبوع ہیں اور تعداد میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دس ہیں۔ یہ خطبے مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی نے جمع کر کے پہلی مرتبہ ''مسلمان کمپنی سوہدرہ ضلع گوجراں والا'' کی طرف سے ۱۹۳۸ء میں شائع کیے تھے جو ۳۰-۲۰-۱۶ کے تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل تھے۔ یہ خطبات بڑے معلومات افزا ہیں۔

ان خطبات کی تفصیل جو مرتب شکل میں پیش نگاہ ہے، یہ ہے:

۱۔ پہلا خطبہ ہندوستان کے صوبہ یوپی کے مشہور شہر آگرہ میں ارشاد فرمایا۔ اس پر تاریخ درج نہیں ہے، لیکن یہ شدھی کی تحریکِ کے زمانے کا خطبہ ہے جو ۱۹۲۳ء میں ایک آریہ سماجی رہنما مہاتما منشی رام نے شروع کی تھی، جس نے اپنا نام شرد ھانند رکھ لیا تھااور متعصب ہندوؤں کی مدد سے مسلمانوں کو جبراً دائرۂ اسلام سے خارج کر کے ہندو بنانے کی مہم چلائی تھی۔ کئی سال یہ تحریک جاری رہی تھی۔ اس کے مقابلے مں مسلمانوں نے تحریکِ تبلیغ کا آغاز کیا تھا۔

اس دور کے علمائے کرام کے ذمے دو کام تھے۔

اول: مسلمانوں کو حلقۂ اسلام سے باہر نکلنے سے روکنا۔

دوم: ہندوؤں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا۔

شدھی تحریک کا زیادہ زور یوپی میں تھا اور آگرہ اس تحریک کا گڑھ تھا۔ اس زمانے میں ایک مرتبہ بہ سلسلہ تبلیغ بہت سے علمائے کرام آگرہ میں جمع ہوئے اور ایک عوامی جلسے کی صورت بن گئی۔ یہ جلسہ قاضی صاحب کی صدارت میں ہوا۔ اس موقعے پر قاضی صاحب نے جو خطبہ صدارت ارشاد فرمایا وہ ۵۴ صفحات پر محیط ہے۔ اس خطبے میں جامعیت کے ساتھ مذاہب عالم کی تاریخ بیان کی گئی ہے جس سے ان مذاہب کی تمام خصوصیات مبرہن ہوجاتی ہیں۔

۲۔ دوسرا خطبہ انجمن نعمانیہ لاہور کے اجلاس منعقدہ ۱۸۹۹ء میں پڑھا گیا۔ اس اجلاس میں بہت سے جید علمائے کرام شامل ہوئے تھے جو ہندوستان کے مختلف حصوں سے تشریف لائے تھے۔ قاضی صاحب کے خطبے کا عنوان تھا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کیا اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ؟'' چھیالیس (۴۶) صفحات پر محیط یہ خطبہ زیر بحث مسئلے کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

۳۔ تیسرے خطبے کا عنوان ''الاسلام فی الہند'' ہے یعنی ہندوستان میں اسلام کیوں کر پھیلا۔ یہ خطبہ انھوں نے انجمن اہلِ حدیث لاہور کے سالانہ اجلاس منعقدہ ۳۰ مارچ ۱۹۲۹ء میں پڑھا تھا۔ یہ تاریخی اور تحقیقی نوعیت کا خطبہ ہے جو اپنے موضوع کے ہر گوشے کا وضاحت کناں ہے۔ خطبہ اکیس صفحات پر محیط ہے۔ اس کے مطالعے سے اس موضوع کی بہت سی باتیں قاری کے علم میں آجاتی ہیں۔

۴۔ چوتھا خطبہ جو ''پیامِ اسلام'' کے عنوان سے درج کتاب ہے، ۷۔اپریل ۱۹۲۸ء کو ہندوستان کے صوبہ سی پی کے ایک شہر ''سیونی'' کی پراونشل تبلیغ کانفرنس میں ارشاد فرمایا اور وہاں کی جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام نے شائع کیا۔ خطبہ بہت مقبول ہوا اور کئی بار چھپا۔ انتیس (۲۹) صفحات کے اس خطبے کو خزینۂ معلومات کی حیثیت حاصل ہے۔

۵۔ پانچویں خطبے کا عنوان ''فضائل اسلام'' ہے۔ یہ خطبہ قاضی صاحب نے حالتِ سفر میں ۵۔ مارچ ۱۹۲۵ء کو ریاست جے پور کے ایک مقام ''چھاونی نیم کا تھانہ'' میں قلم بند کیا اور ندوۃ العلما (لکھنؤ) کے اجلاس میں پڑھا۔ یہ خطبہ اکتالیس (۴۱) صفحات پر پھیلا ہوا ہے جو انھوں نے ہندوستان کے بہت سے علماے عظام کے مجمعے میں ارشاد فرمایا۔

ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے سالانہ اجلاس اس دور میں ملک کے مختلف مقامات میں منعقد ہوتے تھے، جن کی صدارت کا فریضہ ہندوستان کی معروف وممتاز شخصیات میں سے کوئی صاحب سرانجام دیتے تھے۔ مذکورہ جلسے کی صدارت قاضی صاحب کے ذمے تھی۔

۶۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس ۱۹۰۶ء میں قائم کی گئی تھی اور اس کا صدر دفتر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہلی میں تھا۔ اس کے سالانہ جلسے عام طور سے بدل بدل کر مختلف شہروں میں معرض انعقاد میں آتے تھے۔ ہر جلسے کا صدر بالعموم بدل جاتا تھا۔ مارچ ۱۹۲۸ء کو اس کا سالانہ جلسہ قاضی صاحب کی زیر صدارت آگرہ میں ہوا۔ قاضی صاحب نے ''تبلیغ اہل حدیث'' کے عنوان سے ۳۰ مارچ ۱۹۲۸ء کو اپنا خطبہ صدارت پڑھا جو بیالیس (۴۲) صفحات پر محتوی ہے۔

۷۔ مشرق پنجاب کے ضلع گورداس پور کا ایک مشہور مقام بٹالہ تھا۔ وہاں کی جماعت اہل حدیث کی تنظیم کا نام انجمن خادم المسلمین تھا، جس کے سالانہ جلسوں میں ملک کے متعدد علماے کرام شرکت فرماتے تھے۔ اس کا پہلا جلسہ ۷۔دسمبر ۱۹۲۸ء کو منعقد ہوا تھا، جس کی صدارت قاضی صاحب نے فرمائی تھی۔ اس اجلاس میں جو خطبہ انھوں نے پڑھا، اس کا عنوان ''تعریفِ مسلم'' ہے۔ پندرہ صفحات کا یہ خطبہ اپنے موضوع میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ خطبات میں مرقوم ترتیب کے اعتبار سے قاضی صاحب کا یہ ساتواں مطبوعہ خطبہ ہے۔

۸۔ آٹھویں خطبے کا عنوان ''مذہب اہلِ حدیث'' ہے۔ یہ خطبہ قاضی صاحب نے انجمن خادم المسلمین بٹالہ کے دوسرے سالانہ جلسے میں ۲۹۔نومبر ۱۹۲۹ء کو پڑھا۔ بائیس صفحات پر مشتمل ہے۔

۹۔ نواں خطبہ ''فرائضِ اہل حدیث'' کے موضوع سے متعلق ہے جو انجمن اہل حدیث جہلم کے دسویں سالانہ جلسے میں ۲۲/دسمبر ۱۹۲۸ء کو پڑھا گیا۔ سولہ صفحات کا یہ خطبہ موضوع کے اعتبار سے اپنے اندر بڑی جامعیت رکھتا ہے۔

۱۰۔ دسواں خطبہ چونڈہ کی انجمن تبلیغ الاسلام کے جلسے میں پڑھنے کے لیے لکھا گیا تھا، لیکن کسی وجہ سے قاضی صاحب اس جلسے میں شرکت نہیں فرما سکے تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں یہ خطبہ کسی اور صاحب نے پڑھا تھا۔ اس کا عنوان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اصول تبلیغ'' ہے۔ خطبہ پندرہ صفحات کا ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ جلسہ کس تاریخ کو منعقد ہوا تھا۔ البتہ خطبے کے اختتام پر ۳۰ رمضان ۱۳۴۶ھ مرقوم ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس تاریخ کو خطبہ لکھ کر قاضی صاحب نے چونڈہ کی انجمن تبلیغ الاسلام کے اصحابِ انتظام کو بھجوا دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ۳۰ رمضان سے اگلے روز یکم شوال یعنی عیدالفطر کا دن تھا، جلسہ عید سے ہفتہ عشرہ بعد ہی منعقد ہوا ہوگا۔ عیسوی حساب سے ۲۱ مارچ ۱۹۲۸ء بنتا ہے۔

یہ علمی اور تحقیقی خطبات ہیں۔ کسی صاحب کو ہمت کرکے انھیں خوب صورت انداز میں چھاپ دینا چاہیے۔ بعض مقامات وضاحت طلب ہیں، وہاں حواشی کی ضرورت ہے۔ ترتیب بھی بدل کر تاریخ وار کردینی چاہیے۔ جن حالات و ادوار میں جلسے ہوئے، ان کے بارے میں بھی چند باتیں بیان کرنا میرے خیال میں ضروری ہے تاکہ موجودہ نسل کے قارئین کو گزشتہ دور کے حالات کا تھوڑا بہت علم ہوسکے اور وہ جان لیں کہ متحدہ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا کیا ڈھنگ تھا اور مبلغین اسلام کس اسلوب میں یہ فریضہ سرانجام دیتے تھے اور اپنے مسلمان بھائیوں اور غیر مسلم سامعین کو کس طریقے سے خطاب کرتے تھے، نیز مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لیے قاضی صاحب کا کیا انداز تبلیغ تھا۔

۱۰۔ تاریخ المشاہیر

اسلامی تاریخ قاضی صاحب کا خاص موضوع تھا۔ تاریخ المشاہیر اسی سلسلۃ الذہب کی ایک خوب صورت کڑی ہے۔ اس کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۸۹۹ء میں امرتسر سے ایک ہفت روزہ اخبار ''وکیل'' شائع ہوتا تھا، جس کی مسند ادارت پر کچھ مدت مولانا ابوالکلام آزاد بھی فائز رہے تھے۔ اس اخبار کے مالک منشی غلام محمد تھے اور وہ اخبار میں تصویریں چھاپنے لگے تھے۔ اخبار بڑا مقبول تھا اور اچھی خاصی تعداد میں چھپتا تھا۔ قاضی صاحب اس کے قارئین میں شامل تھے۔ انھوں نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منشی غلام محمد کو خط لکھا کہ آپ اخبار میں تصویریں نہ چھاپا کریں، اگر مضامین کی قلت ہے تو میں ہر ہفتے مشاہیر اسلام میں سے کسی مشہور شخصیت کے بارے میں چند ضروری باتیں لکھ کر بھیج دیا کروں گا۔ منشی صاحب نے یہ تجویز پسند فرمائی اور ۱۸۹۹ء میں اس موضوع پر قاضی صاحب کا سلسلہ مضامین شروع ہوگیا جو کافی عرصہ جاری رہا۔

۱۹۲۷ء کے لگ بھگ مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی مرحوم نے قاضی صاحب سے کتابی صورت میں ان مضامین کی اشاعت کے لیے درخواست کی جو قاضی صاحب نے منظور فرمائی۔ پھر کچھ تو "وکیل" میں شائع شدہ مضامین جمع کیے گئے اور قاضی صاحب نے ان میں اضافہ فرمایا اور کچھ نئے مضامین سپرد قلم فرمائے۔ اس طرح یہ کتاب اکتوبر ۱۹۲۹ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔

اس کتاب کے ابتدا میں امام ابو حنیفہ، امام مالک بن انس، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے حالات درج ہیں۔ اس کے بعد سعید بن جبیر، یعقوب بن داؤد مسلمی، یوسف بن یحییٰ، یحییٰ بن یحییٰ اندلسی، امام غزالی، امام رازی وغیرہ بہت سے صوفیاے کرام، مشائخ عظام، ملوک و وزرا، شعرا و ادبا اور مصنفین و مولفین کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ تاریخِ رجال سے متعلق اردو کی یہ پُراز معلومات کتاب ہے۔

۱۱۔ المسح علی الجوربین

علامہ جمال الدین قاسمی دمشقی ایک مشہور و ممتاز عالم گزرے ہیں۔ ان کی متعدد تصانیف میں سے ایک رسالہ "المسح علی الجوربین" ہے، جس کی تصنیف سے وہ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ (فروری ۱۹۱۴ء) میں فارغ ہوئے، پھر جلد ہی یہ رسالہ مصنف کے وطن دمشق میں شائع ہوگیا تھا۔ قاضی صاحب کا ایک مرتبہ دہلی جانا ہوا تو انھیں یہ رسالہ حاجی محمد عبدالغفار صاحب نے دیا جو دہلی کے مشہور اہل حدیث بزرگ حاجی علی جان کے نبیرہ تھے۔ قاضی صاحب نے یہ رسالہ پڑھا تو وہ مصنف کے اندازِ بیان اور طرزِ تحریر سے متاثر ہوئے اور اس کا اردو ترجمہ کردیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ رسالہ حاجی عبدالغفار نے محبوب المطابع دہلی سے شائع کرایا۔ ہر صفحے کے دو کالم کیے گئے ہیں۔ دائیں کالم پر عربی متن ہے اور بائیں پر اردو ترجمہ......!

اس موضوع سے متعلق علامہ دمشقی نے ہدایہ کی کوئی عبارت درج نہیں کی تھی۔ لیکن قاضی صاحب نے آخر میں ہدایہ کی ایک عبارت بھی درج کر دی ہے، جس سے جرابوں پر مسح کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس ضمن میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی عبارت بھی درج فرمائی گئی ہے جو مسح جراب پر دلالت کناں ہے۔

۱۲۔ استقامت

یہ ۱۹۰۶ء کا واقعہ ہے، جس کے متعلق قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں دفتر جا رہا تھا کہ راستے میں پوسٹ مین نے مجھے ایک خط دیا، جس میں صاحبِ مکتوب نے ارقام فرمایا تھا کہ اگر مجھے تسلی بخش جواب نہ ملا تو میں عیسائی ہو جاؤں گا۔ یہ جملہ پڑھ کر میں گھر کی طرف لوٹا کہ مبادا دیر ہو جائے اور وہ اسلام چھوڑ دے۔ چنانچہ آدھ گھنٹے میں یہ خط لکھا۔ ڈاک میں ڈالا۔ اور پھر دفتر روانہ ہوا۔

جب یہ خط ان کے پاس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اطمینان قلب کی نعمت بخشی اور وہ پوری استقامت سے اسلام کے مناد اور واعظ بن گئے اور اسی مبارک خدمت میں رحمتِ حق سے واصل ہوئے۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں میں نے مرحوم سے دریافت کیا تھا کہ عیسائیت کی طرف میلان کی اصل وجہ کیا تھی؟ انھوں نے فرمایا کہ وہ ایک مقام پر سخت بیمار ہو گئے تھے۔ مسلمانوں نے ان کی کچھ خبر گیری نہ کی۔ ایک پادری صاحب کو خبر ہوئی، وہ ان کی چارپائی اپنے ہاں اٹھوا کر لے گئے۔ علاج، تیمار داری، غم گساری، خدمت کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اس وجہ سے پادری صاحب کے لیے ان کے دل میں ایک خاص ادب اور احترام کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ صحت کے بعد وہ جو کچھ اسلام کے خلاف بتلاتے، ان کے دل میں جاگزیں ہو جاتا تھا...... اس قصے پر مسلمان بھائی ذرا غور کریں کہ اشاعتِ دین کے لیے کس قدر محبت، خوش خلقی،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم دردی کی ضرورت ہے۔ ہم اپنے بعض بھائیوں کو اسی لیے ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ اخلاقِ محمدی کا برتاؤ نہیں کرتے۔

یہ صاحب پہلے سناتن دھری ہندو تھے۔ پھر آریہ ہوئے اور دیانند سرستی کے ساتھ بھی رہے، ان سے علم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ بعدازاں مسلمان ہو گئے اور اسلام کے واعظ بنے۔ قبولِ اسلام کے بعد دو یا تین مہینے قاضی صاحب کے پاس ان کے مکان پر مقیم رہے۔ پھر چلے گئے اور چھ مہینے تک کچھ پتا نہ چلا کہ کہاں ہیں۔ پھر قاضی صاحب کے نام ان کا خط آیا، جس میں ان اعتراضات کی تفصیل بیان کی جو چھ مہینے کے عرصے میں اسلام کے متعلق ان کے دل میں ایک پادری صاحب نے پیدا کر دیے تھے۔ قاضی صاحب نے ان اعتراضات کا جواب دیا تو انھیں اللہ نے اسلام پر استقامت عطا کی۔ بعدازاں یہ خط ایک رسالے کی شکل میں ''استقامت'' کے نام سے شائع کر دیا گیا تاکہ اور لوگ بھی اس کے مندرجات سے استفادہ کر سکیں۔

اس کی اشاعت کے بہت سال بعد مئی ۱۹۶۱ء (ذوالحجہ ۱۳۸۰ء) میں یہ رسالہ حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم نے چھوٹے چھوٹے ذیلی عنوان قائم کر کے مکتبہ سلفیہ، شیش محل روڈ لاہور کی طرف سے شائع کیا۔ یہ ایک محققانہ رسالہ ہے جو اس وقت نایاب ہے، اسے دوبارہ چھاپنا چاہیے۔ اس دور میں اس قسم کی کتابوں کی اشد ضرورت ہے۔

یہ ایک طویل اور عالمانہ مکتوب ہے۔ قاضی صاحب کی زود نویسی اور مسئلہ زیر بحث پر ان کے استحضار کا اندازہ کیجیے کہ صرف آدھ گھنٹے میں خط لکھ کر حوالہ ڈاک کر دیا۔ ان کی تحریروں سے پتا چلتا ہے کہ وہ نہایت ذہین، حاضر جواب، صاحب نظر اور سراپا خلوص عالم دین تھے۔

۱۳۔ مکاتیبِ سلمان

یہ حضرت قاضی صاحب مرحوم کے چونتیس مکاتیب کا علمی اور تحقیقی مجموعہ ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختلف اہلِ علم کے مکتوبات کے بہت سے مجموعے شائع ہوئے ہیں جو لوگوں نے دلچسپی کے ساتھ پڑھے ہیں اور مکتوبات دلچسپی ہی سے پڑھے جاتے ہیں۔ لیکن قاضی صاحب کے مکاتیب کا مجموعہ بالکل دوسری قسم کا ہے۔ اس مجموعے کے مکاتیب کسی نہ کسی علمی سوال کے جواب میں تحریر فرمائے گئے ہیں اور خالص علمی انداز میں۔

اس مجموعے میں دو ایسے مکتوب بھی شامل ہیں جو الگ الگ رسالوں کی شکل میں چھپ چکے ہیں۔ لیکن وہ رسالے اب نایاب ہیں۔ ایک اس مجموعے کا پہلا مکتوب جو ایک عیسائی کے جواب میں لکھا اور ''استقامت'' کے نام سے اشاعت پذیر ہوا۔ دوسرا مکتوب وہ ہے جو قاضی صاحب نے غازی محمود دھرم پال کے ایک خط کے جواب میں ارقام فرمایا۔ وہ بھی خاصا طویل مکتوب ہے۔ یہ مکتوب بھی کسی صاحب دل کو ہمت کر کے پمفلٹ کی صورت میں چھاپ دینا چاہیے۔ اس کے ساتھ غازی محمود دھرم پال کے ضروری حالات بھی تحریر کر دیے جائیں تو دورِ گزشتہ کے ہندوستان کی مذہبی تاریخ کے بہت سے گوشے نظر و بصر کے زاویوں میں آ جائیں گے۔

پورا مجموعہ مکتوبات ہر مکتوب الیہ کے تعارف اور وضاحت طلب مقامات پر حواشی لکھ کر چھاپ دیا جائے تو بہت مفید رہے گا۔

موجودہ دور کے لوگ اپنی گزشتہ علمی اور مذہبی تاریخ سے زیادہ واقف نہیں ہیں۔ ماضی کا حال سے تسلسل قائم رکھنے کے لیے اس قسم کی باتوں کا موجودہ نسل کے مطالعے میں آنا ضروری ہے۔

۱۴۔ برہان

یہ ایک پادری صاحب کے خط کے جواب میں قاضی صاحب کا مکتوب گرامی ہے جو بعد میں ''برہان'' کے نام سے چھپا۔ اس کے متعلق خود قاضی صاحب کے الفاظ کا مطالعہ کیجیے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم فی العٰلمین انک حمید مجید.
اللھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم فی العلمین . انک حمید مجید

اما بعد. پادری صاحب نے یکم اگست ۱۹۱۴ء کو مجھے خط لکھا اور چند سوالات کے جواب مانگے تھے۔ سوءِ اتفاق سے یہ خط کسی ایسی جگہ رکھا گیا کہ مجھے اُن دنوں میں نہ ملا۔ اب تعطیلاتِ دسمبر میں کاغذات کو اچھی طرح دیکھنے بھالنے سے اصل خط مل گیا اور جواب لکھا گیا۔ مسلمانانِ پٹیالہ نے شوق ظاہر کیا کہ اس خط کو چھاپ دیا جائے۔ میں نے اِس تجویز کو تو پسند کرلیا مگر یہ مناسب نہیں سمجھا کہ پادری صاحب کا نام اُن کی اجازت کے بغیر ظاہر کیا جائے۔

مجھے امید ہے کہ برادرانِ دین اور طالبانِ حق کو اس کے مطالعہ سے شادمانی و مسرت ملے گی اور سعادت مندانِ ازلی کے لیے یہ مختصر تحریر دعوت الی الحق ثابت ہوگی۔

والسلام

احقر محمد سلیمان عفی عنہ۔

۲۷۔ دسمبر ۱۹۱۴ء

اس خط کے سلسلے میں قاضی صاحب کے یہ تمہیدی الفاظ تھے۔ پادری صاحب کے جس خط کا انھوں نے جواب دیا ہے، وہ پادری صاحب نے اس سے پانچ مہینے قبل یکم اگست ۱۹۱۴ء کو قاضی صاحب کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ جیسا کہ ابھی ہم نے پڑھا۔ قاضی صاحب نے پادری صاحب کا نام ظاہر نہیں فرمایا۔ اب ذیل میں پادری صاحب کا خط پڑھیے، اس کے بعد قاضی صاحب کا جواب ملاحظہ فرمایے گا۔

کرم فرمائے بندہ جناب قاضی صاحب دام الطافکم۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد سلام عرض ہے کہ کل میں نے غازی محمود صاحب کا پرچہ ''المسلم'' کسی دوست کی معرفت دیکھا۔ ① آپ کا خط پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی اور مناسب خیال کیا کہ آپ سے خط کی معرفت تعارف حاصل کروں۔ میں نے ''المسلم'' من اولہ الٰی آخرہ دیکھا اور غور سے پڑھا۔ بطور نمونہ عرض کرتا ہوں کہ کاتب کی غلطی تک معلوم کرلی۔ ملاحظہ فرمایے، صفحہ ۳۷ سطر آخری۔ جلد اول ماہ جولائی۔ یونہ نبی نہیں ہے بلکہ اعمال ۲/۱۶ میں یوئیل نبی ہے۔ خیر مطلب یہ ہے کہ میں نے خوب غور سے خط پڑھا۔ چونکہ آپ کو ایک آزاد محقق خیال کیا اس لیے چند باتوں کی بابت عرض کرنا مناسب خیال کرتا ہوں۔ میرا مسیحی خیال ان باتوں پر مبنی نہیں ہے جو امہات المومنین یا تعلیم محمدی یا تواریخ محمدی یا کسی اور مباحثہ کی کتاب میں پائی جاتی ہیں، بلکہ میرا مسیحی خیال توریت ودیگر صحف انبیا وانجیل شریف کی درجہ بدرجہ تعلیم پر مبنی ہے۔ یعنی توریت شریعت ہے اور انجیل کمال ہے۔ اس میں کوئی درمیانہ درجہ یا کمال باقی نہیں جو کسی اور کتاب کی ضرورت ہو۔ البتہ قرآن شریف عربی، جو عربی نبی کو عربوں کی دعوت کے لیے عربی میں ملا، تاکہ عذر رفع ہو۔ وان کنا عن دراستھم لغافلین. اور اگر بڑی ضرورت ہو تو اُسی قدر جو توریت کی ہے، ورنہ، نہ انجیل کا قرآن مقابل ہے اور نہ محمدؐ صاحب مسیح کا ......! محمدؐ صاحب انسانی ضروریات کا نمونہ ہیں، اسی لیے اس کے خاصے نہ صرف عبادۃ اللہ کی بابت ہیں، جیسا تہجد وغیرہ۔ بلکہ انسانی خواہشات کی بابت بھی ہیں۔ یعنی محمدؐ صاحب برخلاف دین مشرکاں دین انبیاے سابقہ کی طرف داعی ہیں اور اس زمانے میں عمدہ سائز پر گھر ست ہونے کا نمونہ ہیں۔ لیکن مسیح الٰہی قدرت وصبر وکمال کے معلم ونمونہ ہیں، اسے کلمتہ اللہ و روح اللہ

---

① غازی محمود دھرم پال کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں ایک مستقل باب میں ہو چکا ہے۔ انھوں نے قاضی صاحب کے ایک خط سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ اس وقت وہ لدھیانہ میں مقیم تھے۔ قبولِ اسلام کے بعد انھوں نے لدھیانہ سے ماہنامہ ''المسلم'' جاری کیا تھا، جس کا ذکر پادری صاحب نے کیا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا کلام اللہ کہلایا گیا جو مظہر اللہ کے ہم معنے ہوسکتا ہے اور نیز آدم ثانی کہلایا، کیونکہ جیسا آدم اول کے سبب فطرت انسانی میں گناہ داخل ہوا، اُسی طرح آدم ثانی کے سبب فطرت انسانی سے گناہ خارج ہوا، اور یہ شفاعت کا پہلا درجہ ہے۔

لیکن حضرت محمد صاحب بموجب استنا ۱۵/۱۸ موسیٰ ثانی کہلایا، نہ آدم ثانی۔ مطلب یہ ہے کہ محمد صاحب رسول عربی ہیں اور اچھے مطلب کو پورا کرتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح ابراہیم علیہ السلام کی کل اولاد موجب برکت مخلوقات ہوجاتی ہے۔

گویا یہی ہوا کہ شریعت موسیٰ عبرانی اور شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عربی۔ دونوں ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے چلیں۔ لیکن فضل وکمال مسیح سے ملا تاکہ خاکی انسان الٰہی خصلت تک پہنچے۔ یہ مختصر نقشہ امید ہے، آپ کو میرا مطلب ظاہر کردے گا۔

قرآن شریف بھی میرے اس نقشے کو مانتا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ میں جو دل میں رکھتا ہوں، عمدہ طور سے ادا نہیں کرسکتا، تو بھی عاقل را اشارہ کافیست۔ آپ ان خیالات پر کیا راے دیتے ہیں؟

میں امید کرتا ہوں کہ اس میدان سے باہر کی بات ضروری نہیں ہے یعنی اس طرح پر ہم غور طلب سوالات بنا سکتے ہیں

(۱) توریت وصحف انبیاء وانجیل وقرآن شریف آپس میں کیا نسبت رکھتے ہیں؟

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام وعیسی علیہ السلام ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج کیا ہیں؟ کیا نسبت رکھتے ہیں؟

(۳) حضرت علیےؑ کس بات میں نمونہ ہیں۔ اور حضرت محمدؐ صاحب کس بات میں؟

(۴) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کی ذاتی زندگی کے برتاؤ کا انسانی حاجتوں میں کس زمانے کے لوگوں سے مقابلہ کریں تاکہ وہ عمدہ اور اعلیٰ ثابت ہو؟

(۵) کیا آپ میرا مطلب جان گئے ہیں اور میری مدد کس قدر کرسکتے ہیں؟

راقم

پادری صاحب کے ان سوالات کے جوابات قاضی صاحب مندرجہ ذیل خط

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں دیتے ہیں۔

مکرم بندہ جناب پادری صاحب زاد عنایتکم

تسلیم۔ یکم اگست کا خط ملا۔ آپ نے مشکور فرمایا۔ آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ٹھنڈے دل سے چند مسائل کو آزادانہ بحث میں لانا چاہتے ہیں۔ بے شک یہ مناسب طریقہ ہے۔ خط کے شروع میں جو کچھ آپ نے تحریر کیا ہے، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے منکر نہیں، آپؐ کی شریعت کو شریعت بھی تسلیم کرتے ہیں۔ یہ جملہ امور جناب کی تحریر سے صاف نمایاں ہیں جو مخاطب کو راقم کے منصفانہ رویے کا تیقن دلانے کے مؤید ہیں۔

جناب نے جو چند سوالات کیے ہیں، اُن کے متعلق ذیل میں گزارشات پیش کی جاتی ہیں۔

پہلا سوال جناب کا یہ ہے کہ ''توریت وصحف انبیا اور انجیل اور قرآن آپس میں کیا نسبت رکھتے ہیں۔''؟

قرآن اور صحفِ انبیا میں باہمی مناسبت

پہلا جواب: آپ نے اپنے خط میں ایک جگہ توریت کو شریعت اور انجیل کو کمال تحریر کیا ہے۔ اس فقرے کو صحیح رکھتے ہوئے مجھے صرف یہ بتلانا ہے کہ قرآن مجید مہیمن ہے۔ مہیمن کے معنے یہ ہیں کہ جامع ہو، شریعت اور کمال دونوں پر حاوی ہو، قرآن مجید کا یہ نام خود قرآن مجید میں موجود ہے، مگر مجھے کچھ شک ہے کہ انجیل میں بھی اُس کا نام کمال موجود ہے یا نہیں۔

دوسرا جواب: توریت اور قرآن مجید میں ایک خاص بات ہے جو انجیل میں نہیں ہے۔ یعنی توریت اور قرآن مجید کے الفاظ وعبارات کی اشاعت خود حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی ہی میں ہوگئی تھی۔ لیکن موجودہ انجیلوں میں سے کسی انجیل کو حضرت مسیح علیہ السلام کے ملاحظہ میں آنے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متی، مرقس، لوقا، یوحنا کی انجیلوں کے لکھے جانے اور ترتیب دیے جانے کی ہسٹری سے جو آں جناب نے بھی مشن سکول میں پڑھی ہوگی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت مسیح کے صعود کے بعد لکھی گئی تھیں اور ان میں سے بعض کا زمانۂ تالیف حضرت مسیح سے ۷۵ سال بعد کا ہے۔

توریت اور قرآن شریف کے مقابلے میں انجیل میں یہ ایسا فرق ہے جو بدیہی ہے اور جس کا علمائے مسیحی کو بھی اقرار ہے اور یہ ایسا اقرار ہے، جس سے کوئی مسیحی عالم انکار نہیں کرسکتا، کیونکہ جناب لوقا اپنی انجیل کے شروع میں فرماتے ہیں:

> ''چونکہ بہتوں نے کمر باندھی کہ ان کاموں کا جو فی الواقع ہمارے درمیان انجام ہوئے بیان کریں، جس طرح سے انھوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کی خدمت کرنے والے تھے، ہم سے روایت کی، میں نے بھی مناسب سمجھا کہ سب کو سرے سے صحیح طور پر دریافت کرکے تیرے لیے بزرگ تھیوفلس بہ ترتیب لکھوں تاکہ تو ان باتوں کی حقیقت کو جن کی تو نے تعلیم پائی، جانے۔

انجیل اور حدیث

ہم کو بزرگ لوقا کا مشکور ہونا چاہیے کہ انھوں نے بتلا دیا کہ جو روایت اُن تک پہنچی تھی، اُسے اول بزرگ لوقا نے صحیح طور پر دریافت کیا اور پھر ترتیب دیا۔ اس بیان سے ثابت ہوگیا کہ ان انجیلوں کا درجہ ایسا ہی ہونا چاہیے، جیسا مسلمانوں میں کتب احادیث کا ہے، کیونکہ وہ بھی بزرگ عالموں نے روایت سے بیان کی ہیں، البتہ کتب احادیث کا درجہ اس لیے بالاتر رہے گا کہ انھوں نے روایت کے ساتھ راویوں کا سلسلہ بھی بیان کردیا ہے اور ہر ایک راوی کی لائف بھی بیان کی ہے اور اُن اصول کو بھی بیان کردیا ہے جن پر مصنف نے اپنی دریافت کے وقت عمل کیا تھا۔ مگر یہ سب باتیں انجیلوں میں نہیں ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث کی برتری انجیل پر

بزرگ وار لوقا کی شہادت کے بعد آپ انجیل کو اُس ضروری اور بزرگ ترین صفت سے جو قرآن مجید وتوریت کو حاصل ہے، خالی دیکھیں گے۔

آپ اس امر سے بھی واقف ہیں کہ متی، مرقس، یوحنا ولوقا کے بعض بعض بیانات وہ ہیں، جو ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔ چونکہ لوقا کے سوا اور کسی بزرگ مصنف نے یہ نہیں کہا کہ اس نے بھی صحیح طور پر دریافت کے بعد ان روایتوں کو لکھا ہے، اس لیے کیا ہم یہ تصور کرلیں کہ صرف لوقا کی انجیل ہی صحیح ہے؟ اگر ہم اسے صحیح قرار دیں گے تو اُن دو بزرگوں کی تحریر کو کیا کہیں گے جن کی بابت یہ بیان ہے کہ اُنھوں نے مسیح کے کاموں کو خود دیکھا تھا؟ اور اگر وہ صحیح ہیں تو بزرگ لُوقا کی تحریر کے کیا معنے ہوں گے......؟

جہاں تک میں جانتا ہوں لوقا پولوس کے ممتاز شاگرد ہیں اور پولوس وہ ہیں جن کی نسبت مسیحی علما کا اعتقاد ہے کہ مسیح علیہ السلام کی روحانیت نے عالم روحانی سے اُن کی دست گیری کی تھی۔ اسی لیے بزرگ وار پولوس اکثر مسائل میں ان حواریوں کو بھی ڈانٹ دیتے ہیں جن کو مسیح نے اپنے سامنے اپنی تعلیم کے لیے منتخب کرلیا تھا۔

الغرض ان تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ایک محقق کے لیے یہ دشوار ہوجاتا ہے کہ اس صفت میں انجیل کو توریت وقرآن کے برابر سمجھ سکے۔

تورات اور قرآن مجید

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ کیا توریت بھی قرآن کے برابر ہے؟ کچھ شک نہیں کہ وہ دولوحیں② جو موسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے لائے تھے، قرآن کے برابر تھیں۔ پھر

---

② کتاب خروج ۳۲۔۱۵۔۱۶

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ علیہ السلام نے جو نقل ان دو لوحوں کی کی، وہ بھی قرآن کریم کے برابر تھی۔ لیکن یہ سوال کہ اس وقت بائیبل میں جو پانچ کتابیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں، وہ بھی قرآن کے برابر سمجھی جاسکتی ہیں یا نہیں، قابل غور ہے

یہودی اور عیسائی عالموں کے راویوں میں ان کتابوں کی نسبت عجیب عجیب اختلاف ہیں۔

جن عالموں کا یہ اعتقاد ہے کہ پانچوں کتابیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہیں، اُن میں بھی اختلاف ہے، اور وہ ان کتابوں کو بالکل وحی نہیں مانتے ہیں۔ مشہور محقق پوسی مین کا اعتقاد ہے کہ کتاب پیدائش حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصنیف ان ایام کی ہے، جب وہ اپنے خسر کے پاس مدائن میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ یعنی زمانۂ نبوت سے پہلے کی۔ ان اختلافات سے یقین ہوتا ہے کہ موجودہ تورات میں سے وہی حصہ قرآن کے برابر ہے جو بلا کسی اختلاف کے الہامی ہے۔

ایسا حصہ صرف دس احکام ہیں اور بادی النظر میں باور ہوتا ہے کہ ان پر کچھ اختلاف نہ ہوگا۔ لیکن مذہب پرا ٹسٹنٹ کے بانی لوتھر صاحب کے جو سخت ریمارک ان دس احکام اور اس کے تعمیل کنندہ کے متعلق ہیں، وہ تو دل ہلا دینے والے ہیں۔

صحف انبیا سے آپ کی مراد غالبًا وہ صحیفے ہیں جو مجموعہ بائیبل میں آج کل شامل ہیں، لیکن ان پر بھی علماے یہود و مسیحی کا اتفاق نہیں ہے۔

یہود کا فرقہ سامریہ حضرت موسیٰؑ کی پانچ کتابوں اور کتاب یوشع اور کتاب القضات کے سوا اور کسی کتاب کو نہیں مانتا۔ کتاب یوشع کی بابت جناب کو معلوم ہوگا کہ ڈاکٹر لائٹ فٹ اُسے فیخاس کی تصنیف بتاتا ہے۔

کالون اُسے العاذر کی تصنیف بتاتا ہے۔

ہنری اسے یرمیا علیہ السلام کی تصنیف بتاتا ہے۔

واٹسن اُسے سموئیل کی تصنیف بتاتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب القضاۃ

کتاب القضاۃ کے مصنفوں میں اور زمانہ تصنیف میں بھی اسی طرح اختلاف ہے۔ یہی حال بہت سی کتابوں کا ہے اور بعض کتابوں کی نسبت تو علماے یہود و مسیحی کی رائیں بہت ہی سخت ہیں۔

کتاب ایوب کو فرضی شخص کا قصہ بتلایا گیا ہے۔

غزل الغزلات کو وسٹن نے اوباشانہ راگ بتلایا ہے۔

امثال سلیمان کا مصنف بھی ایک شہزادے کا گارڈین بتلایا جاتا ہے۔

زبور میں سے کوئی تو داؤد علیہ السلام کی مناجاتیں صرف دس بابوں کو بتلاتا ہے، کوئی بیس کو۔

کوئی عالم کتاب زبور کو آدم، ابراہیم، موسیٰ وارساف وسلیمان وجدوتھن اور فرزندان قورح کی بتلاتا ہے......کوئی حضرت سلیمان کا نام بھی ایزاد کرتا ہے۔

نو کتابیں اس مجموعے میں ایسی ہیں، جنھیں یہود بالکل تسلیم نہ کرتے تھے اور مسیحی بھی اُن میں سخت اختلافات رکھتے تھے۔

ان حالات کے باوجود میرے دوست کا سوال ہی عجیب ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ اُن کی باہمی نسبت کیا ہے؟

یہ جواب اُن تاریخی معلومات پر مشتمل ہے جو علماے مسیحی نے ہمارے لیے بہم پہنچائے ہیں۔

اگر معزز مخاطب اسے پسند نہ فرمائیں تو مجھے بھی ان کی بابت کچھ زیادہ اصرار کرنا ضروری نہیں۔ میرا پہلا جواب جو آپ کے الفاظ کو ملا کر دیا گیا ہے پسند فرمالیجیے۔ تورات شریعت ہے، انجیل کمال اور قرآن مجید مہیمن۔

قرآن مجید کے مہیمن ہونے کا آپ کو اقرار نہ ہوگا گو آپ اُسے ایک شریعت مان لینے پر تیار ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کو مہیمن ثابت کرنے کے لیے مجھے دو ہی باتوں کا ثبوت دینا چاہیے۔

(۱) وہ مثل تورات شریعت ہے۔

(۲) وہ مثل انجیل فضل وکمال ہے۔

اول کا آپ کو اقرار ہے۔ بس اب مہربانی سے یہ فرما دیجیے کہ جُزوِ دوم کا کیوں انکار ہے؟ کیا انجیل میں کوئی ایسی تعلیم ہے جو قرآن مجید میں نہیں؟

میرے مندرجہ بالا الفاظ کو پڑھ کر آپ کا ذہن شاید فوراً کفارہ وتثلیث وابنیت والوہیت کے مسائل کی جانب منتقل ہوگا اور ممکن ہے کہ آپ مجھے یہ تحریر فرمانا چاہیں کہ یہ ہیں وہ خاص معارف واسرار اور رموز وغوامض جن سے قرآن خالی ہے۔ لیکن ایسی رائے قائم فرمانے یا قلم بند کرنے سے پیشتر جناب کو یہ غور کر لینا ضروری ہوگا کہ میرے نزدیک اور سب مسلمانوں کے نزدیک حضرت مسیح کے الفاظ تو حجت ودلیل بن سکتے ہیں، لیکن کسی دوسرے کے الفاظ یہ درجہ ہرگز نہیں رکھتے۔

حضرت مسیح کے الفاظ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے فہم یا عبارت یا مذہبی کونسلوں کی کسی قرارداد کو بطور دلیل پیش نہ فرمایئے اور جب اس احتیاط سے آپ دلیل کی تلاش کریں گے تو پھر آپ کو مجموعہ اناجیل میں کوئی نئی بات جو قرآن مجید میں نہ ہو، نہیں ملے گی۔ غالباً چاروں انجیلوں میں سب سے بڑا رتبہ عیسائیوں کے ہاں یوحنا کی انجیل کا ہے۔ لیکن وہ بھی اس مدعا میں قاصر رہ جائے گی۔ میرا مدعا خدانخواستہ یہاں اناجیل اربعہ میں سے کسی انجیل کی وقعت کے خلاف کچھ کہنے کا نہیں، کیونکہ یہ میرا شعار ہی نہیں۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ فی الواقع اناجیل اربعہ سے یہ مسائل اور یہ مطالب مستخرج نہیں ہو سکتے۔

میں اس کی تائید میں یونی ٹیرین کی تصنیفات کو بھی پیش کردوں گا اور مذہبی کونسلوں میں پیش شدہ رایوں اور منظور شدہ راویوں کو بھی، اور یہ سب ثابت کریں گے کہ اگر اناجیل اربعہ خود ان مسائل میں کافی ہوتیں تو یہ تمام جدوجہد محض بے کار تھی۔

غرض میں اُن مسائل کو بروئے تحقیقات مسائل بعد از مسیح قرار دیتا ہوں اور اُن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سوا دیگر جس قدر مسائل متعلق تکمیلِ انسانی وعرفانِ ربانی آپ انجیل سے ثابت کر سکتے ہیں، قرآن مجید میں وہی مسائل زیادہ کمال اور زیادہ غور وتبیان کے ساتھ آپ کو ملاحظہ کرائے جا سکتے ہیں، جس سے ایک محقق بخوبی مطمئن ہو سکتا ہے کہ فی الواقع مہیمن قرآن مجید ہی ہے اور اسی کو یہ مرتبہ حاصل ہے۔

یہاں تک پہلے سوال کا جواب ختم ہوا۔ یہ جواب بلحاظ اہمیتِ سوال بہت مختصر ہے۔ مگر امید ہے کہ میرا مطلب واضح کرنے کے لیے کافی ہو گا۔

مضامینِ قرآن کا بائبل سے تقابل

میں جب قرآنِ حکیم کا مہیمن ہونا یہاں لکھ رہا ہوں تو یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ بعض مسیحی عالم قرآن پاک کی تفتیش دوسرے طریقے سے کیا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہم مضامین قرآن مجید کو بائبل کے سامنے پیش کریں گے اور دیکھیں گے کہ اس کا کون سا حصہ بائبل سے مطابقت رکھتا ہے اور کون سا حصہ نہیں۔ جو حصہ مطابق ہو جائے گا وہ صحیح ہے اور جو حصہ مطابقت نہ کرے گا وہ قابل تسلیم نہیں۔

یہ اصول بظاہر خوش نما ہے مگر فریبندہ بھی ہے۔ خوشنما اس لیے کہ کلام الٰہی کی مطابقت کلام الٰہی سے کی جاتی ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں کرنا چاہیے۔

اور فریبندہ اس لیے ہے کہ اسی اصول کے موافق کوئی مسیحی عالم پسند نہیں کرے گا کہ عہد نامہ جدید (یعنی اناجیل اور اعمال وخطوط) کی مطابقت عہد نامہ قدیم کے ساتھ کی جائے۔ مسلمانوں کی طرف سے میں یہ عرض کرنے کو تیار ہوں کہ ہم اس اصول پر عمل کرنے کو آمادہ ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ اس اصول پر عمل کرنے کے لیے اس قدر قرارداد کا ہونا ضروری ہے کہ کلام کا کون سا حصہ ایسا ہے جس کے ساتھ باقی تمام حصص کی مطابقت کرنی چاہیے۔

ہم رفعِ نزاع کے لیے مان لیتے ہیں کہ عہد نامہ قدیم کی قدیم تر کتابوں کو یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درجہ عطا کیا جائے، یعنی حضرت موسیٰ کی کتابوں کو بطور معیار ٹھہرا لیا جائے اور پھر ان کتابوں پر ہر ایک تعلیم کو اسی ترتیب کے ساتھ جو بلحاظ زمانہ دنیا کے اندر پائی گئی ہے، پیش کیا جائے۔ یعنی یوشع کی کتاب سے لے کر ملا کی نبی کی کتاب تک کو اور ان کتابوں میں سے جس جس کتاب یا جس جس باب یا جس جس درس کی سید نا موسیٰ کی تعلیم سے مطابقت نہ ہو، اُسے چھوڑ دیا جائے۔

اس کے بعد یہی طریق متی، مرقس،لوقا، اور یوحنا کی کتابوں کے ساتھ جاری رکھا جائے۔ تحقیق کنندہ حیران رہ جائے گا، جب یہ دیکھے گا کہ عہد نامہ قدیم کی سب کتابیں آپس میں کس قدر زیادہ متفق ومتحد ہیں اور کیسے کیسے مختلف پیراؤں اور متعدد عبارتوں کے ساتھ ایک واحد مدعا کو بیان کررہی ہیں۔

لیکن عہد نامہ جدید کا آغاز ہوتے ہی ایک جدید دروازہ کھل جاتا ہے اور مطابقت دہندہ کی پریشانی وحیرانی ترقی پر ترقی کرتی جاتی ہے۔ اس حیرانی سے رہائی پانے کے لیے کبھی کبھی بے چارہ تحقیق کنندہ یہ چاہا کرتا ہے کہ قدیم کے لیے تو لفظ قدیم ہی ایک ایسا عذر ہے کہ وہ جدید سے مطابقت نہ کرے۔

اناجیل کا باہمی تفاوت

اس لیے بہتر ہے کہ عہد نامہ جدید کی کتابوں کو باہم متوافق کرلیا جائے۔ اس نیت سے جب یہ بے چارہ ان کتابوں کو دیکھتا ہے تو اُسے متی کے واقعات لوقا میں نہیں ملتے اور لوقا کی بہت سی باتیں مرقس میں پائی نہیں جاتیں۔ یوحنا کی انجیل کا تو کیا ہی کہنا ہے۔ وہ تو اصول اور ارکان میں تینوں سے زیادہ چلتا ہے۔عیسائی محقق سے اندریں صورت یہ امید ہوسکتی تھی کہ وہ اس انجیل کو جو سب سے نرالی ہے اور نئے نئے اعتقاد سکھانے والی ہے، بالکل نظر انداز کردے گا۔ لیکن مشاہدہ بالکل خلاف توقع یہ ہے کہ اسی انجیل کو سب سے بالا تر درجہ دیا جاتا ہے اور اُسے جناب مسیح علیہ السلام کی اقنومیت کی خاص انجیل بتلایا جاتا ہے۔ اِن کے بعد اسے اعمال اور خطوط دیکھنے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے کی نظر پڑتے ہیں۔

پولوس کا حواریوں سے اختلاف

محقق کو جلد نظر آجاتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام اور برناس وبطرس وغیرہ مسیح علیہ السلام کی تعلیم کو جس طرح پر بیان کررہے ہیں، پولوس کا بیان اُن سے مطابقت نہیں کھاتا ہے۔ بلکہ چند درچند ایسے مسائل ہیں، جن میں جناب پولوس استحکام کے ساتھ اپنی رائے پر قائم رہتے ہیں اور اُن حواریوں کا قول نہیں سنتے، جن کو مسیح نے اپنی تعلیم کا گواہ بنایا اور جن کو دنیا بھر سے برگزیدہ کرکے اپنے لیے پسند فرمایا تھا۔

عیسائی محقق کے لیے یہ اختلاف سخت کش مکش میں ڈال دینے کا سبب بن جاتا ہے اور وہ اس سے رہائی پانے کا ذریعہ صرف ایک ہی سمجھتا ہے اور وہ یہ کہ اپنی تحقیق کو ادھر سے ہٹا کر قرآن پاک پر لگادے۔

ہم اس محقق کا خیر مقدم کرتے ہیں اور نہایت کشادہ پیشانی سے آمادہ ہیں کہ خود بھی اُن کی تحقیق میں شامل ہوکر انھیں کافی معلومات بہم پہنچاسکیں۔ البتہ اپنی ناواقفیت کو دور کرنے کے لیے اس قدر ضرور پوچھ لینا چاہتے ہیں کہ جناب من! اس اصول کے موافق آپ قرآن مجید کو انجیل کے ساتھ مطابق کرنے کا کام پہلے شروع کریں گے یا تورات کے ساتھ مطابق کرنے کا ......! ہماری طرف سے آپ دونوں طرح اپنی کارروائی کے آغاز کا اختیار رکھتے ہیں۔

اگر آپ نے پہلے تورات کے ساتھ قرآن مجید کو مطابق کرنا چاہا اور یہ دونوں کتابیں اکثر مقامات میں متحد ومطابق ہوگئیں مگر انجیل کے مضامیں ان متحدہ مضامین سے نہ ملے تب غلبہ کس طرف رہے گا؟ اور اگر بعض مسائل میں انجیل وقرآن پاک متحد ہوگئے اور تورات سے اختلاف رہا تو کیا وہاں تورات کو چھوڑ دیا جائے گا؟ غالبًا تورات کا چھوڑنا اس لیے دشوار ہوگا کہ آپ نے شروع شروع میں اُسی کو معیار ٹھہرایا تھا۔ کیا اب آپ انجیل وقرآن دونوں کو چھوڑ دیں گے؟ اگر آپ ایسا کرنے پر آمادہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں تو ہم کو آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی کہ آپ انجیل وتورات کے باہم متحد ہوجانے کی حالت میں اُن مسائل کو بھی چھوڑ دیں جو قرآن پاک نے تنہا بیان کیے ہیں، لیکن اگر آپ انجیل کو بہت زیادہ مسائل میں تورات سے مختلف پا کر بھی نہ تورات کی صحت پر شک رکھتے ہیں اور نہ انجیل کا نرالا اختلاف آپ کے یقین وایمان کو متزلزل کرسکتا ہے تو ایسی حالت میں مسلمان نہایت زور سے کہیں گے کہ آپ خصوصیاتِ قرآن مجید پر بھی کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔

جناب من! مندرجہ بالافقرات میں نے اس لیے لکھ دیے ہیں کہ آپ کے سوال کا تعلق بھی ان تینوں کتابوں کے باہمی تعلقات پر تھا۔

میں آپ کو توجہ دلاؤں گا کہ تورات میں طلاق دینے کی کتنی آسانیاں ہیں اور جناب مسیح علیہ السلام نے کیوں کر طلاق کو صرف ارتکاب زنا سے محدود کردیا ہے، حالانکہ جناب مسیح علیہ السلام کا یہ بھی قول ہے کہ جب تک زمین وآسمان قائم ہیں تورات کا ایک شوشہ کم نہ ہوگا۔ ④

میں آپ کو توجہ دلاؤں گا کہ ختنے کے متعلق تورات میں کتنی زیادہ تاکید کی گئی ہے ⑤ اور یہاں تک حکم دیا گیا ہے کہ باایمان کو سبت کے دن غیر مختون کے گھر کے اندر نہیں داخل ہونا چاہیے اور برخلاف اس کے جناب پولوس نے ختنے کو کس قدر غیر ضروری ٹھہرایا ہے۔

میں آپ کو توجہ دلاؤں گا کہ جناب مسیح نے شریعت کو کتنی فضیلت ⑥ دی ہے۔ اور پولوس نے کتنے مقامات پر شریعت کو لعنت بتلایا ہے۔

میں آپ کو توجہ دلاؤں گا کہ مسیح علیہ السلام کے شاگردوں میں کتنا سخت اختلاف پایا جاتا ہے اس بارے میں کہ نجات صرف ایمان پر ہے یا ایمان اور اعمال دونوں پر۔ ⑦

---

④ متی ۵۔۳۲

⑤ متی ۵۔۱۵

⑥ پیدائش ۱۷۔۱۰ تا ۱۴

⑦ متی ۵۔۱۰۔۱۵

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آپ کو توجہ دلاؤں گا کہ انجیل کے ایک مقام پر کس طرح روزے کی عدم ضرورت یہ کہہ کر بتلائی گئی ہے کہ جب دُلہا کے ساتھ برات ہوتی ہے تو وہ بھوکے نہیں مرتے۔⑧ اور دوسرے مقام پر بڑی بڑی کرامتوں کی طاقتوں کو دعا اور روزے پر منحصر رکھا گیا ہے۔⑨

غرض جہاں ایسے ایسے بیسیوں مسائل پائے جائیں اور ایک مسیحی ان سب پر بطور ایمان، اعتقاد رکھتا ہو اُسے یہ حق نہیں ہے کہ پہلے ایک طبع زاد اصول بنالے اور پھر اپنے طور پر فیصلہ کر لے کہ اس اصول کے موافق اسے صرف قرآن مجید پر اعتراض کرنا چاہیے۔

دوسرا سوال جناب کا یہ ہے کہ حضرت موسیٰ وعیسے ومحمد (صلواۃ اللہ علیھم اجمعین) کے مدارج کیا ہیں۔ کیا کیا خاص خدمت اُن کے سپرد ہے؟

جناب من! یہ تینوں مقدس ہیں، خدا کے برگزیدہ ہیں، نبی ہیں، رسول ہیں، اولوالعزم ہیں، ان کے صدق وامانت پر ایمان لانا ہر مومن کے لیے لازمی ہے۔

اب ان کی جداگانہ شان ملاحظہ ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

کتاب خروج کا ۳ باب ملاحظہ ہو۔ ا درس سے ۹ درس تک خدا کا موسےٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہونا بیان ہوا ہے اور ۱۰ درس میں موسیٰ علیہ السلام کی خاص خدمت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

''پس تو اب جا۔ میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں۔ میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں مصر سے نکال۔''

پس حضرت موسےٰ کا اصل مشن یہی تھا۔ مصر سے نکلنے کے بعد بنی اسرائیل کو شریعت بھی دی گئی اور وعدہ کی زمین کی طرف سفر جاری رہا۔ خدا کا وعدہ تھا کہ موسیٰ

---

⑨ یعقوب ۲۔۲۶ اور گلاتیون ۳۔۲ ⑧ گلاتیون ۳۔۱۳۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قوم کو وعدہ کی زمین تک پہنچائیں گے لیکن قوم کی نافرمانیوں اور گستاخیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت موسےٰ کے دن پورے ہوگئے اور وہ خود بھی وعدہ کی زمین میں داخل نہ ہوسکے۔

مصر سے قوم کو نکال لانا، اُن کے لیے ایک شریعت دے جانا، حضرت موسےٰ علیہ السلام کے شان دار کارنامے ہیں۔ لیکن اُن کا انجام اپنے مشن کی پوری کامیاب خورسندی کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام

سیدنا مسیح نے اپنی بابت خود ہی فرمادیا ہے کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی کھوئی بھیڑوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور کسی کی طرف نہیں۔[10] اس قول کی تائید میں حضرت مسیح کی زندگی کے طرز عمل کو بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے اپنے شاگردوں کو بھی غیر قوموں کی طرف جانے سے روکا[11] اور خود بھی کسی غیر قوم کی طرف تشریف نہیں لے گئے۔

کچھ شک نہیں کہ حضرت مسیح کے مخاطب موسیٰ کی گدی پر بیٹھنے والے تھے۔ اُنھوں نے انھی کو مخاطب کیا اور انھی کی اصلاح میں اپنا تمام وقت اور توجہ اور ہمت کو خرچ کیا۔ مسیح نے بارہ حواری بھی بنی اسرائیل ہی میں سے چنے اور ان کی تعداد بھی بنی اسرائیل کے بارہ اسباط کے موافق رکھی، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے ہر ایک سبط کے لیے اپنے ایک ایک شاگرد کو تیار کررہے تھے۔

ہم حضرت مسیح علیہ السلام کے شان دار کاموں کی خود بھی شہادت دیتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ انھوں نے خدا کی راہ میں اولوالعزم انبیا کی طرح صداقت اور استقامت کے اعلیٰ ترین نمونے دکھلائے تھے۔

---

[10] متی ۱۵۔ درس ۲۴۔

[11] متی ۱۰۔ ۶، ۷۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے حضرت مسیح کو ابن اللہ کہا ہے، مگر اناجیل کو دیکھیے جن میں ۳۰ دفعہ حضرت مسیح کو ابن آدم کہا گیا ہے۔ متی ۱۶۔ مرقس ۵۔ لوقا ۸۔ مکاشفات ا۔ ۳۰ اور (۲۲) دفعہ اُن کو ابن انسان کہا گیا ہے۔ (متی ۵۔ مرقس ۲۶۔ لوقا ۶۔ یوحنا ۵۔ ۳۲) اور اسی طرح ابن داؤد کا لفظ بھی بار باران کے لیے مستعمل ہوا ہے۔

مہربانی فرما کر اناجیل پر اس طرح بھی غور کریں کہ کس مخلوق نے سب سے پہلے مسیح کو خدا کا بیٹا کہا۔ کیا یہ وہی آزمائش کرنے والا نہ تھا جو مسیح کو جنگل میں لے گیا تھا اور حضرت مسیح نے اس کے لفظ خدا کا بیٹا جواب دیتے ہوئے اپنے لیے لفظ آدمی کا استعمال کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو متی ۴ باب)۔ اس لیے میں نہیں سمجھتا کہ اس خطاب میں اب کیا بزرگی مخفی ہے۔

آپ نے مسیح کو روح کہا ہے۔ لیکن انجیل کے محاورے میں تو یہ لفظ کوئی عظمت کا لفظ نہیں۔ ملاحظہ ہو۔ ''اُس وقت روح یسوع کو جنگل میں لے گئی۔'' (متی ۴ درس ۴ باب)۔

مجھے اشتباہ ہے کہ آپ انجیل کو چھوڑ کر یہاں محاورات قرآنی استعمال کرنے لگے ہیں۔ قرآن مجید میں بے شک کلمہ اور روح کے الفاظ موجود ہیں۔ پس اگر جناب نے الفاظ قرآنی ہی کا استعمال کیا ہے تو مناسب ہوگا کہ ان الفاظ کے معانی بھی آپ قرآن مجید ہی سے معلوم کریں اور پھر اپنی رائے کو دخل نہ دیں۔

میں یہاں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ قرآن پاک میں حضرت مسیح علیہ السلام کو روح بتلایا گیا ہے اور انجیل میں حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو روح حق فرمایا گیا ہے۔ ایک محقق غور کرنے سے اس راز کو سمجھ سکتا ہے۔

آپ نے حضرت مسیح کو آدم ثانی بتلایا ہے۔ لیکن انجیل میں تو مسیح کا یہ خطاب مجھے کہیں نہیں ملا۔ یہ ظاہر ہے کہ ثانی اپنے اول کا مشابہ ہوا کرتا ہے، لیکن آپ نے جو توجیہ حضرت مسیح کو آدم ثانی کہنے کی بتلائی ہے، وہ اس اصول کے بالکل خلاف ہے۔ اگر آدم اول اپنی نسل میں گناہ چھوڑ جانے کا سبب بنا تھا تو اس کا ثانی بھی (جو کوئی بتایا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاوے) گناہ کے ازالے کا سبب نہیں بن سکتا۔ مہربانی کر کے اچھی طرح غور فرمالیں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف الفاظ میں دنیا کو، آدم کی نسل کے ہر ایک بچے کو اور ہر ایک اُس شخص کو جو لفظ انسان سے مخاطب کیا جاسکتا ہو، اس طرح دعوت دی ہے۔ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا. (الاعراف: ۱۵۸)

ترجمہ. اے نسل انسانی کے بچو! میں تم سب کے لیے اللہ کا پیغام لے کر آیا ہوں۔

پاک کلام میں جو الٰہی کلام ہے، محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمتہ للعالمین بتلایا گیا ہے، رحمتہ للعرب نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل سے ان الفاظ کی تائید ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں صرف اُنہی کی قوم کے اشخاص نہیں پائے جاتے بلکہ ہر ایک قوم کے پائے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں صرف بت پرست ہی فیض یاب نظر نہیں آتے، جو مکہ والوں کا مذہب تھا بلکہ ہر ایک مذہب کے مستند فاضل دیکھے جاتے ہیں۔

ملک حبش کا بلالؓ، ملک روم کا صہیب، ملک ایشائے کوچک کا عداس، ملک ایران کا سلمان، ملک یمن کا ابو ہریرہؓ، صوبہ دومتہ الجندل کا اکیدر، ملک شام کا فروہ الخزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، سب اپنی اپنی نسل اور قوم اور ملک کی جانب سے دربار نبوت میں حاضر ہیں۔ خالد بن ولید بت پرستوں میں سے، ورقہ بن نوفل موحد عیسائیوں میں سے، عدی بن حاتم رومن کیتھولک عیسائیوں میں سے، صرمہ بن ابی انس عالمانِ مسیحی میں سے، عبداللہ بن سلام عالمان یہود میں سے، عثمان بن ابوطلحہ عالمان مذہب ابراہیمی میں سے، دربار محمدیؐ میں بیٹھے ہیں اور اپنے اپنے اہل مذہب پر حقانیت اسلام کی حجت ختم کر رہے ہیں۔ رضی اللہ عنہم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ ذوالبجادب بے سروسامانوں میں سے،مصعب بن عمیر امیر زادوں میں سے، لبیدابن ربیعہ شاعروں میں سے، طفیل دوسی زبان آوروں میں سے، عکرمہ بن ابوجہل شمشیر افگنوں میں سے، ابوسفیان بن حرب سپہ سالاروں میں سے، عمرؓ فاروق سیاست دانوں میں سے، عمروبن عاص اہلِ تدابیر میں سے، علی مرتضیٰؓ عالموں میں سے، معاذ بن جبلؓ اہلِ فتاوٰی میں سے، زیدبن ثابت اہلِ انشاوکتابت میں سے رضوان اللہ علیہم اجمعین مختلف اجناس ومختلف طبقات واستعدادات کے سربرآوردہ موجود ہیں۔

اس پر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف قبائل کی جانب بہ نفس نفیس سفر فرماتے ہیں اور ہر ایک کو بالمشافہ ہدایت دیتے ہیں۔ پھر مزید برآں دنیا بھر کی مختلف حکومتوں اور سلطنتوں کے فرماں رواؤں اور سلطانوں کے نام سفیر روانہ کیے جاتے ہیں اور خاص اُس ملک اورقوم کی زبان میں تبلیغ کی جاتی ہے۔

ایک غریب بیوہ عورت کا یتیم بچہ جس کی تربیت بے کسی ودرماندگی نے کی ہو، جسے افلاس وفلاکت نے پالا ہو، جسے علم وفن نے کبھی مُنھ نہ دکھایا تھا، جو سیاست ومذہب کے معاملات سے کوئی شناسائی نہ رکھتا تھا، وہ کل دنیا کو بے دھڑک تعلیم دے رہا ہے۔ وہ تمام دنیا کو انصاف اور عدالت سے ملزم ٹھہرا رہا ہے۔

- وہ راست بازی سے ہر ایک کو اس کی حالت سے آگاہ کررہا ہے۔
- وہ مہربانی سے گم گشتہ قوموں کو نامور بنا رہا ہے۔
- وہ شفقت سے گڈریوں کوتخت وتاج بخش رہا ہے۔
- وہ غلاموں کوممالک کا فاتح بنا رہا ہے۔
- وہ غم زدوں کو حاجت روائی کے منصب پر پہنچا رہا ہے۔
- وہ اندھوں کوآنکھیں، بہروں کو کان، غافلوں کو دل اورمُردوں کوحیات عطا کررہا ہے۔

کیا اس رسول، اس نبی، اس معلم، اس سراج منیر، اس داعی الی اللہ کی شان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابھی تک ظاہر نہیں ہے؟ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کیا اب بھی ایک محقق صرف یہی کہے گا کہ وہ صرف عرب کے نبی یا مصلح تھے؟

کیا عرب اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے وسط عالم نہیں ہے؟

اور کیا دنیا کو حقیقی اعتدال کے موافق تعلیم دینے والے کا مقام اس وسط سے بہتر و موزوں کوئی اور بھی ہوسکتا ہے؟

کیا اس کی تعلیم کے فیوض سے عیسائیت زیر بارِ احسان نہیں ہے؟

کیا لوتھر نے اسلامی تعلیم سے استفادہ نہیں کیا ہے؟ کیا یونی ٹیرین نے توحید کا سبق یہیں سے نہیں سیکھا ہے؟

کیا ایمان اور عقل کے ملاپ کا قاعدہ اسی ہادی نے نہیں سکھایا ہے؟ کیا تمدن کا سبق رہبانیت کے فدائیوں کو اسی سرور عالم نے نہیں پڑھایا ہے؟ کیا دولت مندوں کے لیے آسمانی پادشاہت میں داخلے کا ٹکٹ اسی سیّد ﷺ نے عطا نہیں کیا ہے؟

کیا عورت کو مرد کے برابر کے حقوق اسی محسنِ نوعِ انسانی نے عطا نہیں کیے ہیں؟

جب یہ تمام باتیں اہلِ نظر کے نزدیک مسلمہ ہیں اور تاریخ دان اس کا انکار نہیں کرسکتے ہیں تو مجھے تعجب ہے کہ آپ جیسے باخبر سے یہ امور کیوں کر پوشیدہ رہے؟

جنابِ من! جب آپ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی عرب تسلیم کرتے ہیں اور اُن کی شریعت کو شریعتِ عرب بھی مان لیتے ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ آپ یہ بھی مانتے ہیں کہ عرب کو فی الواقع ایک نبیؐ اور ایک شریعت کی اُس وقت بھی ضرورت تھی جب کہ مسیح کی تعلیم کو دنیا میں ظاہر ہوئے چھ صدیاں ہوچکی تھیں۔ اچھا اس تسلیم شدہ ضرورت کے بعد مہربانی سے بتلا دیجیے کہ دیگر ممالک کو ایک نبی اور ایک شریعت کی کیوں ضرورت نہ تھی؟

جس قدر زیادہ آپ اس پوائنٹ پر غور فرمائیں گے، اُسی قدر زیادہ وضاحت سے آپ کو ثابت ہو جائے گا کہ اسلام کی دنیا کو ضرورت کیا تھی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب من! آپ کو تحقیق کرنے سے واضح ہوجائے گا کہ تمام دنیا کے لیے واحد تعلیم کی ضرورت کا اقرار بھی صرف اسلام ہی نے کیا ہے اور اس ضرورت کو پورا بھی اسلام ہی نے کیا ہے۔

پادری صاحب۔ ابھی آپ کا تیسرا اور چوتھا سوال باقی رہ گیا ہے، جن میں آپ دریافت فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کس چیز کا نمونہ ہیں اور محمد ﷺ کس چیز کا نمونہ ہیں؟

میں ان دونوں سوالات کا جواب ایک ہی جگہ عرض کردوں گا۔ لیکن کیا مجھے خود جواب عرض کرنا چاہیے یا کہ حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ بیان کردیا ہے وہ لکھ دینا بہتر ہوگا؟

میں تو سمجھتا ہوں کہ سیدنا مسیح اور سیدنا محمد صلواۃ اللہ علیہم کے مقدس اور اعلیٰ تر مدارج ایسے ہیں کہ ہم انھیں اپنی عقلِ ناقص سے اور فہمِ نارسا سے نہیں پاسکتے۔ اس لیے سُن لیجیے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنے سب سے آخری وعظ میں جو انھوں نے اپنی تعلیم کے سیکھنے والوں کے سامنے بیان فرمایا تھا، کیا فرمایا ہے۔

۱۲۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کرسکتے۔

۱۳۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے تو وہ تمھیں سچائی کی راہ بتائے گا، اس لیے کہ وہ اپنی نہ کہے گا، لیکن جو کچھ سنے گا سو کہے گا اور تمھیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ (انجیل یوحنا ۱۶ باب)

اب سُن لیجیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سب سے آخری وعظ میں جو انھوں نے اپنی تعلیم کے سیکھنے والوں کے سامنے فرمایا (جن کی تعداد ایک لاکھ ۴۴ ہزار تھی) کیا کہا تھا۔کون سے کلام الٰہی کی قراءت فرمائی تھی۔ وہ یہ ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْاِسْلَامَ دِيْنًا. (مائدہ: ٦)

(ترجمہ: آج تمھارا دین کمال کو پہنچ گیا۔ آج اللہ تعالیٰ کی نعمت تمام ہونے کے درجے کو پہنچ گئی، آج خدا ظاہر فرماتا ہے کہ اس کی رضا مندی اسی امر میں ہے کہ نوعِ انسان کا مذہب ہمیشہ کے لیے اسلام ہی ہو۔)

دیکھو! دونوں مقدس، دونوں برگزیدۂ ربانی اپنی اپنی آواز میں کیا کیا کچھ فرما گئے ہیں۔ سیدنا مسیح علیہ السلام نے ایک آنے والے، ایک سچائی کے بتلانے والے کی بشارت ہم کو سُنائی اور نوع انسان کو ایک مسرت آمیز انتظار، ایک سراپا امید وعدے میں چھوڑ کر الگ ہوئے...... اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتظار کو ختم فرمایا...... وہ بھرپور نعمتیں اور مکمل دین ہمارے سپرد کرتے گئے اور ابدی رضا مندیٔ الٰہی کے مژدے سے فانی انسان کو حیات باقی عطا فرماتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے۔ دونوں سچے تھے۔ ایک بشارت سنا گیا۔ دوسرا بشارت کو ہمارے سپرد کر گیا۔ اب کسی زید و خالد کا انکار ان پاک باز انبیا کے پاک کلام پر کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ بہت سے جلد باز حضرت مسیح علیہ السلام کے مندرجہ بالا ارشاد کو روح القدس کے آنے سے منسوب کیا کرتے ہیں، لیکن روح القدس کب حواریوں کے ساتھ نہ تھا؟ یا کب مسیح علیہ السلام کے ساتھ نہ تھا، جس کے آیندہ آنے کی وہ خبر دیتے؟

میرے دوستو! یہاں تو روح حق کی خبر دی گئی ہے، روح القدس کی نہیں۔ دونوں کے مفہوم میں بھاری تفاوت ہے۔ دونوں کے کام اپنی اپنی خصوصیتیں اپنے اندر لیے ہوئے ہیں۔ روح القدس حواریوں کے سروں پر پینتی کسٹ والے دن اُترا تھا، تو سب حواری سرشار مسرت بن گئے تھے اور مختلف بولیاں بولنے لگے تھے، جنھیں دیکھ کر بے خبر لوگ سمجھے کہ انھوں نے شراب پی رکھی ہے۔

اس روحِ حق نے اس سچائی کو مکمل کرنا تھا جس کا آغاز حضرت مسیح فرما چکے تھے۔ اُس نے سُنے ہوئے کو جوں کا توں ادا کرنا تھا۔ اُس نے علوم غیب کے دروازوں کو کھول دینا اور خشک میدانوں میں علم کے دریا بہا دینے تھے۔ اُس نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسیح علیہ السلام کی عظمت کو جانشین ودل گزین بنانا تھا۔ اب دیکھو اور خوب غور سے دیکھو کہ سیدنا محمد النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کس نے ان کاموں کو پورا کیا ہے؟ کس نے ابتداے عالم سے لے کر تا ایں دم دعواے تکمیل کا اعلان کیا ہے؟ کس نے تمام نعمت الٰہیہ کا شاہی فرمان پڑھ کر سنایا ہے؟

کون خوشنودیٔ ایزدی کو ابدالآباد کے لیے اپنے ہی طریقوں کے اندر محصور کر گیا۔ آپ کی نظر انبیاے بنی اسرائیل تک ہی جائے گی، مگر میں یہ کہوں گا کہ نہیں، طبقۂ عالم کے دیگر بزرگانِ ملت اور مقدسانِ قوم کو بھی شامل کر لیجیے۔ یہ جامعیت کا تاج محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرق مبارک ہی پر نور بخش عالم وعالمیاں نظر آئے گا، اور بس۔

جناب من! آپ نے مہربانی سے استنا ۱۵، ۱۸ کا مصداق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کرلیا ہے اور اس سے آپ کی صداقت طلبی بالکل آشکار ہے۔

بے شک آپ نے اس مقام کو راست بازی سے پڑھا اور روح القدس کی مدد سے اس کے معنی کو سمجھا ہے۔ جناب پادری صاحب! آپ کو معلوم ہے کہ اعمال میں بھی اس مقام کا کوٹیشن (اقتباس) کیا گیا ہے اور اعمال نے ۱۸، ۱۸ کے الفاظ کو تحریر کیا ہے۔ چونکہ ان الفاظ کو دوہری سند حاصل ہوگئی، اس لیے میں اُن کو ذیل میں درج کرتا ہوں، لیکن اس وہم سے کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ ۱۵، ۱۸ اور ۱۸، ۱۸ کے مصداق دوجداگانہ شخص ہیں۔ میں پورے درس نقل کردیتا ہوں۔ استنا، ۱۸ باب۔

درس ۱۵۔ خداوند تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میرے مانند ایک نبی برپا کرے گا، تم اُس کی طرف کان دھریو۔

۱۶۔ اُس سب کی مانند جو تو نے خداوند اپنے خدا سے حورب میں مجمع کے دن مانگا اور کہا کہ ایسا نہ ہو کہ میں خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سنوں اور ایسی شدت کی آگ میں پھر دیکھوں تاکہ میں مر نہ جاؤں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۷۔ اور خداوند نے مجھے کہا کہ انھوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔

۱۸۔ میں اُن کے لیے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤں گا وہ سب اُن سے کہے گا۔

۱۹۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنھیں وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں اُس کا حساب اُس سے لوں گا۔

مجھے آج تک کسی عالم مسیحی یا یہودی کی طرف سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ ۱۵، ۱۸ کا مصداق الگ شخص ہے، اور ۱۸، ۱۸ کا الگ۔ اس لیے مجھے آپ کے انصاف اور صداقت سے بھی یہی امید ہے اور یہ بھی توقع ہے کہ ۱۸، ۱۸ میں جو اس کی خاص علامت یہ بتلائی گئی ہے کہ میں اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا، اس علامت پر آپ پورا پورا غور فرمائیں گے اور قرآن مجید (کلام اللہ) پر تدبر کرنا شروع کر دیں گے۔ نیز آیت ۱۹ میں رب الافواج نے جو تہدید فرمائی ہے اس سے بچنے کی کوشش پوری پوری کی جائے گی۔ لیکن بفرض محال اگر میں خیال کرلوں کہ آپ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف ۱۵، ۱۸ استنا کا مصداق مانا ہے اور ۱۸، ۱۸ کا نہیں تب بھی کوئی ضعف میری دلیل پر نہیں آتا۔ مہربانی کر کے آیت ۱۵ کے الفاظ ''تم اس کی طرف کان دھریو'' پر غور کیجیے۔ یہ لفظ اس خدا کے ہیں جو زمین وآسمان کا مالک ہے، جس کے سامنے موسیٰ علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام اور ابرہام علیہ السلام ونوح علیہ السلام سب کے سب سجدہ کرتے تھے۔ اُس رب الافواج کا حکم تمام بنی اسرائیل کو یہ تھا کہ اس کی طرف کان دھریں۔

اب آپ براہ نوازش فرمایے کہ اس حکم کی تعمیل نہ کرنے کی بابت کیا کوئی عذر کسی شخص کے پاس موجود ہوسکتا ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں!!

اب میں اپنے خط کو ختم کرتا ہوں، کیونکہ میں آپ کے سوالات پر غالباً اتنا کچھ لکھ چکا ہوں جو آپ جیسے دقیقہ رس اور رمز شناس کے غور وفہم کے لیے بالکل کافی ہے، اور بایں ہمہ اگر جناب اس بارے میں مکرر کچھ تحریر فرمائیں گے تو میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوشی سے اُس کا مطالعہ کروں گا اور جو کچھ میری سمجھ میں آئے گا پھر دوبارہ گزارش کردوں گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی تحقیق وتدقیق کا نیک پھل آپ کو عطا فرمائے۔

قاضی محمد سلیمان عفی عنہ

(۲۷۔ دسمبر ۱۹۱۴ء۔ مقام بٹھنڈہ)

پادری صاحب کے نام قاضی صاحب کا یہ پورا خط یہاں شائع کردیا گیا ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں: ایک یہ کہ موجودہ دور کے لوگ اس سے استفادہ کرسکیں۔ دوسرے یہ کہ یہ خط نایاب ہے، مجھے ملا تو میں نے سوچا کہ اسے کتاب میں محفوظ کر دیا جائے۔ یہ محققانہ اور عالمانہ خط ہے۔ یہ خط قاضی صاحب نے بٹھنڈہ سے اس وقت لکھا تھا جب وہ وہاں سیشن جج تھے۔ اس خط سے متاثر ہوکر پادری صاحب نے اسلام قبول کرلیا تھا اور وہ اسلام کے مبلغ ہوگئے تھے۔ لیکن قاضی صاحب نے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں، پادری صاحب کا نام ظاہر نہیں فرمایا۔

۱۵۔ سفر نامۂ حجاز

قاضی صاحب نے پہلا حج ۱۹۲۱ء میں کیا تھا۔ یہ ۵۴ افراد کا قافلہ تھا۔ ان میں سے تین حضرات وفات پاگئے تھے۔ ایک جاتے ہوئے جہاز میں فوت ہوئے۔ ایک کا انتقال مکہ مکرمہ میں ہوا اور ایک نے واپس آتے ہوئے جہاز میں رحلت کی۔

قاضی صاحب نے ۳ مئی ۱۹۲۱ء کو اپنے کام کا چارج کسی دوسرے شخص کو دیا۔ ۵ مئی کو گھر سے روانہ ہوئے اور دہلی پہنچے۔ ۷ مئی کو دہلی سے بمبئی کا عزم کیا۔ بمبئی وکٹوریہ ریلوے اسٹیشن پر اترے۔ وہاں جو حضرات استقبال کے لیے موجود تھے ان میں مولانا محمد علی لکھوی اور مولانا محی الدین احمد قصوری بھی شامل تھے۔

قاضی صاحب نے اپنے سفر نامہ حجاز میں دیگر حضرات کے ساتھ ان دونوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ ''مولوی محمد علی صاحب خلف عارف باللہ مولوی محی الدین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالرحمٰن غفراللہ لہ لکھو کے۔ مولوی محی الدین احمد بی۔ اے قصوری بن مولوی عبدالقادر صاحب پلیڈر قصوری سلمھم اللہ تعالیٰ۔''

مولانا محی الدین احمد قصوری کے چھوٹے بھائی مولانا محمد علی قصوری۔ ایم۔ اے کینٹب ان دنوں بمبئ میں کاروبار کرتے تھے اور مولانا محی الدین احمد اس نواح میں تبلیغ و اشاعت اسلام میں مصروف تھے، اس لیے وہاں مقیم ہوں گے اور مولانا محمد علی لکھوی غالباً اس وقت پہلے حج پر تشریف لے جارہے تھے۔

بمبئ سے یہ قافلہ ۱۷۔ مئی کو ''جدہ'' جہاز پر سوار ہوا اور عصر کے وقت وہاں سے روانگی ہوئی۔ ۱۹ مئی کو جہاز کراچی پہنچا۔ ان کو پہلے یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ بمبئ سے جہاز کراچی جائے گا۔ روانگی سے ایک دن پہلے بتایا گیا کہ یہاں سے جہاز کراچی کو روانہ ہوگا۔ وہاں سے حاجیوں کو سوار کیا گیا اور آٹھ گھنٹے وہاں قیام رہا۔

اس زمانے میں آج کل کی طرح سہولتیں بالکل حاصل نہ تھیں۔ نہ سفر زیادہ آرام دہ تھا اور نہ قیام میں وہ سہولتیں میسر تھیں جو موجودہ دور میں میسر ہیں۔ قاضی صاحب کے اس سفر نامہ حجاز میں اس سلسلے کی تمام تفصیلات موجود ہیں۔

مختلف حجاج کرام نے بے شمار سفر نامے لکھے ہیں، مختصر بھی، متوسط بھی اور مفصل بھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قاضی صاحب کا سفر نامہ ان سب سے بہت حد تک مختلف ہے۔ اس قسم کا سفر نامہ شاید آج تک کسی نے نہیں لکھا ہوگا۔ قاضی صاحب کا کمال یہ ہے کہ وہ جس مقام کا ذکر کرتے ہیں اس کی تاریخ کے وہ تمام پہلو جن سے وہ اپنے قاری کو مطلع کرنا ضروری سمجھتے ہیں، بیان کردیتے ہیں۔

یہ سفر نامہ بڑے سائز کے تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔ متعدد مقامات کے نقشے دیے گئے ہیں۔

پہلی دفعہ یہ سفرنامہ ۱۹۲۴ء (۱۳۴۲ھ) میں چھپا۔ اس کے بعد ۱۹۸۶ء میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی عبد الباری صاحب کے زیر اہتمام اُن کے ذاتی مصارف سے شائع ہوا۔ دوسری اشاعت کے آخر میں قاضی عبد الباری کے بڑے بھائی قاضی عبدالباقی صاحب نے ''سیرت سلمان'' کے عنوان سے قاضی صاحب کے مختصر حالات لکھے ہیں۔ ان کا کچھ فارسی کلام بھی درج کیا ہے، جس کا اردو منظوم ترجمہ قاضی عبدالباری کے چھوٹے بھائی قاضی عبدالکبیر نے کیا۔

گزشتہ صفحات میں قاضی صاحب کی جن تصانیف کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان کے علاوہ قاضی صاحب نے مندرجہ ذیل کتابوں کا اردو ترجمہ کیا۔

۱۶۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی حجۃ اللہ البالغہ کا ترجمہ۔ نہایت افسوس ہے، یہ مسودہ ضائع ہوگیا۔

۱۷۔ امام رازی کی تفسیر کبیر میں سے سورہ الفلق اور سورہ والناس کا ترجمہ ①

اندازہ یہ ہے کہ قاضی صاحب نے بہت کچھ لکھا تھا۔ انھوں نے تفسیر، حدیث، فقہیات، تقابل ادیان اور مختلف تاریخی موضوعات سے متعلق بہت سے اہم مسائل ضبطِ تحریر میں لائے ہوں گے۔ لفظ ''اندازہ'' اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ لوگ زبانی اور تحریری طور پر ان سے کچھ نہ کچھ پوچھتے رہتے تھے اور وہ ہر شخص کو اس کے ذہن کے مطابق لازماً جواب دیتے تھے لیکن وہ تحریری جواب کہاں ہیں؟ ظاہر ہے، وہ تلف ہوگئے اور ہم اس سرمایۂ علمی سے محروم ہوگئے۔ ایک روایت کے مطابق سیرت کے متعلق انھوں نے بعض چیزیں سپردِ قلم فرمائی تھیں یا ضروری نوٹس تیار کیے تھے، وہ مواد بھی دست بردِ زمانہ کی نذر ہوگیا۔

یہ المیہ صرف قاضی صاحب کا نہیں ہے، بہت سے اصحابِ قلم کے مسودات کسی نہ کسی وجہ سے ضائع ہوگئے۔

---

① سورۃ الفلق کا ترجمہ قاضی حسن معز الدین صاحب کے پاس موجود ہے، لیکن سورۃ الناس کا ترجمہ انھیں کہیں سے نہیں ملا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسا اوقات بعض نہایت اہم چیزیں بے پروائی کی بنا پر ختم ہوجاتی ہیں، بعض مسودات دیمک کی خوراک بن جاتے ہیں اور بعض کا خاتمہ نمی کر دیتی ہے۔ بعض کو آندھی کا ریلا اڑا کر لے جاتا ہے۔

اسی طرح قاضی صاحب کے ضروری کاغذات و مسودات بھی کسی آفت نے نگل لیے اور اب ہم اس علمی ضیاع پر اظہارِ افسوس کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیئسواں باب:

رحمتہ للعالمینؐ...... جلد اول

قاضی صاحب کی تصانیف و تراجم میں سے سترہ کتابوں کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہوا۔ اب رحمۃ للعالمین کی تینوں جلدوں کے بارے میں کچھ تفصیلات الگ الگ باب میں بیان کی جاتی ہیں۔

برصغیر میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ

برصغیر پاک و ہند کی سرزمین (جس میں اب بنگلہ دیش بھی شامل ہے) علمی اور فکری اعتبار سے ہمیشہ سرسبز وشاداب رہی ہے۔ یہ خطۂ ارض مرکز اسلام (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) سے مسافت کے لحاظ سے بہت دور تھا، لیکن اسے اللہ نے اس خصوصیت سے نوازا کہ اس میں بے شمار اہلِ علم پیدا ہوئے، لاتعداد مفکرین نے یہاں جنم لیا، ان گنت اولیا ے کرام اور مشائخِ عظام نے یہاں شعور کی آنکھیں کھولیں اور بے حدوحساب مصنفین نے اس علاقے میں مختلف موضوعات پر کتابیں تصنیف کیں۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ حدیث، اصولِ فقہ، صرف، نحو، ادبیات، فلسفہ وحکمت، طب، سیرت و سوانح، تذکرۂ رجال، تاریخ، شعروشاعری، علمِ کلام، جرح و تنقید، جفر، نجوم، عروض، سیاسیات، جدلیات و مناظرات، بیان و معانی، فصاحت و بلاغت غرض ہر موضوع پر یہاں کے اربابِ علم اور اصحابِ تصنیف نے کتابیں لکھیں، ہر دور میں لکھیں اور ہر زبان میں لکھیں۔ وہ کتابیں نہایت مقبول ہوئیں اور تشنگانِ علوم نے ان کے مندرجات و مشمولات سے سیرابیٔ ذہن وفکر کا سامان فراہم کیا۔ پھر بے شمار اربابِ علم نے مختلف زبانوں کی بے شمار کتابوں کے متعدد زبانوں میں ترجمے کیے اور انھیں حواشی وشروح اور تعلیقات سے مزین فرمایا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انیسویں صدی میں جب برصغیر مکمل طور پر انگریزی اقتدار کی زنجیروں میں جکڑا گیا تو اس شر کے بطن سے یہ خیر کا پہلو نمودار ہوا کہ اس خطۂ ارض کا ہر گوشہ اصحابِ علم سے بھر گیا اور لوگوں نے ہر فن میں ارتقا کی منزلوں کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ اردو زبان بھی کھل کر میدان میں آگئی اور لوگوں نے اس کا آگے بڑھ کر استقبال کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں اس کا دامن علم و ادب کی دولت سے پُر ہو گیا اور یہ اس قابل ہوگئی کہ علوم و فنون کو اپنے اندر جذب کر سکے اور ان کے مشکل مقامات کی وضاحت و صراحت کا بحسن وخوبی فریضہ ادا کر سکے۔

مختلف مذاہب میں مقابلے کا دور

پھر عجیب بات یہ تھی کہ یہ برصغیر مختلف مذاہب کا گہوارہ، بہت سی تہذیبوں کا منبع اور بے شمار ثقافتوں کا مسکن تھا۔ اس میں ہندو بھی آباد تھے، اچھوت بھی اپنا ایک وسیع حلقہ رکھتے تھے، جنھیں اپنی رسوم وعوائد سے بے حد پیار تھا، عیسائی اور پارسی بھی یہاں فروکش تھے، یہودیوں نے بھی اس سے آشنائی پیدا کر لی تھی۔ سکھ بھی اپنا پیلا جھنڈا اٹھا کر یہاں کے مذاہب کی صف میں آ کھڑے ہوئے تھے۔

برصغیر میں تمام مذہبوں کے درمیان وہ مسابقت کا دور تھا۔ ہر مذہب کے لوگ عام طور پر دوسرے مذہب کو ہدفِ تنقید ٹھہراتے اور اپنے مذہب کی حقانیت اور فوقیت ثابت کرتے تھے۔ عیسائی اور آریہ بالخصوص اسلام کو نشانۂ نقد وجرح بناتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس واطہر پر وہ خاص طور سے اعتراضات کرتے تھے۔ اردو، ہندی اور انگریزی کی کتنی ہی ایسی کتابیں ہیں جن میں آنحضرت ﷺ پر انتہائی رکیک حملے کیے گئے اور جرمن، فرنچ، اٹالین اور انگلش زبانوں میں یہ منظّم مہم آج تک جاری ہے۔

اس دور میں علمائے دین نے نبی ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے موضوع پر چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور اپنے اپنے اسلوب میں خوب کام کیا۔ یہ کتابیں اب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالے کے طور پر استعمال ہوتی ہیں اور لوگ ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ سیرت پیغمبر کے سلسلے میں یہ عظیم الشان خدمت تھی جو ان علماے کرام اور اصحاب تصنیف نے سرانجام دی۔ ہر مصنف کا طریق نگارش الگ اور اندازِ تحریر جداگانہ تھا اور اپنی جگہ اثر انگیز......! اُس دور کے بعض علماے دین نے بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر انگریزی زبان میں بھی استعداد حاصل کر لی تھی۔ افسوس ہے اب وہ محققانہ صورتِ حال باقی نہیں رہی۔ آج کے زیادہ تر علماے کرام کو سیاست کا چسکا پڑ گیا ہے، اس لیے کہ یہ آسان کام ہے، تحقیق میں مغز ماری کرنا پڑتی ہے۔ سیاست کے لیے ان کے نزدیک ایک آدھ اخبار پڑھ لینا اور تقریر کر لینا کافی ہے۔

سیرت کے بارے میں قاضی صاحب کا منصوبہ

سیرت کی ان بوقلموں کتابوں کی وسعت پذیر فہرست پر نگاہ ڈالیں تو ان میں حضرت علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ''رحمتہ للعالمین'' نمایاں طور سے نظر آئے گی جو بڑی وقیع، بڑی اہم اور اپنے اسلوب کی منفرد کتاب ہے اور تین جلدوں پر محیط ......!

قاضی صاحب اس موضوع پر تین قسم کی کتابیں لکھنا چاہتے تھے۔

ایک مختصر۔

دوسری متوسط۔

تیسری مطول۔

مختصر کتاب کا نام انھوں نے ''مہرِ نبوت'' رکھا۔ یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود اپنے موضوع کی جامع کتاب ہے۔ اس کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ یہ مختلف ناشروں نے شائع کی اور بہت پڑھی گئی اور مسلسل پڑھی جا رہی ہے۔

متوسط درجے کی کتاب انھوں نے ''رحمتہ للعالمین'' کے دلکش اور محبت بھرے نام سے تصنیف کی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطول و مفصل کتاب لکھنے کا منصوبہ ان کے دل ہی میں رہا اور قبل اس کے کہ وہ اس عظیم کام کا آغاز فرماتے، اللہ کو پیارے ہو گئے، بلکہ ''رحمۃ للعالمین'' کی تیسری جلد بھی ان کی وفات کے بعد طباعت و اشاعت کے مراحل سے گزری۔

اس موضوع سے متعلق وہ دو کتابیں اور لکھنا چاہتے تھے:

ایک سیرت نبوی ﷺ قرآن کی روشنی میں۔

دوسری سیرت نبوی ﷺ بائبل کی روشنی میں۔

اس موضوع پر انھوں نے چند باتیں لکھ بھی لی تھیں۔ خیال یہ تھا کہ وہ جلد ہی اسے تکمیل کی منزل تک پہنچا دیں گے۔ لیکن افسوس ہے زندگی نے وفا نہ کی اور وہ اس عالمِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ جو ارادے انھوں نے باندھے تھے اور جو منصوبے بنائے تھے، وہ مکمل نہ ہو سکے۔ اللہ کو یہی کام منظور تھا جو انھوں نے کر دیا اور بلاشبہہ یہ عظیم الشان کام ہے۔ اس کے پائے کا اور اس اسلوب کا سیرتِ طیبہ پر اور کوئی کام نہیں ہوا۔ اللہ اسے شرفِ قبولیت سے نوازے۔

رحمۃ للعالمین کی خصوصیات

رحمۃ للعالمین اپنے موضوع کی وہ کتاب ہے جو بہت سے اوصاف و خصوصیات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ مثلاً

۱۔ اس کا نام قرآن مجید کی آیت کریمہ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیا: ۱۰۷) سے مستعار لیا گیا ہے۔ یہ وہ آیت ہے جس میں نبی آخر الزمان ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے پیغمبر ﷺ ہم نے تمام جہانوں کے لیے تم کو پیکر رحمت و شفقت بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔

سیرت کی کوئی ایسی کتاب نہیں جس کا نام قرآن مجید کے الفاظ سے اخذ کیا گیا ہو، یہ واحد کتاب ہے، جسے یہ امتیاز حاصل ہے۔ مصنف مرحوم نے ثابت کر دکھایا کہ نبی ﷺ کی ذاتِ مطہر میں رحمۃ للعالمینی کے تمام اوصاف بہ درجۂ اتم موجود تھے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ سیرت نگاری کا بنیادی اور اولین اصول یہ ہے کہ اس موضوع کی جتنی کتابیں میسر آسکتی ہوں، ان سب کا دقتِ نظر سے مطالعہ کیا جائے اور ان سے وہی واقعات اُخذ کر کے حوالۂ قرطاس کیے جائیں جو حق وصداقت کی میزان میں پورے اترتے ہوں۔

رحمۃ للعالمین کے فاضل مصنف نے اس اصول کو پوری طرح پیش نگاہ رکھا اور اس پر عمل کیا ہے۔ سیرت سے متعلق ان کے زمانے تک جس زبان میں بھی کوئی کتاب شائع ہوئی، وہ ان کے مطالعہ میں آئی اور انھوں نے اس کتاب کے جن واقعات کو اپنی کتاب میں درج کرنا مناسب سمجھا، درج کیا۔

۳۔ آنحضرت ﷺ کے فضائل و مناقب اور محامد و محاسن انتہائی عقیدت و شیفتگی میں ڈوب کر قاضی صاحب نے اس کتاب میں تحریر فرمائے ہیں۔

۴۔ رحمۃ للعالمین کی پہلی جلد ۱۹۱۲ء میں چھپی اور آخری جلد ان کی وفات کے بعد ۱۹۳۳ء میں معرضِ اشاعت میں آئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندو، عیسائی اور یہودی مناظرین ومبلغین اسلام اور پیغمبر اسلام پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے اور اسلامی تعلیمات اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات و اعمال پر تنقید کو انھوں نے اپنا فریضہ قرار دے رکھا تھا۔ رحمۃ للعالمین کے فاضل مصنف ان سب امور سے پوری طرح باخبر ہیں اور وہ مخالفین ومعترضین کے تمام اعتراضات کا نہایت سلیقے اور انتہائی شائستگی سے جواب دیتے ہیں۔ وہ مختلف حوالوں کی مدد سے نبی ﷺ کا دفاع بھی کرتے ہیں اور اعتراض کرنے والوں پر بہ درجہ غایت متانت اور دانش مندی سے حملے بھی کرتے ہیں۔

۵۔ کتاب میں مضبوط دلائل اور مستحکم شواہد سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی ذات والا صفات میں تمام انبیاے کرام کے محاسن وکمالات بہ طریق احسن جمع تھے۔

۶۔ کتاب کی ترتیب میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ واقعات درجۂ صحت کو پہنچے ہوئے ہوں، چنانچہ جگہ جگہ کتبِ احادیث اور کتبِ سیرت کے حوالے دیے گئے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ جو مواد یہود و نصاریٰ کی کتابوں سے لیا گیا ہے، اس کی بھی باقاعدہ نشان دہی کی گئی ہے۔

۷۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے متعلق بکرمی اور عیسوی سنین کے مہینوں کی تاریخ اور وقتِ ولادت کے تعین کا فلکیاتی نقطۂ نظر سے جو حساب قاضی صاحب نے لگایا ہے، وہ دوسرے کسی سیرت نگار نے نہیں لگایا۔ اس میں انھیں انفرادیت حاصل ہے۔

۸۔ زبان صاف ستھری، فصیح و بلیغ، ادیبانہ، شگفتہ، موثر اور دلآویز ہے۔

۹۔ سیرت کی یہ پہلی کتاب ہے جو طبع ہوتے ہی برصغیر کی مشہور یونیورسٹیوں اور متعدد مدارس میں داخل نصاب ہوئی، مثلاً عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد (دکن) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ عباسیہ بہاول پور (جو گزشتہ کئی سال سے جامعہ اسلامیہ کے نام سے موسوم ہے) ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ ملیہ دہلی، دارالعلوم دیوبند، انجمن حمایت اسلام لاہور کے اسلامیہ کالج اور اس کے ہائی سکول، نیز ملک کے بہت سے اسلامی مدارس اور دینی و مذہبی درس گاہوں میں یہ کتاب باقاعدہ طلبا کو سبقاً سبقاً پڑھائی جاتی تھی۔

۱۰۔ اس کتاب کے لیے نہ کوئی اشتہار بازی کی گئی، نہ اخبارات میں تبصرے ہوئے اور نہ اعلان شائع کیے گئے، لیکن اسے جو قبول عام حاصل ہوا، اور علما و فضلا نے اس سے جو اعتنا کیا، اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ اس کی پہلی جلد ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۶ء تک کئی مرتبہ شائع ہوئی۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد اردو یا کسی اور زبان میں سیرت کی کوئی ایسی کتاب نہیں جو اتنے تھوڑے عرصے میں اتنی دفعہ چھپی ہو یا عوام و خواص میں جس نے اس درجے تداول و قبولیت کا درجہ پایا ہو جو رحمۃ للعالمین کو حاصل ہوا یا اتنے سرکاری و غیر سرکاری مدرسوں اور ملک کے مشہور کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصابِ تعلیم میں شامل کی گئی ہو جس طرح کہ رحمۃ للعالمین کو شامل کیا گیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ محض اللہ کا فضل، لائق مصنف کا خلوص، رسول اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے ان کا قلبی تعلق اور احکامِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عمل کی دیواریں استوار کرنے کا نتیجہ ہے۔

۱۱۔ قاضی صاحب نے پوری کتاب میں مثبت انداز اختیار کیا ہے اور اپنی تحقیق صحیح واقعات کی روشنی میں پیش کی ہے، جس شخص کا تذکرہ کیا ہے اس قسم کے الفاظ میں کیا ہے جو حدیث و سیرت کی کتابوں میں اس کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔

رحمۃ للعالمین کے مندرجات

آیے اب رحمۃ للعالمین کی جلد اول کے مضامین و مندرجات پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس جلد میں کس اسلوب میں سیرتِ رسول بیان فرمائی ہے۔

ابتدا میں سترہ صفحات کا مقدمہ ہے، جس میں حضرت مسیح علیہ السلام سے دو ہزار برس قبل کی سلطنت بابل کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس کے حکمرانوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھیجا تھا اور انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سخت اذیتوں میں مبتلا کیا تھا۔ یہ تمام واقعات تورات اور دوسری کتابوں کے حوالے سے درج کیے گئے ہیں۔

مقدمے ہی میں عرب کی سیاسی حالت اور اخلاقی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی عرب کا محلِ وقوع، آنحضرت ﷺ کی ابتدائی زندگی کے اہم واقعات، وحدت تعلیم، معجزاتِ مادی و معجزاتِ علمی، سیرت نبوی کی خصوصیات اور زندگی کے گوناگوں معاملات، نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ نبوت پر دلکش اسلوب میں بحث کی گئی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت موسم بہار میں

اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے اور آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر آتا ہے۔

مصنف علام لکھتے ہیں۔ ''ہمارے نبی ﷺ موسم بہار میں دو شنبہ کے دن ۹۔ربیع الاول سن ۱۰ عام الفیل مطابق ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ھ یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی کو مکہ معظّمہ میں بعد از صبح صادق وقبل از طلوعِ نیرّ عالم تاب پیدا ہوئے۔''

رحمۃ للعالمین کے مصنف شہیر کی تحقیق کے مطابق نبی ﷺ کی تاریخ ولادت ۹۔ ربیع الاول ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مبارک زندگی میں دو شنبہ کا دن بڑی خصوصیت رکھتا ہے۔ ولادت، نبوت، ہجرت، وفات سب اسی دن ہوئی ہیں۔ اس سے مختلف تاریخوں کی تصحیح میں بہت مدد ملتی ہے۔

پھر لکھتے ہیں، تاریخ ولادت میں مورخین کا اختلاف ہے۔ طبری اور ابن خلدون نے ۱۲ ربیع الاول اور ابو الفدا نے ۱۰ لکھی ہے۔ مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ دو شنبہ کا دن تھا۔ لیکن دو شنبہ کا دن ۹۔ ربیع الاول کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں کرتا، اس لیے ۹۔ ربیع الاول ہی صحیح ہے۔

قاضی صاحب سیرت کے پہلے مصنف ہیں، جنھوں نے تحریر کیا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ ''موسم بہار'' میں پیدا ہوئے۔ یہ الفاظ نہایت اہمیت کے حامل ہیں اور اپنے اندر ایک خاص شان رکھتے ہیں۔ ان سے پہلے سیرت کے کسی مصنف نے یہ الفاظ استعمال نہیں کیے۔ اس میں فاضل مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح آنحضرت ﷺ کی پیدائش موسم بہار میں ہوئی، اسی طرح نبی ﷺ کے پیغام، آپ کی تعلیم اور آپ کے اخلاق میں بھی موسم بہار کی سی کیفیت پائی جاتی ہے۔ جسمانی سرور کے ساتھ روحانی اور قلبی مسرت وانبساط بھی اس میں بہ درجۂ اتم موجود ہے۔ یعنی نبی ﷺ کی تعلیمات اور اسلام کا پیغام، اعتدال وتوازن کا کامل ترین نمونہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، جسے قرآن ''وسط'' سے تعبیر کرتا ہے۔

ابتدائے نبوت کے بہت سے اہم واقعات

ابتدا میں نبی ﷺ کے نام مبارک ''محمد'' کے لغوی معنے بیان کیے گئے ہیں، آپ کے ننھیال اور ددھیال کا ذکر کیا گیا ہے، حضور ﷺ کی تاریخ پیدائش کے متعلق وضاحت کی گئی ہے۔ پھر ایامِ رضاعت، والدہ کا انتقال، ابو طالب کی تربیت، تجارت، سفر تجارت، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح، قیام امن کی کوششیں اور تحفظ حقوق انسانی کے لیے انجمن کا قیام، اہل ملک کی طرف سے امین وصادق کا لقب، کعبۃ اللہ کی تعمیر، حجر اسود کی تنصیب وغیرہ امور خوب صورت الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں۔

پھر قرب زمانۂ بعثت کے سلسلے میں وحی سے پہلے کی روشنی اور غار حرا میں آپ ؐ کی عبادت کا تذکرہ ہے۔

''بعثت و نبوت'' کا بڑا عنوان قائم کر کے اس کے ضمنی عنوانات ہیں، مثلاً ابتدائے وحی کی تاریخ، نزولِ وحی پر آپ کی حالت، نزولِ قرآن کی ابتدا، حاشیے میں نزول قرآن کی تاریخ کا تعین، نماز کا آغاز، تبلیغ اسلام کی ابتدا، خدیجہ، علی، ابوبکر اور چند مخلصین اسلام۔ (رضی اللہ عنہم) اس سے آگے نبوت کے مقاصد، تبلیغ کے پنج گانہ مراتب، بعثتِ نبوی کے وقت دنیا کی حالت، اپنے کنبے کو حضور ﷺ کی تبلیغ، آپ ﷺ کا پہاڑی وعظ، موعظت ونصیحت کے ضروری مضامین، منڈیوں اور میلوں میں تبلیغ، قریش کی مخالفت، اسلام کے خلاف قریش کی تدبیریں، ہجرت حبشہ، دربارِ حبش میں جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی تقریر، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جوش شجاعت اور اسلام، ابو طالب اور خدیجہ کی وفات، اردگرد کے لوگوں کا مکے میں آکر اسلام قبول کرنا، واقعہ معراج وغیرہ، بہت سے مضامین و واقعات ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں اور نہج تحریر بے حد موثر۔ ہر واقعہ قلب و روح میں اترتا جاتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیمۂ ام معبد میں تشریف آوری

اس کے بعد ہجرت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوتے ہیں۔ راستے میں خیمۂ ام معبد آتا ہے تو آپ ﷺ تھوڑی دیر وہاں ٹھہر جاتے ہیں۔ یہ قصہ یوں تو تمام سیرت نگاروں نے لکھا ہے، لیکن قاضی صاحب کا اسلوب کچھ اور قسم کا ہے۔ نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقائے سفر کے تشریف لے جانے کے بعد ابو معبد خیمے میں آتا ہے تو دودھ کا بھرا ہوا برتن دیکھ کر حیرانی کے عالم میں امِ معبد سے پوچھتا ہے، یہاں کون آیا تھا؟

یہ اس لیے پوچھا کہ وہ گھر سے گیا ہے تو گھر میں دودھ نہیں تھا۔ اب دودھ اتنی مقدار میں جو برتن میں پڑا ہے، یہ کسی معجزے کا آئینہ دار ہے۔ امِ معبد بتاتی ہے کہ ایک بابرکت شخص آیا تھا، یہ دودھ اسی شخص کی آمد کا نتیجہ ہے۔

وہ بولا یہ تو وہی صاحب قریش معلوم ہوتا ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ اچھا تم ذرا اس کا حلیہ اور طرز کلام تو بیان کرو۔

ام معبد آنحضرت ﷺ کا حلیہ بیان کرتی ہے، اس کے الفاظ کو عربی ادب کی جان کہنا چاہیے۔ نہایت خوب صورت الفاظ اور انتہائی دلکش اسلوب کلام۔ قاضی صاحب نے ان الفاظ کا جو اردو ترجمہ کیا ہے، وہ بھی عربی الفاظ کی طرح فصاحت وبلاغت میں اپنی مثال آپ ہے۔

مدینہ منورہ میں استقبال

مدینے پہنچ کر صورتِ حال بالکل بدل جاتی ہے۔ نبی ﷺ کا اہل مدینہ بہ درجہ غایت والہانہ انداز میں استقبال کرتے ہیں۔ حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے ہیں، یہودیوں اور عیسائیوں سے استحکامِ امن کے لیے بین الاقوامی معاہدے کیے جاتے ہیں اور حیرت انگیز طور سے لوگوں کے ذہن میں انتہائی خوش گوار انقلاب پیدا ہوجاتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزوات کا سلسلہ

قریش مکہ کوشش کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں بھی مسلمان امن وسکون سے نہ رہ سکیں، چنانچہ وہ ان کے خلاف سازشیں کرنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر ان پر چڑھائی کر کے آتے ہیں تو ۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری کو بدر کے مقام پر مسلمانوں اور کافروں کے درمیان زبردست جنگ ہوتی ہے، جس میں مسلمان کامیاب ہوجاتے ہیں اور قریشِ مکہ کو شرم ناک ہزیمت اٹھانا پڑتی ہے۔

بدر کے میدان میں کافروں کے متعدد سرکردہ لوگ مارے گئے تھے اور کتنے ہی آدمی گرفتار کر لیے گئے تھے، لیکن اس کے باوجود انھوں نے خاموشی اختیار نہیں کی اور ایک سال بعد ۳ ہجری کو احد کے مقام پر مسلمانوں سے پھر لڑائی کے لیے آدھمکے۔ اس لڑائی میں بعض جنگی غلطیوں کی بنا پر مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سے کافروں کے حوصلے بڑھ گئے اور انھوں نے مختلف اوقات میں دھوکے اور فریب سے کام لے کر بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیا۔

چند لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے قبیلوں میں تبلیغ دین اور تعلیم قرآن کے لیے ان صحابہ کرام کو اپنے ساتھ لے گئے جو مبلغ بھی تھے اور معلم بھی، پھر ان کو راستے میں شہید کر دیا گیا۔ نبی ﷺ نے اس موقعے پر بڑے صبر اور تحمل سے کام لیا۔

یہ تمام واقعات رحمتہ للعالمین کی پہلی جلد میں قاضی صاحب نے مناسب تفصیل کے ساتھ رقم فرمائے ہیں۔

اسی طرح جنگِ احزاب، صلحِ حدیبیہ، فتح مکہ، جنگِ حنین، جنگ تبوک وغیرہ تمام جنگوں کے بارے میں مکمل معمولات بہم پہنچائی گئی ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سربراہوں کو خطوط اور وفود کی آمد

پھر مختلف ملکوں کے بادشاہوں اور قبیلوں کے سربراہوں کے نام قبولِ اسلام کے لیے خطوط کا ذکر ہے۔ جن الفاظ میں ان کو دعوت اسلام دی گئی، جو صحابہ کرام دعوت نامے لے کر گئے اور جس بادشاہ اور سربراہ پر اس کے جو اثرات مرتب ہوئے اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

عرب قبائلی زندگی بسر کرتے تھے اور مختلف علاقوں میں مختلف قبیلے آباد تھے، جن میں سے بعض قبیلے بعض معاملات میں بڑے مشہور تھے، مثلاً کوئی قبیلہ بہادری اور جنگ جوئی میں شہرت رکھتا تھا، کوئی سخاوت میں ممتاز تھا، کوئی تجارت میں نامور تھا، کوئی شرافت و دیانت کے سلسلے میں معروف تھا، کوئی شعروشاعری میں آگے بڑھا ہوا تھا اور بعض قبیلے ایسے بھی تھے، جن میں اس نوع کے تمام اوصاف پائے جاتے تھے۔

اسلام کے ظہور کے وقت دو ایک قبیلوں کے سوا تمام قبیلے نبی ﷺ کے اور مسلمانوں کے دشمن ہوگئے تھے۔ پھر جب مسلمان فتح یاب ہونے لگے اور آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت کی حقانیت کا شہرہ عام ہوگیا تو بہت سے قبیلوں کے وفد آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے لگے۔ ان وفود کے ارکان اپنے اپنے قبیلے کی نمائندگی کرتے تھے اور ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ نبی ﷺ کی ذاتِ گرامی کو بچشم خود دیکھ کر اور ان کی باتیں سن کر کسی واضح نتیجے پر پہنچا جاسکے۔ چنانچہ پہلے وہ خود اسلام کو سمجھتے اور اس کی تعلیمات سے بہرہ مند ہوتے تھے۔ پھر واپس جاکر اپنے قبیلے کے لوگوں کو ان تاثرات سے آگاہ کرتے تھے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کی تعلیمات سے متعلق ان پر قیامِ مدینہ کے دوران مرتب ہوتے تھے۔

ان تمام وفود کا ذکر رحمۃ للعالمین کی جلد اول میں قاضی صاحب نے تفصیل اور وضاحت سے کیا ہے اور سب واقعات باحوالہ بیان کیے ہیں۔ جس قبیلے کے ارکان وفد نے جس پیرائے میں بات کی اور نبی ﷺ جس اسلوب میں ان سے مخاطب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اور جن الفاظ اور جس لہجے میں ان کے سوالات کے جواب دیے، اس کی صراحت کی گئی ہے۔

مدینہ منورہ کے اہم واقعات

کتاب کا ایک باب ''مدینہ منورہ میں دس سال کے اہم واقعات'' پر مشتمل ہے۔ یعنی نبی ﷺ کی تیئس سالہ نبوت کی زندگی میں سے دس سال مدینہ طیبہ میں بسر ہوئے۔ دس سال کے اس عرصے میں نبی ﷺ اور مسلمان جن حالات سے گزرے اور جو معاملات ان کو پیش آئے، وہ سب اس باب میں درج کیے گئے ہیں۔ مسجدِ نبوی کی تعمیر، نماز کی فرضیت، نماز کی فلاسفی ، اذان اور اس کی حکمت ، تحویل قبلہ، زکوٰۃ کی فرضیت، فرضیتِ زکوٰۃ کے مقاصد ، غلاموں کی آزادی کی بحث ، رمضان کے روزوں کی فرضیت ، حج بیت اللہ، نبی ﷺ کا حج، امت سے نبی ﷺ کا الوداعی خطاب یعنی خطبہ حجۃ الوداع، دین کی تکمیل......

سفرِ آخرت کی تیاری

رسول اکرم ﷺ کی سفر آخرت کے لیے تیاری ، آغاز مرض، مرض کا آخری ہفتہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصیحتیں، حضرت ابوبکر صدیق کی امامت، غلاموں کی آزادی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس دنیاے فانی میں آخری دن، حالت نزع ، وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر صدیق اکبر کا خطبہ، غسل و تکفین، نمازِ جنازہ

یہ تمام واقعات بہت سے دیگر واقعات کے ساتھ دل پذیر نہج سے ضبط کتابت میں لائے گئے ہیں۔

کتاب کا یہ باب جو بڑا اہم ہے ۲۵۱ صفحے سے شروع ہوتا ہے اور ۳۲۷ صفحات تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ ہر بات پیار میں ڈوب کر اور عقیدت سے لبریز ہو کر لکھی گئی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی صلی اللہ علیہ سلم کی حیاتِ طیبہ کے آخری دنوں کے حالات تمام سیرت نگاروں نے تحریر کیے ہیں، لیکن قاضی صاحب نے جس طریق و اسلوب سے بات کی ہے، وہ سب سے جداگانہ نوعیت کی ہے۔ اس کتاب کی یہی وہ خصوصیت ہے جو اسے اس موضوع کی دوسری کتابوں سے ممتاز کرتی ہے۔ پھر بہت سے مقامات کے طویل حواشی بے شمار معلومات کو دامن الفاظ میں سمیٹے ہوئے ہیں۔

کتاب کا آخری باب ...... خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب کا آخری باب ''خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم'' سے متعلق ہے۔ یہ باب صفحہ ۳۲۸ سے شروع ہوتا اور صفحہ ۳۷۷ پر ختم ہوتا ہے۔ تقریباً پچاس صفحات کا یہ باب بہت سی معلومات پر محیط ہے۔ اس میں بے حد خوب صورت طریقے سے نبی ﷺ کے اخلاقِ حسنہ بیان کیے گئے ہیں۔ بچوں پر شفقت، اربابِ فضل کی قدر و منزلت، ادب و تواضع، شفقت و رافت، خادم کے لیے دعا، عدل و رحم، جود وکرم، صبر وحلم، دشمنوں پر رحم، صدق و امانت، عفت و عصمت، عبادت و زہد، عورتوں کی اعانت و آسائش، اسیران جنگ کی خبر گیری، خدمت والدین، ...... غرض اخلاق کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کا اس باب میں ذکر نہ کیا گیا ہو۔ پسندیدہ اعمال کی ضروری تفصیل اس باب میں آ گئی ہے۔

قرآن و حدیث کے حوالوں کے ساتھ ساتھ اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق تورات اور انجیل وغیرہ کتبِ سابقہ اور صحفِ قدیمہ کے حوالے بھی دیے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ ان کتابوں اور صحیفوں میں نبی آخرالزمان (ﷺ) کے اخلاق کے بارے میں کہاں کہاں کیا کچھ بیان کیا گیا ہے۔

چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کر کے اس میں بہت سی باتوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ حضرت مصنف مرحوم کا طرز نگارش اور پیرائیہ اظہار ایسا دلکش ہے کہ قاری اگر پوری توجہ سے اس باب کا مطالعہ کر لے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے تمام نقوش نظر و بصر کے زاویوں میں آ جاتے ہیں۔ کتاب میں حضور علیہ السلام

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی زندگی کا ہر پہلو ابھرا ہوا اور نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

قاضی صاحب اپنے دور کے شاعر بھی تھے، فارسی میں بھی شعر کہتے تھے اور اردو میں بھی۔ ان کا نعتیہ کلام اپنے اندر خاص کشش رکھتا ہے۔ کتاب کے آخر میں بہ زبان فارسی ''قصیدہ در نعتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم'' درج ہے جو تقریباً چار صفحات پر مشتمل ہے۔

کتب حوالہ

کتاب میں مندرجہ ذیل کتابوں کے حوالے دیے گئے ہیں۔

(۱) تورات (۲) انجیل (۳) زبور (۴) قرآن مجید (۵) صحیح بخاری (۶) صحیح مسلم (۷) ابو داؤد (۸) ترمذی (۹) نسائی (۱۰) ابن ماجہ (۱۱) مؤطا امام مالک (۱۲) مؤطا امام محمد (۱۳) مشکوٰۃ (۱۴) تاریخ ابن خلدون (۱۵) تاریخ العرب (۱۶) منتھی الارب (۱۷) تفسیر ابن کثیر (۱۸) تفسیر کشاف (۱۹) تہذیب قدیم ہندوستان از، آر، سی دت (۲۰) اخبار سول ملٹری گزٹ (اڈیٹوریل ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء) (۲۱) تاریخ ابوالفدا (۲۲) مدارج النبوۃ (۲۳) اعجاز التنزیل (۲۴) سیرت ابن ہشام (۲۵) شفاء العلیل قاضی عیاض (۲۶) المستدرک حاکم (۲۷) تاریخ الکامل ابن اثیر (۲۸) حجۃ اللہ البالغہ (۲۹) الاستیعاب فی تمیز الاصحاب (۲۹) سرور المحزون (۳۰) تفسیر ابی السعود (۳۱) محیط المحیط (۳۲) ناسخ التواریخ (۳۳) معجم البلدان (۳۴) تاریخ الدول العربیہ (۳۵) فتوح البلدان (۳۶) قدیم ہندوستان رگ وید (۳۷) طبقات ابن سعد (۳۸) فتح الباری (۳۹) سیرت محمدیہ (۴۰) انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا (۴۱) معدن الاعمال (۴۲) ابن عساکر (۴۳) زرقانی (۴۴) نہج البلاغہ (۴۵) کتاب الام امام شافعی (۴۶) الکافی (۴۷) حیات القلوب (۴۸) کیمیائے سعادت (۴۹) مسند امام احمد۔

تفسیر و حدیث اور تاریخ و سیرت کی یہ اہم اور مشہور کتابیں ہیں جو رحمۃ للعالمین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جلد اول کی تصنیف و تحریر کے وقت قاضی صاحب کے زیر مطالعہ رہی اور جن کے انھوں نے اس جلد میں حوالے دیے ہیں۔ ان میں سے اکثر کتابوں کی اصل عبارتیں درج کر دی گئی ہیں اور اس کے ساتھ ہی اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ انھوں نے انگریز مصنفین کی بعض کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے اور ان کے حوالے اس کتاب۔ کے متعدد مقامات پر درج ہیں۔

مضامین و مندرجات اور معلومات و مشمولات کے اعتبار سے یہ جلد اتنی جامع اور مفصل ہے کہ سیرت کے موضوع سے متعلق اس میں پورا مواد جمع کر دیا گیا ہے۔

رحمۃ للعالمین کی یہ جلد آج سے ۹۵۔۹۶ سال قبل کی تصنیف شدہ ہے۔ اس زمانے میں کتابوں کا حصول بہت مشکل تھا اور جو کتابیں ملتی تھیں، ان میں سے بعض میں فہرستِ مضامین بھی نہیں ہوتی تھی۔ لکھنے والا بڑی محنت سے اس کے صفحات سے اپنے مطلب کی عبارت تلاش کرتا تھا۔ پھر بجلی اور پنکھے وغیرہ کی سہولت بھی حاصل نہ تھی۔ اس زمانے کی نسبت آج کے دور میں کتاب لکھنا بہت آسان ہے۔ آج حوالے کی کتابیں بالعموم میسر آجاتی ہیں۔ ان پر فہرست مضامین کے علاوہ اسماے رجال و کتب اور اسماے مقامات کا اشاریہ بھی آخر کتاب میں مرقوم ہوتا ہے۔ اشاریہ دیکھیے اور جس شخص کے نام، جس کتاب اور جس مقام کی آپ کو ضرورت ہے، صفحہ دیکھ کر اسے نکال لیجیے۔ پھر بجلی اور پنکھے وغیرہ کا نہایت آرام دہ سلسلہ موجود ہے بلکہ کمپیوٹر کی سہولت سے بھی آج کا مصنف بہرہ ور ہے۔ اس زمانے میں زیادہ تر لوگ زمین پر صف یا دری بچھا کر بیٹھتے اور لکھتے تھے یا چار پائی پر بیٹھ کر یہ فریضہ انجام دیتے تھے، اب میز اور کرسیوں کا زمانہ ہے۔ تعجب ہوتا ہے، وہ اہل علم کس طرح اتنی ضخیم اور محققانہ کتابیں لکھ گئے اور کتنا بڑا ذخیرۂ علم اپنے بعد میں آنے والوں کو دے گئے۔ اب ان کتابوں پر اشاریے لکھ کر اور ان کی تخریج کر کے لوگ پی ایچ ڈی کی ڈِگریاں حاصل کر رہے ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوبیسواں باب:

رحمتہ للعالمین ......جلد دوم

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، رحمتہ للعالمین کی جلد اول ۱۹۱۲ء میں شائع ہوئی تھی اور اشاعت کے فوراً بعد اس کی شہرت ملک میں پھیل گئی تھی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے مختلف سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصابِ تعلیم میں داخل کرلیا گیا تھا۔ سیرت کی یہ اولین کتاب تھی جو ملک کے بہت سے ثانوی اور اعلیٰ تعلیمی اداروں اور سرکاری و غیر سرکاری درس گاہوں کے نصابِ تعلیم کا لازمی حصہ قرار پائی۔

جلد اول کی اشاعت کے تھوڑے عرصے بعد دوسری جلد تیار ہوگئی تھی اور کتابت کے مرحلے سے بھی گزر گئی تھی، لیکن جولائی ۱۹۱۴ء میں پہلی عالم گیر جنگ عظیم شروع ہوگئی جو نومبر ۱۹۱۸ء تک (چار سال) جاری رہی۔ کاغذ اس زمانے میں انگلستان اور یورپ کے دوسرے ملکوں سے آتا تھا اور بقول قاضی صاحب جنگ ''شروع ہوجانے کی وجہ سے عمدہ کاغذ دست یاب نہ ہوا اور یہ مسودہ پڑا رہا۔'' آخر کار اچھا برا جو کاغذ ملا اس پر ۱۹۱۸ء میں کتاب چھاپ دی گئی۔

یہ جلد ۵۰۸ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں متعدد ایسی چیزیں بیان کی گئی ہیں جو کسی دوسری کتاب میں نہیں ملیں گی۔

ابتدا میں نبی ﷺ سے لے کر عدنان تک شجرۂ نسب ہے۔ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ آمنہ کا نسب نامہ بھی درج کتاب ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس طویل نسب نامے کے ہر شخص کے مختصر حالات بھی بیان کیے گئے ہیں جس سے پتا چلتا ہے کہ قاضی صاحب تاریخ اور شجر ہائے انساب میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔

حضرت اسماعیل، حضرت مسیح، حضرت داؤد، غرض حضرت آدم علیہ السلام تک انبیا علیہم السلام کا مناسب انداز و الفاظ میں تذکرہ کیا گیا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے بارے میں قاضی صاحب نے اس جلد میں متعدد نہایت ضروری معلومات بہم پہنچائی ہیں اور ان کے خاندانوں کا بھی جامعیت کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے کثرت زوجات کو بھی موضوعِ بحث ٹھہرایا ہے۔ جن انبیا علیہم السلام کی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں، ان کا ذکر کیا ہے۔ پھر ایشیا کے بعض مشہور مذاہب سے تعلق رکھنے والی معروف شخصیتوں کے متعلق ثابت کیا ہے کہ ان کے حرم میں کئی کئی عورتیں داخل تھیں۔ انھوں نے بتایا ہے کہ ہندوستان کے بعض مذاہب کے رشیوں اور منیوں کی بیویوں کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔ مثلاً رام چندر جی کے والد مہاراجا دسرت کی تین بیویاں تھیں۔

ایک پٹ رانی کوشلیا، رام چندر جی کی والدہ۔

دوسری رانی سمترا، لچھمن جی کی والدہ۔

تیسری کیکئی، بھرت جی کی والدہ۔

سری کرشن جی کو ہندوؤں کے نزدیک اوتاروں میں سولہ کلان سپورن کا درجہ حاصل ہے، ان کی سیکڑوں بیویاں تھیں۔ لالہ لاجپت راے نے اپنی کتاب ''کرشن چرتر'' میں لکھا ہے کہ ان کی صرف اٹھارہ رانیاں تھیں۔ لیکن یہ تعداد بھی کم نہیں ہے جسے ''صرف اٹھارہ'' کہا گیا ہے۔

راجا پانڈو کی جو پانڈوؤں کا جدِّ اعلیٰ ہے، دو بیویاں تھیں۔ ایک کلنتی جو بدشتر، بھیم سین اور ارجن کی والدہ تھیں۔

دوسری مادری جو نکل اور سہدیو کی والدہ تھیں۔

راجا شنتن کی دو بیویاں تھیں۔

ایک گنگا۔ بھیکم کی والدہ۔

دوسری سیتہ وتی۔ چتر انگد اور بچھتر اریج کی والدہ۔

بچھتر اریج کی دو بیویاں اور ایک لونڈی تھی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ کثرتِ زوجات کا اعتراض نبی ﷺ پر ہی کیوں وارد کیا جاتا ہے، دوسرے مذاہب کے اکابر اور رہنما کیوں اس کی زد میں نہیں آتے؟

نبی ﷺ کی کثرت ازواج سے تبلیغ اسلام میں جو آسانی پیدا ہوئی، کتاب میں قاضی صاحب نے اس کی نشان دہی کی ہے۔ جن قبائل اور عرب کی اہم شخصیات سے نبی ﷺ کا رشتۂ مصاہرت قائم ہوا، اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے بارے میں ان کے رویے میں جو لچک پیدا ہوئی، اس کی تفصیل بڑی معلومات افزا ہے۔ کتاب کا یہ حصہ نبی ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا ایسا نقشہ پیش کرتا ہے جو سیرت کی کسی اور کتاب میں نہیں ملتا۔

اکثر غیر مسلم (بلکہ بعض پڑھے لکھے مسلمان بھی) حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے اس پہلو کو محلِ اعتراض ٹھہراتے ہیں، قاضی صاحب نے ان کے اعتراض کا تجزیہ کیا ہے اور موثر اسلوب میں اس کا جواب دیا ہے۔ اگر معترضین کی نیت صاف ہو تو اس بحث کے مطالعہ سے اس نوعیت کے تمام اعتراضات رفع ہو جاتے ہیں۔

رحمتہ للعالمین سیرت کی اولین کتاب ہے جس میں ازواجِ مطہرات کے سلسلہ ہائے انساب بیان کیے گئے ہیں، ان کے اعزہ و اقارب کی نشان دہی کی گئی ہے، ان میں سے جس جس زوجہ محترمہ سے جو روایات مروی ہیں، ان کی تعداد بتائی گئی ہے۔ پھر نبی ﷺ کے حبالۂ عقد میں آنے کے وقت ان میں سے ہر ایک کی عمر کا ذکر فرمایا گیا ہے اور زمانۂ نکاح کی صراحت کی گئی ہے۔ نیز کثرتِ ازواج میں نشر و اشاعتِ اسلام کی رو سے جو بنیادی فلسفہ پنہاں تھا اس کی وضاحت کی گئی ہے، ہم یہاں قاضی صاحب ہی کے الفاظ میں اختصار کے ساتھ اس کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں:

”ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو کہ اس سے پیشتر جس قدر جنگیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے ساتھ کفار نے کیں ان میں سے ہر ایک میں یہود کا تعلق سرأ یا علانیتاً ضرور ہوتا تھا۔ مگر تزویجِ صفیہ کے بعد یہود، مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہ ہوئے۔ دیکھو یہ نکاح کس قدر ضروری تھا۔

''ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ ابو سفیان عمائد قریش میں سے تھا اور قوم کا نشانِ جنگ اس کے گھر میں رکھا رہتا تھا، جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو تمام قوم قریش پر آبائی ہدایات اور قومی روایات کے اتباع میں لازم ہو جاتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہو جائیں۔ احد، اور حمراء الاسد، بدرالاخریٰ، احزاب وغیرہ لڑائیوں میں ابو سفیان ہی اس نشان کو لیے ہوئے قائدِ قریش نظر آتا ہے۔ اس تزویج مبارکہ کے بعد دیکھو کہ وہ کسی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرتا نظر نہیں آتا۔ بلکہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد خود بھی اسلام کے جھنڈے کے نیچے آکر پناہ لیتا ہے۔ کیا اب بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ نکاح نہایت ضروری نہ تھا۔

''ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ مشہور رہزن ڈکیتی پیشہ تھا اور مسلمانوں سے خاص دلی عداوت رکھتا تھا۔ بنو مصطلق کا مشہور طاقت ور جنگ جو قبیلہ جو چند در چند شعوب پر محتوی تھا، اس کے اشارے پر کام کرتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس تزویج سے پیشتر ہر ایک جنگ میں جو مسلمانوں کے خلاف ہوئی، اس قبیلے کی شرکت ضرور پائی جاتی ہے، لیکن اس نکاح کے بعد یہ مخاصمتیں نابود ہو جاتی ہیں۔ تمام قبیلہ قزاقی چھوڑ کر متمدن زندگی اختیار کر لیتا ہے اور پھر مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہیں ہوتا۔ انصاف سے کہو یہ نکاح کس قدر ضروری تھا۔

''ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کی ایک بہن سردار نجد کے گھر میں تھی۔ اس نکاح نے ملک نجد میں صلح اور اسلام کے پھیلانے میں بہترین نتائج پیدا کیے۔ ہر اس شخص کو جو امنِ عامہ اور اصلاحِ ملک کے فوائد کا منکر نہیں، تسلیم کرنا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑے گا کہ یہ نکاح کس قدر بابرکت تھا۔

''ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ کے نکاح خالص اسلامی اغراض اور مصالح پر مبنی تھے۔ زینب بنت جحش نے ابنیت کے بت کو توڑا اور تثلیث کے درخت کو کھوکھلا کر دیا اور یہ اتنی بڑی اصلاح ہے کہ مشرکین و اہل کتاب کی درستی اس کے بغیر ممکن ہی نہ تھی۔

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا وسیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح نے اتقان قرآن و حفاظتِ کتاب اللہ ونشر حدیث وتعلیم نساء کے بارے میں فوق العادت کام کیے اور پھر صدیق و فاروق کی خلافتوں کو زیادہ بابرکت اور زیادہ پُر منفعت بنانے میں بہت بڑا کام کیا۔'' [1]

جنگ و جہاد کے سلسلے میں ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کو نشانۂ اعتراض بنایا گیا۔ آج کل بالخصوص (امریکہ اور یورپی ملکوں کی طرف سے) یہ اعتراض شد و مد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ قاضی صاحب نے اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ یہ کتاب کا باب سوم ہے جو صفحہ ۲۳۱ سے لے کر صفحہ ۳۰۰ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی چند سطور یہاں درج کی جاتی ہیں۔ یہ سطور موجودہ حالات کے تناظر میں خاص طور سے قابل ملاحظہ ہیں۔

''نبی ﷺ کا مکے سے بچ کر مدینہ پہنچ جانا دشمنوں نے اپنی ذلت کا موجب سمجھا، اس لیے کینے کی آگ حسد کی بھٹی میں اور زیادہ تیز ہوگئی اور سب نے سوگندیں کھالیں کہ ہادیٔ اسلام ﷺ اور مسلمانوں کو روئے زمین سے محو کر کے رہیں گے۔

''نبی ﷺ ان خون خوار وحشیوں کی غارت گرانہ عادات سے بخوبی آگاہ تھے۔ حزم و احتیاط کا تقاضا تھا کہ ایسے دشمنوں کی حرکات و سکنات کی خبر رکھی جائے اور بیدار مغزی و دور بینی سے کام لے کر دشمن کی ان تدابیر کو جو فراہمیٔ افواج اور تیاریٔ جنگ سے متعلق ہیں سرسبز نہ ہونے دیا جائے۔ نبی ﷺ نے اسی پر عمل کیا۔

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے رحمۃ للعالمین جلد دوم صفحہ ۱۵۸ تا ۱۶۱

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''افسوس ہے کہ مسلمانوں کی ہر اس کوشش کا نام (جو انھوں نے جنگ سے بچنے کے لیے کی) لوگوں نے جنگ رکھ لیا۔ یہ لوگ نہ واقعہ کی علت دریافت کرتے ہیں، نہ مسلمانوں کے مدعا کی تلاش، نہ مسلمانوں کے افعال کا تفحص۔ بس جلدی سے اپنی رائے قائم کر لیتے ہیں۔ اسی غلطی کا یہ نتیجہ ہوا کہ بے خبر مسلمان بھی یہی سمجھنے لگے کہ مسلمانوں کی ہر نقل و حرکت جنگ ہی کے لیے تھی۔

''یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قدیم سے قدیم مسلمان مورخین نے اس نقل و حرکت کا نام غزوات و سرایا ہی رکھا ہے، لیکن یہ لوگوں کو غلط فہمی ہوگئی کہ غزوات و سرایا کے الفاظ کو لفظ جنگ کا مترادف سمجھا جائے، جب کہ ان کے لفظی معنے قصد اور سیر کے ہیں۔

''معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین رحمہم اللہ نے ہر قسم کی نقل و حرکت کو دو قسموں میں منقسم کیا ہے۔

الف: وہ نقل و حرکت جو خود نبی ﷺ نے فرمائی ہو، اس کا نام ''غزوہ'' ہے۔

ب: وہ نقل و حرکت جو کسی مسلمان نے (ایک ہو یا ایک سے زاید) کی ہو، اس کا نام ''سریہ'' ہے۔

۲ ہجری سے ۹ ہجری تک آٹھ سال کے دوران کے چھوٹے بڑے تمام غزوات و سرایا کی تعداد ۸۲ تک پہنچتی ہے۔ قاضی صاحب کے الفاظ میں یہ مسلمانوں کی ایک قسم کی ''نقل و حرکت'' تھی، جس نقل و حرکت میں خود نبی ﷺ نے شرکت فرمائی، اسے ''غزوہ'' کہا جاتا ہے اور جس میں نبی ﷺ شریک نہیں ہوئے، آپ ﷺ کے صحابہ کرام شریک ہوئے، شرکا کی تعداد کم تھی یا زیادہ، اسے ''سریہ'' کہا جانے لگا۔ قاضی صاحب نے ایک نقشہ مرتب کر کے اس کی پوری تفصیل بیان کر دی ہے اور جس غزوہ یا سریہ میں جتنے افراد شامل ہوئے، جس طرف کا قصد کیا، جس کی قیادت میں کیا اور اس کا جو نتیجہ نکلا اور اس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا جو جانی نقصان ہوا، اس کی وضاحت کر دی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی صاحب نے یہ اتنی بڑی تحقیق اس لیے کی ہے کہ بعض لوگ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس نے جہاد کے نام سے فساد برپا کیا اور نبی ﷺ نے اپنے مخالفوں کو بے پناہ تکلیفیں پہنچائیں۔ انھیں گرفتار کیا گیا، قیدی بنایا گیا اور قتل کیا گیا۔ یعنی لڑائی کی پہل مسلمانوں کی طرف سے ہوئی اور جنھوں نے اسلام قبول نہیں کیا، ان کے خلاف جارحانہ اقدام کیے گئے۔ قاضی صاحب نے بہ ترتیب زمانی نقشہ بنا کر نمبروار ۸۲ غزوات و سرایا بیان کیے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

''نقشے کے تمام نمبروں کو جو ۸۲ ہیں، لڑائیاں ہی سمجھ لو اور ہر لڑائی کو جارحانہ تسلیم کرلو اور مان لو کہ سب لڑائیوں کا آغاز اور اقدام مسلمانوں ہی کی جانب سے ہوا تھا، پھر بھی لڑائیوں کے نتائج پر غور کرنا ضروری ہوگا۔''

یہ الفاظ لکھ کر قاضی صاحب نے پھر ایک نقشہ بنایا ہے، جس میں بتایا ہے کہ ان چھوٹی بڑی ۸۲ لڑائیوں میں کس فریق کا کتنا نقصان ہوا۔ ان کی تحقیق کے مطابق ان تمام جنگوں میں ایک مسلمان (مخالفوں کے ہاتھوں) قید ہوا، ۱۲۷ مسلمان زخمی ہوئے، ۲۵۹ قتل کیے گئے۔ اس طرح مسلمان قیدیوں، زخمیوں اور مقتولوں کی کل تعداد ۳۸۷ ہوئی۔

اب مسلمانوں کے مخالفوں کو لیجیے۔

قیدی ۶۵۶۴۔ مقتول ۷۵۹۔ کل تعداد ۷۳۲۳۔

اس حساب سے دونوں فریقوں (مسلمانوں اور مخالفوں) کے مقتولین اور قیدیوں کی کل تعداد ۷۷۱۰ بنتی ہے۔

فریقین کے زخمیوں کی تعداد کا صحیح علم نہیں ہوسکا۔

دونوں جانب کے مقتولین کی تعداد ۸۲ جنگوں میں ۱۰۱۸ ہے۔ اسے ۸۲ پر تقسیم کیا جائے تو فی جنگ ۱۲۔۱۳ افراد کی اوسط بنتی ہے۔ یا یوں کہیے کہ فی جنگ ۱۳ سے کم افراد اپنی جان سے گئے۔ کیا اس قسم کی لڑائیوں کے بارے میں کوئی عقل مند یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہہ سکتا ہے کہ عرب جیسے خون خوار ملک میں صدیوں پرانے مذاہب کو ترک کرانے اور نئے مذہب کو بہ جبر قبول کرانے کے لیے اس جانی نقصان کو کوئی اہمیت حاصل ہے۔

مخالفوں کے قیدیوں کی تعداد ۶۵۶۴ ہے، بظاہر یہ بہت بڑی تعداد ہے۔ مگر جزیرہ نمائے عرب کی وسعت کے مقابلے میں اسے باعث تعجب و اعتراض نہیں قرار دیا جاسکتا۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ان میں سے چھ ہزار قیدی تو صرف غزوۂ حنین کے ہیں۔ (حنین کے علاوہ) یعنی ۸۱ جنگوں میں فی جنگ اوسطاً ۷ قیدی ہوئے۔ کیا یہ تعداد کسی ملک کو تبدیلیٔ مذہب پر مجبور کرسکتی ہے؟

ان قیدیوں سے متعلق قاضی صاحب رقم فرماتے ہیں۔

''ہم کو ۶۵۶۴ قیدیوں کی تعداد کے متعلق یہ تحقیق ہوگیا ہے کہ ان میں سے ۶۳۴۷ کو نبی اکرم ﷺ نے ازراہِ لطف و احسان بلا کسی شرط کے آزاد فرمادیا تھا۔ صرف دو قیدی ایسے تھے جو سابقہ جرائم کی پاداش میں قتل کیے گئے۔ (باقی) ۲۱۵ قیدی ایسے رہ جاتے ہیں، جن کی بابت مجھ کو پتا نہیں چلا۔ امید ہے کہ میرے بعد کوئی وسیع النظر عالم اس کی تکمیل فرماسکیں گے، مگر میں متیقن ہوں کہ جس ذات قدسی نے ۶۳۴۷ کے ساتھ لطف و احسان فرمایا تھا، اس کے الطاف سے ۲۱۵ افراد بھی ضرور بہرہ ور ہوئے ہوں گے اور اغلب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہوکر مسلمانوں کے اندر رہ گئے ہوں، اس لیے ان کا شمار رہائی پانے والوں میں نہیں ہوا۔

''اعداد بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وحشی عرب کو متدین عرب اور ملحد و بت پرست عرب کو موحد و مسلم عرب بنانے، ڈکیتی و خون خواری کی وارداتوں کو روکنے، فرانس سے دوگنا بڑے ملک میں امن عامہ کو قائم اور مستحکم بنانے، صدیوں اور نسلوں کی عداوت و مخاصمت کو مٹا کر اخوت و روحانیت کے قائم کرنے، استبدادیت کو فنا کرکے جمہوریت کو استوار کرنے میں ۱۰۱۸ نفوس کی قربانیاں کی گئیں۔ اس کے مقابلے میں فرانس اور امریکہ کو جمہوریت قائم کرنے میں جس قدر قربانیاں دینا پڑیں اور انگلستان کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پارلیمنٹ کے قیام کے لیے جتنے خون بہانے پڑے، اس کا شمار کرو۔'' ②

رحمتہ للعالمین کی یہ جلد یورپ کی پہلی عالم گیر جنگ عظیم کے بعد ۱۹۱۸ء کے فوراً بعد چھپی تھی، اس لیے قاضی صاحب مقتولین کے بارے میں مسلمانوں کی ان ۸۲ جنگوں کا مقابلہ یورپ کی صرف چار سال کی ایک جنگ سے کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ مہذب دنیا کی یہ چار سال کی جنگ کتنی ہولناک تھی۔ فرماتے ہیں:

''دنیا کے ملحمۃ العظمیٰ (عظیم ترین جنگ) کے نقصانات کو دیکھو۔ انگلستان کا مقصد اس جنگ میں صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ چھوٹی سلطنتوں کی آزادی اور حفاظت کو برقرار رکھا جائے۔ فقط اتنے سے مقصد کے لیے لاکھوں نفوس اور اربوں اشرفیوں کو خاک و خون میں ملا دیا گیا ہے۔ سیکڑوں جہاز سمندر میں غرق ہو چکے ہیں، تجارتِ عالم مخدوش ہوگئی ہے، عیش و آرام کے سب سامان تباہ ہو چکے ہیں۔''

اس موقعے پر قاضی صاحب اخبار ''ہمدم'' مورخہ ۱۷۔ اپریل ۱۹۱۹ء کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ جنگ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) کے مقتولین کی تعداد اس طرح ہے۔ روس سترہ لاکھ، جرمنی سولہ لاکھ۔ فرانس تیرہ لاکھ ستر ہزار۔ اٹلی چار لاکھ ساٹھ ہزار۔ آسٹریا آٹھ لاکھ۔ برطانیہ سات لاکھ چھ ہزار۔ ترکی دو لاکھ پچاس ہزار۔ بلجیم ایک لاکھ دو ہزار۔ بلغاریہ ایک لاکھ۔ رومانیہ ایک لاکھ۔ سربیا مانٹی نیگرو ایک لاکھ۔ امریکہ پچاس ہزار۔ کل تعداد تہتر لاکھ اڑتیس ہزار۔

پہلی جنگِ عظیم کے مقتولین کی یہ تعداد لکھنے کے بعد قاضی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ مضمون نگار کو یہ شک ہے کہ انگلستان اور فرانس کے مقتولین کی تعداد میں ہندوستان اور فرانس کی نو آبادیوں کے مقتولین کی تعداد بھی شامل ہے یا نہیں، البتہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ زخمیوں، قیدیوں اور گم شدہ لوگوں کی تعداد اس میں شامل نہیں ہے۔

---

② اس وقت امریکہ افغانستان اور عراق میں جو دہشت گردی اور قتل و غارت کر رہا ہے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کی جس طرح خوں ریزی ہو رہی ہے، اسے بھی سامنے رکھیے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

'خیال کرو سیدنا محمد ﷺ کی کامیابی کا جنھوں نے فریقین کی صرف ۱۰۱۸ افراد کی قربانیوں کے بعد اس قدر روحانی و اخلاقی اور مادی و ملی فوائد حاصل کر لیے تھے کہ بہ حیثیت مجموعی آج تک دنیا کی کوئی قوم اور ملک حاصل نہیں کر سکا۔''

تحریر فرماتے ہیں:

''اہلِ دنیا کی لڑائیوں کا ذکر چھوڑو، مقدسین کی لڑائیوں پر غور کرو۔ مہابھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں۔ یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جن لوگوں کو ہلاک کیا، ان کی تعداد لاکھوں سے زائد ہے۔ جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب ''اپالوجی آف محمد ﷺ اینڈ قرآن'' میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاک ہونے والے افراد کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے جو عیسائیوں کے ہاتھوں عیسائیوں کی ہوئی تھی۔

صرف اسپین کی حکومت نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو قتل کیا تھا، جن میں سے بتیس ہزار آدمی زندہ جلائے گئے تھے۔ ③

کفار عرب کو نبی ﷺ قرآن کی روشنی میں گزشتہ قوموں اور نبیوں کے واقعات سناتے تو وہ کہتے کہ محمد ﷺ ہمارے سامنے ''اساطیر الاولین'' بیان کرتے ہیں۔ ''اساطیر'' کے معنے ہیں وہ افسانہ نما قصے جن میں حقیقت کم اور دلچسپی زیادہ ہو۔!

کفارِ عرب تو اس قسم کی باتیں اس لیے کہتے تھے کہ وہ علم سے بے بہرہ اور ماضی کے واقعات سے ناآشنا تھے۔ لیکن بعض اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) بھی نبی ﷺ کے بارے میں اسی نوع کی باتیں کرنے لگے تھے۔ قاضی صاحب نے اس جلد میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس میں یہ بتایا ہے کہ انبیا علیہم السلام کے متعلق

---

③ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ رحمۃ للعالمین جلد دوم صفحہ ۲۳۱ تا ۳۰۰۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجودہ بائبل میں کیا باتیں معرض بیان میں لائی گئی ہیں اور قرآن مجید میں اس ضمن میں کیا ارشاد فرمایا گیا ہے۔

یہ تقابل حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک نہایت حسین پیرائے میں ایک تسلسل کے ساتھ چلتا ہے۔ کتاب کا یہ باب سیرت کے اس موضوع سے (جو تقابل ادیان سے تعلق رکھتا ہے) دلچسپی رکھنے والوں کے لیے خاص طور سے لائق مطالعہ ہے۔

اس سے آگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی ''احمد'' کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔ قرآن و حدیث اور اشعار عرب میں جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہے، اس کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ پھر بتایا گیا ہے کہ اسلام کی معروف و ممتاز شخصیتوں میں سے کون کون حضرات اسم احمد سے موسوم تھے۔ ان میں سے نو ائمہ محدثین، انیس فقہائے محققین، چار عرفائے کاملین، چھ وزرا و امرا، تیرہ شعرا و ادبا، دو اصحاب علم نحو موسوم بہ احمد تھے۔ ...... کتاب کا یہ بہت ہی معلومات افزا حصہ ہے۔

آگے چل کر بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کن کن فضائل میں منفرد و ممتاز ہیں، مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو **شاھداً، مبشراً، نذیراً، داعیا الی الله، سراجا منیراً** کے القاب سے سرفراز فرمایا گیا ہے۔ ان میں سے کوئی لقب بھی بارگاہ الٰہی سے کسی دوسرے پیغمبر کو عطا نہیں ہوا۔

باب ششم میں سورہ انبیاء کی آیت نمبر ۱۰۷

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ

کے متعلق بتایا گیا ہے کہ یہ الفاظ قرآن میں کن کن اشیا یا اشخاص کے بارے میں آئے ہیں۔

اس جلد کے اگلے صفحات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و فضائل اور مناقب و محامد بیان کیے گئے ہیں۔ نیز آپ کے جود و سخا، عدل و انصاف، شجاعت و بہادری، شفقت و رافت، حیا و تواضع، عفو و کرم وغیرہ کا ذکر ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر میں علم ہیئت و فلکیات کی روشنی میں مختلف سنین کا تذکرہ ہے، مثلاً سنہ ہجری، سنہ عیسوی، سنہ عبرانی، سنہ طوفان نوح، سنہ ابراہیمی ، سنہ سکندری، کل جگ کا سن وغیرہ بڑی وضاحت و تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ ان سنین کے اعتبار سے نبی ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کب ہوئی۔ یہ ایک حیرت انگیز جدول ہے جو قاضی صاحب نے مرتب کیا ہے۔ اس جدول سے پتا چلتا ہے کہ علم ہیئت و فلکیات پر قاضی صاحب کتنا عبور رکھتے تھے۔

یہ بحث رحمۃ للعالمین کی دوسری جلد کا نقطہ اختتام ہے۔

آخر میں بہ زبان اردو ''قصیدہ درحمد باری تعالیٰ'' ہے جو ۵۷ اشعار پر مشتمل ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پچیسواں باب:

رحمۃ للعالمین ....جلد سوم

قاضی صاحب نے رحمۃ للعالمین کی تیسری جلد کے آغاز میں لکھا ہے کہ اس کا مسودہ مکمل ہو چکا تھا، لیکن ان کے بیمار ہو جانے کی وجہ سے اسے ترتیب نہیں دیا جا سکا تھا۔ ادھر لوگوں کا اصرار تھا کہ کتاب جلد از جلد شائع ہو، لہٰذا انھوں نے مسودہ مرتب تو کرلیا، مگر اس پر نظر ثانی نہ کی جا سکی جو نہایت ضروری تھی اور کتاب اسی طرح چھپنے کے لیے پریس بھجوادی گئی۔

بقول ان کے نظر ثانی اس لیے نہ کی جا سکی کہ ان کے دل میں سفر حج کا شدید داعیہ ابھرا اور انھوں نے مسودہ مرتب کرکے پریس کے حوالے کیا اور وہ حج پر روانہ ہو گئے۔

اب اس سے آگے کا واقعہ ملاحظہ ہو:

بلاشبہ ان کا ارادہ یہی تھا جو انھوں نے تحریر فرمایا ہے۔ مگر حج پر روانگی کے وقت اس ارادے میں اچانک تبدیلی پیدا ہوئی اور مسودہ اپنے ساتھ ہی لے گئے۔ راستے میں ریل اور جہاز کے سفر میں وہ اس پر کام کرتے رہے اور ارض حجاز میں پہنچنے تک کام مکمل کر دیا۔ مسودے پر نظر ثانی بھی کی اور اس میں بعض ابواب کا اضافہ بھی فرمایا۔

مکہ مکرمہ میں ان کی ملاقات مولانا غلام رسول مہر سے ہوئی تو ان سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ رحمۃ للعالمین کی تیسری جلد ان کے مطبع سے اشاعت پذیر ہو۔ اس کا ذکر مہر صاحب نے اپنے سفرنامۂ حجاز کے آخر میں قاضی صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے کیا ہے۔

یہ قاضی صاحب کی وفات سے چند روز پہلے ۱۹۳۰ء کے مئی کی بات ہے۔ پھر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے تھوڑے دن بعد حج سے روانگی کے دوران ۳۰ مئی کو جہاز ہی میں ان کا انتقال ہوگیا۔ انتقال کے بعد ان کا جو سامان ان کے گھر پہنچا، اس میں یہ مسودہ موجود تھا جس پر اثنائے سفر میں نظر ثانی ہوچکی تھی اور وہ تکمیل کی منزل کو پہنچ گیا تھا۔

قاضی صاحب مارچ ۱۹۳۰ء میں حج کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ اس وقت وہ انجمن اہل حدیث پنجاب کے صدر تھے اور اس کے ناظم اعلیٰ مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی تھے جو جماعت اہل حدیث کے مشہور مقرر و مبلغ اور اخبار ''مسلمان'' (سوہدرہ) کے مالک و مدیر تھے۔

رحمتہ للعالمین کی تیسری جلد ۱۹۳۳ء میں پہلی مرتبہ انہی نے مسلمان کمپنی سوہدرہ، ضلع گوجراں والا کی طرف سے شائع کی تھی۔ قاضی صاحب نے حج پر روانگی سے پہلے کتاب کے مقدمے میں یہ الفاظ لکھے تھے: ''لازم تھا کہ نظر ثانی کرلی جاتی، مگر سفر حج کا داعیہ پیدا ہوا اور یہ ضروری کام رہ گیا۔ اب توکلاً علی اللہ روانگئ سفر مبارک سے پیشتر ان اوراق کو مطبع میں روانہ کررہا ہوں۔'' یہ الفاظ نظرثانی کے بعد بھی اسی طرح رہے اور کتاب کے ناشر مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی نے انھیں قلم زد نہیں کیا۔ البتہ ان پر یہ حاشیہ لکھ دیا:

''مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ یہی تھا، مگر پورا نہ ہوسکا اور آپ مسودہ نظر ثانی کے لیے اپنے ساتھ ہی لے گئے۔ چنانچہ ریل اور جہاز میں کام کرتے رہے اور چند نئے ابواب کا اضافہ بھی کردیا اور مکہ مکرمہ پہنچنے تک اسے بالکل مکمل کردیا۔ واپسی پر جہاز ہی میں آپ کا انتقال ہوگیا اور مسودہ کچھ عرصے تک آپ کے اسباب ہی میں بند پڑا رہا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ اب زیورطبع سے مزین ہوکر نذر ناظرین ہورہا ہے۔''

قاضی صاحب ابتدائے کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''بندۂ مستمند نقش نگار حروف چند کے فہم و تصور سے بالا تر تھا کہ یہ کتاب مدارسِ اسلامیہ کے نصابِ درسیہ میں داخل کی جائے گی او رجامعہ عثمانیہ حیدر آباد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دکن، جامعہ عباسیہ بہاول پور، ندوۃ العلماء لکھنؤ، دارالعلوم دیوبند اور انجمن حمایت اسلام لاہور کے صاحبانِ فضل و کمال ان کتابوں کو جزوِ تعلیم قرار دیں گے اور جملہ مدارسِ ثانویہ اسلامیہ میں اس کی تدریس لازمی قرار دی جائے گی۔

''امید ہے کہ اب فتاح العلوم اس جلد سوم کو بھی حسن قبول کے شرف سے مشرف فرمائے گا اور بزرگان دین و علماے صدق اس کتاب کا ملاحظہ مربیانہ التفات سے کریں گے۔''

بلاشبہہ اس کتاب کو انتہائی قبولیت حاصل ہوئی اور سیرت کی یہ پہلی کتاب ہے (اورشاید آخری بھی) جو متحدہ ہندوستان کے بڑے بڑے تعلیمی اداروں اور اسلامی مدارس کے نصاب تعلیم میں شامل کی گئی۔خود ان سطور کے راقم نے بھی اسے حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۹۳۴ء میں درساً درساً پڑھا تھا۔

یہ کتاب اس خصوصیت کی حامل ہے کہ جب سے اس کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا ہے یہ ہمیشہ بالالتزام چھپتی رہی ہے، اس کی اشاعت و طباعت میں کبھی انقطاع نہیں ہوا۔ ہر دور میں یہ قاری کو دست یاب ہوئی ہے۔تقسیم ملک سے قبل بھی یہ عام چھپتی تھی، تقسیم کے بعد بھی دونوں ملکوں (پاکستان اور ہندوستان) میں اس کا سلسلۂ طباعت جاری رہا۔بعض ناشروں کا کہنا ہے کہ اس کی طباعت ان کے کاروبار میں برکت و یمن کا باعث ثابت ہوئی ہے۔

اس کی پہلی اور دوسری جلد میں تحقیق اور تفحص کے ساتھ سیرت سے متعلق بہت سے اہم مباحث سے تعرض کیا گیا ہے۔تیسری جلد میں سب سے پہلے نبی ﷺ کے خصائل ، قرآن کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں اور انداز و اسلوب پہلی دونوں جلدوں سے ہم آہنگ ہے۔ اس کے بعد عرب کے ضروری واقعات اور یہود و نصاریٰ اور ہنود و مجوس کے حالات ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں۔ پھر حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت داؤد اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سلیمان علیہم السلام وغیرہ پیغمبروں کے حالات بیان فرمائے گئے ہیں، جو قاری کو بہت سی نئی باتوں سے روشناس کراتے ہیں۔

اس کے بعد فصل سوم میں ''خصوصیات نبویہ از احادیثِ مصطفویہ'' کے عنوان سے بحث کی گئی ہے۔ کتاب کا یہ حصہ بھی پہلے حصوں کی طرح بے حد معلومات افزا ہے۔

آگے چل کر نبی ﷺ کے معجزات کا ذکر ہے۔ یہ حصہ بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

پھر خصائص القرآن اور خصائص الاسلام کے الگ الگ عنوان قائم کرکے ان دونوں کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

''رحمۃ للعالمین'' کی تیسری جلد حضرت قاضی صاحب کی وفات سے تین سال بعد ۱۹۳۳ء میں چھپی۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے ''رحمۃ للعالمین اور اس کا مصنف مرحوم'' کے عنوان سے اس پر مقدمہ لکھا تھا جو ذیل میں درج کیا جارہا ہے۔ اس مقدمے میں ادب و زبان کی چاشنی بھی پائی جاتی ہے اور معلومات کی فراوانی بھی۔!

سید صاحب فرماتے ہیں:

''آج سے بیس سال پہلے کا واقعہ ہے کہ مولانا شبلی مرحوم نے اپنی سیرت نبوی کی تجویز اہل ملت کے سامنے پیش کی تھی۔ اس کے جواب میں ہر طرف سے تائید کی آوازیں بلند ہوئیں، صرف ایک آواز مخالفت میں اٹھی۔ یہ مولوی انشاء اللہ خان مرحوم ایڈیٹر ''وطن'' کی آواز تھی۔ انھوں نے لکھا کہ قاضی محمد سلیمان صاحب چونکہ اس کے لکھنے کا ارادہ کررہے ہیں، اس لیے مولانا شبلی کو تکلیف کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد خاموشی سے بیس برس گزر گئے اور دونوں مصنفوں کی تصنیفوں کی کئی جلدیں اربابِ شوق کے سامنے پیش ہوئیں اور دونوں نے قبولیت کی عزت پائی۔ پھر یہ کس کو خیال آسکتا تھا کہ یہ دونوں مصنف آگے پیچھے اس دنیا کو خیر باد کہیں گے اور ان دونوں کے بعد ایک تیسرا شخص آئے گا جو فیوض و برکات کے ان دو مختلف سوتوں کو ملا کر ایک چشمہ بنادے گا۔ خدا کے سامنے میں اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی دی ہوئی اس عزت پر نازاں ہوں کہ اس نے بزرگوں کے متروکات کی تکمیل کی سعادت میرے حصے میں رکھی۔

''رحمتہ للعالمین کے مصنف سے میں سب سے پہلے ۱۹۱۶ء میں واقف ہوا، جب کہ حافظ عبدالحلیم صاحب تاجر کان پور نے اپنے وطن بسی میں سرہند کے قریب جو ریاست پٹیالہ میں واقع ہے ایک یتیم خانے کے افتتاح کی تقریب میں شرکت کی دعوت دی۔ مرحوم اس زمانے میں ریاست پٹیالہ میں سیشن جج تھے، وہ بھی ریاست کے دوسرے عہدے داروں کے ساتھ بسی کے جلسے میں آئے اور مجھ سے خلوص و محبت سے ملے اور دیر تک بعض پادریوں اور عیسائیوں کے ساتھ اپنے چند مناظروں کا ذکر فرماتے رہے۔ یہ طرفین کی محبت کا پہلا تخم تھا جو مجدد الف ثانی کی سرزمین میں ہم دونوں نے بویا۔

''مرحوم مجھ سے عمر میں بہت بڑے تھے اور میرے بزرگ تھے، مگر ان کی طرف سے انکسار و تواضع نے اور میری طرف سے اعتراف اور اقرار نے اس تخم کی آب یاری کی اور رفتہ رفتہ اس درجہ اس میں بالیدگی ہوئی کہ اس شجرِ طوبیٰ کے سایہ میں ہم نے بارہا آرام پایا۔ ندوۃ العلماء کی مجلس کے ہم دونوں ممبر تھے اور اس تعلق سے سال میں ایک دفعہ ضرور یک جائی نصیب ہوتی۔ ایک دفعہ جب وہ (آل انڈیا) اہل حدیث کانفرنس کے اجلاس مئو کے صدر ہو کر آئے تو اعظم گڑھ آ کر دارالمصنفین میں بھی دو راتیں بسر کیں اور یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے جانا کہ موصوف عامل بالحدیث ہیں۔ ایسے خاموش آمین بالجہر کرنے والے کو آنکھوں نے سب سے پہلی دفعہ دیکھا اور لطفِ روحانی اٹھایا۔ میں نے حیرت سے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ تو مدت العمر سے ہے۔

''مرحوم میں روشن خیالی کے ساتھ روشن ضمیری اور دماغی قابلیت کے ساتھ روحانی کیفیت یک جا تھی۔ وہ علم کے ملاّ اور دل کے صوفی تھے۔ صاف ستھرے رہتے تھے، تبلیغ کے دلدادہ تھے۔ صلح پسند اور خاکسار تھے۔ علم کی نمائش پسند خاطر نہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی اور ان سب سے بالاتر جو وصف تھا وہ ذات پاک رسالت مآب ﷺ کے ساتھ شیفتگی اور عقیدت تھی۔ دو حج کیے اور آخر دوسرے حج میں دیارِ حبیب میں اپنی جان، جاں آفرین کے سپرد کی اور عبودیت کا سر اس آستانۂ اقدس پر اس طرح جھکایا کہ پھر نہ اٹھایا۔ عشقِ باطن نے ظاہری نعمت کے ساتھ باطن کی سعادت یہ بخشی کہ اس سرزمین میں ان کو ہمیشہ کے لیے جگہ دی جس کے ذرہ ذرہ کے ساتھ ان کی رگ رگ کو وابستگی تھی۔

''مرحوم نے اسلام کے فضائل میں اور تفسیر و تاریخ میں اپنے بعد اپنی متعدد یادگاریں چھوڑیں، مگر ان سب میں بہتر اور جامع ان کی تصنیف ''رحمتہ للعالمین'' ہے، جس کے دو حصے خود ان کی زندگی میں چھپ چکے تھے اور مقبول ہو چکے تھے اور اب یہ تیسرا حصہ ان کے بعد شائع ہو رہا ہے۔ اس حصے کا موضوع اسلام اور پیغمبر اسلام کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ ناظرین دیکھیں گے کہ ایک عاشقِ رسول کے قلم نے عشق و محبت کے نشۂ سرور میں علم و عقل کی فرزانگی اور ہوشیاری کے ساتھ نکتہ رسی اور دیدہ وری کی کیا کیا صنعت کاریاں کی ہیں۔ افسوس کہ یہ چشمۂ فیض اب ہمیشہ کے لیے خشک ہو گیا، مگر مجھے یقین ہے کہ جب تک ہندوستان میں اسلام کا دریا لہریں لیتا رہے گا ''رحمتہ للعالمین'' کے یہ کاغذی سفینے مسلمانوں کی سلامتی و ایمان کے لیے اس میں چلتے، پھرتے، تیرتے، ابھرتے رہیں گے۔

''مرحوم نے رحمتہ للعالمین لکھی، رب العالمین نے اس دنیا میں اس کو قبول کے شرف سے ممتاز کیا۔ امید ہے کہ اس کی رب العالمینی اور اس کے رسول کی رحمتہ للعالمینی دوسری دنیا میں بھی اس کی چارہ نوازی کرے گی۔

''رحمتہ للعالمین'' کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف کے ذوق کے مطابق سوانح اور واقعات کے ساتھ غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحفِ آسمانی کے ساتھ موازنہ اور خصوصیت سے یہود و نصاریٰ کے دعاوی کا ابطال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی اس میں جا بجا ہے۔ مصنف مرحوم کو تورات اور انجیل پر کمال عبور حاصل تھا اور عیسائیوں کے مناظرانہ پہلوؤں سے ان کو پوری واقفیت تھی۔ اسی بنا پر ان کی یہ کتاب ان معلومات کا پورا خزانہ ہے۔

''پیش نظر حصہ کہنے کو تو خصائص محمدی ﷺ کے بیان میں ہے، مگر درحقیقت اس میں اسلام کے ان امتیازات اور خصوصیات کا خاکہ ہے، جس کی بنا پر اس کو ''دین کامل'' کا خطاب ملا ہے۔ اسی طرح اس میں آنحضرت ﷺ کے وہ فضائل و محامد درج ہیں، جن کی بنا پر آپ ﷺ کو خاتم النبیین اور مکمل دین کا پُر فخر خطاب باری تعالیٰ سے عطا ہوا ہے۔ مصنف کے دلائل ایسے دل نشیں اور طرزِ ادا ایسا متین ہے کہ ان کی یہ تصنیف ہر صاحبِ ذوق کے لیے باعثِ تسکین ہوسکتی ہے۔ زمانۂ حال نے خیالات میں جو تغیر اور طریق تبلیغ میں جو انقلاب پیدا کیا ہے، مصنف مرحوم نے اس کی پوری نگہداشت کی ہے اور اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے وہ تمام امتیازات اور محاسن جو اس دور میں کسی حیثیت سے بھی پیش کرنے کے لائق تھے، مرحوم نے ان کا پورا استقصا کیا ہے اور کہیں سے کسی کارآمد نکتے کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

''مناظرانہ طریق تصنیف میں سنجیدگی اور متانت کا برقرار رکھنا سخت مشکل کام ہے، مگر جس طرح خود مصنف مرحوم اس وصف میں ممتاز تھے، اسی طرح ان کی یہ تصنیف بھی اس وصف میں امتیازِ خاص رکھتی ہے۔ پوری کتاب مناظرہ اور احقاق کی رودادوں سے لبریز ہے۔ تاہم کہیں تہذیب اور مذاق سلیم کو حرف گیری کا موقع نہیں مل سکتا۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشآء .

''اگر اِس دنیا کی مقبولیت سے اُس دنیا کے اجر جزیل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے تو یہ کہنے میں قلم کو باک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مصنف مرحوم کے جلائل اعمال میں اس تصنیف کا شمار ہوا ہوگا اور غالباً یہی ان کا ایک کام ان کی مغفرت اور نجات کے لیے کافی ہوگا۔ کتاب کے دو پہلے حصوں نے عام ناظرین کے علاوہ اسلامی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدارس و مکاتب میں درس کی حیثیت سے بھی جگہ پائی ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ حصہ بھی اسی قدر مقبول ہوگا اور عام مسلمان اور طلبہ اس کے مضامین سے مستفید اور اس کے مطالب سے بہرہ مند ہوں گے۔

''کسی مصنف کی یہ خوش قسمتی کیا کم ہے کہ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے قلم کا خیر جاری رہے۔ انسان فانی ہے، مگر اس کا عمل باقی ہے۔ مرحوم مصنف خاک کے کسی گوشے میں آسودہ ہے، مگر اس کے ہاتھ کی جنبش نے کاغذ کے صفحات پر اخلاص و نیاز کے ساتھ جو گل کاریاں کی ہیں، اس کی بہار ان شاء اللہ سدا قائم رہے گی اور اس کی خوشبو ایمان کے مشامِ جان کو ہمیشہ معطر رکھے گی۔

ناظرین میرے ساتھ دست بہ دعا ہوں کہ مرحوم کو رضاے الٰہی کی بہشت جاوید میں درجات عالیات نصیب ہوں کہ اس کے قلمی احسانات کا ہماری طرف سے یہی زبانی شکریہ ہوسکتا ہے۔''

والسلام

۲۹ محرم ۱۳۵۲ھ

(۲۴۔ مئی ۱۹۳۳ء)

سید سلیمان ندوی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھبیسواں باب:

قبولیتِ دعا اور تاثیرِ کلام کے چند واقعات

گزشتہ صفحات میں ہم نے قاضی صاحب کے آباواجداد کے حالات کا مطالعہ کیا، ان کے خاندانی پس منظر سے آگاہ ہوئے، ان کی تصانیف کی تفصیل ہمارے علم میں آئی، ان کی ملازمت کے مختلف ادوار سے آگاہی حاصل ہوئی، ان کے خطبات و مواعظ، دروس قرآن، لوگوں سے تعلقات، علمائے کرام سے مراسم اور اعزہ و اقارب سے میل جول کی کیفیات سے ہم باخبر ہوئے۔ والیٔ ریاست اور دیگر اہل کاروں کے نزدیک انھیں جو اعزاز حاصل تھا، اس کی متعدد جہات ہمارے سامنے آئیں، ان کے طریق عدل و انصاف اور بعض عدالتی فیصلوں سے ہم مطلع ہوئے۔ قرآن و حدیث پر ان کے عبور، تاریخ و سیرت پر ان کی مجتہدانہ نظر اور دیگر علوم متداولہ میں ان کی مہارت کا پتا چلا اور ان کے حکیمانہ اسلوب تفہیم کے مختلف پہلوؤں سے جان کاری ہوئی ...... اب آیئے ان کی قبولیتِ دعا، ان کی بعض کرامات، ان کی عزوبت لسان، ان کے نہج تبلیغ اور ان کے کلام کی اثر آفرینی کے سلسلے کے چند اہم واقعات سے روشناس ہونے کی کوشش کرتے ہیں ...... اور یہ بہت بڑے اوصاف ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے بزرگانِ عالی قدر کو متصف فرمایا۔

لیکن اس سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ معجزہ، کرامت اور استدراج تین الگ الگ چیزیں ہیں اور تینوں بہ ظاہر خلافِ عادتِ عامہ ہیں۔ معجزے کا تعلق انبیا علیہم السلام سے ہے، جس میں تحدی بھی پائی جاتی ہے۔ کرامت کا ظہور اولیاء اللہ سے ہوتا ہے، اور جو خلافِ عادتِ عامہ فعل کافر یا بے دین لوگوں سے صادر ہو اسے استدراج کہا جاتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان معاملات پر عقائد سے متعلق کتابوں میں بحث کی گئی ہے۔ حضرت امام ابن تیمیہ، حضرت امام ابن قیم، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور دوسرے بہت سے ائمہ عظام نے کہیں تفصیل سے اور کہیں اختصار سے اس موضوع پر گفتگو فرمائی ہے۔ یہاں اس کی تفصیل میں جانا مقصود نہیں، صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تقویٰ شعار بندوں کی دعاؤں کو شرفِ قبول بخشتا اور انھیں ایسی بصیرت اور خصوصیت عطا فرما دیتا ہے، جس کی روشنی میں وہ اچھائی اور برائی میں نہایت آسانی سے امتیاز کر لیتے ہیں اور ایسی راہ پر گام فرسا ہوجاتے ہیں، جس میں ہر پہلو سے خیر ہی خیر کارفرما ہوتی ہے۔ بارگاہِ الٰہی سے انھیں اس درجے ذہن کی صفائی اور طہارتِ قلب کی نعمتِ عظمیٰ سے نوازا جاتا ہے کہ ان کا رُخ ہمہ وقت صالحیت اور اعمالِ حسنہ کی طرف رہتا ہے۔ انھیں فوراً احساس ہوجاتا ہے کہ یہ راہ خیر کی ہے اور یہ شر کی...... اس راہ کو اپنا لینا چاہیے اور اس سے کنارہ کش ہوجانا چاہیے۔ اسی ذہنی احساس، اسی عملی استواری، اسی قلبی کیفیت، اسی تقویٰ شعاری اور اسی خیر شناسی کا نام کرامت ہے۔ جو قدم اس کی رہنمائی میں اٹھے گا، وہ برکت سے معمور اور رضائے الٰہی کے تابع ہوگا اور جو نفوسِ قدسیہ اعمالِ صالحہ کے جویا اور امورِ حسنات کے متلاشی ہوں، انھیں صاحبِ کرامت کہا جائے گا، متقی اور اہل اللہ کہا جائے گا۔ ان کے دل نور سے بھرپور اور ان کے ذہن محبتِ خداوندی سے مزین ہیں۔

ہمارے بزرگانِ ذی تکریم کی وسیع فہرست میں سے حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی، حضرت سید عبداللہ غزنوی، حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی، مولانا سید عبدالواحد غزنوی، مولانا غلام رسول قلعوی، حافظ محمد لکھوی، مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی، حافظ عبدالمنان وزیرآبادی، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، صوفی عبداللہ (ماموں کانجن) مولانا محمد سلیمان روڑوی، اور دیگر بہت سے حضرات کا شمار اسی پاک باز گروہ میں ہوتا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان مصنفین کرام کی جنھوں نے اپنی تصانیف میں ان اہل حدیث علمائے دین کی قبولیتِ دعا اور پُر تاثیر مواعظ سے متعلق واقعات کا خوب صورت الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے اور اپنے اکابر کے ورع وتقویٰ اور زہدو صالحیت کی صحیح تصویر لوگوں کے سامنے پیش کی ہے۔ نیز بتایا ہے کہ خشوع وخضوع اور اخلاصِ قلب سے دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ لازماً قبول فرماتا ہے۔

مندرجہ ذیل واقعات کا تعلق قاضی صاحب کی، ذات گرامی سے ہے۔ یہ واقعات قاضی صاحب کی اعلیٰ مرتبے کی روحانیت، تعلق باللہ اور ان کے اتباعِ کتاب وسنت پر دلالت کناں ہیں۔ اس وقت میرے سامنے حضرت سید عبداللہ غزنوی کی سوانح عمری ہے جو حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی اور مولانا غلام رسول (ساکن قلعہ میہاں سنگھ) کی تصنیف کا اردو ترجمہ ہے اور اس کے مرتب صوفی احمدالدین حنیف ہیں۔ ناشر ہے محمدی اکیڈیمی محلّہ توحید گنج منڈی بہاء الدین ......تاریخ طباعت جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ (اپریل ۱۹۸۱ء) مرقوم ہے۔ کتاب میں حضرت سید عبداللہ غزنوی، حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی، مولانا غلام رسول قلعوی، حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی، مولانا محمد سلیمان روڑوی اور حضرت قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہم اللہ تعالیٰ کی قبولیت دعا، کرامات اور ان کے موثر ترین اسلوب کلام کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے۔ پیش نظر کتاب میں قاضی صاحب کے متعلق زیادہ تر واقعات مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم کی کتاب سے اخذ کیے گئے ہیں، ان میں سے چند واقعات الفاظ کے کچھ ردوبدل کے ساتھ یہ فقیر خوانندگانِ محترم کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔

۱۔ شیخ عنایت حسین پٹیالوی قاضی صاحب کے دوست تھے۔ انھوں نے اپنی بیٹی کی شادی شیخ فضل حق (ساکن سنام) کے بیٹے سے کی۔ شادی کے بعد پتا چلا کہ لڑکا نہایت آوارہ مزاج ہے۔ شراب پیتا، جوا کھیلتا، بدکردار لوگوں کے ساتھ رہتا اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھر والوں کو تنگ کرتا ہے۔ عنایت حسین سخت پریشان ہوئے۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن ...... قاضی صاحب کو صورت حال بتائی اور دعا کی درخواست کی۔ فرمایا: لڑکے کو میرے پاس لاؤ۔ وہ آیا تو اس سے چند باتیں کیں اور وہ اسی وقت استغفار پڑھنے لگا اور قاضی صاحب سے معافی کا خواست گار ہوا۔ اللہ کی بارگاہ میں گزشتہ گناہوں سے توبہ کی اور قاضی صاحب کی ایک ہی صحبت میں اس کی حالت بدل گئی اور وہ اللہ کا صالح بندہ بن گیا۔

۲۔ شاہ نجم الدین (ساکن بسی) مقیم پٹیالہ کا بیان ہے کہ مجھے تیتر بازی کا بے حد شوق تھا۔ دن رات یہی مشغلہ تھا۔ لوگ مجھے سمجھاتے اور اس کام سے روکتے لیکن مجھ پر کسی کی بات کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ ایک دن میرے والد مجھے قاضی صاحب کی خدمت میں لے گئے۔ قاضی صاحب نے ذرہ سا میری طرف دیکھا اور ایک آدھ بات کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے اسی وقت تیتر بازی سے نفرت ہوگئی۔ میں نے گھر آ کر پنجرے توڑ دیے اور سب تیتر فضا میں اڑا دیے۔

۳۔ انہی شاہ نجم الدین کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ پٹیالہ میں قاضی صاحب کے ساتھ جا رہا تھا۔ ہم لاہوری گیٹ کے قریب پہنچے تو وہاں ایک قبر تھی۔ قاضی صاحب وہاں رک گئے۔ فرمایا: دیکھو شاہ جی! اس مردِ صالح کی قبر سے کس قدر خوشبو آرہی ہے۔ اور واقعی بہت خوشبو آرہی تھی۔ شاہ جی کہتے ہیں، میں نے قاضی صاحب سے اس مردِ صالح کا نام پوچھا تو فرمایا اس کا نام زردار خاں پٹھان بتایا جاتا ہے جو عرصہ دراز سے یہاں مدفون ہے۔ شاہ نجم الدین بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں کئی دفعہ اکیلا وہاں سے گزرا، لیکن مجھے اس قبر سے خوشبو نہیں آئی۔ ان کے بقول یہ خوشبو محض قاضی صاحب کی صحبت اور رفاقت کی وجہ سے تھی۔

۴۔ پٹیالہ کے ایک شخص ولایت احمد قصاب کی بہن کو جنّ کا عارضہ لاحق تھا اور جنّ اتنا سخت تھا کہ کسی سے نکلتا نہ تھا۔ بڑے بڑے عامل آئے مگر ناکام رہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولایت احمد اب قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ تشریف لے جائیں تو شاید جن چلا جائے۔ قاضی صاحب نے فرمایا میں جنات کا عامل تو نہیں مگر تم اسے میرا سلام پہنچاؤ اور پیغام دو کہ اب تم چلے جاؤ۔ ولایت احمد گھر گیا تو جن حاضر تھا۔ اس نے جن سے کہا کہ قاضی صاحب نے تمھیں سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ تم چلے جاؤ۔ جن نے کہا قسم کھاؤ کہ قاضی صاحب نے اسی طرح فرمایا ہے۔ اس نے قسم کھائی تو جن نے جواب دیا: میں قاضی صاحب کے حکم کے مطابق چلا جاتا ہوں۔ چنانچہ جن چلا گیا اور ولایت احمد کی بہن اچھی بھلی ہوگئی۔

۵۔ پٹیالہ کی ایک طوائف سالہا سال سے بدکاری میں مبتلا تھی۔ وہ کسی سلسلے میں قاضی صاحب کی خدمت میں آئی۔ قاضی صاحب نے فرمایا اس پیشے سے توبہ کرو اور کسی شریف آدمی سے نکاح کر لو۔ چنانچہ وہ اسی وقت تائب ہوگئی اور پھر تیس سال زندہ رہی اور عابدہ و زاہدہ خاتون کی حیثیت سے زندگی بسر کی۔

۶۔ قاضی صاحب لاہور تشریف لاتے تو بالعموم ہال روڈ پر حیات سنز کے یہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔ اس کے قریب ہی پرانے زمانے کی ایک قبر ہے۔ حاجی محمد حیات کے فرزندِ گرامی میاں فضل کریم (مرحوم) بیان کرتے ہیں کہ ایک دن قاضی صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ یہاں کوئی قبر بھی ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! یہاں قریب ہی ایک قبر ہے۔ فرمایا: مجھے رات ایسا احساس ہوا کہ اس صاحبِ قبر بزرگ سے ملاقات ہوئی ہے۔ وہ ایک متقی بزرگ تھے۔ فلاں جگہ کے رہنے والے تھے۔ ادھر سے گزر رہے تھے کہ انتقال فرما گئے...... میاں فضل کریم کہتے ہیں کہ قاضی صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد میں نے خود اس بزرگ کے بارے میں تحقیق کی تو وہی معلومات حاصل ہوئیں، جو قاضی صاحب نے بیان فرمائی تھیں۔

۷۔ مسجد مبارک (لاہور) ۱۹۲۰ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ اس کے ابتدائی دور کے امام حافظ محمد حسن تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں قاضی صاحب کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمت میں حاضر ہوا اور کرامت کی اہمیت کے بارے میں سوال کیا۔ قاضی صاحب نے اس کے مالہ وما علیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ صحیح بات تو یہ ہے کہ اہل اللہ کے نزدیک کرامت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اصل چیز تقویٰ اور خشیتِ الٰہی ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ عالم بے داری میں مجھ پر انوارِ آسمانی کی بارش ہوئی۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ انوار میرے بدن پر گر رہے ہیں۔ ایک طرف سے داخل ہوتے ہیں اور دوسری جانب نکل جاتے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر میں فی الفور سجدے میں گر پڑا اور دعا مانگی کہ یااللہ! میں ایسی چیزوں کا طالب نہیں ہوں، مجھے تو فقط تیری محبت مطلوب ہے۔

پھر فرمایا: حافظ صاحب! میں نے یہ بات آج آپ ہی کو بتائی ہے، کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ چنانچہ انھوں نے قاضی صاحب کی زندگی میں اس کا کسی سے ذکر نہیں کیا۔

۸۔ پٹیالہ میں ''گیندے شاہ'' نام کا ایک مستانہ فقیر تھا جو ہر وقت شراب میں مدہوش رہتا تھا۔ عام لوگوں کا خیال تھا کہ اسے شراب پلانے سے حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ چنانچہ لوگ اس کے پاس آتے اور اسے شراب پلاتے۔ ایک مرتبہ قاضی صاحب کا اُدھر سے گزر ہوا تو وہ ان کے احترام میں کھڑا ہوگیا۔ قاضی صاحب نے فرمایا: سائیں جی! شراب حرام ہے۔ اس سے تائب ہوجاؤ۔ اب آپ کے آخری دن ہیں۔ گیندے شاہ نے اسی وقت توبہ کر لی اور جو شراب اس کے پاس پڑی تھی، پھینک دی۔ اس کے بعد جو شخص شراب لے کر آتا، وہ پھینک دیتا۔ اس واقعہ سے چند روز بعد اس کا انتقال ہوگیا اور اسے پٹیالہ کے شیراں والا گیٹ کے پاس دفن کیا گیا۔

۹۔ مولوی حسین احمد تاجر کتب پٹیالہ کا بیان ہے کہ مجھے کمر کے درد کی شدید تکلیف رہتی تھی، جس کی وجہ سے میں باجماعت نماز نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اہل حدیث حضرات فجر کی نماز میں لمبی قرأت کرتے ہیں اور میرے لیے اتنی دیر کھڑا رہنا مشکل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ ایک دن میں قاضی صاحب کی مسجد میں فجر کی نماز کے لیے گیا تو قاضی صاحب سورہ آل عمران پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے دو رکوع پڑھے ہوں گے کہ مجھے درد شروع ہوگیا اور ارادہ کیا کہ اب جماعت سے نکل جاؤں۔ اسی وقت قاضی صاحب نے اللہ اکبر کہا اور رکوع میں چلے گئے۔ دوسری رکعت بھی مختصر کر کے سلام پھیر دیا۔ لوگ حیران ہوئے کہ آج اتنی مختصر قرأت کیوں کی؟ کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ مقتدیوں کا خیال رکھا جائے۔ مولوی حسین احمد فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سات آٹھ مرتبہ اسی طرح ہوا۔

مولوی صاحب ممدوح تو اسے قاضی صاحب کے کشف سے تعبیر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ انھیں نماز میں میری آمد اور شرکت کا علم نہیں ہوتا تھا، لیکن ممکن ہے، انھیں کس طرح ان کے کھانسنے یا کسی اور طریقے سے ان کی آمد کا پتا چل جاتا ہو یا دل میں یہ خیال پیدا ہوجاتا ہو کہ مقتدیوں میں کوئی شخص تکلیف میں نہ ہو، اس لیے نماز مختصر کر لی جائے۔

۱۰۔ ایک مرتبہ قاضی صاحب صوبہ یوپی کے سفر پر تھے کہ الہ آباد ریلوے اسٹیشن پر کچھ دیر کے لیے رکنا پڑا۔ آرام کے لیے ویٹنگ روم میں تشریف لے گئے۔ وہاں دیکھا کہ ایک پیر صاحب بیٹھے ہیں جو اپنے مریدوں سے اپنے آپ کو سجدہ کرا رہے ہیں۔ قاضی صاحب نے نہایت سنجیدگی سے انھیں سمجھانے اور اس فعل سے روکنے کی کوشش کی۔ لیکن پیر صاحب اکڑ گئے اور غصے سے کہا ''کچھ دیکھو یا دکھاؤ''۔ قاضی صاحب نے فرمایا: تم ہی دکھاؤ کیا دکھانا چاہتے ہو؟ اس نے باہر سے اور مرید بلا لیے اور سب سے کہا کہ مجھے اچھی طرح سجدہ کرو۔ قاضی صاحب نے فرمایا بس یہی کچھ دکھانا تھا؟ اس نے کہا ہاں یہی کچھ دکھانا تھا۔

قاضی صاحب نے بارگاہِ خداوندی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اور ابھی اٹھائے ہی تھے کہ پیر صاحب زار و قطار رونے لگے اور زور زور سے کہنا شروع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا کہ بس کیجیے بس کیجیے۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ کبھی سجدہ نہ کراؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی اپنے مریدوں کو ہدایت کی کہ آئندہ مجھے کبھی سجدہ نہ کرنا۔ سجدے کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور وہی سب کا حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ (اس واقعہ کے راوی قاضی صاحب کے بھتیجے اور داماد صوفی حبیب الرحمٰن ہیں۔ انہی کی روایت سے یہ واقعہ کتاب میں نقل ہوا ہے)۔

۱۱۔ پروفیسر محمد ظہورالدین احمد کا تعلق بمبئی سے تھا۔ وہ قاضی صاحب سے بے حد متاثر تھے اور کثیر المطالعہ شخص تھے۔ ایک دفعہ انھیں بدھ مت کے مطالعے کا شوق پیدا ہوا اور اس موضوع کی تمام کتابیں پڑھ ڈالیں۔ پھر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اس مذہب کو قبول کرنے پر تیار ہوگئے۔ اسی اثنا میں قاضی صاحب کی خدمت میں حاضری دی تو دورانِ گفتگو میں قاضی صاحب نے بدھ مت کی حقیقت بیان فرمانا شروع کر دی اور علمی و عقلی انداز میں اس مذہب پر اس طرح گفتگو کی کہ پروفیسر ظہورالدین احمدؒ کی تمام غلط فہمیاں رفع ہوگئیں اور ان کے دل میں اس مذہب کے خلاف نفرت پیدا ہوگئی۔

۱۲۔ قاضی صاحب کے ملنے والوں میں ایک صاحب کا نام عبدالکریم تھا جو ''نروانہ'' کے رہنے والے تھے۔ ایک مرتبہ وہ سخت بیمار پڑ گئے۔ قاضی صاحب ان کی عیادت کے لیے گئے تو ان کی حالت دیکھ کر فرمایا: دواؤں پر روپیہ خرچ نہ کرو۔ سب دوائیں چھوڑ دو، صرف پلاؤ کھایا کرو۔ اس سے قبل معالجوں نے ان کو پلاؤ کھانے سے روکا تھا۔ اب قاضی صاحب کے فرمان کے مطابق انھوں نے سب دوائیں چھوڑ دیں اور پلاؤ کھانا شروع کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ اطبا نے آپ کے لیے پلاؤ کو مضر قرار دیا ہے۔ کہا جو کچھ ہوتا ہے ہوجائے، میں قاضی صاحب کی بات پر عمل کروں گا۔ چنانچہ چند روز کے بعد وہ بالکل صحت یاب ہوگئے۔

۱۳۔ راجپوتوں کے ہاں نکاح بیوگان کو نہایت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ وہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے اپنی عزت اور انا کے خلاف قرار دیتے تھے اور کسی صورت میں بھی اپنی بیوہ بیٹی یا بہو کے نکاحِ ثانی پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ قاضی صاحب ریاست نابھہ میں راجپوتوں کے ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ وہاں انھوں نے اپنے تعلق والے چند افراد کو جن میں منشی محمد چراغ خاں سررشتہ دار اور بعض دیگر سرکردہ راجپوت شامل تھے، جمع کیا اور اس مجمع میں نکاح بیوگان کی تلقین کی اور نوجوان عورتوں کے نکاح نہ کرنے کی وجہ سے جو معاشرتی قباحتیں پیدا ہوجانے کا خطرہ ہوسکتا ہے، اس کی نہایت حکیمانہ پیرائے میں وضاحت فرمائی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پشتہا پشت سے راجپوتوں میں جو یہ غلط رواج چلا آ رہا تھا، ختم ہوگیا۔

۱۴۔ مرزا محمد حسین (ساکن راہوں) کا بیان ہے کہ ۱۸۹۲ء میں قاضی صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف ''غایت المرام'' کے نام سے کتاب شائع کی تو کسی نے قاضی صاحب سے پوچھا کہ یہ کتاب آپ نے کیوں لکھی؟ جواب میں فرمایا کہ ایک روز نماز جمعہ کے بعد میرے دل میں یہ بات راسخ ہوگئی کہ مرزا قادیانی کے متعلق ایک کتاب لکھی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کا مضمون بھی ذہن میں آ گیا اور یہ بھی یقین ہوگیا کہ کوئی شخص اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ اس کے بعد قاضی صاحب نے فرمایا کہ میں پوری تحدی سے کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی حج نہیں کر سکے گا اور یہ اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ غایت المرام میں بھی یہ اعلان ہوا۔ اس کے بعد مرزا قادیانی کئی سال زندہ رہا، لیکن نہ وہ اس کتاب کا جواب لکھ سکا اور نہ حج کر سکا۔

۱۵۔ قاضی صاحب پٹیالہ کی مسجد سکلی گراں میں تیس سال تک خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔ جب ۱۹۳۰ء میں دوسرے حج کے لیے روانہ ہونے لگے تو نمازِ جمعہ کے بعد فرمایا کہ اس مسجد میں میرا یہ آخری جمعہ ہے۔ اگر گزشتہ تیس سال کے عرصے میں میری طرف سے کسی صاحب کو کوئی تکلیف پہنچی ہو تو بیان کرے، تاکہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اس سے معافی مانگ لوں۔ چنانچہ کئی لوگ تاڑ گئے کہ معلوم ہوتا ہے، اب قاضی صاحب واپس نہیں آئیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قاضی صاحب واپس نہیں آئے اور حج سے واپسی پر جہاز میں وفات پا گئے۔قاضی صاحب یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اللهم ارزقني شهادة في سبيلك واجعل موتي في بلد حبيبك.

قاضی صاحب کے متعلق اس قسم کے بہت سے واقعات بیان کیے جاتے ہیں، جن میں سے چند واقعات گزشتہ صفحات کے بعض مقامات میں بھی بیان کیے گئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ ان کی برگزیدگی کی شہادت دیتا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

❀......❀......❀......❀

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستائیسواں باب:

مصنفِ رحمۃ للعالمین آغوشِ رحمت میں

قاضی صاحب نے ۱۹۳۰ء میں دوسرا حج کیا تھا جو ان کی زندگی کا آخری حج تھا۔ حج سے واپسی پر ان کا جہاز میں انتقال ہوا۔ مولانا غلام رسول مہر اور مولانا اسماعیل غزنوی بھی اس سال حج کے لیے گئے تھے اور واپسی پر اسی جہاز میں سوار تھے جس میں قاضی صاحب سوار تھے۔ مولانا غلام رسول مہر نے اپنے سفر نامۂ حج میں اس کا ذکر کیا ہے۔ قاضی صاحب کی وفات ان کے سامنے ہوئی، اس لیے یہاں مہر صاحب مرحوم کی پوری تحریر درج کی جاتی ہے۔ میں نے مناسب مواقع پر ذیلی عنوان قائم کر دیے ہیں۔ قاضی صاحب کا جنازہ مولانا اسماعیل غزنوی نے پڑھایا تھا۔ مہر صاحب کے مولانا اسماعیل غزنوی سے دوستانہ تعلقات تھے، وہ ہر جگہ ان کا ذکر بغیر کسی سابقے اور لاحقے کے صرف ''اسماعیل'' کے لفظ سے کرتے ہیں، اس سے مراد مولانا اسماعیل غزنوی ہیں۔

تو آیے اب اس سچے محبِّ رسول کی داستانِ حیات کے آخری لمحات سے باخبر ہونے کے لیے مہر صاحب کے بابِ شہادت پر دستک دیتے ہیں۔ مہر صاحب کی ان کے بارے میں یہ وہ سطور ہیں جو سب سے پہلے ۱۳ جون ۱۹۳۰ء کے روز نامہ ''انقلاب'' میں شائع ہوئیں۔ ''انقلاب'' ان کا اپنا اخبار تھا جو قیام پاکستان تک لاہور سے شائع ہوتا رہا۔ پھر بند ہوگیا۔ اخبار ''انقلاب'' میں شائع ہونے کے بعد یہ سطور مہر صاحب مرحوم کے اس سفر نامے کے آخر میں اشاعت پذیر ہوئیں جو ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری نے مرتب کرکے ''سفر نامہ حجاز'' کے نام سے ۱۹۸۴ء میں کراچی سے شائع کیا ...... ''مصنف رحمۃ للعالمین آغوشِ رحمت میں'' کے عنوان کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحت مولانا غلام رسول مہر صاحب تحریر فرماتے ہیں:

واپسی کے سفر کا سب سے زیادہ دردناک واقعہ مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری مصنف رحمتہ للعالمین کا انتقال پُر ملال ہے۔ جب ہم مکہ معظّمہ پہنچے تو قاضی صاحب کی طبیعت ناساز تھی۔ میں ان کی عیادت کے لیے گیا تو بہت کم زور ہو چکے تھے۔ ان کے کمرے میں داخل ہوا تو مجھے پہچان نہ سکے۔ بالکل قریب پہنچ گیا تو پہچانا۔ حسبِ معمول بڑی محبت سے ملے، بڑی شفقت سے پیش آئے۔ مزاج پوچھا تو فرمانے لگے کہ اب اچھا ہوں۔ خواجہ غلام محمد میرے ساتھ تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ حضرت قاضی صاحب دارالکسوہ میں آئے تھے تو انھیں اصرار کے ساتھ لیموں کی سکنجبین پلادی گئی تھی، جس کی وجہ سے ان کے فمِ معدہ میں درد شروع ہو گیا تھا۔ دوسرے یا تیسرے روز میں پھر مزاج پُرسی کے لیے گیا تو بالکل تندرست ہو چکے تھے۔ ذرا سی کمزوری باقی تھی۔ بڑی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ مسئلہ ازدواج بیان فرماتے رہے۔ رحمتہ للعالمین کے تیسرے حصے کا مسودہ دکھایا اور فرمانے لگے کہ اسے پورے اہتمام کے ساتھ اپنے مطبع سے چھپوا دو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت ہم کس کے ہیں اور اس سے بڑھ کر ہمارے مطبع کے لیے شرف کی بات اور کیا ہوگی کہ آپ کی رحمتہ للعالمین کا تیسرا حصہ اس میں چھپے۔

مسئلہ ازدواج

مسئلہ ازدواج کے سلسلے میں بعض بڑے عجیب و غریب واقعات سنائے۔ فرمانے لگے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک عزیز نے عرب سے باہر کسی گوری چٹی عورت سے شادی کر لی تھی۔ فی الفور فاروق اعظم کا حکم پہنچا کہ بیوی کو طلاق دے دو۔ عزیز نے وجہ دریافت کی تو ارشاد ہوا کہ اگر تم لوگوں نے باہر کی گوری چٹی عورتوں سے شادیاں کرنی شروع کر دیں تو عرب کی بھورے اور سانولے رنگ کی کم حسین لڑکیوں سے کون نکاح کرے گا۔ عزیز گورنرؓ نے یہ سنتے ہی اپنی بیوی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو طلاق دے دی۔

حضرت امام ابوحنیفہ کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ لونڈی خریدتے اور چند روز کے بعد اسے آزاد کردیتے۔ مقصود محض یہ تھا کہ نسوانی عوارض اور دوسری ضروریات کے متعلق بعض حالات کی تحقیق ہوجائے، اور اس کے لیے ضروری تھا کہ مختلف متعدد عورتوں سے حالات پوچھتے۔

مختلف موضوعات پر گفتگو

حضرت قاضی صاحب مرحوم نے اس اثنا میں اناناس کا ڈبہ منگوایا اور اسے کھلوایا۔ پلیٹ اپنے پاس رکھ لی۔ اناناس اس میں ڈالا اور مجھے اور خواجہ غلام محمد کو کھلاتے رہے۔ پوچھنے لگے کہ کب تک ٹھہرنے کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا ارادہ تو یہ تھا کہ حج و زیارت کے بعد بیت المقدس جاؤں، بعد ازاں، مصر ہوتا ہوا ہندوستان پہنچوں، لیکن ہندوستان کے سیاسی حالات بہت خراب ہورہے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ بیت المقدس اور مصر کے سفر کو کسی دوسرے موقعے پر ملتوی رکھوں۔ فرمانے لگے، یہ بہتر ہے۔ سردیوں میں اس سفر کا قصد کرنا ۔ میں بھی بیت المقدس اور مصر جانا چاہتا ہوں۔ تم اور ہم اکٹھے رہیں گے اور بڑا مزا رہے گا۔ میں نے عرض کیا کہ اس سے بڑھ کر میرے لیے اور کیا سعادت ہوسکتی ہے کہ آپ کی معیت میں بیت المقدس اور مصر کا سفر کروں۔ غرض بڑی دیر تک اس قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔

فرمانے لگے کہ مہاراجا بہادر (مہاراجا پٹیالہ) کے بچوں کی شادیاں ہیں۔ میں روانگی سے قبل ملاقات کے لیے گیا تو وہ اپنے کسی مہمان مہاراجا سے باتوں میں مصروف تھے۔ میں واپس آگیا تو میرے پیچھے آدمی بھیجے۔ خود اسٹیشن پر پہنچے۔ فرمانے لگے تم سفر پر جا رہے ہو، حالاں کہ شادیوں کے سلسلے میں بہت سے انتظامات کرنے ہیں اور تمھارے سوا کون سارے کام انجام دے گا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی صاحب کہتے تھے کہ جو کام دوسرے آدمی ایک مہینے میں کرتے ہیں، میں ایک دن میں کردوں گا۔ جلد واپس آجاؤں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔

میں ان کے ہاں سے روانہ ہونے لگا تو کہنے لگے پروفیسر عبدالحی عرب ہمارے دوست ہیں، ان کے لیے ایک کتاب لیتے جاؤ۔ چنانچہ اپنی ایک تازہ تصنیف ''شرح اسماء اللہ الحسنٰی'' نکال کر اور اس پر تہدیہ کی عبارت لکھ کر مجھے دے دی کہ یہ پروفیسر صاحب کو دے دینا۔ مجھ سے فرمانے لگے کہ آپ کو یہ کتاب ہندوستان پہنچ کر ملے گی، اس لیے کہ میں اپنے ساتھ بہت کم نسخے لایا تھا۔

رحمتہ للعالمین کے تیسرے حصے کے متعلق فرمانے لگے کہ ہم نے یہاں کے اربابِ علم کو اس کے مختلف مقامات سنائے تھے۔ انھوں نے اسے بہت پسند کیا ہے۔

اس ملاقات کے بعد ہم سب حج پر روانہ ہوگئے۔ عرفات میں ملاقات نہ ہوئی۔ ۱۱۔ ذی الحجہ کو عشا کے وقت میں اور اسماعیل منیٰ میں حافظ محمد صدیق صاحب سے مل کر اپنے خیموں کی طرف آرہے تھے کہ راستے میں قاضی صاحب مل گئے۔ فرمانے لگے کہ طوافِ افاضہ کرکے آرہا ہوں۔ تھوڑی دیر تک ہم ان کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔

حرم میں ملاقات

منیٰ سے واپسی پر ایک روز مغرب کی نماز کے بعد حرم میں ملاقات ہوئی۔ اس وقت طبیعت بالکل صاف تھی۔ کم زوری بھی نہیں رہی تھی۔ اسماعیل نے کہا مہرگرمی سے دل بہت گھبرا رہا ہے۔ اس سلسلے میں قاضی صاحب ادھر ادھر کے واقعات بیان کرنے لگے۔ بٹھنڈے کے بعض قصے سنانے لگے اور پھر ضمناً کہا کہ دیکھیے صاحب! ہم لوگ اپنی ملازمتوں میں چند روپوں کے لیے سخت سے سخت گرم مقام پر مستقلاً مقیم رہنے میں بھی متامل نہیں ہوتے، لیکن عبادت کے لیے خدا کے گھر میں آئیں تو فی الفور پریشان ہوجاتے ہیں۔ ہمارے لیے یہ سبق تھا۔ پھر فرمانے لگے کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد شعریت طبیعت سے بالکل غائب ہو جاتی ہے (شاید اکثر اصحاب کو معلوم نہیں ہوگا کہ قاضی صاحب شاعر بھی تھے) پچھلی مرتبہ حج پر آیا تھا تو ایک موقع پر بے اختیار ایک مصرع زبان سے نکل گیا۔ بعد ازاں ہر چند فکر کیا، دوسرا مصرع نہ ہوسکا۔ خدا کا شکر ہے کہ یہاں کی فضا میں اب تک ایسی تاثیر ہے۔

ہم نے کہا کب تک تشریف لے جائیں گے؟ فرمانے لگے کہ بس جلد چلا جاؤں گا۔

اس کے بعد ہم نے خیال کیا کہ قاضی صاحب تشریف لے گئے ہیں۔ مدینہ منورہ کی زیارت وہ حج سے قبل کر چکے تھے۔ چند روز کے بعد ایک دن خاں صاحب نے کہا کہ قاضی سلیمان صاحب ابھی تک جدہ میں ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ خاں صاحب نے فرمایا کہ کسی نے ذکر کیا تھا۔ ہم ۲۹ مئی کو جہاز پر پہنچے تو خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ قاضی صاحب اس جہاز میں ہیں۔ چوں کہ ہم بالکل آخری وقت میں جہاز پر آئے تھے اور ہم سے پہلے تمام مسافر سوار ہو چکے تھے، اس لیے ہمارے آتے ہی جہاز روانہ ہو پڑا۔

قاضی صاحب کی علالت

۳۰ مئی کی صبح کو میں اپنی سیٹ پر لیٹا ہوا امین ریحانی کی تاریخ نجد پڑھ رہا تھا کہ قاضی صاحب کے رفیقوں میں سے عبداللطیف نامی ایک صاحب نے آکر کہا کہ قاضی سلیمان صاحب کی طبیعت بہت ناساز ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ ابھی کپڑے پہن کر چلتا ہوں، لیکن دل میں حیران تھا کہ قاضی صاحب اس جہاز میں کیسے آگئے۔ میں نے عبداللطیف صاحب سے پوچھا کہ قاضی صاحب کہاں ہیں؟ عبداللطیف صاحب نے کہا کہ نیچے سیکنڈ کلاس میں ہیں۔ میں نے کپڑے پہنے۔ اسماعیل کو اطلاع دی۔ اس نے کہا تم چلو، میں ابھی پہنچتا ہوں۔ میں گیا تو قاضی صاحب اپنے کیبن میں اوپر کی سیٹ پر بے ہوش پڑے تھے۔ آنکھیں بند تھیں۔ میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی وقت ڈاکٹر کے پاس آیا اور اسے ساتھ لے گیا۔ ڈاکٹر نے نبض دیکھ کر کہا کہ بالکل فکر نہ کرو، نبض اچھی ہے اور اس مریض کے متعلق میرے ایک دوست بھی تاکید فرما چکے ہیں۔ دس بجے پھر آکر دیکھوں گا۔

میں نے قاضی صاحب کے رفقا سے کیفیت پوچھی تو وہ کہنے لگے کہ جدہ پہنچ کر قاضی صاحب کی طبیعت دوبارہ ناساز ہوگئی تھی۔ تاہم کل سوار ہوتے وقت خود کشتی سے اٹھ کر جہاز پر آئے۔ شام کے وقت طبیعت زیادہ خراب ہونے لگی تو ڈاکٹر کو بتایا گیا۔ انھوں نے دوا دی۔ دوا پی کر قاضی صاحب وعظ فرمانے لگے جس میں فرائض کی اہمیت پر زور دیتے رہے۔ مغرب کے وقت زبان بند ہوگئی، آنکھیں بند ہوگئیں اور بے ہوشی طاری ہوگئی جو اس وقت تک بہ دستور طاری ہے۔

پھر میں اسماعیل کے پاس آیا اور اسے حالت بتائی، نیز پروفیسر عبدالحی عرب کو بتایا۔ وہ دونوں میرے ساتھ قاضی صاحب کو دیکھنے کے لیے آئے۔ اسماعیل نے کہا کہ ہمارے پاس دو کیبن ہیں۔ ہم ایک کیبن خالی کردیں گے اور قاضی صاھب کو اوپر لے آئیں گے تاکہ انھیں زیادہ آرام ملے۔ لیکن قاضی صاھب کی بے ہوشی غیر منقطع تھی۔ ہم پھر اوپر آگئے اور قاضی صاحب کے رفقا کے کہنے پر مرحوم کے اکلوتے فرزند قاضی عبدالعزیز صاحب انسپکٹر مدارس پٹیالہ کو تار دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ:

”قاضی صاحب سخت بیمار ہیں۔“

آخری لمحے

نو بجے کے قریب پھر عبداللطیف صاحب آئے اور کہنے لگے کہ اب تک وہی حالت ہے۔ ہم پھر نیچے گئے۔ ڈاکٹر کے پاس پہنچے تو وہ کہنے لگا کہ میں انھیں دیکھ چکا ہوں اور میں نے مناسب یہ سمجھا کہ انھیں ہسپتال میں رکھ لوں۔ میں، سیٹھ عبدالشکور اور اسماعیل ہسپتال میں ٹھہرے رہے۔ اسماعیل نے ڈاکٹر سے کہا کہ یہ مریض علم وفضل میں ہندوستان میں ممتاز ہے اور ہماری بیش بہا قومی دولت ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا کے لیے اس پر خاص توجہ مبذول فرمایے۔

ہم وہیں کھڑے تھے کہ قاضی صاحب کو تین آدمی اٹھا کر لے آئے۔ ہسپتال کے دروازے پر لا کر انھوں نے رکھ دیا اور کہا کہ مریض کا طائرِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکا ہے۔ ڈاکٹر فوراً دروازے پر پہنچا۔ ہم سب سراسیمہ ہو گئے۔ لیکن ڈاکٹر نے پھر آدمیوں سے کہا کہ تم مریض کو اٹھا کر ہسپتال کے اندر بستر پر لٹاؤ۔ بستر پر لٹایا گیا تو پھر آہستہ آہستہ سانس چلنے لگا۔ ڈاکٹر نے دیکھ کر کہا مریض کے پھیپھڑے اچھے ہیں، دل اچھا ہے، نبض اچھی ہے، صرف کمزوری ہے۔ اسی وقت ایک دوا منگائی اور پلائی، اس کے بعد تقویت کے لیے انجکشن دیا۔ ہم سب وہیں بیٹھ گئے، لیکن دل ٹوٹے ہوئے تھے۔ قاضی صاحب کے جاں بر ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آتی تھی۔

چند منٹ کے اندر لمبے لمبے سانس آنے لگے۔ میں اٹھ کر پاس کھڑا ہو گیا۔ لبوں میں جنبش پیدا ہوئی۔ حلق سے کراہنے کی مدھم سی آواز نکلی۔ ہاتھ میں ایسی حرکت ہوئی جیسی کہ انسانی ہاتھ قلم لے کر کچھ لکھتے وقت کرتا ہے۔ یہ یاس و نا امیدی کے آخری لمحے تھے۔ قاضی صاحب کے رفقا میں سے ایک صاحب صبر نہ کر سکے اور پکارے کہ ہندوستان کا چراغِ علم و فضل گل ہو رہا ہے۔ ہم سب کے آنسو نکل پڑے۔

اس اثنا میں قاضی صاحب کی پیشانی مبارک پر ہلکی ہلکی شکنیں پڑیں جو ایک منٹ تک رہیں اور ایک منٹ تک سانس نہ آیا۔ ہم نے غور سے دیکھا کہ علم و فضل اور زہد و اتقا کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو چکا تھا۔ ہاتھ خود بخود اس طرح آ کر دل پر بندھ گئے تھے جیسے کہ انسان نماز کے اوقات میں نیت باندھتا ہے۔

چند منٹ رونے دھونے میں مصروف رہے۔ ڈاکٹر آیا۔ اس نے آ کر دیکھا تو کہا واقعی جان نکل چکی ہے۔ پھر ڈاکٹر مجھے، اسماعیل اور عبدالشکور کو لے کر کپتان کے پاس گیا۔ کپتان نے کہا کہ آپ اپنے مذہب کے مطابق جو رسمیں ادا کرنا چاہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں اور میت تیار ہو جائے تو مجھے اطلاع دی جائے۔ میں اسے حوالۂ آب کرنے سے قبل جہاز کو ٹھہراؤں گا۔

میت کی حوالگی

اس کے بعد میت کو ہسپتال کے بیرونی حصے میں رکھ کر غسل دیا گیا۔ خوشبو لگائی گئی۔ احرام کی چادروں میں مرحوم کو کفنایا گیا۔ پھر میت کو نیچے کی منزل سے اٹھا کر اوپر کی منزل میں لے آئے اور جہاز کے عقبی حصے کو مسافروں سے خالی کرا کے نماز جنازہ کی تیاری کرنے لگے۔ جہاز والوں کے پاس کینوں کا ایک بڑا ٹکڑا ہوتا ہے، جس کے دونوں بازوؤں پر دو ڈنڈے لگے ہوتے ہیں۔ ان ڈنڈوں کے سروں پر رسے بندھے ہوتے ہیں۔ اس کینوس میں رکھ کر میت کو جہاز پر سے نیچے اتارتے ہیں۔ جب میت سطح آب کے قریب پہنچ جاتی ہے تو بیرونی ڈنڈے کے دونوں رسے ڈھیلے چھوڑ دیے جاتے ہیں اور میت پانی میں اتر جاتی ہے۔ یہی کینوس بچھا ہوا تھا اور میت کو فی الفور تہِ آب پہنچانے کے لیے لوہے کا ایک وزنی ٹکڑا اوپر رکھا ہوا تھا۔ ہم نے میت کو لاکر اس کینوس پر رکھا۔ جہاز میں سے صد ہا آدمی جنازے کی نماز کے لیے آ گئے۔ اسماعیل نے نماز جنازہ پڑھائی اور رو رو کر دعا مانگی۔

نماز سے فارغ ہو چکے تو لوہے کا ٹکڑا میت کے ساتھ باندھ دیا گیا اور میت نیچے اتار دی۔ کپتان کو اطلاع دی لیکن کسی غلط فہمی کے باعث جہاز میت کے حوالۂ آب کرتے وقت نہ کھڑا ہوا بلکہ میت حوالۂ آب ہو چکی تو کھڑا ہوا۔ سب لوگ جہاز کے جنگلے کے پاس کھڑے دیکھ رہے تھے، میت سطح آب کے قریب پہنچ گئی۔ دومنٹ کے بعد باہر کے رسے ڈھیلے کر دیے گئے۔ میت کینوس سے الگ ہوگئی اور طرفۃ العین میں علم و تقویٰ کا پیکرِ مقدس، بحیرۂ قلزم کی موجوں کا دامن اوڑھ کر ہمیشہ کے لیے غائب ہو گیا۔ اسلامی سال ختم ہو چکا تھا۔ نئے سال کی پہلی تاریخ تھی۔ جمعے کا دن تھا۔ گیارہ بجے کے قریب انتقال ہوا اور جمعے کے وقت میت حوالۂ آب ہو گئی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی صاحب مرحوم کے ساتھ سترہ آدمی تھے۔ ان سب کو اسماعیل نے شام کے وقت کھانا پکوا کے بھیجا اور قاضی صاحب کے فرزند ارجمند کو انتقال کی دردناک خبر وائرلیس کے ذریعے بھیج دی گئی۔

يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام.

مولانا غلام رسول مہر کے ''سفر نامۂ حجاز'' کا یہ آخری باب تھا جو قاضی صاحب کی داستانِ حیات کا بھی آخری باب ہے۔ اس میں مناسب تفصیل کے ساتھ ان کی وفات کا تذکرہ کردیا گیا ہے۔ قاضی صاحب کی وفات یکم محرم ۱۳۴۹ھ کو ہوئی، جمعے کا دن تھا اور گیارہ بجے کا وقت۔ عیسوی حساب سے ۳۰- مئی ۱۹۳۰ء۔ خود انہی کا شعر ہے جسے الہامی شعر کہنا چاہیے۔

نظر آتا نہیں قسمت میں مجھ کو لوٹ کر آنا
میری عمرِ رواں آبِ رواں معلوم ہوتی ہے

قاضی صاحب کو اس عالم آب وگل سے رخصت ہوئے۔ ۷۵ سال سے زیادہ عرصہ بیت چکا ہے۔ بچپن سے لے کر زندگی کے آخری دم تک ان کے تمام لیل ونہار، زہد واتقا کی حالت میں گزرے، انھوں نے بھرپور انداز میں اللہ کے دین کی خدمت کی اور ہمیشہ تبلیغ و اشاعت اسلام میں مصروف رہے۔ اللہ و رسول کی اطاعت ان کا مقصدِ حیات ٹھہرا اور اسی حالت میں وہ دربارِ الٰہی میں پہنچ گئے۔ وہ قرآن کے عالم تھے، حدیث رسول اللہ ﷺ پر عامل تھے۔ وہ ہر شخص کے خیر خواہ تھے اور ہر متنفس کی بھلائی ان کے پیش نظر رہتی تھی۔ انھوں نے اپنے پیچھے جو تصنیفی ذخیرہ چھوڑا ہے، اس سے لوگ اپنے اپنے ظرف اور فہم کے مطابق بے حد فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ان میں سے رحمۃ للعالمین کو جو قبولیتِ عامہ کا درجہ حاصل ہوا، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا اور اردو کے علاقے سے نکل کر وہ بنگلہ دیش، عرب اور یورپ کے دور دراز ملکوں تک پہنچی اور لوگ اس سے خوب مستفید ہو رہے ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور قاضی صاحب کو دعائیں دیتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ان پر بہت بڑا احسان یہ ہے کہ ان کی آل اولاد (ذکور واناث) اپنے اپنے اسلوب میں تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ان سب کا حامی و ناصر ہو اور ان سطور کے راقم کو بھی صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور اپنے فضل و کرم سے اس کے لیے اسباب مغفرت بہم پہنچائے۔

آمین یارب العالمین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھائیسواں باب:

ملک گیر اظہارِ تعزیت

قاضی صاحب کی وفات کی خبر دو چار روز میں پورے ملک میں پھیل گئی تھی۔ ہر جگہ اظہارِ تعزیت کیا گیا۔ مختلف مقامات پر تعزیتی جلسے ہوئے، جن میں اہم شخصیتوں نے تقریریں کیں اور تعزیت کی قرار دادیں منظور کی گئیں۔ بہت سی مساجد میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ افسوس ہے اس زمانے کے اخبارات دست یاب نہیں ہیں۔ البتہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ہفت روزہ ''اہل حدیث'' (امرتسر) کے تمام شمارے ہمارے دوست جناب ضیاء اللہ کھوکھر صاحب (گوجراں والا) کی لائبریری میں موجود ہیں۔ اس اخبار میں قاضی صاحب کی وفات کے متعلق جو کچھ بہ صورتِ نظم و نثر شائع ہوا، وہ کھوکھر صاحب نے ازراہِ کرم میری درخواست پر مجھے بھجوا دیا ہے جو ان کے شکریے کے ساتھ یہاں شائع کیا جا رہا ہے۔

یہ متحدہ ہندوستان کے صرف ایک ہفت روزہ اخبار کا تعزیتی مواد ہے، اس کے علاوہ یقیناً اور بھی مختلف مقامات کے اخبارات میں بہت سی باتیں شائع ہوئی ہوں گی، افسوس ہے، اب ان تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

پٹیالہ میں وفات کی اطلاع

پٹیالہ میں قاضی صاحب کی وفات کی اطلاع پہنچی تو ہر حلقے میں اظہارِ حزن و ملال کیا گیا۔ سرکاری سطح کا سب سے بڑا منصب دار جو سب سے پہلے تعزیت کے لیے ان کے گھر پہنچا اور ان کے بیٹے قاضی عبدالعزیز اور دیگر متعلقین سے جس نے حزن و ملال کا اظہار کیا، وہ ریاست کا وزیر اعظم راجا سر گوردت سنگھ تھا، جسے ریاست کی طرف سے وزیر الدولہ اور دبیر الملک کے خطابات ملے تھے۔ اس وقت اس کی عمر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۰ برس کی تھی۔ قاضی صاحب کچھ عرصہ اس کے سیکرٹری جنرل کے منصب پر فائز رہے تھے۔

جلسہ تعزیت

اسی دن یا دوسرے دن پٹیالہ میں قاضی صاحب کی وفات پر جلسۂ تعزیت کیا گیا، جس کی صدارت وہاں کے خالصہ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر نے کی۔ یہ پٹیالہ کی تاریخ کا بہت بڑا جلسہ تھا، جس میں سرکاری اہل کار بھی شامل تھے اور غیر سرکاری لوگ بھی کثیر تعداد میں شریک ہوئے تھے۔ وزیر اعظم راجا سرگوردت سنگھ بھی جلسے میں موجود تھے اور انھوں نے قاضی صاحب کے میموریل فنڈ کے لیے ایک ہزار روپیہ دیا تھا۔ اس جلسے میں ہر مذہب و مسلک کے لوگوں نے تقریریں کیں اور قاضی صاحب کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کی۔

مہاراجا کو وفات کی اطلاع

مہاراجا پٹیالہ بھوپندر سنگھ ان دنوں لندن میں تھے، وزیر اعظم گوردت سنگھ نے ان کو بذریعہ تار قاضی صاحب کی وفات کی اطلاع دی۔ جواب میں مہاراجا کا تعزیتی تار آیا۔ مہاراجا کی ہدایت کے مطابق قاضی صاحب کی اکلوتی دختر کی تاحیات پنشن مقرر کردی گئی اور ان کے فرزند گرامی قاضی عبدالعزیز کو ترقی دے کر ریاست کا انسپکٹر آف سکولز بنا دیا گیا۔

لاہور میں تعزیتی جلسہ

قاضی صاحب کو انجمن حمایت اسلام (لاہور) سے خاص تعلق تھا اور وہ اس کے سالانہ جلسوں میں تشریف لاتے اور تقریر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی وفات پر لاہور میں تعزیتی جلسہ اسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال میں انجمن حمایت اسلام کے اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت کے صدر حاجی شمس الدین کے زیر صدارت منعقد ہوا۔ مقررین میں مولانا احمد علی، مولانا ظفر علی خاں، علامہ اقبال اور مولانا محمد بخش مسلم شامل تھے۔ ان حضرات نے قاضی صاحب کی حیات طیبہ کے علمی و تصنیفی کارناموں اور ان کے زہد واتقا کے متعدد گوشوں کو اجاگر کیا۔ علامہ اقبال نے قاضی صاحب کو شاعر کے طور پر متعارف کرایا اور ان کی بعض اردو اور فارسی نظموں کے چند اشعار حاضرین کو سنائے۔

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ (دہلی) میں جلسہ تعزیت

قاضی صاحب کی وفات حسرت آیات پر اظہار غم کے لیے ۴ جون ۱۹۳۰ء کو دہلی کا دارالحدیث رحمانیہ بند رہا اور دارالحدیث کے طلبا و مدرسین کا ایک جلسۂ تعزیت زیر صدارت مولانا احمد اللہ صاحب پرتاب گڑھی دہلوی دس بجے منعقد ہوا، جس میں اظہار ملال کیا گیا۔ مرحوم کے سوانح حیات اور قومی خدمات پر دار الحدیث کے اساتذہ اور طلبا نے تقریریں کیں، تعزیتی نظمیں بھی پڑھی گئیں اور حسب ذیل تجاویز باتفاق رائے پاس ہوئیں:

۱...... جمیع طلبائے مدرسہ رحمانیہ کا یہ ماتمی جلسہ مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب پٹیالوی کی وفات پر کامل درد وغم کا اظہار کرتا ہوا ان کے پسماندگان کے ساتھ نہایت ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور مولانا کی قومی خدمات کا اعتراف کرتا ہوا مسلمانوں کے لیے عموماً اور جماعت اہلِ حدیث کے لیے خصوصاً ان کی وفات کو سخت نقصان کا باعث خیال کرتا ہے اور علمائے کرام کی متبرک صف میں ایک جلیل القدر بزرگ کی بہت بڑی کمی محسوس کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ خدائے تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

۲...... جمیع طلبائے مدرسہ رحمانیہ کا یہ جلسہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس سے درخواست کرتا ہے کہ قاضی صاحب مرحوم چونکہ کانفرنس کے ایک معزز رکن تھے اور اس کے کئی سالانہ جلسوں کی صدارت کر چکے تھے، جن میں انھوں نے تحریری خطبے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھے تھے، اس لیے مرحوم کی یادگار باقی رکھنے کے لیے کسی مرکزی شہر میں ان کے نام پر ایک پبلک لائبریری قائم کی جائے تاکہ کانفرنس کے ایک بہترین خادم کا نام صفحۂ ہستی پر اس لائبریری کے ذریعے ہمیشہ زندہ رہے۔

(عبدالحلیم ناظم دربھنگوی از مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی۔)

۱۳ جون ۱۹۳۰ء

ہفت روزہ ''اہل حدیث'' کے مدیر شہیر حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری نے حسب ذیل تعزیتی شذرہ لکھا۔

آہ! علم وعمل کا سورج غروب ہوگیا

کون جانتا تھا کہ قاضی محمد سلیمان پٹیالوی صدر جلسہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس مئو وآگرہ، مصنف ''رحمۃ للعالمین'' حج کو جارہے ہیں یا ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہوتے ہیں۔ حج سے فراغت پاکر واپسی میں جہاز ہی پر فوت ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ایک عالمِ باعمل اور حالات کے نشیب وفراز سے واقف تھے۔ فن تاریخ اسلامی سے آپ کو خاص مذاق تھا۔ سنجیدہ طبیعت، مجسمۂ متانت، صحبت موثرہ، آہ! ہم تو جناب حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری اور مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی مرحومین کے بعد قاضی صاحب ہی سے انس حاصل کرتے تھے۔ آج ہماری نظر میں کوئی نہیں جس کو کہیں اجلس بنانؤمن بک ساعة [1] (بخاری) اس لیے میں اس وقت آب دیدہ ہوکر لکھتا ہوں۔

''واحسرتا یارانِ من تنہا مرا بگزاشتند''

ممکن ہے کہ چند یوم بلکہ چند لمحات ہی کے بعد یہ آواز بھی جو اس وقت آپ

---

① یعنی ہمارے پاس تشریف رکھیے تاکہ ہم کچھ دیر کے لیے آپ کی وجہ سے اطمینان حاصل کریں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک پہنچ رہی ہے، بند ہوجائے۔ **اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا.**
ناظرین بہ خلوص وخشوع مرحوم کا جنازہ غائب پڑھیں اور دعاے مغفرت کریں۔

اللھم اغفرله و ارحمه وابدله دارا خیرا من داره واھلا خیرا من اھله.

مرحوم کے اکلوتے فرزند قاضی عبدالعزیز ہیں جو ریاست پٹیالہ میں کسی اچھے محکمے میں کام کر رہے ہیں۔ خدا ان کو اور مرحوم کے جملہ متعلقین کو صبرِ جمیل بخشے اور ہم مستفیدین کو نعم البدل عطا کرے۔ آمین

اخبار ''اہل حدیث'' مورخہ
(۶ جون ۱۹۳۰ء)

جلسہ تعزیت، انجمن اہل حدیث لاہور

جناب قاضی محمد سلیمان صاحب مرحوم کے انتقال پر انجمن اہلِ حدیث لاہور کے اہتمام میں ۱۵ جون کو جلسہ ہوا، جس میں مندرجہ ذیل قراردادیں پاس ہوئیں:

۱...... مسلمانانِ لاہور کا یہ جلسہ عام حضرت قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات پر اپنے دلی درد وغم کا اظہار کرتا ہے اور مرحوم کے پسماندگان اور وابستگان سے عموماً اور ان کے خلف الرشید جناب قاضی عبدالعزیز صاحب بی۔ اے اور ان کے برادر حقیقی جناب قاضی عبدالرحمٰن صاحب وکیل سے خصوصاً اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ خداوند کریم ان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

۲...... مسلمانانِ لاہور کا یہ جلسہ علامہ محمد سلیمان صاحب مرحوم کی یادگار قائم کرنے کے لیے تجویز کرتا ہے کہ انجمن اہل حدیث لاہور کے زیر اہتمام جامع مسجد مبارک متصل اسلامیہ کالج میں ان کے نام پر سلیمانیہ لائبریری قائم کی جائے جس میں ہر قسم کی علمی وادبی اور تاریخی کتابوں کا اسٹاک موجود ہو تاکہ عوام ان سے ہمیشہ علمی استفادہ کرتے رہیں۔

(حافظ محمد حسن ناظم انجمن اہل حدیث لاہور، ۲۷ جون ۱۹۳۰)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امرتسر میں غائبانہ نمازِ جنازہ

جامعہ ثنائیہ (امرتسر) میں نمازِ جمعہ کے بعد قاضی محمد سلیمان کا جنازہ غائب پڑھا گیا۔

(۲۷ جون ۱۹۳۰ء)

دربھنگہ (بہار) میں غائبانہ نماز جنازہ

جامع مسجد اہل حدیث دربھنگہ میں جناب مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب پٹیالوی کا ۱۵ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ کو نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ غائبانہ جنازہ پڑھایا گیا اور ان کے لیے دعائیں کی گئیں۔

(سید محمد فرید مہتمم مدرسہ احمدیہ دربھنگہ بہار۔

۲۷ جون ۱۹۳۰)

کوٹلی لوہاراں

قاضی صاحب کے انتقال کی خبر سن کر یہاں کی جماعت اہل حدیث نے مرحوم کا جنازۂ غائب پڑھا۔ اللهم اغفر له

(عبدالعزیز از کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ

۴ جولائی ۱۹۳۰ء)

غازی پور (یو۔ پی)

۲۷ جون کو بعد نماز جمعہ انجمن اہل حدیث غازی پور کا جلسہ ہوا۔ اس جلسے میں حضرت مولانا قاضی حاجی محمد سلیمان محدث منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر اظہار افسوس کیا گیا اور ان کی وفات کو تمام مسلمانوں کے لیے عموماً اور جماعت اہل حدیث کے لیے خصوصاً بہت بڑا سانحہ قرار دیتے ہوئے مرحوم کے اعزّہ اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلقین سے دلی ہم دردی کا اظہار کیا گیا۔ مرحوم کی یادگار میں ایک لائبریری کی بنیاد ڈالنے کی جو تجویز اہلِ ملک کی جانب سے پیش کی گئی ہے، اس سے اتفاق کیا گیا۔ جناب مولانا عبدالحفیظ صاحب نے مرحوم کی زندگی کے حالات بابرکات پر ایک مختصر مگر پُراز معلومات تقریر فرمائی۔ آخر میں نماز جنازہ غائب ادا کی گئی۔

(خاکسار محمد یوسف ناظم غازی پور (یوپی ہندوستان)

۴ جولائی ۱۹۳۰

اجمیر اور متھرا میں جنازۂ غائبانہ

اجمیر اور متھرا سے قاضی محمد سلیمان مرحوم کے جنازۂ غائب پڑھے جانے کی خبر آئی ہے۔ اللھم اغفرله و ارحمه

(۲۵ جولائی ۱۹۳۰ء)

باشندگان پٹیالہ کی طرف سے اعلان

حادثۂ جانکاہ وفات حسرت آیات، علامۂ دوران، فہامۂ زماں حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان رحمۃ اللہ علیہ۔

قاضی صاحب کی وفات سے ہم مسلمان ایک ایسی ہستی سے محروم ہوگئے ہیں جس کی تلافی ممکن نظر نہیں آتی۔ علامہ مغفور کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ گوناگوں فضائل کے حامل تھے۔ علم حدیث کا کوئی گوشہ ان سے پنہاں نہیں تھا۔ فہم حدیث میں ان کو درجہ کمال حاصل تھا۔ الفاظ و مطالب قرآن کی وہ اس عمدگی سے تفسیر فرمایا کرتے تھے کہ جس سے امام رازی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی یاد آجاتے تھے۔ واقعاتِ عالم خصوصاً تاریخ اسلامیہ کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا واقعہ ان سے پوشیدہ نہ تھا۔ ان کی ساری زندگی میں تبلیغ ایک نمایاں چیز نظر آتی ہے۔ مرحوم کے لیکچر، ان کے وعظ اور ان کے خطبات ان کی قادرالکلامی کے گواہ ہیں۔ سرکاری مکتوبات کو چھوڑ کر خالص دینی و مذہبی تصانیف پر غور فرمایے وہ ان کی قابلیت پر شاہد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدل ہیں۔ درسِ قرآن ان کی ساری زندگی میں نمایاں خصوصیت رکھتا تھا۔ ان کے قصائد اور ان کا شعری کلام حیرت میں ڈال دینے والا ہے، عالمِ باعمل تھے۔ ان کا قول ان کے فعل سے ہمیشہ مطابقت رکھتا تھا۔ وہ صلح کل مشرب کے بزرگ اور مرنجان مرنج پالیسی کے عالم تھے۔ وہ ہر ایک سے محبت کرتے تھے اور ہر مسلمان کے سچے خادم تھے، مگر ہماری بدقسمتی کہ وہ اب ہم میں نہیں۔ دنیا میں ہزاروں انسان روزانہ مرتے ہیں، لیکن ایک عالم کی موت موت العالم کا حکم رکھتی ہے۔ لیکن کیا ان کی موت کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے؟ یہ ایک سوال ہے جو آپ کے روبرو پیش کیا جاتا ہے۔ مہذب اور متمدن دنیا اپنے بزرگوں کا نیک نام ان کے انتقال کے بعد قائم رکھتی چلی آئی ہے۔ مرحوم کے احسانات ہم پر بہت زیادہ ہیں، اس لحاظ سے چاہیے کہ ہم اس مقدس ہستی کا نیک نام قائم رکھیں۔ لہٰذا لاہور، دہلی اور دیگر مقامات میں بطورِ خاص یادگاریں قائم کرنے کی تجاویز، عظیم الشان جلسوں اور نامور اکابر و عمائد قوم و ملت کی رہنمائی میں منظور ہوچکی ہیں مگر پٹیالہ اس امر کا زیادہ مستحق ہے کہ یہاں پر ان کی ایک بڑی یادگار قائم کی جائے، کیونکہ پٹیالہ ان کا وطن تھا۔ پٹیالہ سے ان کو خاص محبت تھی اور پٹیالہ ہی میں ان کا قائم کردہ ہائی سکول جاری ہے اور پٹیالہ کو خاص طور پر ان کے انتقال سے بہت زیادہ علمی نقصان پہنچا ہے۔ اب پٹیالہ کی علمی طبقے میں کوئی حیثیت نہیں رہی۔

چنانچہ یہاں پر انجمن خادم الناس پٹیالہ نے مرحوم کی یادگار قائم کرنے کی یہ تجویز پیش کی ہے کہ ایک سلیمانیہ ہال تعمیر کیا جائے جس کے ساتھ ایک بہت بڑا کتب خانہ ہو، جس میں تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت ، اخلاق، تاریخ اسلامی وغیرہ کی نادر کتب کے علاوہ ایک بڑے وسیع پیمانے پر ادیان جاریہ کی منقولات و معقولات کا بھی ایک وافر ذخیرہ مہیا ہو، کیونکہ مرحوم ان تمام علوم وفنون کے جامع تھے۔

سب کو اس امرِ خاص کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور گزارش کی جاتی ہے کہ قاضی صاحب (طاب ثراہ) کے فضائل و شمائل کو زندہ رکھنے اور عالمِ اسلام کو ان کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سی محبتِ دینی وفضیلتِ علمی کی تحصیل و تکمیل کا موقع ارزانی کرنے کے لیے یادگار فنڈ میں بقدرِ استطاعت و خلوص اپنا اور اپنے احباب کا عطیہ جمع فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔ آپ حضرات کی عطا کردہ رقم ایک معتبر کمیٹی کی معرفت خرچ ہوگی۔ حسابات باقاعدہ شائع کیے جائیں گے۔ تمام خط و کتابت سیکرٹری قاضی محمد سلیمان یادگار کمیٹی پٹیالہ کے نام سے ہونی چاہیے۔

(عاجز محمد شفیع عفی عنہ معتمد عمومی (آنریری جنرل سیکرٹری) قاضی محمد سلیمان یادگار کمیٹی ۔پٹیالہ)

(اس اعلان پر حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری تحریر فرماتے ہیں)

آپ نے جتنے اوصاف مرحوم کے لکھے ہیں، ان کے علاوہ موصوف میں ایک بڑا وصف امانت تھا جس کی وجہ سے مہاراجا پٹیالہ بعد پنشن دینے کے بھی خاص ضروریات پر آپ کا اعتبار کرتے اور بہت سے کاموں کی انجام دہی کے لیے آپ کا تقرر فرماتے تھے۔ اس بنا پر مہاراجا صاحب کو توجہ دلائی جائے کہ وہ خود ہی اعلیٰ درجے کی یادگار قائم کرا دیں۔ توجہ دلانے کے لیے کٹنگ ہذا ارسال خدمتِ والا ہے۔

(۱۵ اگست ۱۹۳۰ء)

’’معارف‘‘ (اعظم گڑھ) کا تعزیتی مضمون

قاضی صاحب کے سانحۂ ارتحال پر سید سلیمان ندوی مرحوم نے انھیں بڑی محبت اور خلوص سے خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے جولائی ۱۹۳۰ء (صفر ۱۳۴۹ھ) کے ’’معارف‘‘ اعظم گڑھ میں حسبِ ذیل تعزیتی مضمون لکھا تھا۔

’’وہ مشرقی فاضل جس کی وفات پر آج ہم کو ماتم کرنا ہے، وہ قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری سابق سیشن جج پٹیالہ اور سیرت کی مشہور کتاب ’’رحمۃ للعالمین‘‘ کے مصنف ہیں۔ وہ علم و عمل، زہد و کمال اور فضل و ورع دونوں کے جامع تھے۔ روشن دل اور روشن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دماغ تھے۔ ان کے جدید و قدیم دونوں خیالات حدِ اعتدال پر تھے۔ عربی زبان اور علوم دین کے مبصر عالم تھے۔ تورات وانجیل پر فاضلانہ و ناقدانہ نگاہ رکھتے تھے، غیر مسلموں سے مناظرے کے شائق تھے، مگر ان کے مناظرے کا طرز سنجیدگی، متانت اور عالمانہ وقار کے ساتھ تھا۔ مسلکاً اہل حدیث تھے، مگر اماموں اور مجتہدوں کی دل سے عزت اور ان کی محنتوں اور جاں فشانیوں کی پوری قدر کرتے تھے۔

''ندوۃ العلماء کے دیرینہ رکن تھے اور اسی وساطت سے ان سے تعارف حاصل ہوا، اور تعارف نے باہم انس و مودت کی صورت پیدا کی۔ جب مل جاتے، دیر تک ہم ذوقی کا لطف قائم رہتا۔ سیرت، جدید مناظرات و کلام اور محاسن اسلام کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو رہتی اور اس لطف میں تھوڑی دیر کے لیے ہر چیز فراموش ہوجاتی۔ چند سال ہوئے کہ دارالمصنفین بھی ان کے فیضِ قدوم سے منور ہوا تھا۔ بلند قامت، خوش رو، خوش لباس، وجیہ، گھنی داڑھی۔ سپید صافہ باندھا کرتے تھے۔

''ان کی مستقل تصنیفات میں رحمۃ للعالمین، الجمال والکمال (تفسیر سورۂ یوسف) اور سفر نامۂ حجاز یادگار ہیں۔ ان کے علاوہ چھوٹے بڑے بیسیوں رسائل ان کے قلم سے نکلے۔ مگر سب سے زیادہ رحمۃ للعالمین نے قبولیت حاصل کی۔ اسلامی مدارس میں داخل ہوئی، کورسوں میں شامل ہوئی، لوگوں نے ذوق وشوق سے اسے پڑھا۔ خدا رحمۃ للعالمین کے مصنف کو اپنی رحمت سے نوازے۔

''سات آٹھ برس ہوئے کہ وہ ایک دفعہ حج کر چکے تھے۔ واپس آ کر انھوں نے اپنا سفر نامہ لکھا۔ دوسری دفعہ امسال حج کو گئے تھے،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکہ مکرمہ سے ایک دوست کا ایک خط آیا تھا کہ قاضی سلیمان صاحب اس مرتبہ حج کو تشریف لائے ہیں اور اپنے ''ہم نام'' کا ذکر خیر بڑی محبت سے کرتے ہیں۔ اس بشارت کی خوشی پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ صابر منزل قرول باغ دہلی سے ایک خط نے آ کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ اس میں لکھا تھا کہ قاضی صاحب نے بیمار ہو کر واپسی میں جہاز پر دم توڑا۔ آہ! کہ اس بحرِ ہستی میں خدا جانے کتنے جہاز ڈوبے اور ڈوبیں گے۔''

دریں بحر کشتی فروشد ہزار
کہ پیدا نشد تختۂ برکنار

(معارف اعظم گڑھ۔ جولائی ۱۹۳۰)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی وفات کے کوئی نو سال بعد مولانا سلیمان اشرف صاحب (استاد دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے انتقال پر سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا: ''چار سلیمانوں کی یہ رباعی، قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری کی رحلت سے مثلث ہوگئی تھی۔ شاہ سلیمان صاحب پھلواروی کی وفات سے فرد بن گئی تھی۔ اب اخیر اپریل ۱۹۳۹ء میں مولانا سلیمان اشرف کی موت سے مصرع ہو کر رہ گئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ مصرع بھی دنیا کی زبان پر کب تک رہتا ہے۔''

افسوس! سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ۲۲؍ نومبر ۱۹۵۳ء کو اپنے مولا کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ سدا رہے نام اللہ کا ......!

بہ صورت اشعار بھی قاضی صاحب کی تعزیت کی گئی۔ میں اس سے قبل بھی عرض کر چکا ہوں کہ میں فنِ شعر کی نزاکتوں سے باخبر نہیں، اس کا فیصلہ خود قارئین کریں گے۔ پہلے ملاحظہ فرمایئے مولانا عبدالحلیم ناظم صدیقی مرحوم کے تعزیتی اشعار جو ہفت روزہ ''اہل حدیث'' امرتسر کے ۱۳۔ جون ۱۹۳۰ء کے شمارے میں چھپے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اظہارِ غم

(برانتقالِ پُر ملال جناب قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

کیا خزاں آئی کہ پژمردہ گلستان ہوگیا
طفل غنچوں کی قبا کا چاک داماں ہوگیا
آج کیوں صحنِ چمن میں خاک سی اڑنے لگی
کیوں نظامِ بزم گل بے سروساماں ہوگیا
مجلسِ علمی میں تھا ممتاز کس کا مرتبہ
کون آنکھوں سے ہماری آج پنہاں ہوگیا
آہ! باغِ علم میں چلنے لگی بادِ خزاں
راہیٔ ملکِ عدم قاضی سلیماں ہوگیا
اس قدر تھی ان کی ہستی قومِ مسلم میں مفید
ایک عالم ان کی رحلت سے پریشاں ہوگیا
موت ان کی ہوئی ارضِ حرم کے سفر میں
میں کہوں گا کوکبِ قسمت درخشاں ہوگیا
رنج وغم کے خار دامن میں لیے پھرتے ہیں ہم
اور وہ جنت میں جا کر گل بداماں ہوگیا
رحمۃ للعالمیں نے جب بڑھائیں رفعتیں
تا قیامت قوم پر ان کا یہ احساں ہوگیا
الغرض ہر حیثیت سے ذات ان کی تھی مفید
خوش بیاں ایسا شکارِ چرخِ دوراں ہوگیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشک ریزی ختم کر ناظم اٹھا دستِ دعا
جنت الفردوس میں داخل کرے ان کو خدا

(عبدالحلیم ناظم صدیقی دربھنگوی)

❀......❀......❀......❀

اب جناب بشارت صاحب (قرول باغ، دہلی) کی طویل نظم بہ عنوان ''رحلت سلمان'' کے چند بند پڑھیے۔ یہ نظم قاضی صاحب مرحوم ومغفور کے سفرنامہ حجاز (طبع ۱۹۸۶ء) میں شائع ہوئی ہے۔

رحلتِ سلمانؒ

حضرت قاضی سلیماں رحمۃ اللہ علیہ
کر گئے دنیا سے رحلت رحمۃ اللہ علیہ
ہوگئے کعبہ سے رخصت رحمۃ اللہ علیہ
ہیں سدھارے سوئے جنت رحمۃ اللہ علیہ

کیوں نہیں اٹھی قیامت یا خدا کیا دیر ہے
چھپ گیا ہے آفتابِ علم کیا اندھیر ہے
اب نکاتِ معرفت سے ہم کو تڑپائے گا کون؟
نورِ عرفاں سے ہمارے دل کو چمکائے گا کون؟
مژدۂ آمد سے اب تسکین فرمائے گا کون؟
کس کے ہوں گے منتظر دہلی میں اب آئے گا کون؟

کس کے اب دیدار سے اس دل کو آئے گا قرار
کس کی آمد پر رہے گی وا یہ چشمِ انتظار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب سنائے گا ہمیں قرآن کی تفسیر کون؟
اب لکھے گا وہ نرالی طرز کی تحریر کون؟
اب بتائے گا ہمارے خواب کی تعبیر کون؟
اب کرے گا ہائے تسکینِ دلِ دلگیر کون؟
کون ہوگا اب ہمارے زخمِ دل کا چارہ ساز؟
کس کے آگے ہم سنائیں گے اب اپنے دل کے راز؟
خاکِ پٹیالہ نے گنجِ علم و عرفاں کھو دیا
اس کی قسمت میں نہ تھا تختِ سلیماں کھو دیا
اک مقنن، اک سخن فہم و سخن داں کھو دیا
یوں ہمارے قلب کی راحت کا ساماں کھودیا
اہلِ پٹیالہ نے اس کی قدر دانی کچھ نہ کی
تھا سلیماں ان کا مہماں میزبانی کچھ نہ کی
منشیٔ انشاے معنی عالم و فاضل تھے وہ
شارحِ علمِ حدیثِ مصطفیٰ عامل تھے وہ
وید کے ماہر تھے اور انجیل کے کامل تھے وہ
کرسئ انصاف نازاں تھی کہ اس قابل تھے وہ
تھے غرض ممتاز عالم شہرۂ آفاق تھے
ہر ہنر میں بے بدل ہر ایک فن میں طاق تھے
اب کہاں دنیا میں ایسا عالم و صاحبِ کمال
اب کہاں دنیا میں ایسا شاعرِ نازک خیال
اب کہاں دنیا میں ایسا واعظِ شیریں مقال
آج دنیا میں نہیں مرحوم کی ملتی مثال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھپ گیا ہر علم کا مہرِ درخشاں چھپ گیا
چھپ گیا وہ آفتابِ علم و عرفاں چھپ گیا

اب دعا ہے اے خدائے کار سازو ذوالجلال
اب دعا ہے اے خدائے مالک و ربِّ فعال

حکم میں تیرے بھلا چون و چرا کی کیا مجال
التجا کرتا ہے تجھ سے یہ بشارت خستہ حال

روح پر مرحوم کی الطاف ہو اکرام ہو
ہوں مراتب خلد میں بالا ترا انعام ہو

پھول پھل لائے چمن اولاد کا ان کی مدام
خوش رہیں خلف الرشید ان کے عزیزِ نیک نام

دخترِ سلمان پہ ہووے تیرا لطف و کرام
اور چھوٹے بھائی بھی مرحوم کے ہوں شاد کام

اقربا اولاد کو بس صبر کی تلقین دے
یا خدا مرحوم کے احباب کو تسکین دے

(بشارت، قرولباغ دہلی)

۱۹۳۰ء

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر یہ چند تعزیتی قراردادیں اور کچھ اشعار ہیں جن سے ہم مطلع ہو سکے ہیں۔ دنیا کا سلسلہ اسی طرح چل رہا ہے۔ ان کی وفات پر پون صدی گزر چکی ہے۔ اب وہ لوگ اس عالم فانی سے کوچ کر گئے ہیں، جنھوں نے یہ تعزیتی قراردادیں اخبار کو بھیجیں اور وہ حضرات بھی مدت ہوئی، دنیا سے رخصت ہو گئے، جنھوں نے یہ قراردادیں اور اشعار اخبار میں شائع کیے۔ کسی دن ہم بھی چلتے بنیں گے جو یہ حروف لکھ رہے ہیں۔ قانون قدرت یہی ہے جو ابتداے آفرینش

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے چلا آ رہا ہے۔ کوئی آیا کوئی گیا۔ یہ دنیا فانی ہے، اس میں کسی کو قرار نہیں ہے۔ تمام سلسلے عارضی اور وقتی ہیں۔ موت کے سامنے کسی کا بس نہیں چلتا۔ جب فرشتۂ اجل آ تا ہے، سب اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ قرآن نے بالکل صحیح کہا ہے۔

کل من علیها فان ویبقٰی وجه ذوالجلال والاکرام.

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتیسواں باب:

قاضی صاحب کا ایک نایاب خطبۂ صدارت

قاضی صاحب کے تحریری خطبات کا تذکرہ جو انھوں نے ملک کی مختلف انجمنوں کے جلسوں میں ارشاد فرمائے، گزشتہ صفحات میں ان کی تصانیف کے باب میں ''خطبات سلمان'' کے عنوان کے تحت کیا جا چکا ہے۔ کتابی صورت میں یہ دس مطبوعہ خطبات ہیں۔ ان کا ایک خطبہ مجھے کچھ عرصہ پیشتر اپنے عزیز دوست علی ارشد صاحب کی وساطت سے ملا۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ قاضی حسن معزالدین صاحب کو مختلف مقامات سے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقالات و خطبات دست یاب ہوگئے ہیں، جو ان شاء اللہ جلد شائع کیے جائیں گے۔ یہ خطبہ بھی ان میں شامل ہوگا۔

اس کے صفحۂ اول پر یہ الفاظ مرقوم ہیں:

''خطبۂ صدارت......از جناب مولانا الحاج قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری، پینشنر سیشن جج ریاست پٹیالہ و مصنف رحمۃ للعالمین وغیرہ۔

برجلسہ

صدر انجمن اہل حدیث صوبہ پنجاب لاہور

منعقدہ ۷،۸ جنوری ۱۹۲۸ء

یہ خطبہ ''خطبات سلمان'' میں شامل نہیں ہے لیکن ''بہ اہتمام مولوی عبدالمجید پرنٹر پرکاش سٹیم پریس لاہور'' شائع ہوا تھا، جو یہاں درج کیا جا رہا ہے تاکہ کتاب میں محفوظ ہو جائے اور قارئین کرام اس سے مستفید ہوں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العٰلمین وسلام علی المرسلین والصلوٰۃ والسلام علٰی خیر خلقه محمد و ازواجه و ذریاته واھل بیته الراشدین المرشدین وعلی السابقین الاولین من المھاجرین والا نصار والذین اتبعوھم باحسان الٰی یوم الدین

اما بعد برادرانِ دین! جس انجمن کی صدارت کی عزت مجھے عطا فرمائی گئی ہے، میں اس انجمن کے ادنیٰ خدام میں سے ہونے کو اپنا شرف سمجھتا ہوں اور آپ صاحبان کے لطف وکرم کا شکر گزار ہوں۔

صاحبان! مجھے معلوم نہیں کہ انجمن ہذا پنجاب کے صدر مقام میں کب سے قائم ہے، ممکن ہے کہ یہ اس کا اولیں اجلاس ہو۔

بہر حال استراحت کے بعد بیداری انسان کو پوری چستی و مستعدی سے پر لگا دینے والی ہوتی ہے اور امید ہے کہ مسلمینِ پنجاب اشاعتِ سنتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والتحیہ کے متعلق تھوڑے عرصے ہی میں بہت کچھ کر سکیں گے۔

صاحبان! اہلِ حدیث کا کام سیدھا سادا ہے، مگر پھر بھی زمانۂ حال میں مشکلات سے خالی نہیں۔

اہل الحدیث اور مشکلات

علم حدیث پر سخت ترین حملہ وہ ہے جو مستشرقینِ یورپ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ یہ لوگ ایک طرف یہ دیکھ رہے ہیں کہ عیسائیت کے ثابت کرنے میں ان کے پاس اسناد بالکل نہیں اور دوسری طرف یہ دیکھ رہے ہیں کہ مسلمانوں کے پاس علم الاسناد کا وہ عظیم الشان ذخیرہ موجود ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔

تب ان لوگوں نے چاہا کہ اسی شے کو جو اہلِ اسلام کا سرمایۂ صد فخر و مباہات ہے، ایسا بنا دینا چاہیے کہ مسلمان خود ہی اس فخر ومباہات سے دست بردار ہو جائیں۔ انھوں نے دواوینِ احادیث کے سنینِ تصنیف کو دیکھا اور پھر جھٹ سے کہہ دیا کہ یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیں بانیٔ اسلام سے اتنے سالوں کے بعد فراہم کی گئی ہیں، لہٰذا ان کی مرویات ناقابل اعتماد ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ کیا کسی قانونِ شہادت نے آج تک ''سہادت زبانی'' کے اعتبار واعتماد کے خلاف لب کشائی کی جرأت کی ہے؟

کیا کوئی ملک، کوئی گورنمنٹ اغراضِ معدلت گستری کو پیش نظر رکھتے ہوئے کبھی ''شہادت زبانی'' سے بے پروائی کا اظہار کرسکی ہے؟

اگر ان سوالات کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو مستشرقین کو بھی آیت ذیل سن لینی چاہیے:

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ.

(یعنی اللہ اپنے نور کو مکمل فرمائے گا خواہ کافر برا مناتے رہیں)؟

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے اخوان اہل القرآن پر ان مستشرقین یورپ کا کچھ کچھ اثر سب سے پہلے ہوا ہے، اگرچہ ان دونوں میں ہنوز یہ فرق باقی ہے کہ فریقِ اول میں حسنِ نیت کا بھی فقدان ہے۔

علم الحدیث وعلم الفقہ

لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ علم الفقہ کچھ اور ہے اور علم الحدیث کچھ اور، لیکن علمائے کرام کے نزدیک تو علم الفقہ کی تکمیل کا انحصار ہی علم الحدیث پر ہے اور یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی درس گاہِ دینیات ان ہر دو علوم کی تعلیم سے خالی نہیں۔

کسی مسئلے کا بلا دلیل جان لینا صرف اسی مسئلے کا جان لینا ہوگا مگر شانِ علم اس سے برتر و اعلیٰ ہے۔

فقہ کی مشہور کتاب قدوری میں یہی کمی تھی جسے پورا کرنے کے لیے شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابوبکر المرغینانی (المتوفی ۵۹۳ھ) نے کتاب الھدایہ فی الفروع تصنیف کی اور اس کتاب کو احادیث سے مزین کیا۔ ابن الہمام یعنی کمال الدین محمد بن عبدالواحد السیواسی (المتوفی ۸۶۱ھ) نے ''فتح القدیر للعاجز الفقیر'' لکھ کر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی اور بھی تکمیل کی۔ افسوس کہ اس کتاب کو مکمل نہ کیا جاسکا۔

تخریج احادیث ہدایہ کا کام ہنوز باقی تھا۔ زیلعی یعنی شیخ جمال الدین یوسف (المتوفی ۷۶۲ھ) نے ہمتِ مردانہ سے کام لیا اور ''نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ'' تصنیف کی۔ شیخ الحدیث علامہ احمد بن علی بن حجر (المتوفی ۸۵۲ھ) نے زیلعی کے کام کو زیادہ سہل و مہذب بنایا۔

اس مختصر بیان سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ کیوں کر فقہ کی تکمیل حدیث پر منحصر ہے۔

ہاں مسائلِ فقہیہ میں حدیث کی ضرورتِ شدید اس وقت محسوس ہوتی ہے جب کسی عالم کو مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کے مسائلِ فقہیہ کو راجح اور دوسرے مذہب کے مسائلِ فقہیہ کا مرجوح ثابت کرنا پیش نظر ہوتا ہے۔

اس سے بھی آگے بڑھو تو معلوم ہوجائے گا کہ علومِ دین میں سے بہت سے علوم ہیں جن کی تدوین فقہ سے بالکل الگ رکھی گئی ہے۔

ابواب احسان کے تحت میں جس قدر علوم ہیں اور جن پر تصفیہ قلب، تزکیۂ اخلاص اور ارتقائے روحی کا حصر ہے وہ فقہ سے بالکل علیحدہ مدوّن ہوئے ہیں۔

علم سیرت النبی ﷺ، علم اسماء الرجال، علم الاسناد، علم الناسخ والمنسوخ، غزواۃ و سرایا، ایام اللہ کی تفصیل انبیائے سابقین کے حالات اور ان کے طرقِ ہدایت وغیرہ وغیرہ وہ علوم ہیں جن کو سلف سے خلف تک سب نے فقہ سے بالکل الگ رکھا ہے اور کسی عالمِ دین نے آج تک یہ کہنے کی جرأت نہیں کی کہ فقہ کے بعد ان علوم کی ضرورت نہیں۔ علم التفسیر مع علم الوجوہ والنظائر فقہ سے بالکل الگ ہے۔

لہٰذا اہلِ حدیث کا کام ہے کہ وہ فقہ کا احترام رکھتے ہوئے بھی علم حدیث کی ضرورت اور فضیلت اذہانِ اہل ایمان میں قائم کریں۔

بعض اوقات اہل حدیث کو یہ سننا پڑتا ہے کہ احادیث میں تناقض ہے اور تناقض کا فیصلہ محال ہے، لہٰذا عمل بالحدیث بھی محال ہے۔

یہ باتیں ایسی ہیں جن کو وہی شخص زبان سے نکال سکتا ہے جس نے احادیث

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر تدبر و غور کرنے میں اوقاتِ عزیز کو کم صرف کیا ہے۔

اہل حدیث کو ایسے عزیزوں کی نیک نیتی پر شبہہ کرنے کی ہرگز جرأت نہیں کرنا چاہیے، بلکہ انھیں تناقض کے معنی سمجھاؤ اور پھر کامل استقامت سے یہ دعوی کرو کہ ایک ہی درجہ عالی کی صحت رکھنے والی دو احادیث ایسی پائی نہیں جاتیں جن میں تناقض موجود ہو۔ امید ہے کہ یہ علمی مذاکرہ ہر دو کے لیے فائدہ بخش ہوگا۔

اہل حدیث کے فرائض

اے اہل حدیث ! آپ کا لقب نہایت معزز اور جلیل القدر ہے اور اس لقب کا اپنے اوپر ٹھیک منطبق کرنا آپ کے اولین اور برترین فرائض میں سے ہے۔

اگر اس لقب کے اوصاف عالیہ حاصل کرنے کی سعی نہ کی گئی اور ''لقب'' سے ملقب ہو کر فقط فرح وفخر پر اکتفا کی گئی تو اندیشہ ہے کہ فلا تزکوا انفسکم (اپنے آپ کو پاک نہ ٹھہراؤ) کی نہی مصداقِ حال ہو جائے۔

بعد ازیں یہ غور کرنا ہے کہ اہل حدیث کی تعداد میں کیوں معتدبہ ترقی نہیں ہوتی ؟ کیا آپ کو اس امر پر تعجب نہیں ہوا کہ آپ کے اصول جملہ اہلِ اسلام کے مسلمہ اصول ہیں اور آپ کا متبوع ﷺ جملہ عالم کا مطاع و متبوع ہے، پھر ترقی کا رک جانا کن موانع پر مبنی ہے؟ اس پر غور کرتے ہوئے آپ کو کچھ ایسے امور ملیں گے جن کا تعلق اہلِ حدیث سے ہے اور کچھ ایسے امور ملیں گے جن کو غلط طور پر اہلِ حدیث کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اہلِ حدیث میں خوش خلقی نہیں ہوتی، تواضع و انکسار کی بہت کمی ہے۔

میں یہ عرض کرنے کی جرأت کروں گا کہ خواہ یہ بات صحیح ہو یا اس میں غلو کیا گیا ہو، لیکن اہلِ حدیث کو سمجھ لینا چاہیے کہ خوش خلقی کا درجہ بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ. (آل عمران : آیت : ۱۵۹)

(اے پیغمبر! یہ اللہ کی رحمت ہے کہ تجھے لوگوں کی فائدہ رسانی کے لیے نرم خو بنایا، اگر آپ مزاج اور طبیعت کے درشت ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے دور دور رہتے، اب ان کو معاف کیجیے، ان کے لیے دعاے مغفرت کیا کیجیے، ان سے معاملات میں مشورہ کیا کیجیے۔)

ذرہ آیت پر غور کرو جس سے ظاہر ہے کہ حضور نہایت نرم خو تھے اور یہ نرم خوئی بھی حضور ﷺ کے مرجعِ خلائق بننے کا ایک سبب تھی۔ پھر غور فرمایے ان مراتبِ سہ گانہ پر جو درگزر، دعاے مغفرت اور شرکتِ مشورت کے الفاظ میں ظاہر فرمائے گئے ہیں۔

لفظ درگزر (فاعف عنهم) ظاہر کرتا ہے کہ ان لوگوں نے حاضریٔ دربار سے پیشتر بہت سی گستاخیاں اور سوءِ ادبیاں بھی کی تھیں۔ انھوں نے اسلام اور ہادیٔ اسلام کے خلاف ناپاک کوششیں بھی کی تھیں۔ یہ لوگ اپنے مجرمانہ افعال سے مستوجبِ ترک بھی تھے، لیکن حکم ہوتا ہے کہ ان سے درگزر کی جائے۔

بہتر ہے کہ اس مقام پر عیسائی بھی متی کی انجیل سے ایک تھپڑ کھانے کے بعد دوسرا تھپڑ کھا کر درگزر کرنے کے بعد چادر دینے والا حکم بھی نکال کر پڑھ لیں،① کیوں کہ قرآنی تعلیم درگزر کے بعد ایک دوسرے بلند درجے کی رہنمائی فرماتی ہے اور وہ دعاے مغفرت (وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ) ہے۔ مجرموں کے لیے، نافرمانوں کے لیے، سرکشوں اور دشمنوں کے لیے مغفرت کی دعا کرنا سیدنا محمد ﷺ ہی کا کام ہے۔

دعاے مغفرت کا تعلق تو معاملاتِ آخرت سے تھا، مگر قرآن کریم ان کو اسی دنیا میں حقوقِ تمدن عطا فرماتا ہے اور قرار دیتا ہے کہ ان لوگوں کو دربارِ اسلام میں اسمبلی اور کونسل اور ایگزیکٹو کونسل کے ممبر تک بننے کے لیے دروازہ

---

① حضرت مسیح علیہ السلام کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے جو متی کی انجیل میں ہے کہ تمھیں کوئی شخص ایک تھپڑ مارے تو دوسرے تھپڑ کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دو اور تھپڑ مارنے والے کو ایک چادر بھی دو۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھول دیا جائے۔②

اے اہلِ حدیث ! جب نبی ﷺ کے اخلاقِ عالیہ یہ ہیں تو یقیناً ان احکام پر مہما امکن (یعنی جہاں تک ممکن ہو) کوشش کے ساتھ تعمیل کرنا آپ کے فرائض میں سے ہے۔

نہایت رنج ہوتا ہے اور صدمہ محسوس ہوتا ہے جب بعض اوقات یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ اہلِ حدیث کے اندر بھی اختلاف رائے کو یہاں تک بڑھنے کا موقع مل جاتا ہے کہ اسے منافرت سے تعبیر کیا جاسکے۔

اختلاف رائے خواصِ دماغِ انسانیہ میں سے ہے اور اس کا کلیۃً معدوم ہوجانا غالباً محال ہے، البتہ کسی اعلیٰ حکم کے سامنے اس کا محکوم ہوجانا بہ کثرت ثابت ہے۔

اختلاف رائے کے متعلق دیکھیے کہ ثابت، عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم جیسے اشخاص سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائیوں میں شامل نہ ہوئے جو جناب امیر کو اہلِ اسلام کے ساتھ لڑنا پڑیں۔

امیرالمومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ ان لوگوں کی عدم شمولیت محض نیک نیتی اور تقوے پر مبنی ہے لہٰذا انھوں نے بھی کوئی تعرض ان سے نہ کیا۔

امیرالمومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ جب مصری باغیوں نے مسجد نبوی پر قبضہ کرلیا اور امام و موذن بھی اپنے ہی قائم کردیے اور خلیفہ راشد کو محصور کردیا، تب صحابہ میں یہ تردد تھا کہ ان باغیوں کے پیچھے نماز کیوں کر ادا ہو سکے گی۔

ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ بغاوت برا کام ہے، اُس سے علیحدہ رہو، نماز اچھا کام ہے، اس میں شامل ہوجاؤ۔

---

② قاضی صاحب نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ خالص اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کو شامل مشورہ رکھنا چاہیے اور ان کے خاص مذہبی اور ثقافتی و تہذیبی معاملات کا تحفظ ہونا چاہیے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاش ہم بھی آج اسی مسلک پر چلیں اور اچھے کام تعاون عامہ سے انجام پذیر ہوا کریں۔

جو بہتان اہل حدیث پر لگائے جاتے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

اہل حدیث رسول اللہ (ﷺ) کا درجہ بڑے بھائی کے برابر سمجھتے ہیں۔

اہل حدیث ائمۂ دین اور اولیاے اسلام کے منکر ہیں۔

میں بہ یقین کامل جانتا ہوں کہ یہ دونوں باتیں کذب اور بہتان عظیم ہیں۔ مجھے بہ کثرت اہل حدیث کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا ہے۔ میں نے کسی ایک شخص کو بھی ایسا نہ پایا جو نبی ﷺ کو سید المرسلین، خاتم النبیّین ، رحمۃ للعالمین ، امام الانبیاء، شافعِ روز جزا، صاحب مقامِ محمود ، صاحبِ حوض کوثر نہ جانتا ہو۔ اہل حدیث کا اعتقاد ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر انتہائے عالم تک جو کوئی نبی، ولی، شہید بھی وجود میں آیا وہ نشانِ محمدی کے نیچے کھڑا ہونے والا ہے اور حضور ﷺ سب کے سید ہوں گے۔ فخر الاولین والآخرین حضور ہی ہیں اور امین رب العالمین حضور ہی ہیں۔ حضور کو اللہ تعالیٰ نے سراج منیر فرمایا ہے اور عالمِ انوار کا خورشید جہاں تاب حضور ہی کو بتایا گیا ہے۔ جس طرح عالمِ فلکیات میں سورج ہی مدارِ ثواقب و سیارگان ہے، اسی طرح عالم دینیات وروحانیات میں حضور ہی کا وجود طیب و طاہر، مرجع انبیا و صلحا واولیاء و مامنِ اصفیا ہے۔ ملائکہ حضور کو درود خوانی کے مکلّف ہیں اور قدوسی حضور ہی کی کلمہ گوئی پر منشرح صدور ہیں۔ جب سے حضور نے منبرِ نبوت کو شرفِ قیام بخشا ہے، اس وقت سے رحمت اور بخشش اور مغفرت وجود و نوال ربانی کے، اور سب دروازے بند کر دیے ہیں، صرف حضور کا دروازہ کھلا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اب جو کوئی جود و نوال ربانی کا خواہاں ہے، اب جو کوئی بخشش و مغفرت کا جویا ہے، اب جو کوئی رحمت و برکت و فیوض و انوار کا متلاشی ہے، اُس پر لازم ہے کہ حضورؐ ﷺ ہی کے دروازے سے آستان الٰہی تک پہنچنے کی راہ کو اپنا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقصود بنائے۔

اگر اس دروازے کو کسی نے چھوڑ دیا تو اُسے سیدنا موسیٰ اور تورات کی متابعت یا سیدنا داؤد اور زبور کی متابعت یا سیدنا مسیح اور انجیل کی متابعت ہرگز فائز المرام نہیں کرسکتی۔

ہاں! اہل حدیث کا ایمان اس حدیث پر ہے۔

لایکون احد کم مؤمنا حتی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین.

یعنی تم میں سے کوئی شخص مومن بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ رسول کریم ﷺ کی محبت اُس کے دل میں سب محبتوں سے، جملہ قرابتوں سے، ماں، باپ، بیٹے، بیٹی سے، محبوب و مطلوب سے، عاشق و معشوق سے، غرض جملہ علائق سے افزوں تر، بیشتر اور کثیر در کثیر نہ ہو۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محبتِ عظمیٰ و موہبتِ کبریٰ کا حصہ ہر ایک ایمان دار کو ارزاں فرمائے اور بہتان لگانے والوں کو ان کی غلطی سے آگاہ فرمائے۔

اب محبت اولیاء و بزرگانِ دین کا مسئلہ رہ جاتا ہے۔

سنو! سنو! یہ آیت کلام ربانی جس پر اہل حدیث بھی ایمان رکھتے ہیں۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. (سورہ توبہ: ۱۰۰)

یعنی مہاجرین و انصار میں سے سبقت و اولیت والے اور جن لوگوں نے ان کی پیروی عمدگی کے ساتھ کی اللہ اُن سے راضی ہے اور وہ اللہ سے خوشنود ہیں۔

والذین اتبعوهم باحسان کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ جن بزرگ وار نے ان سابقین اولین کی پیروی کو اپنا مسلک بنایا وہ ضرور ''رضوانِ الٰہی'' کا شایاں ہے، ان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بزرگ سمجھنا، ان کا احترام و ادب رکھنا، اُن کو دعاے خیر سے یاد کرنا ضروری ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ ائمہ دین ضرور اس بشارت میں آجاتے ہیں، جنھوں نے دین حقہ کو پھیلایا، بھولے بھٹکے ہوؤں کو راہِ مستقیم دکھلائی، دنیاو مافیہا سے منھ موڑ کر اپنی تمام عمر کو خدمتِ دین اور اشاعتِ اسلام میں لگایا، ان کا ادب نہ کرنا، احترام نہ کرنا، تعلیمِ اسلام سے جہالت ہے۔ حدیث پاک پڑھو۔

عن تمیم الداری ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال الدین النصیحۃ قلنا لمن قال لِلّٰہ و لرسولہ و لائمۃ المسلمین و عامتھم. (رواہ مسلم)

(صحیح مسلم میں تمیم داری انصاری سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا دین تو خیر اندیشی کا نام ہے۔ ہم نے پوچھا کس کی خیر اندیشی؟ فرمایا اللہ کی ، رسول کی اور مسلمانوں کے اماموں کی اور سب اہلِ اسلام کی۔)

اس حدیث کے بعد کوئی اہل حدیث ایسا نہیں رہ سکتا جو ائمہ مسلمین کے ساتھ صداقت اور خیر اندیشی کے روابط کو مربوط نہ رکھے۔

اہل حدیث کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تبلیغ اور اشاعت اسلام کے فرض کو مقدم ترین فرض قرار دیں۔ اللہ تعالیٰ نے تبلیغ میں بڑی برکت رکھی ہے، جو کوئی شخص نیکی کا کام شروع کرتا ہے، وہ ضرور کامیاب ہوجاتا ہے، حتیٰ کہ ادنیٰ ترین اصول کی اشاعت کرنے والے بھی اس فیض عام سے محروم نہیں رہ جاتے۔ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں امت مرحومہ سے رخصت ہوتے ہوئے سب کو مخاطب فرما کر یہ ارشاد کیا تھا۔ فلیبلغ الشاھد منکم الغائب (رواہ مسلم) کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں تک پیامِ نبوی پہنچا دیں جو موجود نہیں۔

اللہ تعالیٰ بزرگان اسلام ، ائمہ دین، حاملانِ علم اور ہمارے باپ دادا پر ہزاروں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہزار رحمتیں فرمائے جنھوں نے اسلام کو ہم تک پہنچایا اور نبی ﷺ کی اُس امانت میں خیانت نہ کی جو اُن کے سپرد کی گئی تھی۔ اسلام کا جو وجود آج اقصائے چین سے لے کر انتہائے مغرب تک پایا جاتا ہے، ہر ایک براعظم، ہر ایک ملک، ہر ایک قوم میں نشانِ اسلام لہراتا نظر آتا ہے، یہ ان ہی بزرگانِ سلف کی مساعیِ مشکورہ کے نتائج ہیں۔ لیکن آپ صاحبان کے لیے بھی ابھی بہت میدان خالی موجود ہیں۔

اچھوت قوموں کی ہزاروں روحیں تمھاری آواز پر لبیک کہنے کو موجود ہیں، مگر تم نے زبان پر مہرِ خموشی لگا رکھی ہے۔ ہزارہا بت پرست، سیکڑوں عیسائی، سیکڑوں دہریہ تاریکی میں پڑے ہوئے روشنی کا انتظار کررہے ہیں، مگر تم نے اپنی مشعل کو تہ خانے میں رکھ چھوڑا ہے، اسلام سے بڑھ کر کسی دین کے دلائلِ عقلیہ موجود نہیں۔ اسلام سے بڑھ کر کوئی مذہب براہان کی برتری وفوقیت کو تسلیم کرنے والا نہیں۔

اسلام سے بڑھ کر کسی مذہب میں اخوت اور مساوات کے اسباق یاد نہیں کرائے جاتے۔ لیکن آپ لوگ بلاوجہ افسردہ ہو گئے ہیں، درماندہ ہوکر بیٹھ گئے ہیں۔ کیا آپ کو اکثریت اور اقلیت کے الفاظ نے مسحور نہیں کردیا۔ زنہار......زنہار ان الفاظ کو سننا بھی پسند نہ کیجیے۔ یہ الفاظ تو صرف ایوانِ مادّیت میں گونج پیدا کرنے والے ہیں۔

صحیح بخاری میں یہ واقعہ موجود ہے کہ ایک بار نبی ﷺ نے فرمایا: اکتبوا لی من تکلم بکلمة الاسلام (ہر ایک کلمہ گو کی مردم شماری کی جائے)

اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ آخری رپورٹ جب صحابہ کرام کی موجودگی میں حضور پُرنور ﷺ کو سنائی گئی تو معلوم ہوا کہ اب مسلمانوں کی تعداد سات سو ہوگئی ہے۔

یہ رپورٹ نہایت فرحت بخش، مسرت افزا سمجھی گئی، مسلمان نہایت خوش تھے کہ اب ہم سات سو ہوگئے ہیں، اب یقیناً دنیا ہم کو نہیں دبا سکتی، ہم دنیا سے مغلوب نہیں ہوسکتے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ (صف: ۹)

(اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا کہ وہ سب دینوں پر غلبہ حاصل کرے۔)

برادرانِ دین! اکثریت و اقلیت کی بحثیں وہاں ہوتی ہیں، جہاں جسمانی مقابلے کا معاملہ ہو، ہدایت اور حقانیت کے معاملے میں ہزاروں اشخاص پر ایک ہی شخص غلبہ حاصل کرسکتا ہے اور غلبہ حاصل کرتا رہا ہے۔

شبِ ہجرت کو نبی ﷺ کے ساتھ صرف ایک یارِ غار تھا اور اس سے تھوڑا عرصہ بعد دس ہزار جاں نثار حضور ﷺ کے ہم رکاب تھے، آیا یہ ملازم تھے؟ کیا ان کو کوئی تنخواہ دی جاتی تھی؟ کیا ان پر کوئی دباؤ تھا؟ کچھ بھی نہیں۔ یہ سب ہدایت اور صداقت کے طالب تھے۔ تاریکی کے بعد جہاں نور پایا وہیں پروانہ وار رہو گئے۔

اُٹھو اے اہل حدیث! اُٹھو نئے ولولوں کے ساتھ، نئے جذبوں کے ساتھ، پرانی تعلیم کی اشاعت کے لیے اُٹھو۔ دنیا میں امنِ عامہ کی حفاظت کے لیے اٹھو۔ دنیا کو محبت و یک جہتی اور اتفاق و اتحاد کا سبق پڑھانے کو اٹھو۔ اپنوں کو گلے لگاؤ اور غیروں کو اپنا بناؤ۔

یہ مت سمجھنا کہ آمین و رفع الیدین کے بعد اب کوئی سنت عمل کرنے کے لیے باقی نہیں رہی اور اس لیے اہل حدیث اپنی منزل ختم کر چکے ہیں۔ نہیں عزیزو نہیں، اہل حدیث کہلانے کے بعد تم نے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ یاد رکھو کہ موتوا علیٰ مامات علیه رسول الله کو جب تک اپنا نصب العین نہ بناؤ گے، اس وقت تک اپنے فرائض سے سبک دوش نہ ہوسکو گے۔ یعنی جس کام اور جدوجہد میں رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی، تم بھی اسی کام اور جدوجہد میں جان دے دو۔

یاد رہے کہ نبی ﷺ نے انتقال سے دو دن پہلے اُس روز بھی دعوت الی الحق کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعظ فرمایا جب کہ حضور ﷺ کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی، ضعف کی وجہ سے پاؤں لڑکھڑاتے تھے، دو مخلصین کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے منبر تک پہنچے تھے، پھر ناتوانی کی وجہ سے منبر پر نہ چڑھا گیا، نہ کھڑے ہو سکے تو بیٹھے بیٹھے وہ وعظ فرمایا، وہ نصیحت فرمائی کہ دل دہل گئے اور آنکھیں بہ نکلیں۔

پھر آخری وقت ہے، حالت نزع طاری ہے، آواز اتنی ہلکی ہے کہ راوی (علی مرتضی رضی اللہ عنہ) نے اپنے کان حضور کے لب مبارک کے قریب کر دیے ہیں تو معلوم ہوا کہ حضور فرما رہے ہیں:

الصلوٰۃ الصلوۃ وما ملکت ایمانکم

(نماز، نماز اور لونڈی غلاموں کے حقوق۔)

اللہ اکبر! ایک ہی مختصر فقرہ ہے اور اُسی کے اندر اللہ تعالیٰ کے حق کا بھی ذکر ہے، اُسی کے اندر وجوب امت کا بھی ذکر ہے، اُسی کے اندر غربا و مساکین اور درماندگان و بیچارگان کے حقوق کی بھی حفاظت ہے۔

یہ ہے وہ سنت نبویہ ﷺ جس کی طرف ایک جاں نثار جنت کو جاتا جاتا ہم سے کہہ گیا تھا۔

موتوا علیٰ مامات علیه رسول الله

(جس کام میں رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تم بھی اسی کام میں مرو۔)

اب میں اپنی معروضات ختم کرتا ہوں۔ اگر اس طول کلامی سے کوئی صاحب ملول ہو گئے ہوں تو وہ معاف فرمائیں۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شدی ورنہ سخن بسیار است

ربنا وتقبل منا انک انت السمیع العلیم

خاکسار ...... محمد سلیمان سلمانؔ منصور پوری

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ایک نایاب خطبہ ہے اور مطبوعہ ہے جو حسنِ اتفاق سے مجھے اپنے علم دوست عزیز جناب علی ارشد (فیصل آباد) کی معرفت دست یاب ہوا اور یہاں درج کر دیا گیا، اس پر میں ان کا شکر گزار ہوں۔ معلوم نہیں اس قسم کے کتنے نوادر ہوں گے جو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ صورت میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعد چھوڑے اور افسوس ہے اب وہ دست برد زمانہ کی نذر ہو گئے۔ بہت سی اہم چیزیں تو شاید ان کی زندگی ہی میں تلف ہو گئی ہوں اور پھر جو علمی اور تحقیقی سرمایہ تقسیم ملک کی زد میں آیا، اس کا تو کوئی حساب کتاب ہی نہیں لگایا جا سکتا۔

قاضی صاحب کے مطبوعہ خطبات جن کا تذکرہ ان کی تصانیف کے باب میں کیا گیا ہے، دس ہیں۔ لیکن یہ تعداد بھی کم ہے۔ اس میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے صرف وہ خطبے درج ہیں جو انھوں نے دو مرتبہ آگرہ میں ارشاد فرمائے: مئو (ضلع اعظم گڑھ) میں منعقدہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس میں ارشاد فرمودہ خطبہ صدارت اس میں شامل نہیں۔

قاضی صاحب کے تمام خطبات خالص علمی نوعیت کے ہیں اور معلومات سے پُر ہیں۔ اسی خطبے کو لیجیے جو قارئین نے ابھی پڑھا۔ اس کو سامنے رکھ کر اہل حدیت کے متعلق ایک مستقل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

❀......❀......❀......❀

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسواں باب:

دعا کے اسرار و آداب

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی صاحب نے بہ ذریعہ خط دعا کے متعلق پوچھا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کے کیا آداب ہیں؟ قاضی صاحب نے چند صفحات میں اس سوال کا جواب دیا تھا۔ یہ غیر مطبوعہ جواب مولانا عبدالوہاب دہلوی مقیم حجاز کے پاس محفوظ تھا جو آج سے تقریباً چھیالیس سال قبل مجھے ملا تھا۔ میں اس وقت ہفت روزہ ''الاعتصام'' کی خدمتِ ادارت پر مامور تھا۔ یہ جواب میں نے ۲۷۔ نومبر ۱۹۵۹ء کے ''الاعتصام'' میں شائع کیا تھا۔ اس کی افادیت و حفاظت کے پیشِ نظر اب اسے قاضی صاحب کے حالات پر مشتمل کتاب میں درج کیا جارہا ہے۔ اس مختصر تحریر میں اس موضوع کی بہت سی اہم باتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ جو ہر شخص کے لیے لائقِ مطالعہ اور قابلِ عمل ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والسلام علی المرسلین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی سیدنا محمد الامین وآلہ واصحابہ اجمعین الیٰ یوم الدین .

اما بعد۔ ایک مخلص نے درخواست کی کہ ایک مختصر سا رسالہ ادعیۂ ماثورہ پر لکھ دیا جائے۔ میں نے بہ تعمیل درخواست یہ رسالہ لکھ دیا ہے۔ اگرچہ مضمون کی وسعت اور اہمیت کا اقتضا یہ تھا کہ اس بارے میں جو کچھ لکھا جائے وہ مختصر نہ ہو، مگر درخواست کی پابندی بھی ضروری تھی۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف قویٰ عطا فرمائے ہیں اور ہر ایک کی قوت کا کمال دوسرے کی قوت سے الگ ہے۔ مثلاً آنکھ کا کمال بینائی اور کان کا کمال شنوائی ہے اور جب کسی قوت کے کسی کمال میں ضعف یا زوال پیدا ہوجاتا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو سببِ عارضی کے دفعیہ کی سعی بذریعہ علاج کی جاتی ہے۔ اسی طرح روحانی قوٰی کے لیے بھی روحانی امراض ہیں جن کا ازالہ ادعیہ ہی سے کیا جاسکتا ہے۔

قلب انسان کا کمال یہ ہے کہ اس میں خالق کی معرفت اور توحید راسخ ہو۔ مالک کی محبت ہی قلب کا سرور و ابتہاج ہو اور اسی کی رضا و اطاعت اس کا مطلوب ہو۔ موالات و معادات اور حب و بغض میں اسی کا رضوان مقصود ہو۔ قلب پر اسی کا جلال سایہ فگن ہو اور اسی کا کمال نور افزا ہو۔ دنیا کی کوئی نعمت، کوئی لذت، کوئی عیش، کوئی سرور، بلکہ زندگانیٔ دنیوی بھی مندرجہ بالا مقصود کے سامنے ذرا عزیز و محبوب نہ ہو۔ جب تک قلب کی یہ کیفیت ہے اس وقت تک اس کی صحت کامل اور سالم ہے، لیکن جب دل کی ان معتقدات یا کیفیات مین فتور آجاتا ہے تو قلب کو اتنا ہی بیمار سمجھ لینا چاہیے۔

علاج قلب بذریعہ ادویاتِ روحانی کیا جاتا ہے اور وہ دوائیں ادعیہ ماثورہ ہیں جو حکیم مطلق تقدس و تعالیٰ اور طبیب حاذق نبی ﷺ کی تجویز فرمودہ ہیں۔ ان مرکبات پر جو کوئی بصیر نظر کرے گا، اسے معلوم ہوجائے گا کہ نسخہ روحانی کی تجویز میں کئی اقسام کی ادویہ کا استعمال کیا گیا ہے۔

۱۔ توحیدِ الوہیت کی تعلیم: کہ عرش سے فرش تک کی حکومت اور تدبیر اس واحد مالک کے قبضے میں ہے۔ ریگ کا ذرہ، درخت کا پتہ، نوری، خاکی، حیوانی، بے جان سب پر اسی کا حکم جاری ہے اور ہر ایک شے اس کے جلال کے سامنے سرفگندہ و فرماں بردار ہے۔

۲۔ توحیدِ ربوبیت کی تعلیم: کہ پالنے والا، وجود بخشنے والا، نیست سے ہست بنانے والا، پرورش کے تمام بیرونی وسائل اور تمام اندرونی ذرائع جمع کرنے والا، ہر ایک شے کو اس کی مناسبت طبع اور ضروریات فطرت کے مطابق مواہب عطا کرنے والا وہی ہے، ہر شخص اور ہر چیز اس کی پروردہ ہے اور وہ سب کا پروردگار ہے، پانی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تیرنے والے، ہوا میں اڑنے والے، زمین میں رینگنے والے، زندگانی کا سانس رکھنے والے، مادی ترکیب سے وجود قبول کرنے والے، خاکی، ناری، نوری، کروبی سب کے سب ہر لحظہ، ہر آن اسی کی پرورش کے محتاج ہیں اور ہر وقت اور ہر لحظہ اسی کی پرورش سے مستفید۔

۳۔ توحید علمی: کہ سمندروں کی گہرائی یا آسمانوں کی بلندی پر کوئی چھوٹی یا بڑی جو چیز موجود ہے، وہ اسی مالک کے علم کے اندر ہے۔ ریگ کا کوئی ذرہ، بحر کا کوئی قطرہ، مادے کا کوئی جزو، اس کے علم اور قدرت سے باہر نہیں۔ انسان کے اعمال و افعال بلکہ نیت اور ارادے اس کے علم میں ہیں۔ وہی سینوں کے بھید جاننے والا، وہی دل کے جذبات کا علم رکھنے والا، وہی خیالات اور وساوس پر اطلاع رکھنے والا ہے، وہی پکارنے والے کی حالت کو دیکھتا ہے، وہی پڑھنے والے کی آواز کو سنتا ہے۔

۴۔ تنزیہہ باری: وہ بندوں پر ظلم کرنے سے برتر و اعلیٰ ہے۔ ہماری ہر ایک مصیبت میں اس کی حکمت و دانائی کام کرتی ہے۔ ہماری ہر ایک محنت میں اس کی مصلحت مخفی ہے۔ وہ نہ کبھی بندے کے گناہ پر اس کی روزی بند کرتا ہے اور نہ کبھی بندے کو اس کی غفلت پر اپنی حفاظت سے محروم کرتا ہے۔

۵ اعتراف: یعنی بندے کا صدق دل سے یہ اقرار کرنا کہ یہ بندہ ہی ظالم ہے اور اس کے ہاتھوں کے اعمال ایسے ہی بدترین انجام کے ملتزم ہیں۔

۶۔ توسل: ان تمام حالات کو زیر نظر رکھ کر ہر دعا مانگنے والے کا رب العالمین کے اسمائے حسنیٰ اور صفات کاملہ کا یاد کرنا اور انہی کے واسطے سے اپنی معروضات کو پذیرائی کے لیے پیش کرنا۔

۷۔ استعانت: دنیا کے تمام وسائل اور تعلقات سے الگ ہو کر محض رب العالمین کی مدد پر حصر کرنا۔

۸ رجا: گوناگوں ناکامی، نامرادی، ہیچ میرسی، بے کسی کے ہوتے ہوئے بھی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افضال و الطاف الٰہی پر اعتماد و وثوق قائم رکھنا۔

۹۔ استغفار: گزشتہ افعال سے بیزار ہو کر آئندہ بہترین اعمال پر کاربند ہو جانا اور گزشتہ پر ندامت و پشیمانی کا بار بار اظہار کرنا۔

۱۰۔ توبہ: توبہ کا تعلق بھی استغفار ہی سے ہے یعنی گزشتہ افعال سے بیزار ہو کر آئندہ بہترین اعمال پر کاربند ہو جانا اور گزشتہ پر ندامت و پشیمانی کا بار بار اظہار کرنا۔

۱۱۔ تفویض: اپنی دعاؤں اور التماسوں کو پیش کرنے کے بعد انجام کار کو مشیتِ ربانی پر چھوڑ دینا اور اس کی قبولیت کے لیے بہ کشادہ پیشانی آمادگی رکھنا۔

۱۲۔ ترک دعوٰی: نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت کو اپنے سے منسوب نہ کرنا۔ اپنے نفس کا اس میں کوئی حصہ نہ سمجھنا اور سب کو حوالہ بخدا کر دینا۔

بس یہی وہ ادویہ ہیں جن کا استعمال عوارضِ قلب میں کیا گیا ہے۔ انھی کے استعمال کے لیے کبھی قرآن پاک پر تدبر کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے، کبھی نمازِ نافلہ کا طریقہ بتایا جاتا ہے اور کبھی جہاد کو اسی سبب سے نافع تر سمجھا جاتا ہے۔

اب دعا مانگنے والے کو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دعا کی جان اضطرارِ قلب ہے اور اضطرارِ قلب ہی کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ نے قبولیت دعا کا وعدہ فرمایا ہے۔ الفاظِ دعا کو بہ طور عادت زبان سے استعمال کرنا ہرگز ہرگز صحیح طریقہ دعا مانگنے کا نہیں۔ بعض لوگ اچھے اچھے وظیفے کرتے اور عمدہ عمدہ اوراد پڑھا کرتے ہیں مگر اس طرح کہ زبان ذاکر ہے اور قلب غافل ......اور پھر شکایت کیا کرتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی یا کہا کرتے ہیں کہ کلام میں اثر نہیں یا اثر نہیں رہا۔ ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ پینے کی دوا کا اثر سونگھنے سے نہیں حاصل ہوا کرتا۔

میرے عزیزو! دعا تنہائی میں مانگو۔ تمھارے جسم کا انداز اور تمھاری آواز ایسی ہو کہ اس سے عجز و خشوع آشکار ہو، تمھارے دل میں انابت الی اللہ جوش زن ہو۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعا کے معانی پر غور کرو اور اپنی حالت کو ان معانی کے مطابق بنالو۔

اگر اب بھی دعا مانگنا نہ آئے تو کسی شہر کی بڑی سڑک پر یا ریلوے اسٹیشن پر چلے جاؤ۔ وہاں تم کو بھیک مانگنے والے بیٹھے نظر آئیں گے۔ خواہ گرمی سے زمین و آسمان تپ اٹھے ہوں، خواہ وحوش و طیور پناہ کے لیے سایہ میں جا ٹھہرے ہوں، مگر یہ بھیک مانگنے والا ایک ہی جگہ پر اور ایک ہی وضع میں بیٹھا ہوا ہے، زمین پر جھکا ہوا یا آنکھیں بند کیے ہوئے ، ہاتھ آگے کو پھیلائے ہوئے، یہ ایک ہی آواز کے ساتھ مسلسل بلا انقطاع اپنی مخصوص صدا کو دہرائے جاتا ہے، خواہ سردی کی وجہ سے لوگ مکانوں کے اندر چھپ کر بیٹھے ہوں، خواہ آمد و رفت کی راہوں پر رونق نہ رہی ہو، خواہ پالا اور ہوا باہر کسی کو ٹھہرنے نہ دیتے ہوں......مگر وہ برف کی طرح جما ہوا ہے اور رعد کی طرح اپنی آواز دور دور تک جانے والوں کے کان میں پہنچا رہا ہے۔

یہ بھکاری کیا مانگتا ہے؟ پیسا دو پیسا!

کس سے مانگتا ہے؟ اپنے ہی جیسے انسانوں سے!

کیا کسی استحقاق پر؟ نہیں

کیا کسی وعدے پر؟ نہیں

کیا اس کو مل جاتا ہے؟ ہاں! میرے اور آپ کے اندازے سے بڑھ کر۔

اب دعا مانگنے والے کو سبق لینا چاہیے۔ وہ تو رب العالمین سے مانگتا ہے جس کی عظمت و جلال ہمارے اندازۂ وہم و خیال سے برتر ہے۔ وہ تو ایسی چیزیں مانگ رہا ہے جو قیمت و وقعت میں لاکھوں کروڑوں روپے سے اعلیٰ ہیں۔

پس لازم ہے کہ اپنے سوال کی اہمیت اور مسؤل عنہ کی عظمت کے لحاظ سے دعا مانگنے والے کی دعا میں سوز و گداز، عجز و نیاز، لجاجت و انکسار، عبودیت و افتقار پایا جائے۔

وہ بار بار اپنی شکستگی و درماندگی، عاجزی و بے چارگی، بیکسی و ناکسی کا اظہار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے۔ بار بار اپنے آپ کو اسی کے در کا گدا، اسی کے آستانے کا سوالی، اسی کے دربار کا امیدوار بتائے، اسی کے دین کا فقیر، اسی کے فضل کا مسکین، اسی کے احسانات کا پروردہ ہونا زبان و دل پر لائے اور اس حالت پر یہ یقین رکھے کہ رحمٰن الرحیم سے مانگ رہا ہے، جس کی رحمانیت نے اسے شکمِ مادر میں رزق پہنچایا، یا ایمان رکھے کہ وہ اس غفور الودود سے مانگ رہا ہے، جس کے غفران نے ہر ایک عاصی کو خود طلب فرمایا اور جس کی محبت نے ہر ایک جان دار کو محبت سے نوازا۔

دعا مانگنے والے کو یاد رکھنا چاہیے کہ اثرِ دعا کے ظہور میں اگر دیر لگتی جائے، تو اسی قدر اس کا زیادہ اعتماد بڑھتا جائے اور یقین محکم ہوتا جائے۔ دیکھو زمین سے کوئی دانہ جلد اور کوئی دانہ دیر سے نکلتا ہے۔کوئی درخت جلد پھل دینے لگتا ہے اور کوئی دیر میں ثمر لاتا ہے۔ دعا مانگنے والے کو ضروری ہے کہ یاس و ناامیدی کا اثر اپنے دل پر نہ ہونے دے۔ممکن ہے کہ نظر بہ اسبابِ دنیوی کسی مقصد میں یاس و ناامیدی کا کھلا چہرہ بھی نظر آتا ہو، لیکن پھر بھی دعا مانگنے والے کی توقع اور امید رب العالمین کے ساتھ وابستہ رہے۔ وہ اپنے مقصد کی کامیابی کو تائید غیبی کے حاصل ہوجانے پر منحصر رکھ کر روح اور دل کو یاس کے زہریلے اثر سے بچالے اور ہمتِ بلند اور عزمِ راسخ اور طلبِ صادق کے ساتھ اپنی دعاؤں اور التجاؤں کو جاری رکھے۔ دعا مانگنے والے کو لازم ہے کہ دعا مانگنے کے وقت اپنے خیال کو کلیتہً اسباب ظاہری اور وسائلِ دنیوی کی طرف سے ہٹالے اور خوب یقین کرلے کہ مالک کی لاانتہا قدرت اور لامحدود طاقت انسان کے جانے پہچانے اسباب اور وسائل میں محدود نہیں۔

دعا مانگنے والے کو لازم ہے کہ ایسی شے کا سوال نہ کرے جو شرعاً ممنوع ہو۔ کسی ایسی شے کا سوال نہ کرے جو سنت اللہ کے خلاف ہو۔کسی ایسی چیز کا سوال نہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے جو رحم اور انسانیت کے خلاف ہو۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ دعا کے منافع وفوائدِ لاانتہا میں سے فائدۂ جلیلہ تو یہی ہے کہ قلب انسانی کو اپنے مالک و خالق سے نسبتِ صحیح حاصل ہوجاتی ہے۔ اسے پتا لگ جاتا ہے کہ ارض وسما میں مدبرِ امور کون ہے؟

وہ جان جاتا ہے کہ اس کی جان کس کے قبضے میں ہے؟ اس کا ایمان خدائے حی و قیوم پر کامل ہوجاتا ہے۔ اس کا اعتماد قریب و مجیب کی ہستی پر مکمل ہوجاتا ہے۔

رب العالمین کے سمع و بصر اور علم و قدرت کی صفات پر اس کا وثوق مستحکم ہوجاتا ہے۔ بندے کو اپنی بے کسی بلکہ کل عالم کی درماندگی آشکار ہوجاتی ہے۔ یہی عرفان جس سے بندہ خود اپنی قدروقیمت سے آگاہ ہوجاتا ہے اور یہی معرفت جس سے اس کے سامنے کچھ کچھ شانِ الوہیت جلوہ گر ہوجاتی ہے، ہزار منفعتوں کی ایک منفعت ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے، انبیا اور فرشتے شب و روز ذکر و دعا اور تسبیح و استغفار کو اپنا ورد بنائے رکھتے ہیں۔

مبارک ہے وہ انسان جسے دعا مانگنا آجائے......مبارک ہے وہ انسان جسے دعا مانگنے والوں کے زمرے میں جگہ مل جائے۔ دعا کی منفعت خود لذتِ دعا ہے اور دعا کی اجابت پر مداومتِ کامل کا مل جانا ہے۔ یہ وہ فائدے ہیں جو آغازِ کار میں عطا فرمائے جاتے ہیں۔

دعا مانگنے والے کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ مانگتا ہے، جس طرح انسان اس شخص سے ناراض ہوجاتے ہیں جو ان سے ہر وقت مانگا کرتا ہے۔ پس دعا مانگنے کا ایک عظیم فائدہ یہ بھی ہے کہ دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ کی خوش نودی حاصل کرتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے رب! ہم کو اپنے در کا فقیر بنا دے
اے رب! ہم کو اپنے گھر کا سوالی بنا دے

قاضی صاحب کی کوئی تحریر پڑھ لیجیے ان کی ہر تحریر کا ہر لفظ دل میں جذب اور ذہن میں پیوست ہوتا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا موثر ترین قلم عطا فرمایا ہے اور اس قدر خوب صورت اندازِ نگارش سے انھیں نوازا ہے کہ سخت سے سخت دل آدمی بھی اس کے سامنے سرنگوں ہو جاتا ہے۔ یہی تحریر ملاحظہ فرمایے کہ دعا کے متعلق کس قدر اثر آفرین ہے اور کتنی حقیقتوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

❀......❀......❀......❀

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکتیسواں باب:

قاضی عبدالعزیز منصور پوری

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی اولاد ایک بیٹا تھا اور ایک بیٹی۔ بیٹے کا اسم گرامی عبدالعزیز تھا، جن کا تذکرہ ذیل کی سطور میں کیا جارہا ہے۔بیٹی کی شادی قاضی عبدالرحمٰن وکیل منصور پوری کے صاحب زادے قاضی حبیب الرحمٰن منصور پوری سے ہوئی تھی۔ ان کی اولاد بھی صرف ایک بیٹا ہے اور ایک بیٹی ۔ بیٹے کا نام قاضی رضی الرحمٰن ہے اور بیٹی کا نام سلمہ ...... ! وہ ریٹائرڈ جنرل غلام عمر کی اہلیہ ہیں اور کراچی میں مقیم ہیں۔

قاضی عبدالعزیز ۱۸۸۳ء کو منصور پور (ریاست پٹیالہ) میں پیدا ہوئے۔ دینیات کی تعلیم گھر میں اپنے والد محترم قاضی محمد سلیمان منصور پوری سے حاصل کی۔ میٹرک پٹیالہ کے ہائی سکول سے پاس کیا۔ ایف ۔ اے ۱۹۰۵ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے کیا۔ اس کے بعد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخلہ لیا اور وہاں سے ۱۹۰۷ء میں بی۔ اے کی سند لی۔ پڑھنے میں تیز تھے اور سکول و کالج کے ذہین طلبا میں شمار ہوتے تھے۔

قاضی عبد العزیز نے سکھ ریاست میں جنم لیا اور وہیں نشو ونما پائی۔ ان کے والد ریاست میں سیشن جج کے منصب پر فائز تھے۔ علاوہ ازیں وہ بعض سرکاری انتظامی مناصب پر متمکن رہے۔ ریاستوں کا ماحول انگریزی علاقے سے بالکل مختلف تھا۔ نواب اور راجے مہاراجے اپنی اپنی ریاستوں کے مالک کی حیثیت رکھتے تھے۔ برصغیر میں پانچ سو پچپن ریاستیں تھیں، جن میں سے بعض بڑی اور بعض چھوٹی تھیں۔ کشمیر، بہاول پور، حیدر آباد (دکن)، رام پور، بھوپال، میسور، بڑودہ، گوالیار، پٹیالہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور چند دیگر ریاستوں کا شمار بڑی ریاستوں میں ہوتا تھا، جب کہ بھدوڑ، مالیر کوٹلہ، منڈی، کلسیہ، کپورتھلہ، فرید کوٹ، جیند، نالا گڑھ کی ریاستیں چھوٹی تھیں۔ لیکن تمام ریاستوں کے حکمرانوں کے تیور ایک سے تھے۔ ایک سی مغرورانہ نفسیات اور ایک سی متکبرانہ ذہنیت۔ کسی ریاست میں سیاست کرنے اور حکمران کو نشانۂ تنقید بنانے کی اجازت نہ تھی۔ اگر کسی ریاست کا کوئی شخص سیاسیات میں حصہ لینے کا شائق ہوتا تو وہ اپنا یہ شوق حدودِ ریاست سے باہر انگریزی علاقے میں جا کر پورا کرتا تھا۔ انگریزی علاقہ اس علاقے کو کہا جاتا تھا جو براہِ راست انگریزی حکومت کے ماتحت تھا۔

ریاست کے اہل کاروں کے بیٹے عام طور پر اپنی ریاست ہی میں کوئی ملازمت اختیار کر لیتے تھے۔ لیکن قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے بیٹے نے تعلیم سے فراغت کے فوری بعد ریاست پٹیالہ میں ملازمت کے لیے کوشش نہیں کی۔ وہ تحریر و نگارش کے شائق تھے اور علی گڑھ کے کھلے ماحول اور وہاں کی تعلیمی فضا میں ان کا ذہن پروان چڑھا تھا، اس لیے انھوں نے بی۔ اے کی سند حاصل کرتے ہی صحافت کی وادی میں قدم رکھا اور صحافت بھی وہ جو برطانوی حکومت سے متصادم تھی۔

کچھ عرصہ لکھنؤ کے مشہور اخبار ''اودھ پنچ'' کے عملۂ ادارت کے رکن رہے۔ اس اخبار میں سیاست کا گزر زیادہ نہ تھا، ادبی اور تاریخی قسم کا اخبار تھا۔

اس کے بعد عازمِ کلکتہ ہوئے۔ وہاں سے ایک اخبار ''صداقت'' کے نام سے جاری تھا، اس سے وابستہ ہوئے۔ اس میں سیاست کی آمیزش تو تھی، مگر زیادہ نہ تھی۔ ①

پھر جلد ہی ایک وقت آیا کہ مولانا محمد علی جوہر سے ان کا رابطہ قائم ہو گیا اور انھیں اخبار ''ہمدرد'' کے ادارتی عملے میں شامل کر لیا گیا۔ ''ہمدرد'' کا پہلا شمارہ ۲۳۔ فروری ۱۹۱۳ء کو دہلی سے شائع ہوا تھا، لیکن ۳۱ مئی (یعنی تین مہینے سے کچھ اوپر)

---

① قاضی عبدالعزیز کے مفصل حالات کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''بزم ارجمنداں'' شائع کردہ مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک یہ اخبار ایک ورقہ یا دو ورقہ چھپتا رہا۔ یکم جون ۱۹۱۳ء سے پوری آب و تاب اور خاص حجم و ضخامت کے ساتھ مطلعِ صحافت پر نمودار ہوا۔ اس کے عملۂ ادارت کی جو فہرست ملا واحدی نے اپنی تصنیف ''میرے زمانے کی دلی'' میں دی ہے، اس میں قاضی عبدالغفار، عارف ہسوی، قاری عباس حسین، محمد فاروق گھورکھ پوری، اور قاضی عبدالعزیز کے نام نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

ضیاء الدین برنی ''عظمت رفتہ'' میں لکھتے ہیں کہ ''ہمدرد'' میں علی گڑھ کے اولڈ بوائے محمد فاروق ایم اے گورکھ پوری اور قاضی عبدالعزیز منصور پوری لائے گئے۔ یہ ''ہمدرد'' کے دورِ اول کی بات ہے...... یہ دور دو سال پر محیط ہے جو جون ۱۹۱۳ء سے شروع ہو کر جون ۱۹۱۵ء تک چلتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ دورِ اول کے ''ہمدرد'' نے صرف دو سال عمر پائی، یہی وہ دور ہے، جس میں قاضی عبدالعزیز اس کی مجلسِ ادارت میں شامل رہے۔ ایک روایت کے مطابق مولانا محمد علی جوہر کے انگریزی اخبار ''کامریڈ'' کے شعبۂ ادارت سے بھی کچھ عرصہ ان کا تعلق رہا۔

ہمدرد کے دوسرے دور کا آغاز نومبر ۱۹۲۴ء سے ہوتا ہے اور اپریل ۱۹۲۹ء میں یہ دور اختتام کو پہنچ جاتا ہے۔ اس دور میں قاضی صاحب ممدوح ''ہمدرد'' کے عملے میں شامل نہیں تھے۔ اس وقت وہ پٹیالہ کے محکمہ تعلیم میں کسی اچھے عہدے پر متمکن تھے۔

''ہمدرد'' کے ادارۂ صحافت کے سلسلے کی بعض تفصیلات ممتاز مصنف ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری نے ''مولانا محمد علی اور ان کی صحافت'' میں بیان کی ہیں۔

مولانا محمد علی جوہر بہت بڑے سیاسی رہنما، جرأت مند صحافی، پُر جوش مقرر اور انگریزی حکومت کے سخت حریف تھے۔ ان کے انگریزی اخبار ''کامریڈ'' اور اردو اخبار ''ہمدرد'' نے بڑی شہرت پائی۔ زبان کا نکھار، اسلوب بیان کا طنطنہ، دلائل کی قوت، ادبیت کا زور، الفاظ کا تسلسل، طرز کلام کی بوقلمونی اور قلم کی گرفت ان کے وہ اوصاف تھے جن کی جھلک ان کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملے میں نمایاں تھی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اسی وجہ سے یہ دونوں اخبار مخالف و موافق ہر حلقے میں انتہائی شوق سے پڑھے جاتے تھے۔ ان اخباروں نے عمر بے شک تھوڑی پائی، لیکن مقبولیت بڑی حاصل کی۔

مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ وہی لوگ کام کرسکتے تھے اور کرتے تھے جو ان کے مزاج سے باخبر تھے، ان کے عمل وفکر سے متفق تھے، زبان کی لطافتوں سے آگاہ تھے، جن کا ذہن انگریز کی مخالفت کی آماجگاہ تھا اور جن کے قلم کا تیکھا پن حریف کے نقطۂ نظر کو مجروح کرنے کی سکت رکھتا تھا۔ مولانا محمد علی جوہر سے قاضی عبدالعزیز کی رفاقت اس بات کا ثبوت بہم پہنچاتی ہے کہ ان میں وہ اوصاف موجود تھے، جو محمد علی کو مطلوب تھے اور جن کا ہمدرد کی مجلسِ ادارت کے کسی رکن میں پایا جانا اس وقت ضروری سمجھا جاتا تھا۔

ایک روایت کے مطابق قاضی عبدالعزیز نے مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ ''الہلال'' یا (البلاغ) میں بھی کچھ عرصہ کام کیا۔ مولانا آزاد کا معیارِ انتخابِ رجال مولانا محمد علی سے بھی اونچا تھا۔ وہ انگریزی کے ساتھ عربی اور فارسی کو بھی ضروری قرار دیتے تھے، اور قاضی عبدالعزیز ان زبانوں کے نشیب وفراز سے آگاہ تھے۔ یعنی وہ اردو، انگریزی، عربی، فارسی چاروں زبانوں میں دست رس رکھتے تھے، اور اس زمانے کی صحافت میں، جسے مولانا محمد علی اور مولانا آزاد نے رواج دیا تھا، ان زبانوں کا جاننا ضروری تھا۔

اس کے بعد حالات نے کروٹ لی اور وہ اپنے وطن پٹیالے واپس آگئے اور اپنے آبائی علاقے کے لوگوں کی خدمت کا فیصلہ کرلیا۔ مہاراجا پٹیالہ نے ان کے علم و قابلیت کے مطابق ان سے برتاؤ کیا اور انھیں ریاست کے انسپکٹر آف سکولز کا منصب عطا ہوا۔ یہ خالص تعلیمی منصب تھا جو ان کی شان کے عین مطابق تھا۔

پٹیالہ میں انھوں نے بڑا کام کیا اور نہایت اہم خدمات سرانجام دیں۔ مثلاً ''انجمن خادم الناس'' قائم کی، جس کا مقصد بلا امتیاز مذہب وملت لوگوں کی علمی اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخلاقی اصلاح کرنا، معاشرے کو بہتر اقدار سے روشناس کرانا اور عوام و خواص کو صاف ستھرے عمل و کردار کی راہ پر گامزن کرنا تھا۔ اس انجمن کا نام خالص عربی انداز کا ہے اور اس سے ذہن اسی طرف منتقل ہوتا ہے کہ اس کا مقصد محض مسلمانوں کی اصلاح ہوگا۔ بے شک اس میں یہ مقصد بھی پنہاں تھا اور نام کی وجہ سے اور قاضی صاحب کی وجہ سے اس سے زیادہ دلچسپی مسلمان ہی لیتے تھے، لیکن عملی اعتبار سے اس کا میدانِ تگ و تاز وسیع تھا اور مسلمان و غیر مسلم اس کے منصوبوں سے یکساں مستفید ہوتے تھے۔

پٹیالہ میں قاضی محمد سلیمان صاحب نے ایک مسلم ہائی سکول قائم کیا تھا۔ اس سکول نے بڑی کامیابی حاصل کی اور اس کے ذریعے سے مسلمانوں میں بالخصوص تعلیم کی ترویج ہوئی۔ اس سکول کا معیارِ تعلیم اتنا اونچا تھا کہ غیر مسلم لڑکے بھی اس میں داخلہ لیتے اور بڑے شوق سے تعلیم پاتے تھے۔ قاضی عبدالعزیز صاحب نے اس کی کارکردگی کو مزید آگے بڑھایا۔ ان کے بیٹوں نے اسی سکول سے تعلیم حاصل کی۔

پٹیالہ لٹریری لیگ ایک ادبی انجمن تھی جس میں ہندو، مسلمان، سکھ برابر کے شریک تھے۔ اجلاس کی میزبانی مختلف گھروں میں ہوتی تھی۔ قاضی حسن معز الدین کا بیان ہے کہ انھوں نے بارہا پٹیالہ لٹریری لیگ کے اجلاس اپنے گھر کے مردان خانہ کی بڑی بیٹھک میں منعقد ہوتے دیکھے۔ غیر مسلم گھروں میں بھی جانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ ان اجلاسوں میں ادبی مقالے پڑھے جاتے اور مشاعرے ہوتے تھے۔ ایک دفعہ فوری طور پر مصرع طرح دیا گیا اور شعرا کو وہیں بیٹھے بیٹھے (فی البدیہہ) شعر مرتب کرنا پڑے۔ ایک گھنٹے سے زیادہ وقت کے مقالے کا موضوع بھی انھیں اب تک یاد ہے ''ادب برائے ادب یا ادب برائے زندگی''۔ قاضی حسن معز الدین کہتے ہیں یہ ان کے لڑکپن کا عہد تھا۔

ان کے بقول مقالہ تو پلّے نہیں پڑا مگر اردو کے نئے نئے الفاظ سے کچھ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانوسیت ہو گئی۔ لٹریری لیگ کے ماہانہ اجلاس کے علاوہ ہر روز بلاناغہ گرمیوں میں مکان کے چمن میں اور سردیوں میں بڑی بیٹھک میں پانچ سات ہم خیال دوست، بعد از نماز عشا یک جا ہو جاتے اور شعر و ادب، شریعت و طریقت، سیاست ملکی و بین الاقوامی اور جنگ عظیم دوم کے ایام میں جنگ کی تازہ ترین اطلاعات پر تبصرے ہوتے۔ قاضی عبدالعزیز صاحب کی پٹیالہ سے عدم موجودگی میں قاضی عبد الرحمٰن وکیل صاحب اس مجلس کی میزبانی کیا کرتے تھے۔

اپنے محلے کی مسجد میں قاضی عبدالعزیز صاحب خطبۂ جمعہ باقاعدہ ارشاد فرماتے تھے، جس میں پٹیالہ کے پڑھے لکھے لوگ خاص طور سے شامل ہوتے تھے۔

قاضی عبد العزیز صاحب شعر و شاعری کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ طالب علمی کے ابتدائی زمانے ہی میں وہ شعر کہنے لگے تھے۔ علی گڑھ کے دورانِ قیام میں یہ ذوق مزید نکھر گیا تھا۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ پتا چلا ہے کہ زرعی یونیورسٹی (فیصل آباد) کے ایک استاد نے ''سہ آتشہ'' کے نام سے ایک شعری مجموعہ ترتیب دیا ہے۔ اس مجموعے میں قاضی عبدالعزیز کی بھی ایک نظم شامل ہے۔ یہ نظم لارڈ ٹینی سن کی ایک انگریزی نظم کا جو عباسی خلیفہ ہارون الرشید سے متعلق ہے، منظوم ترجمہ ہے۔ ان کے بہت سے اشعار ان کے فرزند کبیر قاضی عبدالباقی قدسی کے پاس ایک رجسٹر میں محفوظ ہیں۔

قاضی عبدالعزیز منصور پوری کا ایک بہت بڑا علمی کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے پٹیالہ میں ''رحمتہ للعالمین'' کا انگریزی ترجمہ کیا تھا۔ لیکن وہ ترجمہ افسوس ہے کہ تقسیم ملک کے زمانے میں ضائع ہوگیا تھا۔ تقسیم کے بعد وہ اپنے فرزند دوم قاضی عبدالباری کے پاس راولپنڈی آئے تو وہاں انھوں نے دوبارہ ترجمہ کیا جو ۱۹۵۹ سے ۱۹۶۱ تک مسلسل تین سال ''پاکستان ٹائمز'' (لاہور) میں بالاقساط چھپتا رہا۔

یہ ترجمہ قاضی عبد العزیز صاحب نے جس احتیاط اور محنت سے کیا، اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا تذکرہ کرتے ہوئے حکیم عبد اللہ صاحب اپنے ایک مضمون میں جنرل غلام عمر صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''قاضی عبد العزیز صاحب بعض دفعہ ایک سے زیادہ الفاظ پر غور کرنا شروع کرتے کہ یہاں ترجمے کے لیے کون سا لفظ موزوں رہے گا۔ خود غور کرنے کے علاوہ مجھ سے بھی مشورہ طلب کرتے، مگر آخری فیصلہ کن عمل یہ ہوتا کہ وہ باوضو ہو کر اللہ سے دعا کرتے کہ یا اللہ مجھے وہ لفظ لکھنے کی توفیق دے جو تیرے نزدیک موزوں تر اور موثر تر ہو۔''

(جنرل غلام عمر صاحب کی شادی قاضی عبد العزیز صاحب کی بھانجی اور قاضی (صوفی) حبیب الرحمٰن کی بیٹی محترمہ سلمہ سے ہوئی۔ یہ خاندان کراچی میں سکونت پذیر ہے)

اس ترجمے پر قاضی عبدالباقی نے نظرِ ثانی کی ہے اور اس کی زبان و انداز اور حوالوں کے سلسلے میں انھوں نے اس پر کئی سال صرف کیے ہیں اور بہت محنت کی ہے۔ رحمۃ للعالمین کی تینوں جلدوں کا یہ پورا انگریزی ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کو متحدہ ہندوستان کے اکثر تبلیغی و اصلاحی جلسوں میں دعوتِ شرکت دی جاتی تھی اور وہ ان جلسوں میں تشریف لے جاتے اور تقریر کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد بعض لوگ ان کے فرزند گرامی قدر قاضی عبدالعزیز کو بلانے لگے۔ اس ضمن میں ایک مرتبہ مولانا عبداللہ گورداس پوری (خطیب جامع مسجد اہل حدیث بورے والا) نے بتایا کہ بٹالہ (ضلع گورداس پور) کی انجمن کا تبلیغی جلسہ بالالتزام ہر سال منعقد ہوتا تھا، جس میں انجمن کی دعوت پر حضرت علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری شمولیت فرماتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد انجمن کا جو پہلا جلسہ ہوا، اس میں قاضی عبدالعزیز کی خدمت میں دعوت نامہ بھیجا گیا، وہ اپنے والدِ محترم کی جگہ تشریف لائے اور تقریر کی۔ دوسرے سال کے جلسے میں بھی انھوں نے شرکت فرمائی۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عالی قدر باپ کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات کے بعد قاضی عبدالعزیز نے تبلیغ و اصلاح کا سلسلہ جاری رکھا۔

پٹیالہ کے ایک صاحب نے ایک مرتبہ بتایا کہ قاضی عبدالعزیز کے لکھنے پڑھنے کا عجیب معاملہ تھا۔ اگر لکھنے بیٹھے ہیں تو لکھتے ہی جا رہے ہیں، نہ رکنے کا نام لیتے ہیں نہ آرام کا خیال آتا تھا۔ کئی کئی گھنٹے مسلسل قلم چل رہا ہے۔ اگر کسی کتاب کا مطالعہ شروع کر دیا ہے تو اس میں منہمک ہو گئے ہیں، کہیں رکاوٹ یا ٹھہراؤ نہیں۔ لیکن اگر قلم رکھ دیا ہے یا کتاب بند کر دی ہے تو پھر آرام ہی آرام ہے۔ کئی کئی دن بغیر لکھنے پڑھنے کے گزر جاتے۔

آزادیٔ وطن کے بعد قاضی عبدالعزیز اپنے بیٹے قاضی عبدالباری کے پاس راولپنڈی چلے گئے تھے۔ بعد ازاں لاہور کا عزم کیا اور سنت نگر کے علاقے میں ایک چھوٹے سے مکان میں سکونت پذیر ہو گئے۔ تین سال سے کچھ زیادہ مدت یہ مکان ان کا مسکن رہا۔ یہ فقیر پہلی دفعہ اسی مکان میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور ان سے چند باتیں سننے کا شرف حاصل کیا تھا۔ غالباً ۱۹۵۳ء کے مارچ میں وہ گارڈن ٹاؤن (کوٹھی نمبر ۵ میں) منتقل ہو گئے تھے۔ یہ کوٹھی فیروز پور روڈ پر واقع تھی۔

اس کوٹھی میں بارہا اس فقیر کو ان کی خدمت میں حاضری کے مواقع میسر آئے۔ لیکن اب افسوس ہوتا ہے کہ کبھی ان کے ماضی کو کریدنے کی کوشش نہ کی اور ان کے دورِ گزشتہ کے بابِ عالی پر دستک دینے کی طرف کبھی دھیان نہ گیا، حالانکہ یہ میری دلچسپی کا موضوع تھا۔

وہ بڑے متحمل مزاج، بلند ہمت اور خوش اطوار و عالی کردار شخص تھے۔ علم و تحقیق کی آغوش میں تربیت کی منزلیں طے کی تھیں۔ اپنے عہد کی عظیم شخصیتوں کے ساتھ انھیں کام کرنے کے مواقع ملے اور ملک و قوم کی خدمت کی۔

قاضی عبدالعزیز کا تخلص عزیزؔ تھا اور وہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ ذیل میں ان کی ایک اردو نعت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملاحظہ فرمایے۔

پیدا ہوئے محمدؐ سارا جہان چمکا
دنیا ہوئی منورِ اور آسمان چمکا
چھٹنے لگی سیاہی، دینے لگے گواہی
ذرے عرب کے اٹھ کر، کندن جس آن چمکا
غارِ حرا میں چھپ کر فاران پر چمک کر
وہ نورِ حق عرب سے تا اصفہان چمکا
یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہاں سے
وہ نورِ حق جہاں میں باعزو شان چمکا
ہندو اسپین و بطحا چین و حبش مرا کو
مہرِ جہاں گھٹاؤں کے درمیان چمکا
جن و ملک کے اندر ارض و فلک کے اوپر
نورِ نبیؐ سے آدمؑ کا دودمان چمکا
سردار انبیا کا سالار اصفیا کا
لے کر نشان حق کا باعز و شان چمکا
پچتے تھے چاند سورج، پتھر درخت حیواں
سب ماند ہوگئے جب حق کا نشان چمکا
کون و مکان پہ طاری تھی شرک کی سیاہی
تنویرِ مصطفیؐ سے کون و مکان چمکا
توحید کی ضیا نے روشن کیے گھرانے
نورِ نگاہِ اول آخر زمان چمکا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربان جان و دل سے ہم ہیں عزیزؔ اس پر
جس کے ضیائے رخ سے دارالامان چمکا

اب قاضی عبدالعزیز صاحب کی طویل فارسی "نعت شریف در منقبت شاہِ دوجہاں ﷺ" کے چند اشعار پڑھیے:

زنورِ تو ہمہ عالم ضیا یکساں ہمی گیرد
زناف ارض می تابی بہ خطِّ استوا ہستی
زِ روئے تو نظامِ شمس می گیرد ہمہ نورش
مراشق القمر گوید بجا گیرد بجا ہستی
بہ بامِ حمد می پوئی دلِ محمود می جوئی
تو احمد نزد خود ہستی محمدؐ باخدا ہستی
امین بودی و تاسدرہ بہمراہ امیں رفتی
نتواں رفت ہمراہت و رائے ماورٰی ہستی
کلیم اللہ شرحِ صدر می جوید حماک اللہ
الم نشرح ترا گوید کہ صدرِ انبیا ہستی

اس طویل نعت کا آخری شعر ہے۔

عزیزؔ از تو ہمی داند کہ وصفت حق ہمی داند
حسینانِ حسیں داند حبیب کبریا ہستی

انسانی زندگی عارضی ہے۔ اتوار کا دن تھا اور تاریخ ۲۶۔ اگست ۱۹۵۶ء۔ قمری حساب سے ۱۸۔ محرم ۱۳۷۶ھ ...... قاضی عبدالباقی کا ٹیلی فون آیا کہ آج والد گرامی قاضی عبدالعزیز وفات پا گئے۔ انھوں نے فرمایا کہ میں مولانا داؤد غزنوی سے عرض کروں کہ نماز جنازہ وہی پڑھائیں گے۔ چنانچہ میں نے مولانا کو ان کا پیغام دیا اور ہم ان کے مکان پر پہنچے۔ نماز عصر کے بعد ان کی کوٹھی گارڈن ٹاؤن میں ان کا جنازہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا نے پڑھایا اور ماڈل ٹاؤن کے قبرستان میں انھیں دفن کر دیا گیا۔

اللّٰهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه.

ان کی وفات کی اطلاع ہمیں اس وقت پہنچی تھی جب ''الاعتصام'' کا ۳۱۔ اگست ۱۹۵۶ء کا شمارہ طباعت کے لیے پریس بھجوایا جارہا تھا۔ اسی وقت میں نے تعزیتی شذرہ لکھا جو ۳۱۔ اگست کے ''الاعتصام'' کے صفحہ ۳ پر شائع ہوا۔ الاعتصام کا یہ شمارہ لکھنؤ میں مولانا عبدالماجد دریا بادی کے مطالعے میں آیا تو انھوں نے ''الاعتصام'' کے حوالے سے اپنے ہفت روزہ ''صدق جدید'' میں قاضی صاحب پر شذرہ تحریر فرمایا اور ان کا تعارف کراتے ہوئے لکھا کہ وہ مولانا محمد علی جوہر کے اخبار ''ہمدرد'' کے عملہ ادارت میں شامل تھے اور اپنے دور کے منجھے ہوئے محنتی صحافی تھے۔

قاضی صاحب کی پہلی شادی بڈھیمال میں ایک متدین بزرگ میاں سعد اللہ کی ہم شیر سے ہوئی تھی۔ وہ جلد ہی وفات پا گئی تھیں۔ ان کا کوئی بچہ نہ تھا۔ اس کے بعد ان کے سنام کے رشتے داروں میں شادی ہوئی، اس بیوی سے ان کی اولاد چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔

۱۔ بڑے بیٹے کا نام قاضی عبدالباقی ہے اور ان کا تخلص قدسی ہے۔ پھر ان کے چار بیٹے ہیں۔ سلمان سعید[1]، احمد رشید، فاروق حمید، شاہد فرید۔

۲۔ ان سے چھوٹے قاضی عبدالباری ہیں۔ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے۔ بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹی صاحب تصنیف ہیں۔

۳۔ قاضی عبدالباقی سے چھوٹے قاضی عبدالکبیر ہیں، ان کی صرف ایک بیٹی ہے۔

۴۔ سب سے چھوٹے قاضی حسن معزالدین ہیں، ان کے دو بیٹے ہیں اور دو بیٹیاں۔ بیٹوں کے نام ڈاکٹر عثمان عبدالعزیز (پی ایچ ڈی) اور میجر حسین عبدالرحمٰن ہیں۔

---

① نہایت افسوس ہے قاضی عبدالباقی کے بیٹے سلمان سعید جولائی ۲۰۰۳ء کو لندن میں اچانک وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی عبدالعزیز منصور پوری کے ماشاء اللہ تمام بیٹے بیٹیاں ، پوتے، پوتیاں اور نواسے ،نواسیاں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ ان میں سے بعض قرآن مجید کے حافظ ہیں۔ دو بیٹیوں کے گھر پر برسہا برس سے خواتین کا تبلیغی اجتماع بھی ہوتا ہے اور درس قرآن کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ رمضان شریف میں مستورات کے لیے نماز تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ماشاء اللہ

قاضی عبدالعزیز کی دختر حنیفہ انجم منشی فاضل اور ادیب عالم ہیں۔ ان کا نعتیہ کلام ''غالیہ خوشبو'' شائع ہو چکا ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری اور قاضی عبدالعزیز کے اخلاف کے کسی قدر تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو: اس کتاب کا تینتیسواں باب تحریر کردہ قاضی حسن معزالدین صاحب۔

❀......❀......❀......❀

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتیسواں باب

قاضی عبدالرحمٰن منصور پوری

علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے چھوٹے بھائی قاضی عبدالرحمٰن تھے۔ عابد وزاہد، متقی اور منکسر و متواضع۔ اللہ نے ان کو علم اور عمل کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ فنِ ریاضی و فلکیات میں خاص طور سے مہارت رکھتے تھے۔

انھیں وکیل صاحب کہا جاتا تھا اور اسی عرف سے معروف تھے۔ وکالت، ریاست پٹیالہ میں ایک ذمہ دارانہ منصب تھا، جس کے معنے ہیں سفارت اور نمائندگی۔ یعنی ریاست کی سرکاری زبان میں وکیل کا اطلاق اس شخص پر ہوتا تھا جسے ریاست کی طرف سے اندرونِ ملک کسی علاقے یا بڑے شہر میں سفیر یا نمائندہ یا قونصلیٹ بنا کر بھیجا جاتا تھا۔ طویل عرصے تک ریاست پٹیالہ کے اس منصب پر قاضی عبدالرحمٰن فائز رہے اور انھوں نے مختلف اوقات میں لدھیانہ، فیروز پور، ریاست الور اور ریاست جے پور میں بہ طریق احسن یہ فرائض انجام دیے۔

وہ پاکستان کے ممتاز عالم مولانا معین الدین لکھوی کے جد امجد حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے اور مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کا سلسلۂ ارادت حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی سے وابستہ تھا۔

قاضی عبدالرحمٰن کی شادی موضع بڈھیمال (ضلع فیروز پور) میں ہوئی تھی۔ ان کے ایک ہی بیٹے تھے، اور وہ تھے قاضی حبیب الرحمٰن۔!

ان سطور کے راقم نے قاضی عبدالرحمٰن کو ۱۹۴۶ء میں دیکھا تھا۔ میں ان دنوں ''لکھو کے'' سے دو ڈھائی میل کے فاصلے پر مرکز الاسلام (ضلع فیروز پور) میں خدمتِ تدریس انجام دیتا تھا۔ قاضی صاحب مرحوم مرکز الاسلام تشریف لے گئے تھے۔ وہ کچھ دیر مرکز الاسلام رہے۔ وہاں سے ریلوے اسٹیشن جھوک ٹہل سنگھ دو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ قاضی صاحب کا پروگرام ٹرین کے ذریعے وہاں سے فیروز پور اور فیروز پور سے براستہ بٹھنڈا پٹیالہ جانے کا تھا...... میانہ قد، گندمی رنگ، سفید بھری ہوئی داڑھی، سر پر سفید ململ کا عمامہ، سفید لٹھے کا پاجامہ اور شیروانی زیب تن۔ پاؤں میں کالے رنگ کی گرگابی ۔ خاموش طبع۔ سراپا انکسار اور پیکر تواضع۔ اگر چہ وہ صاحبِ جمال تھے، مگر ان کی شخصیت میں جلال کا پہلو نمایاں تھا۔

میں ریلوے اسٹیشن تک ان کے ساتھ گیا۔ شیریں گفتار اور نرم رفتار۔ جب ان سے عرض کیا گیا کہ میرا تعلق کوٹ کپورہ سے ہے تو نہایت خوش ہوئے۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ ان کے ایک پیر پر سفید پٹی بندھی ہوئی تھی۔ انھوں نے بتایا تھا کہ کچھ عرصہ پیشتر ان کو سانپ نے ڈس لیا تھا۔ چند روز تکلیف رہی ۔ اب اللہ کے فضل سے افاقہ ہے۔

کچھ ایسا شبہہ پڑتا ہے کہ وہ تشریف بھی اسی وجہ سے لائے تھے۔ سانپ گزیدگی کا دم کرانا چاہتے تھے یا شاید اس کے لیے تعویذ لینا مقصود تھا۔ وہ لکھو کے بھی گئے جو ان کا ''پیر خانہ'' تھا اور مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے مرشد تھے۔ ان کے اخلاف کے دم اور تعویذ کی اثر آفرینی پر انھیں یقین ہوگا۔

یہاں لطیفے کے طور پر ایک اور واقعہ بھی سنتے جایے۔

آزادیٔ وطن سے کئی سال پہلے کی بات ہے۔ رمضان المبارک کی پہلی یا دوسری تاریخ تھی کہ ہم نے اپنے شہر کی مسجدوں میں ایک چھوٹا سا اشتہار دیکھا جو قاضی عبدالرحمٰن منصور پوری (یعنی وکیل صاحب) کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ اشتہار میں رمضان کی پہلی تاریخ سے آخری تاریخ تک لکھا گیا تھا کہ فلاں تاریخ کو سحری اتنے بج کر اتنے منٹ پر ختم ہوگی اور اتنے بج کر اتنے منٹ پر روزہ افطار ہوگا۔

اس قسم کی کوئی مطبوعہ چیز ہم نے پہلی دفعہ دیکھی اور پڑھی تھی۔ بڑا تعجب ہوا کہ اشتہار لکھنے والے کو تاریخ سے پہلے کیسے پتا چل گیا کہ فلاں دن اتنے بجے سحری ختم ہو گی اور اتنے بجے روزہ افطار ہوگا۔ پھر ہمارے لیے اس میں مزید تعجب کی یہ بات تھی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ حتمی طور پر بتایا گیا تھا کہ رمضان کا مہینا اتنے دنوں (انتیس یا تیس) کا ہوگا۔

ہمارے نزدیک یہ ''غیب'' کی باتیں تھیں، جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، انسان کو یہ علم نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ بھی عجیب بات تھی کہ ہم روزانہ دیکھتے تھے روزہ اسی وقت افطار کیا جاتا تھا، جو اشتہار میں لکھا تھا اور سحری بھی اشتہار میں تحریر کردہ وقت پر ختم ہوتی تھی۔ پھر رمضان کا مہینا بھی اتنے ہی دنوں کا ہوا، جتنے دنوں کا اشتہار میں مرقوم تھا۔ یہ بات ایک مدت تک ہمارے لیے معما بنی رہی۔

قاضی عبدالرحمٰن دیگر علوم کے علاوہ ریاضی اور فلکیات میں بڑا درک رکھتے تھے اور تقویٰ و صالحیت میں بھی ممتاز تھے۔ مختلف ممالک میں سورج کے طلوع و غروب کا جو فرق پایا جاتا ہے، یہ ایک دقیق موضوع ہے۔ اس میں بھی وہ دلچسپی رکھتے تھے۔

وہ قیام پاکستان کے بعد ۱۳۔ نومبر ۱۹۴۷ء کی شب کو لاہور پہنچے۔ کچھ عرصہ بیمار رہے۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۴۷ء کو لاہور میں فوت ہوئے اور کرشن نگر کے قبرستان میں دفن کیے گئے...... انا للہ وانا الیہ راجعون

کچھ عرصہ بعد دریائے راوی میں سیلاب آیا جس کی وجہ سے قبرستان پانی میں ڈوب گیا۔ پانی اترا تو قبروں کے نشانات مٹ چکے تھے۔ اپنے بڑے بھائی قاضی محمد سلیمان کی طرح ان کی بھی خواہش تھی کہ ان کی قبر کے آثار نہ ہوں۔

سنا ہے ان کے کچھ عقیدت مند۔ (قوم تاشے گراں) کے بعض افراد آج تک ان کا ''عرس'' مناتے ہیں، لیکن ان کے خاندان نے اس میں کبھی دلچسپی نہیں لی۔ جنات پر ان کے غلبے کی حکایات بھی لوگ سنایا کرتے تھے۔

قاضی عبدالرحمٰن وکیل صاحب مرحوم ومغفور کی وفات پر قاضی عبد الباقی قدسی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

مثل بوذر کے نکو کار کہاں سے لاؤں
موجِ کوثر کے طلب گار کہاں سے لاؤں
پیکرِ صدق و عمل ، مظہر اخلاق جلیل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ے اخلاص سے سرشار، کہاں سے لاؤں
شمعِ محفل بھی رہے، زیبِ گلستاں بھی رہے
عظمتِ رفتہ کے شاہ کار کہاں سے لاؤں
بزمِ اغیار سے ماتم کی صدائیں اٹھیں
ایسی عزت کے سزاوار کہاں سے لاؤں
تو نے غربت میں حمیت کو نکھارا پھر سے
حسبی اللہ کے علم دار کہاں سے لاؤں
بزمِ احباب کی زینت، گلِ لالہ کا سرور
مے توحید کے میخوار کہاں سے لاؤں
اب نہ بلبل، نہ گل اور نہ سامانِ بہار
رونقِ ہستیٔ گلزار کہاں سے لاؤں
زیب گل، رشکِ چمن، جانِ بہاراں تھے وکیل
نازشِ زلفِ شہر یار کہاں سے لاؤں

❀......❀......❀......❀

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تینتیسواں باب:

خانوادۂ قاضی محمد سلیمان سلماؔن منصور پوری

جیسا کہ گزشتہ سطور میں ہم نے پڑھا حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے ایک ہی فرزند تھے، جن کا اسم گرامی قاضی عبدالعزیز تھا۔ آگے قاضی عبدالعزیز کے چار بیٹے ہوئے، جن کے علی الترتیب نام یہ ہیں: قاضی عبد الباقی، قاضی عبدالباری، قاضی عبدالکبیر اور قاضی حسن معز الدین ......!

ان چاروں بھائیوں، ان کی لائق احترام بہنوں اور ان سب کی اولاد اور ان کے اعزہ و اقارب کے بارے میں ضروری معلومات اس کتاب میں درج کرنا ضروری تھا، لیکن میں اس سلسلے میں زیادہ واقفیت نہیں رکھتا تھا، اس لیے میں نے ۱۴۔جون ۲۰۰۴ء کو قاضی حسن معز الدین صاحب سے رابطہ قائم کیا اور اس ضمن میں ان سے تعاون کی درخواست کی۔ انھوں نے از راہ کرم میری درخواست قبول فرمائی اور ۱۶/ جون کو غریب خانے پر تشریف لائے اور اس سلسلے میں جن تفصیلات کی، انھوں نے ضرورت سمجھی، وہ مجھے تحریری صورت میں عنایت فرمادیں۔ اس پر میں ان کا بے حد شکر گزار ہوں۔ قاضی حسن معز الدین انگریزی کے فاضل، اردو کے ماہر، فارسی سے باخبر اور عربی سے آشنا ہیں۔ تحقیق وکاوش کے جن علمی پہلوؤں سے وہ زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں، اس کا تذکرہ آئندہ سطور میں انھوں نے خود ہی کر دیا ہے۔ اپنے خاندان کے متعلق ان کی عنایت کردہ ضروری تفصیلات ایک مستقل باب کے طور پر ذیل میں درج کی جا رہی ہیں، اور کتاب کا یہ آخری باب ہے۔ ملاحظہ فرمایے:

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ کے نمایاں واقعات طبع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو چکے ہیں۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کی تصنیف ''سفر نامہ حجاز'' (تاریخ الحرمین) میں ایک حصہ بہ عنوان ''سیرت سلمان'' برادر کبیر قاضی عبد الباقی نے تحریر کیا ہے۔ اُس میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کا مختصر شجرۂ نسب، ان کی خدمات، تصانیف و تالیفات، تراجم اور ان کے فارسی و اردو کلام کا انتخاب درج ہے۔

قاضی صاحب کے اسلاف کے بارے میں چند نادر دستاویزات و آثار ڈیرہ غازی خاں میں مقیم شیخ عبد الشکور (سابق وطن قصبہ سنام، مشرقی پنجاب) کے پاس محفوظ ہیں۔

شیخ صاحب کے پاس قلمی و تاریخی نسخہ ہائے قرآن مجید کا ذخیرہ بھی موجود ہے، جس پر انھیں اعزازات سے نوازا گیا ہے۔ شیخ صاحب کے ایک فرزند فضلِ متین قریشی تحریک جہاد میں نمایاں مقام حاصل کر چکے تھے، اب قرآن لائبریری پر اپنی صلاحیت کا اظہار کر رہے ہیں۔ جی (G) بلاک ڈیرہ غازی خاں میں رہائش ہے۔ زمینداری ان کا پیشہ ہے۔

شیخ عبد الشکور صاحب کے علم کے مطابق قاضی صاحب کی نسبت عالی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے خاندان سے بھی ملتی ہے۔

قاضی صاحب مرحوم کے اسلاف میں بہت سے بزرگ عہدۂ قضا پر فائز رہے۔ شاہ جہاں بادشاہ نے قصبہ منصور پور (مشرقی پنجاب، موجودہ نام چھینٹاں والا) کا علاقہ بطور جاگیر قاضی شیخ محمد غوث رحمہ اللہ کو عطا کیا تھا۔ قاضی محمد غوث رحمہ اللہ کا مزار سنام میں ہے اور شاہی فرمان، شیخ عبد الشکور کے پاس محفوظ ہے۔

قاضی نجیب ولد رحمت اللہ کے نام کا شاہی فرمان بھی محفوظ ہے۔

اورنگ زیب عالم گیر کے عہد میں قاضی پیر محمد صاحب کے عہدۂ قضا کی مہر بھی ان کے پاس تھی۔ قاضی پیر محمد صاحب تک شجرہ نسب یوں ہے: (قاضی) محمد سلیمان ولد (قاضی) احمد شاہ ولد (قاضی) معز الدین ولد (قاضی) پیر محمد مرحوم۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے قبل کے دیگر اسلاف میں، قاضی قطب الدین خضر بن ابو القاسم ہیں جو عرف عام میں قاضی مذکر ① کے نام سے معروف تھے۔ شہزادگانِ دہلی کے اتالیق رہے۔ ان کے نام کا فرمان شاہی بھی محفوظ ہے۔

دو عدد مہر عہدہ قضا بنام قاضی کمال الدین علی اور قاضی کمال الدین احمد بھی محفوظ ہیں۔ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد سے متعلقہ دستاویزات بھی محفوظ ہیں۔

سنام اور بٹھنڈا دونوں شہر ریاست پٹیالہ کے ضلعی صدر مقام رہے۔ چھینٹاں والا Chinntanwala (محکمہ مال کے ریکارڈ میں منصور پور) اور پٹیالہ ریلوے سٹیشن کے درمیان تقریباً ۲۵ میل کا فاصلہ ہے۔ سنام اور منصور پور کے درمیان بھی تقریباً اتنا ہی فاصلہ ہے۔ بٹھنڈہ کا ذکر اس لیے آ گیا کہ قاضی محمد سلیمان نے طویل عرصہ ملازمت (بہ عہدہ ڈسٹرکٹ، سیشن جج) وہیں بسر کیا تھا۔

قاضی معز الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مزار منصور پور میں اور ان کی والدہ ماجدہ کا سنام میں ''مزار قاضی ماضی'' کے نام سے ۱۹۴۷ء تک اچھی حالت میں محفوظ رہے۔ شیخ عبد الشکور کے اسلاف کی جدی نسبت بھی قاضی صاحب مرحوم کے اسلاف سے یک جا ہو جاتی ہے۔ سنام کے جملہ مزارات شیخ عبد الشکور کی تولیت میں رہے۔

مزار ''قاضی ماضی'' کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اصل نام ''مزار قاضی ماں جی'' تھا۔ مرور ایام سے تلفظ بدل گیا۔ مردانہ قبرستان سے ملحق چار دیواری کے اندر، زنانہ قبرستان میں 'ماں جی' کی قبر تھی۔ سنام میں واقع دونوں قبرستانوں میں کچھ کتبات ۱۹۴۷ تک بہت اچھی حالت میں رہے۔ کتبے اس طرح تھے۔

ایک کتبہ ''قاضی تاج دین مذکر''

ایک کتبہ ''بے بے تاج'' (یعنی والدہ تاج الدین)

ایک کتبہ ''قاضی حاج محمد''

ایک کتبہ ''بے بے حاجن (والدہ یا زوجہ قاضی حاج)

---

① یعنی وعظ و نصیحت کرنے والے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ والدِ محترم قاضی محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پٹیالہ شہر کے قبرستان میں ۱۹۴۷ تک محفوظ تھی۔ میں ۱۹۸۲ میں وہاں گیا تھا۔ سارا قبرستان ہم وار ہو چکا تھا۔ (غالباً رفاہ عامہ کی خاطر ایسا کیا گیا یعنی برائے توسیع اڈا بس پٹیالہ، نزد ریلوے اسٹیشن پٹیالہ) شاید سنام کے مزارات محفوظ ہوں گے کیوں کہ آبادی سے کافی دور واقع تھے۔ معلوم ہوا ہے کہ قصبے سنام کے تاریخی آثار پر چندی گڑھ یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کے مقالے لکھے گئے ہیں۔ تغلق عہد سے سنام کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔

قاضی محمد سلیمان صاحب نے اپنی تصانیف میں اپنے والد گرامی قاضی (حاجی) احمد شاہ صاحب کا ذکر خیر کیا ہے۔

خانوادہ سلیمان کی یہ روایت ہے کہ نومولود کا نام اسلاف میں کسی کے نام پر رکھنے کو ترجیح دیتے ہیں، نومولود خواہ بیٹا ہو یا بیٹی۔ چنانچہ اس طرح ناموں کی تکرار کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

بٹھنڈہ اور بھٹنیر کے بھٹی/ کھوکھر راجگان سے رشتہ داریاں اتنی زیادہ ہوتی رہیں کہ محکمہ مال کے کاغذات میں ذات کے خانے میں ''راجپوت زراعت پیشہ'' ہی درج ہوا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مغلیہ دور کے زوال اور انگریز کے عروج کے زمانے میں ''زراعت پیشہ یا غیر زراعت پیشہ'' کا سوال میٹرک کے امتحان کے داخلہ فارم میں بھی درج ہوتا تھا۔ زمین کی ملکیت کے استحقاق کو چند ذاتوں میں محدود کر دیا گیا تھا۔ (جنگجو اور غیر جنگجو ذات Martial or non martial race) کی اصطلاح بھی رائج ہو چکی تھی۔ فوج میں بھرتی کے وقت ذات پرکھی جاتی تھی۔ چنانچہ حالات کا جبر تھا کہ زمین کی ملکیت برقرار رکھنے کے لیے اُس ذات کا اندراج کروایا جس سے وسیع رشتہ داریاں ہو چکی تھیں۔

یوں بھی ''قاضی'' اور ''شیخ'' کے الفاظ کسی زمانے میں نسل اور قبیلے کی نمائندگی نہیں کرتے تھے۔ (راقم کا ایک مضمون مکہ مکرمہ سے شائع ہونے والے رابطۂ عالم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی کے انگریزی جریدے میں شائع ہوا تو ایڈیٹر نے ازخود میرے نام کے ساتھ 'شیخ' کا اضافہ کر دیا تھا②

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے ایک حقیقی بھائی قاضی عبدالرحمٰن المعروف ''وکیل صاحب'' تھے (وکیل بمعنی سفیر ریاست) اور ایک حقیقی بہن تھیں۔ قاضی صاحب کی اولاد میں اکلوتے بیٹے قاضی عبدالعزیز تھے اور ایک بیٹی تھیں جن کا نکاح وکیل صاحب (قاضی عبدالرحمٰن) کے اکلوتے فرزند قاضی (صوفی) حبیب الرحمٰن سے ہوا۔ وکیل صاحب کی کوئی بیٹی نہ تھی۔

قاضی حبیب الرحمٰن (صوفی صاحب) کے ایک بیٹے قاضی رضی الرحمٰن ہیں اور ایک بیٹی (بیگم سلمہ عمر) ہیں، جن کے شوہر جنرل غلام عمر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے شہرتِ عام سے نوازا۔ قاضی رضی الرحمٰن نے شادی نہیں کی۔

قاضی عبدالعزیز منصور پوری اولیں دور کے مسلمان گریجویٹ تھے۔ علی گڑھ یونیورسٹی سے تعلیم مکمل کی۔ کاروبار بھی کیا۔ بعد ازاں ریاست پٹیالہ کے محکمۂ تعلیم سے پنشن پر ریٹائر ہوئے۔ ۲۶۔ اگست ۱۹۵۶ء کو انتقال ہوا۔ گارڈن ٹاؤن میں دفن ہیں۔ فارسی، اردو، انگریزی پر عبور حاصل تھا۔ صاحب دیوان شاعر تھے۔ رحمۃ للعالمین کا مکمل ترجمہ صحت الفاظ کے ساتھ انگریزی زبان میں کیا۔ برسوں قرآن مجید کا درس دیتے اور اس کی تفسیر بیان کرتے رہے۔ اکثر نماز جمعہ کی امامت و خطابت بھی کی۔ خلوت کو جلوت پر ترجیح دیتے تھے۔ اپنے ہم عصر مشاہیر سے قلبی تعلق رکھتے تھے۔ جب تک پٹیالہ سے ہجرت نہ کی یہ معمول رہا کہ ہر روز گھر کے مردان خانے میں اہلِ علم و ادب کی محفل منعقد ہوتی۔ لٹریری لیگ پٹیالہ کا ماہانہ اجلاس بعض اوقات ان کے مردان خانے میں ہوتا تھا۔ مقالے پڑھے جاتے، مشاعرے ہوتے۔ ہندو سکھ شاعر اور ادیب سبھی شامل ہوتے تھے۔

---

① عربوں میں شیخ کا لفظ پڑھے لکھے اور معزز شخص کے لیے بولا جاتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی عبدالعزیز ہر روز طویل وظائف پڑھتے تھے۔ بہ ظاہر امورِ دنیا سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پٹیالہ سے ہجرت کرنے کے بعد لاہور میں کئی برس انتہائی غربت میں بسر کیے۔ ہم عصر مشاہیر میں سے کسی کو اپنا حال نہ بتایا۔ کئی برس کی آزمائش کے بعد گارڈن ٹاؤن کی ایک کوٹھی الاٹ ہوئی۔ رفتہ رفتہ آسودگی میسر ہوئی۔ تمام عرصہ معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ شب بیداری، مراقبے، اوراد، وظائف، نوافل اور رحمۃ للعالمین کے ترجمے کا کام جاری رہا۔ ان کا عطا کردہ فیض ان کے روحانی ورثا میں جاری ہے۔ ان کے روحانی مدارج میں سے صرف ایک واقعہ درج ہے۔ فارسی زبان میں طویل نعت رسول مقبول لکھی۔ اس نعت کے سلسلے میں دو دفعہ حضور رسول کریم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی اور ایک مرتبہ اصلاح ...... ارشاد ہوا عبدالعزیز وہ نعت سناؤ۔ تعمیل ارشاد ہوئی۔ حضور ﷺ نے ایک مصرع میں اصلاح فرمائی۔ سبحان اللہ تعالیٰ۔

قاضی عبدالعزیز عزیزؔ منصور پوری کی اولاد میں چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں، جن کا مختصر تعارف یہ ہے:

قاضی عبدالباقی قدسی

علی گڑھ سے تعلیم مکمل کی۔ سنام میں وکالت کے پیشے سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ چند برس بمبئی میں کاروبار کرتے رہے۔ تقسیم ملک کے دو ڈھائی سال بعد لاہور آ گئے۔ انشورنس کے پیشے میں اعلیٰ عہدے پر فائز رہے۔ انگریزی زبان پر عبور ہے۔ رحمۃ للعالمین کے انگریزی ترجمے کو مرتب کر کے شائع کیا۔ پہلی جلد مکمل طور پر قاضی عبدالعزیز مرحوم کے ترجمے پر مشتمل ہے۔ دوسری تیسری جلد میں ایڈیٹنگ کا کام بہت ہے جو قاضی عبدالباقی کی برسوں کی محنت شاقہ کا ثمر ہے۔

شرح اسماء الحسنٰی کے انگریزی ترجمے پر کام کیا۔

آج کل اپنے بیٹوں احمد رشید اور شاہد حمید کے ساتھ دبئی میں قیام ہے۔ ایک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیٹا فاروق حمید، انگلستان میں آباد ہے۔ بڑے بیٹے سلمان سعید کا لندن میں انتقال ہو گیا۔ داماد خلیل الرحمٰن مالک سلمان آرٹ پریس لاہور کی معروف شخصیت ہیں۔

قاضی عبد الباری

جس طرح قاضی خاندان کی روایت رہی ہے کہ ہمہ وقت مشاغل دینیہ کسی کے بھی نہ تھے۔ اپنی اپنی اہلیت کے مطابق کسبِ حلال کرنا اور فراغت کے اوقات میں دین کی تعلیم حاصل کرنا اور کچھ خدمتِ دین بجا لانا۔ اس رسم و روایت کے مطابق قاضی عبد الباری صاحب کو اپنی تنومندی اور جفاکشی کی وجہ سے فوجی ملازمت کا شوق تھا۔ ۱۹۳۷ء کے زمانے میں صرف خاندانی نوجوانوں کو ڈیرہ دون ملٹری اکیڈمی میں داخلہ ملتا تھا۔ امیدواروں کو ابتدائی امتحان میں پاس ہونے پر کیڈٹ افسر بناتے تھے۔ قاضی عبد الباری کیڈٹ افسر بن گئے۔ کچھ ذاتی وجوہ کی بنا پر پاسنگ آؤٹ کے مرحلے تک نہ پہنچ سکے۔ واپس گھر آ گئے۔

جنگِ عظیم دوم شروع ہوئی تو پھر فوج میں جانے کی سوجھی اور بھرتی ہو گئے۔

خفیہ تحریر کے ماہر تھے اور آنریری کپتان کا عہدہ تھا۔ جب ریٹائر ہوئے تو ہمہ وقت علمی اور دینی مشاغل میں منہمک ہو گئے۔ رحمۃ للعالمین قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی وہ تصنیف ہے، جس کی اشاعت و طباعت ہمیشہ جاری رہی۔ اس وقت بھی ہندوستان اور پاکستان کے ہر شہر میں دست یاب ہے اور ان گنت ناشران کتب اسے طبع کرتے رہتے ہیں، کثرت طباعت اور ماہرانہ پروف ریڈنگ کے فقدان کی وجہ سے کتاب میں غلطیوں کی بھر مار ہوئی تو قاضی عبدالباری صاحب نے یہ کام اپنے ذمے لیا۔ برسوں تک ایڈیٹنگ کرتے رہے، جب بھی کوئی ناشر نیا ایڈیشن نکالتا اور ان کو اطلاع ہو جاتی تو کتاب خرید کر اس کی ایک ایک سطر پڑھتے۔ اغلاط کی نشان دہی کر کے ناشر کو مطلع کرتے اور اپنے فرض سے سبک دوش ہو جاتے۔ ان کی یہ آرزو رہی کہ اہل خانہ اپنے ذاتی مصارف سے رحمۃ للعالمین کا تصحیح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شدہ نسخہ شائع کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

اسی طرح ان کی توجہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ان تالیفات پر ہوئی جو لگاتار شائع نہ ہونے کی وجہ سے دست یاب نہیں ہیں۔

ایک ایسی ہی تالیف ''سفر نامہ حجاز'' نایاب ہو چکی تھی۔ اہل خانہ کا کتب خانہ تو پٹیالہ کے فسادات نے تلف کر دیا تھا۔ ایک نسخہ کہیں سے حاصل کیا۔ اس کی ایڈیٹنگ کرنے پر اپنا پورا وقت لگا دیا۔ اپنی نگرانی میں کتابت کروائی۔ اپنے ہی خرچ سے طباعت کروائی اور کتب فروش طبقے کو دے دی۔ ہر کسی نے وعدہ کیا کہ فروخت کے بعد رقم دیں گے۔ شاید ہی کسی نے ایفائے عہد کیا ہو۔

۳/ستمبر ۲۰۰۰ کو قاضی عبد الباری صاحب اسلام آباد میں انتقال کر گئے۔ سفر نامہ حجاز کے سیکڑوں نسخے چھوڑ گئے۔ اب اہل خانہ اس کا ایک ایک نسخہ طلب کرنے پر کسی شائقِ علم کو ہدیۃً دے دیتے ہیں۔ کسی کتب فروش پر اعتماد نہیں رہا۔

ان کی اولاد سات بیٹیاں ہیں۔ سب اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سلیقہ شعار ہیں، بعض تو بہت ہی آسودہ حال ہیں اور اپنی خوش حالی کو خدمت دین کے لیے وقف کر رہی ہیں۔ ایک بیٹی ''راشدہ علوی'' مصنفہ ہیں۔ اس نے اسلام آباد کے خطے کی ہزار سالہ تاریخ کی تحقیق کی اور کتاب شائع کر دی جس کا نام ''بستے بستے بستی ہے۔'' راشدہ علوی کی مستقل رہائش انگلستان میں ہے۔

ڈاکٹر خالدہ مغل امریکہ میں مقیم ہیں۔ امریکہ کے معیار کے مطابق' طبقہ امرا میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

خالدہ مغل کے فرزند ننھیال کی روایت پر عامل ہیں۔ تین کتابیں لکھ چکے ہیں۔ عربی، فارسی اور اردو میں مہارت حاصل کرنے کے لیے مصر اور پاکستان میں کئی ماہ رہے۔ ابھی نوجوان ہیں اور غیر شادی شدہ ہیں۔

قاضی عبد الباری صاحب کی باقی بیٹیاں بھی اہلِ علم و دانش کے حلقے میں نامور ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں: طاہرہ منیر۔ راشدہ (محمد حسین علوی) فاطمہ (انجینئر اویس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک) ۔ ڈاکٹر خالدہ (ڈاکٹر صابر مغل) رفعت (پرویز علوی)۔نسرین (گروپ کیپٹن ریٹائرڈ۔ طارق منصور)۔نواسۂ قاضی عبد العزیز مرحوم۔فریدہ (محمد طاہر)

قاضی عبد الکبیر منصور پوری

انگریزی، فارسی، عربی، اردو پر عبور رکھتے ہیں۔ ایک زبان سے دوسری زبان کے اشعار کا منظوم ترجمہ کرنے میں کمال حاصل ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی ارمغان حجاز (فارسی) کا انگریزی منظوم بحر میں ترجمہ کیا، جسے اقبال اکیڈمی نے آب و تاب کے ساتھ شائع کیا۔

ارمغان حجاز (فارسی) کا اردو منظوم ترجمہ ایک ناشر کے پاس ہے۔''لغت اصطلاحاتِ تصوف'' ان کی معرکۂ آرا تصنیف ہے جو ان شاء اللہ جلد شائع ہو گی۔ تصوف میں اہل حال بزرگ ہیں۔ والٹن لاہور میں قیام ہے۔طبیعت میں کبھی کبھی ''مجذوبیت'' کا رنگ آ جاتا ہے۔

حسن معز الدین قاضی (راقم تحریر)

کسب حلال کے لیے کامرس کی تعلیم حاصل کر کے اسی علم سے متعلقہ اداروں سے وابستگی رہی۔

ریٹائرمنٹ کے بعد مذاہبِ عالم کے مطالعہ پر وقت صرف کیا۔ ہندو، سکھ، عیسائی، پارسی وغیرہ مذاہب پر بارہا انگریزی زبان میں تقریر کرنے کے لیے مدعو ہوا۔اسی طرح کے موضوعات پر اندرونِ ملک اور بیرونی ممالک کے جرائد میں مضامین بھی شائع ہوئے۔

فلسفیانہ مذاق کی کتب پڑھنے کا شوق ہے۔ سماجی زندگی میں پاکستان ایسوسی ایشن فار انٹر رلیجس ڈائلاگ کا آٹھ سال صدر رہا۔ اسلامی فلاسفیکل ایسوسی ایشن کا بانی رکن اور بائیس سال سے عہدہ دار ہوں۔ روٹری کلب کا صدر بھی رہا۔ دوسرے مذاہب کے سرکردہ اصحاب سے قریبی تعلقات رہے۔قبلہ دادا جان قاضی محمد سلیمان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منصور پوری کی کچھ تصانیف کی ایڈیٹنگ اور جزوی ترجمہ بہ زبان انگریزی کیا ہے۔

میری اولاد میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔

عثمان عبد العزیز : سائنس دان ہیں۔ فزکس کے موضوع پر امریکہ سے تین مرتبہ ایم ایس سی اور بعد ازاں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ امریکہ ہی میں قیام و ملازمت ہے۔ فارغ اوقات میں لسانیات کا علم حاصل کرتے ہیں۔ اردو، انگریزی کے علاوہ گورمکھی، ہندی، فرنچ اور عربی زبانوں پر عبور ہے۔ کمپیوٹر کی ویب سائٹ پر عثمان قاضی کا تفصیلی ذکر مل جاتا ہے۔ مغربی ممالک میں اسلام پر شائع شدہ ''اچھوتی'' کتب و مضامین سے مجھے وہ آگاہ کرتے رہتے ہیں اور میں مقامی علما کو آگاہ کر دیتا ہوں۔

مستشرقین جس نہج سے اسلام کا مطالعہ کرتے اور اٹالین، جرمن، فرنچ اور انگلش زبانوں میں اسلام کو پیش کرتے ہیں، ان سے آگاہی رکھنے کا شغف معدودے چند مسلمانوں کو ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تحقیق کے دلائل کی یلغار ہے اور دوسری طرف بے بسی اور بے بضاعتی کا اظہار ہے۔ چنانچہ قاضی سلیمان منصور پوری کے معتقدین منتظر اور دعا گو ہیں ''سلیمان ثانی'' کی آمد کے، جو دوسرے مسالک اور مذاہب کے اصحاب علم اور اکابر کے ساتھ بذریعہ مکتوبات و ملاقات، احترامِ آدمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے دلیل کا جواب دلیل سے دینے اور تحقیق پر تبصرہ تحقیق کے ذریعے کرنے پر قادر ہو جو کہ قاضی صاحب کا انداز تھا۔ بوہروں، اہل قرآن، ہندو، سکھ، عیسائی مشاہیر اہل علم سے ان کے رابطے ریکارڈ پر ہیں۔

حسین عبد الرحمٰن قاضی : پاکستان آرمی میں میجر کے عہدے پر فائز ہیں۔ ذاتی لائبریری میں سیکڑوں کتب ہوں گی۔ فوج سے ریٹائر ہونے کے بعد ابلاغیات کے پیشے سے منسلک ہونے کا عزم ہے۔

دختران قاضی عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ امتہ الحفیظ مرحومہ :

۲۔ حنیفہ انجم صاحبہ: اسلام آباد میں مقیم ہیں۔ شاعرہ ہیں۔ مجموعہ نعت بہ عنوان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"غالیہ خوشبو" شائع ہو چکا ہے۔ برسہا برس سے باقاعدگی کے ساتھ ماہانہ تبلیغی و روحانی اجتماع ان کے گھر پر منعقد ہوتا ہے۔ ان کے پانچ بیٹے ہیں۔ ان کا تعارف یہ ہے: گروپ کیپٹن طارق منصور، کرنل شاہد حمید۔ ان کے دو بیٹے حافظ قرآن ہیں۔ لیفٹنٹ کمانڈر نیوی عاصم مسعود، ڈاکٹر سپیشلسٹ و حافظ قرآن۔ عامر عزیز۔ طاہر محمود (امریکہ میں کاروبار کرتے ہیں)۔

۳۔ زبیدہ تسنیم: مرحوم شوہر حبیب اللہ شہاب (قدرت اللہ شہاب کے بھائی) کے انتقال کے بعد اسلام آباد میں قیام ہے۔ نعت اور حمد لکھتی ہیں۔ الھدیٰ انٹرنیشنل اسلام آباد سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہفتے میں چار دن درسِ قرآن دیتی ہیں۔ درس سننے کے لیے ان کے گھر خواتین آجاتی ہیں۔

۴۔ میمونہ تسلیم: بیوگی کے بعد ان کا شغف یہ ہے کہ پسندیدہ دینی مضامین اپنے قلم سے ڈائری میں لکھ لیتی ہیں۔ اب تک دس پندرہ ڈائریاں ختم کر چکی ہیں۔

۵۔ آمنہ نیر: ۱۳۱۔ بی بلاک ماڈل ٹاؤن (لاہور) میں مقیم ہیں۔ میری ہمسایہ ہیں۔ شاعرہ ہیں۔ نعت لکھتی ہیں۔ بچیوں کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھاتی اور درس دیتی ہیں۔ ان کے گھر میں ہر ہفتے خواتین کا تبلیغی اجتماع ہوتا ہے اور ہر سال ماہ رمضان میں خواتین کے لیے تراویح کا انتظام کرتی ہیں۔

ان کے پانچ بیٹے ہیں۔ سب اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ ان میں سے ایک مصطفیٰ ناصر ایم ایس سی، عملی تصوف سے وابستگی رکھتے ہیں۔ دوسرے عمیر ناصر آرمی میں میجر ہیں اور مطالعۂ کتب کا شوق ہے۔ تیسرے اویس ناصر خاں ہوزری ٹیکسٹائل کے فن میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں۔ چوتھے اور پانچویں بیٹے بھی ماشاء اللہ بڑے لائق اور خوش حال ہیں۔ علم و ادب سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی آل اولاد کا ذکر ختم ہوا۔

خانوادۂ سلیمان کے قریبی نسبی اعزہ میں سے شیخ عبد الشکو، صاحب قرآن لائبریری ڈیرہ غازی خاں کا ذکر ہو چکا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی فضل الرحمٰن کمانڈر رسول ڈیفنس بلوچستان کا قیام کوئٹہ میں ہے۔ ان کے دو لائق فرزند ہیں۔ ایک ڈاکٹر قاضی محمد سلیمان، جو ۲۱ سال کی عمر میں صاحب تصنیف بن گئے۔ جنگ پبلشرز نے ان کی کتاب ''کائنات کے ادھ کھلے راز'' شائع کی ہے۔ دوسرے قاضی محمد عثمان انجینئر ہیں۔ ویب سائٹ پر عثمان قاضی کے نام سے ان کا تعارف بھی ہے اور عثمان قاضی کے نام سے ہی میرے فرزند عثمان قاضی کا ہے۔

خلیل الرحمٰن قاضی: سلمان آرٹ پریس لاہور کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔

ملک عبد الرحیم: ریٹائرڈ لائبریرین پنجاب یونیورسٹی بھی اپنے شجرۂ نسب کو خانوادۂ سلیمان کے جد امجد کے ساتھ ملاتے ہیں۔ وہ خود ایک اہل علم بزرگ ہیں۔

قاضی عبد الباقی صاحب کے بڑے نواسے سلمان آصف لندن میں مقیم ہیں۔ پی ایچ ڈی ہیں۔ وہاں کی علمی اور صحافتی دنیا کی معروف شخصیت ہیں۔ اسلام سے متعلق موضوعات پر بین الاقوامی سیمینار کی میزبانی کر چکے ہیں۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب وضاحت سے کنارہ کرتے ہیں۔ اغلباً ان کا بھی اسلاف کے ساتھ کوئی تعلق نسبی ہے، وگرنہ انھیں قاضی محمد سلیمان منصور پوری اور ان کے برادر زادہ صوفی حبیب الرحمٰن (مصنف: عشرہ مبشرہ) اور دیگر افرادِ خاندان سے والہانہ شیفتگی نہ ہوتی۔ واللہ اعلم بالصواب

نسبی تعلق سے کہیں زیادہ تعلق روحانی وراثت میں ہے۔ لاہور میں مقیم قاضی محمد افضل پسر قاضی ملک محمد قاسم (رحیم یار خاں والے) خود کو فخر سے روحانی وارث کہتے ہیں، جب کہ جملہ تصانیف کی علمی وراثت کا حق دار بتانے والے قاضی احمد رشید مقیم دبئی ہیں جو قاضی عبد الباقی قدسی صاحب کے فرزند ہیں اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تصانیف کے انگریزی تراجم کی اشاعت کا عزم رکھتے ہیں۔ بعون اللہ تعالیٰ

حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوری سے عقیدت اور اپنایت کا اظہار کرنے والوں میں ڈاکٹر (سرجن) قاضی عبد الرزاق بھی شامل ہیں اور اسی فہرست میں مرحوم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی عبدالحی ایڈووکیٹ (سانده لاہور) کا نام آتا ہے۔

طبقۂ علما میں عبدالستار غوری صاحب کا ذکر ضروری ہے جنھیں مسیحیت کے موضوع پر نامور محقق قرار دیا جاتا ہے۔ اسی زمرے میں سردار احمد علی شامل ہیں جو متعدد کتابوں کے مصنف ہیں اور عربی، فارسی اور انگریزی پر عبور رکھتے ہیں۔

یوں تو قاضی صاحب سے اپنایت کا دعویٰ کرنے والوں کی فہرست بہت طویل ہے، لیکن میں صرف ان حضرات کے نام لکھ رہا ہوں جن سے میری ذاتی واقفیت رہی ہے یا جن کے نام فوری طور پر ذہن میں آئے۔

میں اپنے چاروں بھائیوں میں سب سے چھوٹا ہوں۔ بڑے بھائیوں کا حلقۂ احباب بہت وسیع ہے اور وہ قاضی صاحب مرحوم سے تعلقِ اپنایت رکھنے والے بہت سے اصحاب کو جانتے ہیں۔ تفاوتِ عمر کی وجہ سے میری ان اصحاب سے ذاتی واقفیت نہ ہو سکی۔ افسوس ہے میں ان کا ذکرِ خیر نہ کر سکا، اس پر میں ان سے نادم ہوں۔

بڑے بھائی قاضی عبدالباقی ضعیف ہیں اور دبئی میں مقیم ہیں۔ عمر ۹۴ سال کے قریب ہے۔ ان سے چھوٹے برادر قاضی عبدالباری جنت میں جا چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان سے چھوٹے برادر قاضی عبدالکبیر صاحب خلوت پسند اور حال مست ہیں۔ تصنیف و تالیف میں مگن رہتے ہیں۔

بڑے بھائی قاضی عبدالباقی صاحب کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا۔ پٹیالہ شہر اور ریاست کے متعدد بڑے لوگوں سے بھی ان کے تعلقات رہے اور برادری کے لوگوں سے بھی ان کے گہرے مراسم تھے۔

یہ سطور ۱۶/ جون ۲۰۰۴ء کو حسب فرمائش مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب لکھی گئی ہیں جو قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ پر اپنی تصنیف مکمل کر چکے ہیں اور اس تحریر سے کچھ اقتباسات کتاب میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرا ای میل پتہ یہ ہے: mansurpuri1@yahoo.com
حسن معزالدین قاضی
۳۱۔ بی بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور

قاضی حسن معزالدین کی تحریر ختم ہوئی۔ میں نے ان کی تحریر سے اقتباسات کے بجائے ان کی پوری تحریر درج کر دی ہے۔ میں ان کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے میری درخواست پر اپنے عالی قدر اسلاف اور لائق احترام اعزہ و اقارب کے بارے میں معلومات بہم پہنچائیں۔ یہ ان کی مہربانی ہے کہ انھوں نے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھوڑا یا زیادہ تعلق رکھنے والوں کی مختصر فہرست میں اس فقیر کا نام بھی درج فرما دیا ہے۔ انھوں نے تعلق کی دو قسمیں بیان کی ہیں، ایک نسبی اور دوسری روحانی۔

بحمد اللہ اس فقیر کا قاضی صاحب اور ان کے خانوادے سے روحانی تعلق ہے جسے قاضی حسن معز الدین صاحب نسبی تعلق سے زیادہ اہم قرار دیتے ہیں۔ اور یہ کتاب روحانی تعلق ہی کا نتیجہ ہے، ورنہ نسبی تعلق کا دعویٰ کرنے والوں میں سے تو کسی نے کبھی ایک لفظ بھی ان کے بارے میں نہیں لکھا۔

اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ مجھ فقیر کی اس چھوٹی سی خدمت کو قبول فرمائے۔ اس ارحم الراحمین نے رحمۃ للعالمین کے پاک باز مصنف کو تو اپنی آغوش رحمت میں لے ہی لیا ہے، اس کی بارگاہِ قدس میں التجا ہے کہ ان کے گنہگار سوانح نگار کو بھی قیامت کے روز اپنی بے پایاں رحمت سے نوازے اور رحمت للعالمین کی شفاعت کا اعزاز بخشے۔ آمین یارب العالمین

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم.

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد شاہد حنیف

اشاریہ

اعلام

آدم علیہ السلام ۲۴۷، ۲۵۷، ۲۸۰، ۳۱۸، ۳۲۳، ۳۳۱، ۳۵۹، ۳۶۹، ۴۴۲، ۴۴۵
آلا سنگھ ۳۳، ۳۹، ۶۱
آمنہ رضی اللہ عنہا، سیدہ ۳۵۹
آمنہ نیئر ۴۶۳
ابراہیم ادہم ۲۷۵
ابراہیم سرہندی ۵۴
ابن تیمیہ، امام ۲۴۳، ۳۸۰
ابن عباس رضی اللہ عنہ ۲۴۳، ۲۷۳
ابن قیم، امام ۲۲۷، ۲۷۵، ۳۰۱، ۳۸۰
ابن کثیر، امام ۲۴۳
ابوالحسن علی ندوی ۱۸۸
محمد ابوالقاسم بنارسی، مولانا ۱۹۸
ابوالکلام آزاد، مولانا ۱۷، ۹۴، ۱۹۴، ۱۹۵، ۳۱۱، ۴۴۰
ابوالہول ۲۶۲
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۴۰، ۴۱، ۲۱۹، ۲۶۸، ۱۵۱، ۳۵۱، ۳۵۵، ۳۶۳
ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ ۲۶۵
ابوحنیفہ، امام ۲۷۶، ۳۱۲، ۳۹۱
ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ ۳۳۳، ۳۶۲
ابوسلمان شاہ جہان پوری ۳۸۹، ۴۳۹
ابوطالب ۳۵۱
ابومعبد رضی اللہ عنہ ۳۵۲
ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ۳۳۲
احسان الٰہی ظہیر ۱۷
احمد بن حنبل، امام ۲۵۹، ۲۷۷، ۳۱۲
احمد پٹوی، حافظ ۱۴۷
احمد بن علی بن حجر ۴۱۸
احمد شاہ ابدالی ۳۳، ۳۹، ۶۱
احمد شاہ، قاضی ۳۷، ۴۴، ۴۵، ۵۷، ۶۵، ۶۶، ۶۸، ۷۲، ۱۱۳، ۲۷۳، ۳۰۳، ۴۵۴، ۴۵۶
احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) ۵۱، ۵۲ تا ۵۴، ۱۰۸، ۱۵۱، ۲۶۸، ۳۷۵
احمد شہید، سید ۷۹، ۸۰، ۱۸۸
احمد، شیخ ۵۱
احمد دین حنیف ۳۸۱
احمد دین کوموی، مولانا ۷۵، ۷۶
احمد دین گکھڑوی ۱۴۷
احمد دین، خواجہ ۱۲۴
احمد دین، مولانا ۸۱

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احمد اللہ بڈھیمالوی، مولانا ۴۸، ۴۹
احمد اللہ پرتاپ گڑھی، مولانا ۴۰۱
احمد اللہ، شیخ ۱۸۷
احمد رشید ۴۴۷، ۴۵۸، ۴۶۴
احمد ساقی، پروفیسر ۴۹
احمد شاکر، حافظ ۱۰۵
احمد علی، مولانا ۴۰۱
احمد علی، سردار ۴۶۵
احمد علی سہارن پوری ۱۸۹
احمد علی قصوری ۱۹۳، ۱۹۵
ابراہیم علیہ السلام ۲۴۷، ۳۱۸، ۳۲۳، ۳۳۸، ۳۴۹، ۳۷۰، ۳۷۳
ادریس علیہ السلام ۲۴۷
ارجن ۳۶۰
ارشاد حسین رام پوری، مولانا ۱۸۵
اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ۲۶۵، ۴۲۱
اسحاق علیہ السلام ۲۴۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۳۷۳
اسد اللہ خاں غالب ۲۷۵
اسماعیل علیہ السلام ۲۴۷، ۲۸۳، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۳۵۹
اسماعیل غزنوی، مولانا ۳۸۹، ۳۹۲، ۳۹۴ تا ۳۹۷
اسماعیل روپڑی، حافظ ۱۴۷
اسماعیل سلفی ۱۹۲
اسماعیل شہید، شاہ ۷۵، ۸۰، ۱۸۸
اسماعیل علی گڑھی، مولانا ۳۰۴، ۳۰۶
اکیدر ۳۳۲
الطاف حسین حالی ۱۵
العاذر ۳۲۲
اللہ جوائی ۴۵، ۶۶
اللہ دین ۷۱
الیاس علیہ السلام ۲۴۷
الیسع علیہ السلام ۲۴۷
اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا ۳۶۲
اُم معبد ۳۵۲
امام دین ۷۱
امان اللہ خاں ۱۵۳
امۃ الحفیظ ۴۶۲
امر سنگھ ۳۳، ۳۴، ۳۹، ۶۱
امراۃ العزیز ۱۷۲، ۲۳۳، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵
امریندر سنگھ ۳۴، ۶۰
انت رام ۵۴
انشاء اللہ، مولوی ۱۸۵، ۱۹۰، ۱۹۱
انند سروپ سنگھ ۸۷

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اویس ملک ۴۶۰
اویس ناصر خاں ۴۶۳
ای یونس ۲۳۹
ایاس بن معاویہ، قاضی ۲۳۵
ایس کے سدھو ۷۳
ایوب علیہ السلام ۲۴۷
اے بی چودھری ۱۳۱
باقی باللہ، قاضی ۳۷، ۴۳، ۴۴، ۴۵
بچھتر ایرج ۳۶۰
بخاری، امام ۲۶۶
بخت نصر ۲۶۳
بختیار قطب الدین، سید ۲۷۴
بدر بن حارث ۳۰۳
بدشتر ۳۶۰
برہان الدین علی ۴۱۷
برش بھان ۸۷
برق توحیدی، مولانا ۷۶، ۸۴
برکت علی ۱۹۴
بشارت ۴۱۱، ۴۱۳
بلال حبشی رضی اللہ عنہ ۳۳۲
بلبن ۲۶۶
بلیغ الرحمٰن، ڈاکٹر ۱۱۱
بہادر شاہ ظفر ۱۲
بھٹی صاحب دیکھیے محمد اسحاق بھٹی
بھرت جی ۳۶۰
بھوپندر سنگھ ۳۲، ۳۴، ۵۸، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۹،
۹۹، ۱۰۰، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۰، ۱۱۰، ۴۰۰
بھیکم ۳۶۰
بھیم سین ۳۶۰
بے بے تاج ۴۵۵
بے بے حاجن ۴۵۵
پٹ رانی کوشلیا ۳۶۰
پرنس آف ویلز ۱۰۰، ۱۰۵
پرویز علوی ۴۶۱
پوسی مین ۳۲۲
پولوس ۳۲۱، ۳۲۷، ۳۲۸
پیر محمد ۳۷
تاج دین، قاضی ۴۵۵
تمیم داری انصاری رضی اللہ عنہ ۴۲۴
توکل شاہ ۶۷، ۶۸
تھیوفلس ۳۲۰
ٹام کنسن ۸۹، ۹۰، ۱۱۱
ثناء اللہ ۷۱
ثناء اللہ امرتسری، مولانا ۳۰، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۴۷، ۱۶۹،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۸۷،۱۹۶،۲۰۱،۳۰۶،۳۹۹،۴۰۲،۴۰۷
جان ڈیوڈ ۳۶۸
جعفر طیار رضی اللہ عنہ ۲۶۵،۳۵۱
جلال الدین اکبر ۵۲
جلال دین ۷۱
جمال الدین قاسمی ۲۵۵،۳۱۲،۳۱۳
جمال الدین یوسف ۴۱۸
جمشید بادشاہ ۲۳۶
جنت بی بی ۱۶۰
جنک سنگھ ۵۹
جوگندر سنگھ ۱۴۸
جویریہ رضی اللہ عنہا ۳۶۲
چترانگدر ۳۶۰
چراغ دین، حاجی ۱۰۷
چورنجی لال ۱۱۳
چیمسفورڈ، وائسرائے ۱۱۱
حاج محمد، قاضی ۴۵۵
حافظ محمد ۴۹
حبیب الرحمٰن، قاضی ۲۸،۹۶،۱۰۵،۱۲۷،۱۴۲،۱۸۰،
۳۸۶،۴۳۷،۴۴۳،۴۴۹،۴۵۷،۴۶۴
حبیب اللہ خان ۱۰۸،۱۰۹،۱۱۱،۱۵۳
حبیب اللہ شہاب ۴۶۳

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ۲۷۲
حسن رضی اللہ عنہ ۱۷۸،۲۶۵،۲۷۴
حسن اختر ۱۵۷
حسن بصری ۲۶۶
حسن بن مثنیٰ ۲۷۴
حسن معز الدین، قاضی ۱۸،۲۸،۳۱،۳۲،۳۴،۳۵،
۳۹،۴۰،۵۷،۵۹،۷۲،۷۳،۱۵۴،۱۵۵،
۱۵۹،۲۱۳،۲۸۱،۲۸۳،۲۹۳،۳۰۲،۳۴۱،۴۱۵،
۴۴۱،۴۴۷،۴۴۸،۴۵۳،۴۵۴،۴۵۵،۴۶۶
حسین احمد، مولوی ۳۸۴،۳۸۵
حسین رضی اللہ عنہ ۱۵۰،۱۷۹،۲۶۲،۲۷۴
حسین عبدالرحمٰن، قاضی ۴۴۷،۴۶۲
حشمت اللہ ۵۸،۶۹،۷۰
حفصہ رضی اللہ عنہا، سیدہ ۱۵۱،۲۶۸،۳۶۳
حنیفہ انجم ۴۴۸،۴۶۲
خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ۳۳۲
خالد محمود ۵۶
خالدہ مغل ۴۶۰،۴۶۱
خدیجہ رضی اللہ عنہا ۳۵۱
خلیل الرحمٰن ۴۵۹،۴۶۴
خورشید محمود قصوری ۱۹۴
خوشی محمد ۷۱

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیر الدین احمد، مولانا ۱۷۱
خیر دین، حاجی ۱۵۸
داؤد علیہ السلام ۲۴۷، ۲۸۸، ۳۲۳، ۳۳۱، ۳۵۹، ۳۷۳، ۴۲۳
دیانند سرستی ۳۱۴
دیوان سنگھ مفتون ۹۳، ۹۴
ڈنلپ سمتھ ۱۱۱
ذوالفقار علی بھٹو ۱۹۴
ذوالفقار علی خان ۷۰
ذوالقرنین ۲۶۳
ذوالیمین طاہر ۲۶۶
راجندر سنگھ ۳۲، ۳۳، ۵۸، ۶۱
راجہ پانڈو ۳۶۰
رازی، امام ۳۱۲، ۳۴۱، ۴۰۵
راشدہ علوی ۴۶۰
رام چندر ۳۶۰
رام دھانک ۷۳
رام سنگھ ۸۵، ۸۶
رانی سمتھرا ۳۶۰
رحمت اللہ ۴۵۴
رحمت اللہ غازی پوری ۱۸۶
رحیم بخش ۱۴۶
رسکن ۱۲۱
رسول کریم ﷺ ۷، ۴۰، ۴۱، ۹۴، ۱۲۴، ۱۲۹، ۱۶۶، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۸۰، ۱۹۵، ۲۲۰، ۲۲۸، ۲۴۹، ۲۵۱، ۲۵۳، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۹، ۲۶۵، ۲۶۷، ۲۶۹، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۸۵، ۲۸۹، ۲۹۳، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۹، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳ تا ۳۳۸، ۳۴۴، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹ تا ۳۵۶، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۳، ۳۶۴ تا ۳۶۶، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۸۵، ۴۱۹ تا ۴۲۷، ۴۳۰، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۵۸
رشی دیانند ۲۶۵
رشید احمد صدیقی ۱۷
رضی الرحمٰن، قاضی ۴۳۷، ۴۵۷
رفعت ۴۶۱
رفیع الدین، شاہ ۵۱
رنجیت سنگھ ۵۹، ۶۰
ریان بن ولید ۲۳۹
زبیدہ تسنیم ۴۶۳
زردار خان ۳۸۲
زکریا علیہ السلام ۲۴۷

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زکیہ بنتِ زکریا ۷۱

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۳۳۳

زید رضی اللہ عنہ ۲۶۵

زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا ۳۶۳

سالم رضی اللہ عنہ ۲۶۵

سرسید احمد خاں ۴۴

سراج الدین آذر، پروفیسر ۱۶۰

سرجان سٹوارٹ ۱۲۱

سری کرشن ۳۶۰

سعد اللہ، مولانا ۸۱، ۴۴۷

سعید احمد بھٹی ۷۱

سعید بن جبیر ۳۱۲

سکندر حیات ۶۳

سکندر ۳۷۰

سکھن لال کائستھ ۵۸، ۶۹، ۷۰

سلطان محمود فاتح ۲۶۴

سلمان آصف ۴۶۴

سلمان سعید ۴۴۷، ۴۵۹

سلمٰی ۴۳۷، ۴۴۳، ۴۵۷

سلیمان اشرف، سید ۱۱، ۲۷، ۱۸۹، ۱۹۱، ۴۰۹

سلیمان پھلواروی، شاہ ۱۱، ۲۷، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۲، ۴۰۹

سلیمان ندوی، سید ۱۱، ۱۴، ۱۷، ۲۷، ۱۲۳، ۱۸۵،
۱۸۹، ۱۹۲، ۱۹۹، ۳۷۴، ۴۰۷، ۴۰۹

سلیمان علیہ السلام ۲۴۷، ۲۶۳، ۲۶۴، ۳۲۳، ۳۷۴

سموئیل ۳۲۲

سمیع اللہ ۲۸۷

سندر سنگھ ۹۴، ۹۵

سوامی دیانند ۲۰۲

سہدیو ۳۶۰

سیتہ وتی ۳۶۰

شافعی، امام ۲۷۷، ۳۱۲

شاہ جہاں بادشاہ ۴۵۴

شاہد حمید ۴۵۸، ۴۶۳

شاہد فرید ۴۴۷

شبلی نعمانی، مولانا ۱۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۰، ۳۷۴

شردھانند ۲۱۴، ۳۰۸

شرف الدین، مولوی ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱

شرما، پروفیسر ۷۰

شریح بن حارث، قاضی ۲۳۵

شعیب علیہ السلام ۲۴۷، ۲۸۸

شکسپیئر ۱۲۱

شمس الدین التمش ۲۶۶

شمس الدین، حاجی ۴۰۱

شنتن ۳۶۰

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہاب الدین سہروردی ۲۶۸، ۲۷۵
شیر محمد، مولانا ۵۵
شیو دیال ۵۹
صابر مغل ۴۶۱
صاحب زادی ۷۰، ۷۱، ۷۲
صاحب سنگھ ۳۳
صالح علیہ السلام ۲۴۷
صدیق حسن خاں، نواب ۱۹۰
صرمہ بن ابی انس رضی اللہ عنہ ۳۳۲
صفیہ رضی اللہ عنہا ۳۶۱، ۳۶۲
صہیب رومی رضی اللہ عنہ ۲۶۵، ۳۳۲
ضیاء الدین، مولوی ۶۹، ۷۰، ۷۵
ضیاء اللہ کھوکھر ۳۰، ۳۹۹
ضیاء معصوم، خواجہ ۱۵۱، ۲۶۸
طارق منظور ۴۶۱، ۴۶۳
طارق (فاتح) ۲۶۶
طاہر محمود ۴۶۳
طاہرہ منیر ۴۶۰، ۴۶۱
طفیل دوسی رضی اللہ عنہ ۳۳۳
ظفر علی خاں، مولانا ۱۲۳، ۴۰۱
ظہور الدین احمد ۱۲۷، ۱۲۸
عارف ہسوی ۴۳۹
عاصم مسعود ۴۶۳
عامر عزیز ۴۶۳
عائش محمد، صوفی ۵۰
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ۷، ۲۶۸، ۳۶۳
عباس حسین، قاری ۴۳۹
عبدالاحد، شیخ ۵۱
عبدالاول غزنوی، مولانا ۷۶
عبدالباری، قاضی ۲۸، ۱۵۷، ۲۱۳، ۳۴۱، ۴۴۲، ۴۴۴، ۴۴۷، ۴۵۳، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۵
عبدالباقی، قاضی ۱۸، ۲۶، ۲۸، ۲۹، ۶۳، ۶۸، ۷۰، ۸۵، ۸۷، ۹۰، ۹۱، ۱۰۷، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۶، ۱۴۳، ۱۵۰، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۷، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۸۰، ۲۲۳، ۲۵۵، ۲۷۱، ۲۸۰، ۲۸۳، ۳۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۵۱، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۸، ۴۶۴، ۴۶۵
عبدالجبار شاکر، پروفیسر ۵، ۱۹، ۳۵، ۳۶
عبدالجبار غزنوی، مولانا ۱۹۷، ۳۸۰، ۳۸۱
عبدالجلیل میر ۱۰۳، ۱۰۹
عبدالحفیظ، مولانا ۴۰۵
عبدالحکیم ۴۸
عبدالحکیم بن امام دین ۷۱

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالحکیم خاں ۵۵
عبدالحکیم سیالکوٹی، مولانا ۵۱، ۵۲
عبدالحلیم علوی ۴۹
عبدالحلیم ناظم ۴۰۹، ۴۱۱
عبدالحلیم، حافظ ۳۷۵
عبدالحمید خاں ۱۱۲، ۱۳۱
عبدالحی ۱۵۶
عبدالحی فرنگی محلی، مولانا ۱۸۹، ۳۱۳
عبدالحی حسنی، حکیم ۱۸۸
عبدالحی عرب ۳۹۲، ۳۹۴
عبدالحی، قاضی ۴۶۵
عبدالرحمٰن ۶۵
عبدالرحمٰن بن امام دین ۷۱
عبدالرحمٰن گوہڑوی، حافظ ۱۰
عبدالرحمٰن میر ۱۰۸، ۱۵۳
عبدالرحمٰن، قاضی ۲۸، ۵۷، ۶۶، ۱۴۲، ۱۵۹، ۱۶۶، ۴۰۳، ۴۳۷، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۷
عبدالرحمٰن، مولانا ۴۷، ۴۸
عبدالرحیم بن علاؤالدین ۸۱، ۸۲
عبدالرحیم، ملک ۴۶۴
عبدالرزاق، قاضی ۴۶۴
عبدالرشید، مولوی ۱۲۲، ۱۶۸، ۱۶۹
عبدالستار غوری ۴۶۵
عبدالستار، شیخ ۱۴۴
عبدالشکور شاہ ۴۹
عبدالشکور، سیٹھ ۳۹۴، ۳۹۵
عبدالشکور، شیخ ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۶۳
عبدالصمد خاں ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸
عبداللطیف، حاجی ۱۵۶
عبدالعزیز ابن سعود ۱۱۴، ۱۵۹
عبدالعزیز بن علاؤالدین ۸۱
عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا ۱۸۷، ۴۰۲
عبدالعزیز علوی ۴۹
عبدالعزیز محدث دہلوی ۷۵
عبدالعزیز منصورپوری، قاضی
۶، ۲۶، ۲۸، ۵۷، ۸۷، ۱۱۳، ۱۲۷، ۱۳۹، ۱۴۲،
۱۵۴، ۱۵۶، ۱۵۹، ۱۷۷، ۲۱۷، ۳۹۴، ۳۹۹،
۴۰۰، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۳۷، ۴۳۹، ۴۴۰تا
۴۴۴، ۴۴۶، ۴۴۸، ۴۵۳، ۴۵۷، ۴۵۸،
۴۶۱، ۴۶۲
عبدالعزیز کوموی، مولانا
۵، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۵، ۷۶، ۷۸، ۸۲، ۸۳
عبدالعلی قاضی ۱۴۳، ۱۴۴
عبدالغفار ۵۹

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالغفار، قاضی ۲۵۵، ۴۳۹
عبدالغفور غزنوی، مولانا ۷۶
عبدالغفور ۲۰۱
عبدالغنی بن امام دین ۷۱
عبدالقادر جیلانی، شیخ ۲۷۴، ۴۵۴، ۴۵۵
عبدالقادر روپڑی، حافظ ۱۴۷
عبدالقادر سرہندی، شیخ ۵۲، ۵۳، ۵۴
عبدالقادر قصوری، مولانا ۱۳۸، ۱۹۳، ۱۹۵
عبدالقیوم، پروفیسر ۱۳۷
عبدالکبیر علوی ۴۹
عبدالکبیر، قاضی ۲۸، ۳۴۱، ۴۴۷، ۴۵۳، ۴۶۵
عبدالکریم ۳۸۶
عبداللطیف ۳۹۳، ۳۹۴
عبداللہ امجد چھتوی، مولانا ۴۹
عبداللہ بڈھیمالوی، حافظ ۶، ۴۸
عبداللہ ذوالجیاد ۳۳۳
عبداللہ بن سلام ؓ ۳۳۲
عبداللہ بن علاؤ الدین کوموی ۸۱
عبداللہ بن عمر ؓ ۲۶۶، ۴۲۱
عبداللہ ثانی، مولانا ۱۴۷
عبداللہ، حافظ ۱۵۰، ۴۰۲
عبداللہ دہلوی مجددی ۲۶۸
عبداللہ روپڑی، حافظ ۱۳۷
عبداللہ روڑی والا، حکیم ۳۰، ۹۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۹۷، ۴۴۳
عبداللہ شاہ، سائیں ۱۵۰، ۱۵۱
عبداللہ، صوفی ۹، ۳۸۰
عبداللہ غازی پوری، حافظ ۱۸۶
عبداللہ غزنوی، سید ۷۵، ۷۶، ۳۸۰، ۳۸۱، ۴۴۹
عبداللہ گورداس پوری، مولانا ۱۳۹، ۴۴۳
عبداللہ یوسف ۵۵
عبدالماجد دریابادی، مولانا ۴۴۷
عبدالمجید سوہدروی، مولانا ۲۹، ۱۳۸، ۱۴۷، ۱۹۳، ۳۰۸، ۳۱۱، ۳۷۲، ۳۸۱
عبدالمجید، مولوی ۴۱۵
عبدالمجید، میاں ۱۴۴
عبدالواحد غزنوی، مولانا ۱۳۷، ۱۴۷، ۳۸۰
عبدالوہاب دہلوی، مولانا ۴۲۹
عبیداللہ مالیر کوٹلوی، مولانا ۵۴، ۵۵، ۱۹۸
عثمان بن ابوطلحہ ؓ ۳۳۲
عثمان عبدالعزیز، ڈاکٹر ۴۴۷، ۴۶۲
عثمان غنی ؓ ۴۲۱
عدنان ۳۵۹
عدی بن حاتم ؓ ۳۳۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عطاء اللہ ۴۸، ۷۱، ۷۲
عظیم اللہ ۷۱، ۷۲
عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل ۲۶۵، ۳۳۳
علاؤ الدین، مولانا ۶۹، ۷۵، ۷۷، ۸۰، ۸۱، ۸۲
علی ارشد ۴۱۵، ۴۲۸
علی جان حاجی ۳۱۲، ۳۵۵
علی حسن خاں، نواب سید ۱۹۰
علی محمد صمصام، مولانا ۱۴۸
علی محمد، سید ۱۵۴، ۱۵۵
علی رضی اللہ عنہ، سیدنا ۳۷، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۳۵، ۲۶۵، ۲۷۳، ۳۳۳، ۳۵۱، ۴۲۱، ۴۲۷
عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا ۱۵۱، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۳۵، ۲۶۵، ۲۶۸، ۳۳۳، ۳۵۱، ۳۶۳، ۳۹۰
عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ۳۳۳
عمیر ناصر ۴۶۳
عنایت اللہ، صوفی ۴۸
عنایت اللہ، میاں ۱۶۸
عنایت حسین، شیخ ۳۸۱
عیسیٰ علیہ السلام ۲۳۷، ۲۴۷، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۱، ۳۲۴، ۳۲۶ تا ۳۳۱، ۳۳۴ تا ۳۳۸، ۳۴۹، ۳۵۹، ۳۶۹، ۴۲۰، ۴۲۳
غازی محمود دھرم پال ۶، ۹۱، ۲۰۱ تا ۲۱۸، ۲۲۰ تا ۲۲۴، ۲۹۴، ۳۱۵، ۳۱۷
غزالی، امام ۳۱۲
غلام احمد قادیانی ۸۱، ۱۷۸، ۲۸۶، ۲۹۴، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۷، ۳۸۷
غلام رسول قلعوی، مولانا ۳۸۰، ۳۸۱
غلام رسول مہر، مولانا ۳۷۱، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۷
غلام صابر شیخ ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۵۶
غلام علی مجددی، شیخ ۳۸، ۳۹
غلام فرید، حکیم ۴۰، ۴۱، ۴۲
غلام محمد خاں ۱۳۱
غلام محمد، خواجہ ۳۹۰، ۳۹۱
غلام محمد، منشی ۳۱۱، ۳۱۲
غیاث الدین غوری ۲۶۶
فاروق حمید ۴۴۷، ۴۵۹
فاطمہ ۴۶۰
فرحت ہاشمی ۲۹۲
فروہ الخزاعی ۳۳۲
فرید الدین شکر گنج ۲۶۸
فرید الدین فاروقی ۲۷۵
فریدہ بی بی ۴۶۱
فضل الحق، شیخ ۳۸۱
فضل الرحمٰن، شیخ ۱۲۸، ۱۷۷
فضل الرحمٰن، قاضی ۴۶۴

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضل الٰہی وزیر آبادی، مولانا ۱۶۱
فضل کریم ۱۰۷، ۳۸۳
فیثاغورس ۳۲۲
فیض الحسن سہارن پوری، مولانا ۱۸۵
قادر بخش، میاں ۴۸
قاسم دین، میاں ۱۶۷، ۱۶۸
قاضی صاحب دیکھیے قاضی محمد سلیمان
قتادہ رضی اللہ عنہ ۲۶۵
قدرت اللہ شہاب ۴۶۳
قطب الدین ایبک ۲۶۶
قطب الدین خضر ۴۵۵
کارلائل ۱۲۱
کالون ۳۲۲
کرزن لارڈ، وائسرائے ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۶، ۱۱۱
کرشن جی ۱۲۰، ۲۹۰
کرم سنگھ ۳۳
کریم اللہ ۷۱
کریم بخش، مولانا ۴۸
کعب بن سوار، قاضی ۲۳۵
کلنتی ۳۶۰
کمال الدین احمد ۴۵۵
کمال الدین علی ۴۵۵
کمال الدین محمد ۴۱۷
کوڑے مل، منشی ۵۴
کھڑک سنگھ ۱۹۸
کیکئی ۳۶۰
گاما پہلوان ۶۲
گرو گوبند سنگھ ۶۱
گوردت سنگھ ۱۱۲، ۱۱۴، ۳۹۹، ۴۰۰
گنگا رام ۶۲، ۶۳
گنگا ۳۶۰
گیان جی ۲۹۴
گیان دیوی ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۲
گیانی ذیل سنگھ ۸۷
گیندے شاہ ۳۸۴
لارڈ ٹینی سن ۴۴۲
لارڈ چیمسفورڈ، وائسرائے ۱۱۰، ۱۱۱
لارڈ منٹو، وائسرائے ۱۱۰، ۱۱۱
لال حسین اختر، مولانا ۱۴۷
لالہ لاجپت رائے ۳۶۰
لائٹ فٹ، ڈاکٹر ۳۲۲
لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ۳۳۳
لچھمن جی ۳۶۰
لوتھر ۳۲۲، ۳۳۴

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوط علیہ السلام ۲۴۷

لوقا ۳۲۰،۳۲۱،۳۲۶

لیا بیگم ۲۹۹

مادری جونکل ۳۶۰

مالک، امام ۲۶۶،۲۷۶،۳۱۲

مامون الرشید ۲۶۶

مائی صاحبہ ۱۲۶،۱۲۷

متی ۳۲۰،۳۲۱،۳۲۶

مجیب الرحمٰن، ڈاکٹر ۲۶

محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ۲۶۸

محمد بن عبدالرحمٰن ۲۳۵

محمد بن عبدالوہاب ۱۱۵

محمد جوناگڑھی، مولانا ۱۴۷

محمد میاں ۱۶۷

محمد ابراہیم خلیل، مولانا ۲۸۱

محمد ابراہیم ذوق ۲۷۶

محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا ۱۰۳، ۱۳۷، ۱۴۷، ۱۶۱، ۱۸۷، ۲۰۰

محمد اسحاق بھٹی ۸، ۹، ۱۰، ۱۵، ۱۸، ۱۹، ۳۶، ۷۶، ۲۸۶، ۴۶۴، ۴۶۵

محمد اسلم جیراج پوری ۱۶۷

محمد اسلم سیف، قاضی ۵۰

محمد اسماعیل سلفی، مولانا ۱۴۷

محمد افضل، قاضی ۴۶۴

محمد اقبال، علامہ ۵۲، ۴۰۱، ۴۶۱

محمد امین، حافظ ۴۹، ۷۱

محمد بخش، مولانا ۴۰۱

محمد جعفر شاہ پھلواروی ۱۸۹

محمد چراغ خاں ۳۸۷

محمد حسن، حافظ ۳۸۳، ۴۰۳

محمد حسین بٹالوی، مولانا ۱۳۷، ۱۳۹، ۳۰۴، ۳۰۵

محمد حسین بھٹی ۷۱

محمد حسین روپڑی، حافظ ۱۴۷

محمد حسین علوی ۴۶۰

محمد حنیف ندوی، مولانا ۹، ۱۷، ۱۲۳، ۱۴۴، ۱۴۷، ۳۰۶

محمد حیات مستری ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۳۷

محمد حیات، حاجی ۳۸۳

محمد داؤد غزنوی، سید ۶۲، ۱۱۱، ۱۲۰، ۱۸۶، ۴۴۶، ۴۴۷

محمد رفیق زبیدی ۱۵۸

محمد زکریا بن عبدالرحمٰن ۷۱

محمد سعید، مولانا ۱۹۸

محمد سعید، خواجہ ۵۳

محمد سلیمان روڑوی، مولانا ۱۳۴، ۱۹۷، ۳۸۰، ۳۸۱

محمد سلیمان منصور پوری، قاضی ۵تا۸، ۱۱،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۸، ۲۱، ۲۴، ۲۵، ۲۷، ۲۸، ۲۹،
۳۲، ۳۳، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۴۵، ۴۷، ۴۹،
۵۴، ۵۷، ۵۸، ۶۱، ۶۳، ۶۵، ۶۷ تا ۷۵،
۸۲، ۸۳، ۸۵، ۸۶ تا ۹۱ ۹۲ تا ۱۳۹، ۱۴۱،
۱۴۲، ۱۴۴ تا ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۴ تا ۱۸۰، ۱۸۳ تا
۱۹۰، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۵، ۱۹۶ تا ۲۱۸، ۲۲۱،
۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۵ تا ۲۳۲، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۷ تا
۲۴۹، ۲۵۱، ۲۵۳ تا ۲۶۳، ۲۶۵، ۲۶۸،
۲۶۹، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱،
۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱،
۲۹۳ تا ۳۱۷، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۵،
۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۲، ۳۵۴، ۳۵۶ تا
۳۶۱، ۳۶۳ تا ۳۶۸، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲،
۳۷۴، ۳۷۸، ۳۷۹ تا ۳۹۵، ۳۹۷ تا ۴۱۳،
۴۱۵، ۴۲۱، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۶، ۴۳۷،
۴۳۸، ۴۴۱، ۴۴۳، ۴۴۸ تا ۴۵۱، ۴۵۳ تا
۴۵۷، ۴۵۹ تا ۴۶۶،

محمد شاہد حنیف ۴۶۷
محمد شفیع ۱۲۵، ۴۰۷
محمد صدیق، حافظ ۳۹۲
محمد ظہور الدین احمد ۳۸۶
محمد عالم مختارحق ۳۶، ۷۶
محمد عبدالغفار، حاجی ۳۱۲، ۳۱۳
محمد عثمان علی خان ۲۶۸
محمد عثمان، قاضی ۴۶۴
محمد عطاء اللہ حنیف، مولانا ۷، ۸، ۱۷، ۳۱۴، ۳۷۳
محمد علی بن عبدالرحمٰن ۱۷
محمد علی جالندھری، مولانا ۱۴۷
محمد علی جوہر، مولانا ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۷
محمد علی قصوری، مولانا ۱۹۳، ۱۹۴
محمد علی لکھوی، مولانا ۱۳۷، ۱۴۷، ۳۳۹، ۳۴۰
محمد عمر، مولانا ۴۸
محمد غوث، شیخ ۴۵۴
محمد فاروق چڑیا کوٹی، مولانا ۱۸۵، ۱۸۶
محمد فاروق گورکھ پوری ۴۳۹
محمد فرید، سید ۴۰۴
محمد قاسم ۱۷۷، ۱۷۸
محمد قاسم، ملک ۴۶۴
محمد قاضی، پیر ۴۵۴
محمد مظہر الحق مالیر کوٹلوی، مولانا ۲۸۰
محمد منیر، جسٹس ۷۰
محمد نذیر عرشی، مولانا ۸۱
محمد یوسف فرنگی محلی، مفتی ۱۸۶
محمد یوسف ۴۰۵
محمود الحسن ۴۹

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمود النساء ۲۰۸، ۲۱۲

محمود شیرانی، حافظ ۱۶۰

محمود علی قصوری ۱۹۳، ۱۹۴

محمود غزنوی ۲۳۷، ۲۶۶

محی الدین احمد قصوری، مولانا ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۳۳۹، ۳۴۰

محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی، مولانا ۲۸۰، ۳۰۶، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۸۰، ۳۸۱، ۴۴۹، ۴۵۰

مرقس ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۶

مشتاق احمد گورمانی ۲۹۳

مصر بن حام ۲۶۱

مصطفیٰ ناصر ۴۶۳

مصطفیٰ کمال پاشا ۱۵۶

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ۳۳۳

معز الدین احمد ۲۷۳

معز الدین احمد، قاضی ۳۷، ۳۸، ۴۱ تا ۴۳، ۴۵

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ۳۳۳

معین الدین اجمیری ۲۷۵

معین الدین لکھوی، مولانا ۴۴۹

معین قریشی ۱۹۴

منشی رام ۲۱۴، ۳۰۸

منصورہ ۲۱۳

منوجی مہاراج ۲۶۵، ۲۶۷، ۲۶۸

مودودی، سید ۱۷

موسیٰ علیہ السلام ۲۳۰، ۲۳۹، ۲۴۷، ۲۵۰، ۲۸۸، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۶، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۸، ۴۲۳

مول سنگھ ۱۹۸

مولا بخش کوموی، سید ۷۸، ۸۱

مومن خاں مومن ۲۷۶

مہاراجا سرت ۳۶۰

مہندر پرتاپ ۱۹۴

مہندر سنگھ ۳۳

میمونہ رضی اللہ عنہا ۳۶۲

میمونہ تسلیم ۴۶۳

نافع ۲۶۶

نجم الدین شاہ ۶۸، ۳۸۲

نجیب، قاضی ۴۵۴

ندیم کوموی ۷۵، ۷۶، ۷۸، ۸۳، ۸۴

نذیر حسین محدث دہلوی ۵۵، ۷۹، ۸۲، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۷، ۱۹۸، ۳۸۰

نذیر حسین، صوفی ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۰

نرندر سنگھ ۳۳

نسرین بی بی ۴۶۱

نصرت بی بی ۱۶۱

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصیر احمد، سید ۱۷۳
نظام حیدرآباد ۶۳
نعمت اللہ ۵۵
نمرود ۲۶۳
نوح علیہ السلام ۲۴۷، ۲۶۱، ۳۳۸، ۳۷۰، ۳۷۳
نورالدین ۵۲
نورالدین، حافظ ۴۵
نورالدین، حکیم ۱۳۷
نور حسین گرجاکھی، مولانا ۱۴۷
نور محمد ۷۱، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۹۵
نووی، امام ۷۵
واٹسن ۳۲۲
وارساف ۳۲۳
ورقہ بن نوفل ۳۳۲
وسٹن ۳۲۳
وکٹوریہ، ملکہ ۲۱۳
ولایت احمد ۳۸۳
ولی اللہ محدث، شاہ ۲۵۵، ۲۶۸، ۳۴۱، ۳۸۰، ۴۰۵
ولی اللہ خاں ۲۱۵
ہارون الرشید ۴۴۲
ہارون علیہ السلام ۲۴۷
ہدایت اللہ، ضلع دار ۲۹۹، ۳۰۶
ہدایت اللہ، شیخ ۱۷۵
ہرنام داس ۵۵
ہنری ۳۲۲
یادوندر سنگھ ۳۲، ۳۴، ۳۹، ۶۰، ۶۱، ۶۳، ۸۶، ۸۷
یحییٰ بن یحییٰ اندلسی ۳۱۲
یحییٰ علیہ السلام ۲۴۷
یرمیا علیہ السلام ۳۲۲
یعقوب بن داؤد ۳۱۲
یعقوب صرفی ۵۱
یعقوب علیہ السلام ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۴۷، ۲۹۹، ۳۲۷، ۳۷۳
یوحنا ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۴، ۳۲۶
یوسف علیہ السلام ۱۷۲، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴ تا ۲۴۳، ۲۴۵، ۲۴۶، ۳۴۷، ۲۹۹، ۳۷۳
یوسف بن یحییٰ ۳۱۲
یوشع بن نون ۲۳۰
یونی ٹیرین ۳۲۴، ۳۳۴

☆☆☆☆

مقامات

آرہ ۱۸۷
آسٹریا ۳۶۷
آگرہ ۲۱۳، ۲۱۴، ۳۰۸، ۴۲۸

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹلی ۳۶۷
اجمیر ۴۰۵
اُحد ۳۵۳،۳۶۲
اردن ۲۲۸
اسپین ۲۸۰،۳۶۸،۴۴۵
اسلام آباد ۴۶۰،۴۶۲،۴۶۳
اعظم گڑھ ۱۸۵،۱۸۶،۱۹۹،۳۷۵،۴۰۷،۴۰۹،۴۲۸
افریقہ ۲۶۱،۲۶۳
افغانستان ۱۲،۳۹،۱۰۸،۱۰۹،۱۱۱،۱۵۳،۱۹۴
الجزائر ۲۲۸
الورریاست ۴۴۹
الہ آباد ۳۸۵
امرتسر ۶۲،۶۴،۷۰،۷۶،۱۱۷،۱۲۴،۱۹۱، ۱۹۶،۳۰۱،۳۱۱،۳۹۹،۴۰۴
امریکہ ۳۶۳،۳۶۶،۳۶۷،۴۶۰،۴۶۲،۴۶۳
انبالہ ۳۹،۶۷
انڈونیشیا ۱۵۸
انگلستان ۶۲،۱۹۴،۳۵۹،۳۶۶،۳۶۷،۴۵۹، ۴۶۰،۴۶۴
اوکاڑہ ۴۹،۱۵۶،۲۸۱
ایران ۲۳۶،۲۶۴،۲۸۰،۲۸۵،۳۳۲
بالاکوٹ ۱۲،۵۰،۷۷،۷۹
بٹالہ ۱۳۹،۳۱۰،۴۴۳
بٹھنڈہ ۳۹،۴۴،۵۵،۸۹،۹۱،۹۴،۱۱۰،۱۱۷، ۱۱۸،۱۱۹،۱۲۶،۱۳۲،۱۳۶،۱۶۵،۱۷۹،۲۰۱، ۲۰۲،۲۰۳،۲۰۵،۲۰۷،۳۳۹،۳۹۲،۴۵۰،۴۵۶
بحرابیض ۲۶۱
بحراحمر ۲۶۱
بخارا ۲۶۶
بدر ۳۰۳،۳۵۳،۳۶۲
بڈھیمال ۵،۳۸،۴۵،۴۷،۵۰،۱۴۴،۴۴۷، ۴۴۹
برٹش انڈیا ۶۰
برصغیر ۹،۱۱،۲۳،۲۸،۱۳۵،۱۷۶،۱۸۵، ۱۹۶،۲۰۱،۳۴۳،۳۴۴،۳۴۸،۴۳۷
برکیاں چک نمبر۱۶ ۵۶
بریلی ۱۹۱
بڑودھ ۴۳۷
بنی ۳۸۲
بلادِنوبہ ۲۶۱
بلجیم ۳۶۷
بلغاریہ ۳۶۷
بلوچستان ۴۶۴
بمبئی ۱۰۷،۱۰۸،۱۹۴،۲۷۱،۲۸۳،۲۹۸، ۳۳۹،۳۴۰،۳۸۶،۴۵۸

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنارس ثانی ۵۴
بنگلہ دیش ۲۶، ۱۸۸، ۳۴۳، ۳۹۷
بورے والا ۴۴۳
بہار ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۱، ۱۹۵، ۱۹۹، ۴۰۴
بہاول پور ۱۴۶، ۱۸۰، ۳۴۸، ۳۷۳، ۴۳۷
بہنوہ ۲۰۱
بھٹنیر ۴۵۶
بھوپال ۱۹۰، ۴۳۷
بیت المقدس ۳۹۱
بیکانیر ۳۷، ۵۰
پاکستان ۲۶، ۵۶، ۵۹، ۷۰، ۸۶، ۸۷، ۱۰۳، ۱۰۹، ۱۱۷، ۱۲۶، ۱۷۶، ۱۹۵، ۱۹۹، ۲۲۳، ۲۷۱، ۳۷۳، ۳۸۹، ۴۴۹، ۴۵۱، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲
پتوکی ۷۰
پٹیالہ ۵، ۱۳، ۲۱، ۲۶، ۲۹، ۳۱تا۳۵، ۳۹، ۴۰، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۵۱، ۵۴تا۶۳، ۶۵، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۲، ۸۲، ۸۳، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۹، ۹۳، ۹۴، ۹۸، ۹۹تا۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۰۸تا۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۷تا۱۲۰، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۳۱، ۱۳۶، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۴، ۱۴۶، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۶۰، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۵، ۱۷۷، ۱۸۴، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۱، ۲۱۳، ۲۱۴تا۲۱۷، ۲۲۲، ۲۸۱، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۴، ۳۰۶، ۳۱۶، ۳۷۵، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۷، ۳۹۱، ۳۹۴، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۳، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۱۲، ۴۱۵، ۴۳۷تا۴۴۲، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۵تا۴۵۸، ۴۶۰، ۴۶۵
پشاور ۱۰۹
پنجاب ۲۸، ۴۷، ۵۶، ۶۰، ۶۲، ۶۳، ۶۶، ۷۹، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۲۴، ۱۳۵، ۱۳۷تا۱۳۹، ۱۵۳، ۱۶۳، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۱، ۲۸۱، ۳۱۰، ۳۷۲، ۴۱۵، ۴۱۶
پھلواری ۱۸۹
تبوک ۳۵۳
ترکستان ۲۶۳، ۲۶۶
ترکی ۳۶۷
تیونس ۲۲۸
ٹبیاں ۷۱
ٹوبہ ٹیک سنگھ ۷۵، ۷۶، ۷۸
جاکھل ۶۸
جالندھر ۷۹، ۱۹۴
جاوا سماٹرا ۱۵۸

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبرالٹر ۲۶۶
جدہ ۲۹۸،۳۹۳،۳۹۴،۴۴۴
جرمن ۴۶۲
جرمنی ۳۶۷
جڑاں والا ۵۰،۱۴۴،۱۶۸
جنت معلیٰ ۸۱
جھوک ٹہل سنگھ ۴۴۹
جہانیاں ۳۰،۱۳۳،۱۹۷
جہلم ۷۸،۱۲۷،۱۲۸،۳۱۰
جیند ۸۷،۴۳۸
جے پور ۳۰۹،۴۴۹
چائل ۱۰۱
چک نمبر۵۳گ ب ۷۱،۱۵۸،۱۶۸
چک نمبر۳۶گ ب ۵۰،۱۲۲،۱۶۸
چمرکنڈ ۱۲،۱۰۴،۱۶۱
چندی گڑھ ۴۵۶
چونڈہ ۳۱۱
چونیاں ۷۱
چھینٹاں والا ۳۹،۴۵۴،۴۵۵
چین ۲۶۳،۲۶۵،۴۲۵،۴۴۵
حافظ آباد ۹۳
حبش ۳۳۲،۴۴۵

حدیبیہ ۳۵۳
حصار ۸۹،۱۳۳،۱۵۷،۱۷۱،۱۹۷
حمراء الاسد ۳۶۲
حنین ۳۵۳
حیدرآباد ۱۴۶،۳۴۸،۳۷۲،۴۳۷
خانیوال ۳۰،۱۳۳،۱۹۷
خوارزم ۲۶۶
دارالکسوہ ۳۹۰
داناپورہ ۱۹۵
دبئی ۴۵۸،۴۶۴،۴۶۵
دربھنگہ ۴۰۴
دکن ۱۴۶،۳۴۸،۴۳۷
دومۃ الجندل ۳۳۲
دہلی ۱۲،۳۳،۳۷،۴۷،۷۹،۸۱،۸۲،۹۳،
۹۴،۱۰۵،۱۲۲،۱۶۷،۱۸۶،۱۸۷،۱۹۱،۱۹۸،
۲۵۵،۲۹۸،۳۱۰،۳۱۲،۳۱۳،۳۳۹،۳۴۸،
۴۰۱،۴۰۲،۴۰۶،۴۱۱،۴۱۳،۴۳۸،۴۵۵
دھرم پورہ ۷۲
دیوبند ۸۱،۸۲،۳۷۳
ڈھانی ۵۰
ڈھڈیاں ۷۸
ڈیرہ دون ۹۴،۴۵۹

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈیرہ غازی خاں ۴۵۴، ۴۶۳

راج پورہ ۴۴

رام پورہ ۴۳۷

راولپنڈی ۴۴۲، ۴۴۴

راہوں ۳۸۷

رحیم یار خاں ۴۶۴

رحیم آباد ۱۸۷

روپڑ ۱۲۷

روڑی ۹۲، ۱۳۳، ۱۹۷

روس ۲۶۳، ۳۶۷

رومانیہ ۳۶۷

روم ۲۶۴، ۳۳۲، ۴۴۵

ساندہ ۴۶۵

ستیانہ بنگلہ ۴۹

سربیا ۳۶۷

سرگودھا ۱۹۶

سرہند ۵۱، ۵۳، ۶۱، ۱۰۹، ۱۵۱، ۱۵۳، ۳۷۵

سکلی گراں ۳۸۷

سلیمانیہ مسجد ۲۱۹

سمستی پور ۱۸۷

سمانہ ۸۲

سنام ۶۱، ۳۸۱، ۴۴۷، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۸

سنت نگر ۴۴۴

سنبھل ۱۵۰

سورت ۱۹۲

سوڈان ۲۲۸

سہارن پور ۸۱، ۸۲

سی پی، صوبہ ۳۰۹

سیالکوٹ ۵۱، ۲۰۰، ۴۰۴

سیونی ۳۰۹

شام ۲۲۸، ۲۸۰، ۲۹۸، ۳۳۲

شملہ ۱۰۱، ۱۱۰

شیراں والا گیٹ ۷۲، ۳۸۴

صفا ۱۵۹

طرابلس ۲۶۱

عراق ۲۲۸، ۳۶۷

عرب ۲۶۳

عزیز آباد ۸۳

علی گڑھ ۲۷، ۴۴، ۶۵، ۱۵۰، ۱۹۱، ۱۹۳، ۴۳۸،
۴۳۹، ۴۴۲، ۴۵۷، ۴۵۸

غازی پور ۱۸۶، ۴۰۴، ۴۰۵

فرانس ۳۶۶، ۳۶۷

فرید کوٹ ۳۸، ۷۰، ۸۷، ۱۰۴، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۸، ۴۳۸

فلسطین ۲۶۳، ۲۶۵

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فیروز پور ۳۸، ۴۵، ۴۷، ۸۹، ۱۴۴، ۱۶۶، ۴۴۴، ۴۴۹، ۴۵۰
فیصل آباد ۵۰، ۱۲۲، ۱۴۴، ۱۵۸، ۱۶۸، ۳۰۶، ۴۲۸، ۴۴۲
قاہرہ ۲۶۶
قسطنطیہ ۲۶۴
قصور ۷۰، ۷۱، ۱۹۳، ۱۹۵
کابل ۶۱، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۹۴، ۲۶۸
کپورتھلہ ۸۷، ۴۳۸
کراچی ۴۸، ۱۵۹، ۱۹۰، ۱۹۵، ۱۹۹، ۲۹۲، ۳۸۹، ۴۳۷، ۴۴۳
کربلا ۱۵۰
کرشن نگر ۴۵۱
کلسیہ ۸۷، ۴۳۸
کلکتہ ۱۰۹، ۱۵۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۴۳۸
کوٹ کپورہ ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۱۰۴، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۶۸، ۴۵۰
کوٹلی لوہاراں ۴۰۴
کوم کلاں ۸۰، ۸۱
کوئٹہ ۴۶۴
گارڈن ٹاؤن ۸۷، ۴۴۴، ۴۴۴، ۴۵۷، ۴۵۸
گجرات ۱۰۶، ۱۶۱، ۱۹۲، ۱۹۸
گڑھ شنکر ۲۰۱
گلبرگ ۲۹۳
گوالیار ۴۳۷
گوجراں والا ۳۰، ۹۳، ۱۱۷، ۱۲۳، ۱۹۲، ۱۹۶، ۲۰۱، ۳۰۸، ۳۷۲، ۳۹۹
گورداس پور ۴۴۳
گوموّ ۱۸۶
لاہور ۲۶، ۶۰، ۶۲، ۷۰، ۷۳، ۷۶، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۲۵، ۱۳۴، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۶۱، ۱۸۵، ۱۹۰ تا ۱۹۲، ۱۹۴، ۱۹۷، ۲۱۳، ۲۲۳، ۲۸۳، ۲۹۲، ۲۹۳، ۳۰۱، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۴، ۳۴۸، ۳۷۳، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۹، ۴۰۰، ۴۰۳، ۴۰۶، ۴۱۵، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۴۲، ۴۴۴، ۴۵۱، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۳ تا ۴۶۶
لدھیانہ ۶۳، ۶۸، ۶۹، ۷۵، ۷۷، ۷۹، ۸۹، ۲۰۵، ۲۰۷، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۵، ۲۱۷، ۲۲۳، ۴۴۹
لکھنؤ ۸۲، ۱۲۳، ۱۶۲، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۳۰۹، ۳۷۳، ۴۳۸، ۴۴۷
لکھوکے ۴۴۹، ۴۵۰
لندن ۴۰۰، ۴۶۴
لیبیا ۲۲۸، ۲۶۲
ماڈل ٹاؤن ۱۰۷، ۴۴۷، ۴۶۳، ۴۶۶
ماروی گارڈن ۱۵۶

www.KitaboSunnat.com
محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مال روڈ ۱۰۶

مالیر کوٹلہ ۵۴، ۷۰، ۸۷، ۱۳۴، ۱۹۸، ۲۸۰، ۴۳۸

مانسہ ۹۴

ماوراء الابحار ۲۶۳

متھرا ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۳۸، ۴۰۵

مدینہ طیبہ ۱۷۴، ۱۷۸، ۳۴۳، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۵، ۳۶۳، ۳۹۳

مرادآباد ۱۸۰

مراکش ۲۲۸

مروہ ۱۵۹

مشرقی پنجاب ۲۶، ۲۸، ۳۴، ۴۷، ۶۰، ۷۵، ۸۶، ۸۷، ۴۵۴، ۴۶۴

مصر ۱۷۹، ۲۲۸، ۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۹، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۸۰، ۲۹۹، ۳۳۰، ۴۴۵، ۴۶۰

مظفر پور ۱۸۷

مکتسر ۳۸

مکہ مکرمہ ۸۱، ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۷۸، ۲۱۳، ۲۱۷، ۲۱۹، ۲۲۶، ۲۹۸، ۳۳۹، ۳۴۳، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۶۳، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۹۰، ۴۵۶

ملتان ۱۵۵، ۱۷۳

ملیسیاں ۷۹

منڈی ۴۳۸

منصور پور ۳۸، ۳۹، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۶۶، ۴۵۴، ۴۵۵

نوٹ: قاضی صاحب کے مسکن منصور پور میں کسی زمانے میں چھینٹ کا کپڑا بنایا جاتا تھا، اس لیے وہ ''چھینٹاں والا'' کے نام سے مشہور تھا۔ موجودہ دور میں اسے چھینٹاں والا ہی کہا جاتا ہے، منصور پور کو کوئی نہیں جانتا۔ ویسے منصور پور نام کے کئی قصبے ہیں۔ ایک قصبہ صوبہ بہار کے ضلع ویشالی میں ہے۔ ایک قصبہ منصور پور مشرقی پنجاب کے ضلع ہوشیار پور میں ہے۔ ایک منصور پور ضلع فیصل آباد کی تحصیل جڑاں والا میں ہے اور وہ چک ۵۳ گ ب ہے، یعنی چک ۵۳ گ ب منصور پور۔

منیٰ ۳۹۲

موگا ۳۴

میانہ پورہ ۲۰۰

میسور ۴۳۷

نابھ ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۶۸، ۸۷، ۱۵۰، ۳۸۷

نالاگڑھ ۴۳۸

نجد ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۵۹، ۲۶۲، ۲۹۳

نروانہ ۳۸۶

نسبت روڈ ۲۲۳

وہاڑی ۱۳۹

ہال روڈ ۱۶۱

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہریانہ ۱۹۷
ہندوستان ۱۱، ۲۳، ۲۱، ۲۷، ۳۹، ۵۱، ۵۵، ۶۰، ۶۹، ۸۲، ۸۷، ۹۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۸ تا ۱۱۱، ۱۱۴، ۱۲۵، ۱۳۳، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۴۰، ۱۴۹، ۱۵۳، ۱۵۷، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۷، ۱۷۶، ۱۸۵ تا ۱۸۹، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۴، ۱۹۶ تا ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۱۳، ۲۳۹، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۹۰، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۵، ۳۶۷، ۳۷۳، ۳۷۶، ۳۹۱ تا ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۹، ۴۰۵، ۴۲۸، ۴۴۳، ۴۴۵، ۴۵۹،
ہوشیار پور ۱۲۶، ۲۰۱
یمن ۲۶۴، ۳۳۲
یوپی ۱۵۰، ۱۸۰، ۱۸۵، ۱۸۶، ۳۰۸، ۳۸۵، ۴۰۵
یورپ ۲۶۳، ۲۶۵، ۳۵۹، ۳۶۳
یونان ۴۴۵

☆☆☆☆

ادارے / جماعتیں

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس ۲۹، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۹۳، ۱۹۸، ۳۰۹، ۳۷۵، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۲۸
ادارہ ثقافت اسلامیہ ۸، ۹، ۱۶
اسلامی فلاسفیکل ایسوسی ایشن ۴۶۱
اسلامیہ کالج، لاہور ۱۳۷، ۳۴۸، ۴۰۰، ۴۰۳، ۴۳۷
اقبال اکیڈمی ۴۶۱
الھدیٰ انٹرنیشنل ۲۹۲، ۲۹۳، ۴۶۳
انجمن اصلاح المسلمین ۱۴۷، ۴۹
انجمن اہل حدیث ۱۳۸، ۱۶۳، ۱۹۳، ۳۰۹، ۳۷۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۱۵
انجمن تبلیغ اسلام ۳۱۰، ۳۱۱
انجمن حمایت اسلام ۱۵، ۱۲۵، ۳۴۸، ۳۷۳، ۴۰۰
انجمن خدام المسلمین ۳۱۰
انجمن خدام الناس ۴۰۶، ۴۴۰
انجمن نعمانیہ ۳۰۸
ایف سی کالج، لاہور ۵۸
پاکستان ایسوسی ایشن فار انٹر ریلیجس ڈائیلاگ ۴۶۱
پنجاب یونیورسٹی ۵۸، ۶۲، ۶۹
پنجابی یونیورسٹی، پٹیالہ ۶۰، ۷۲
جامعہ ابوبکر اسلامیہ ۴۸، ۵۰
جامعہ ثنائیہ ۴۰۴
جامعہ رحمانیہ ۴۷، ۴۸، ۴۰۱، ۴۰۲
جامعہ عباسیہ، بہاول پور ۳۴۸، ۳۷۳
جامعہ محمدیہ ۴۹
جامعہ ملیہ ۱۵، ۱۶۲، ۱۶۷، ۳۴۸
جماعت مجاہدین ۱۰۴
جماعت اہل حدیث، پنجاب ۲۹، ۴۰۴

www.KitaboSunnat.com
محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمعیت علمائے ہند ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۸، ۱۹۹
چنڈی گڑھ یونیورسٹی ۴۵۶
حبیبیہ کالج، کابل ۱۹۴
دارالسلام ۳۰۱
دارالعلوم، اوڈاں والا ۹
دارالعلوم تقویۃ الاسلام ۳۲، ۴۹، ۶۲
دارالعلوم دیوبند ۳۴۸، ۳۷۳
دارالعلوم، ماموں کانجن ۹، ۵۰
دارالمصنفین ۱۸۶، ۱۹۰، ۱۹۹، ۳۷۵
راجشاہی یونیورسٹی ۲۶
روٹری کلب ۴۶۱
زرعی یونیورسٹی ۴۴۲
سلیمانیہ لائبریری ۴۰۳
عثمانیہ یونیورسٹی ۳۴۸، ۳۷۲
قائداعظم لائبریری ۶۲
کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج ۶۲
کیمبرج یونیورسٹی ۱۹۴
گورنمنٹ کالج لاہور ۵۸، ۱۹۴
مجلس احرار اسلام ۱۹۳
محمدی اکیڈمی ۳۸۱
مدرسہ احمدیہ ۱۸۶
مدرسہ چشمہ رحمت ۱۸۶
مدینہ یونیورسٹی ۵۶
مرکز الدعوۃ السلفیہ ۴۹
مرکزی جمعیت اہل حدیث ۱۲۰
مسلم ہائی اسکول ۱۴۱
مسلم یونیورسٹی ۲۷، ۴۴، ۱۹۰، ۳۴۸، ۴۰۹، ۴۳۷، ۴۵۷
مکتبہ سلفیہ ۱۰، ۳۱۴
مکتبہ قدوسیہ ۱۳۴، ۱۹۷، ۴۳۸
مکتبہ نذیریہ ۳۰
ملٹری اکیڈمی ۴۵۹
مہندرا کالج ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۹، ۱۴۴
ندوۃ العلماء ۱۵، ۱۲۳، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۱، ۱۹۹، ۳۰۹، ۳۴۸، ۳۷۳، ۳۷۵، ۴۰۸

☆☆☆☆

کتابیں

ابن خلدون ۳۴۹، ۳۵۷
ابن عساکر ۳۵۷
ابن ماجہ ۳۵۷
ابوداؤد ۳۵۷
اخبار الاندلس ۲۲۹
ادھیا ۲۶۷، ۲۶۸
ارض القرآن ۱۹۹

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارمغان حجاز ۴۶۱
ارمغان حنیف ۸،۱۷
ازالہ اوہام ۳۰۴،۳۰۷
اساس اسلام ۲۰۲
استقامت ۲۸۹،۳۱۴،۳۱۵
اسلام کی بیٹیاں ۱۸
اصح السیر ۱۹۵
اصحاب بدر ۳۰۲
اعجاز التنزیل ۳۵۷
اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثل المسیح ۳۰۴
الاستیعاب ۳۵۷
الجزیہ ۱۸۵
الجمال والکمال ۱۳،۱۸۱،۲۲۵،۲۲۶،۲۲۷،۲۲۹،
۲۳۰،۲۳۱،۲۳۲،۲۳۳،۲۳۴ تا ۲۳۶،
۲۳۷،۲۳۸،۲۳۹،۲۴۱،۲۴۳،۲۴۵،۲۴۶،
۲۶۱،۲۶۲،۲۶۳،۲۹۸،۲۹۹،۴۰۸
الغزالی ۱۸۵
الفاروق ۱۸۵
الفوائد ابن قیم ۲۲۷
الفہرست ۸،۱۶
الفیوض المحمدیہ ۲۸۱
الکافی ۳۵۷
الکلام ۱۸۵
المامون ۱۸۵
المستدرک حاکم ۳۵۷
المسح علی الجوربین ۲۵۵،۳۱۲
امثالِ سلیمان ۳۲۳
انجیل ۲۵،۲۸۶،۳۱۷ تا ۳۱۸،۳۲۰،۳۲۱،
۳۲۴،۳۲۵،۳۲۷،۳۲۸،۳۲۹،۳۳۱،۳۳۵،
۳۵۶،۳۵۷،۳۷۷،۴۰۸،۴۱۲،۴۲۰،۴۲۳
انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۹
انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا ۳۵۷
انوارِ عالم ۲۰۲
بالِ جبریل ۵۲
بائبل ۲۶۴،۲۸۳،۲۸۷،۲۸۹،۳۲۲،۳۳۵،۳۴۶
بت شکن ۲۰۲
بخاری ۳۵۷،۴۲۵
برصغیر پاک وہند میں علم فقہ ۱۶
برصغیر کے اہل حدیث خدام القرآن ۹
برصغیر میں اسلام کے اوّلین نقوش
برصغیر میں اہل حدیث کی آمد ۹،۱۸
برہان ۲۸۹،۳۱۵
بزم ارجمندں ت ۷۷،۴۳۸
بستے بستے بستی ۴۶۰

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ ابن کثیر ۳۵۷
تاریخ ابوالفداء ۳۵۷
تاریخ الحرمین ۲۶۹
تاریخ الدول العربیہ ۳۵۷
تاریخ العرب ۳۵۷
تاریخ المشاہیر ۱۵، ۳۱۱
تائید الاسلام ۱۷۸، ۲۸۶، ۳۰۶
تبیان الحج ۲۵۶
تحفۃ الہند ۵۴، ۵۵، ۱۹۸
تذکرہ ۱۹۵
تذکرہ صوفی عبداللہ ۱۷
تذکرہ میاں عبدالعزیز مالواڈہ ۱۷
ترمذی ۳۵۷
تفسیر ابن السعود ۳۵۷
تفسیر ابن کثیر ۳۵۷
تفسیر کبیر ۳۴۱
تفسیر کشاف ۳۵۷
تناسخ کا چکر ۲۰۲
توریت ۲۵، ۲۹۹، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۳۱۷ تا ۳۲۴، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۴۹، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۷۷، ۴۰۸
توضیح المرام ۳۰۴
تہذیب قدیم ہندستان ۳۵۷
جڑ مار ۲۰۲
جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام ۳۰۱
چہرہ نبوت قرآن کے آئینے میں ۹
حجۃ اللہ البالغہ ۲۵۵، ۳۴۱، ۳۵۷
حیات القلوب ۳۵۷
حیات جاوید ۱۵
حیات شبلی ۱۵
خطبات مدراس ۱۹۹
دبستان حدیث ۹
رحمۃ للعالمین ۶، ۷، ۸، ۱۴، ۲۵، ۲۶، ۹۴، ۱۲۰، ۱۵۱، ۱۵۷، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۷، ۱۸۱، ۱۹۲، ۲۱۰، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۲۲، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۵۶ تا ۲۵۸، ۲۶۸، ۲۷۱، ۲۷۸، ۲۸۱، ۲۸۹، ۳۴۳، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۵۰، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۱، ۳۶۳، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۷۰ تا ۳۷۶، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۲، ۳۹۷، ۴۰۲، ۴۰۷، ۴۱۰، ۴۱۵، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۶
ریاحین العابدین ۷۵
روضۃ قیومیہ ۵۲
ریاض الصالحین ۹، ۷۵، ۷۶، ۸۱

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریشنلزم اور اسلام ۲۰۲
زبدۃ المقامات ۵۳
زبور ۲۸۶، ۳۲۳، ۳۵۷
زرقانی ۳۵۷
سرتوڑ ۲۰۲
سرور المحزون ۳۵۷
سفرنامہ حجاز ۱۸، ۲۹، ۳۷، ۳۸، ۶۵، ۶۹، ۷۵،
۸۵، ۲۱۳، ۲۸۱، ۳۳۸، ۳۸۹، ۳۹۷، ۴۰۸،
۴۱۱، ۴۵۴، ۴۶۰
سہ آتشہ (شعری مجموعہ) ۴۴۲
سید البشر ۲۵، ۲۵۶، ۲۸۷، ۳۰۲
سیرت ابن ہشام ۳۵۷
سیرت النبی ۱۸۵، ۱۹۹، ۳۴۶، ۳۷۴
سیرت سلمان ۱۸، ۲۹، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۱ تا ۴۴،
۶۳، ۶۵ تا ۶۹، ۸۵، ۸۷، ۹۰ تا ۹۲، ۱۰۲،
۱۰۷، ۱۰۸، ۱۱۴، ۱۲۰، ۱۲۲، ۱۸۰، ۳۴۱، ۴۵۴
سیرت عائشہؓ ۱۹۹
سیرت محمدیہ ۳۵۷
شرح اسماء اللہ الحسنٰی ۱۳، ۳۰، ۲۴۹، ۲۵۳، ۲۶۳،
۲۶۴، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۹۹، ۳۹۲
شفاء العلیل ۳۵۷
شمشیر برہنہ ۲۰۲

صحیح مسلم ۳۵۷، ۴۲۴
طبری ۳۴۹
طبقات ابن سعد ۳۵۷
عرب ہند تعلقات ۱۹۹
عشرہ مبشرہ ۴۶۴
عظمت رفتہ ۴۳۹
علم فقہ ۹
عمر خیام ۱۹۹
عہد نامہ ۳۲۶
غالیہ خوشبو ۴۴۸، ۴۶۳
غایت المرام ۱۷۸، ۱۷۹، ۲۸۶، ۳۰۴، ۳۰۶،
۳۰۷، ۳۸۷
غزل الغزلات ۳۲۳
فتح اسلام ۳۰۴
فتح الباری ۳۵۷
فتوح البلدان ۳۵۷
فقہائے ہند ۸، ۱۶، ۱۷
قافلہ حدیث ۱۷، ۱۳۴، ۱۹۷
قدیم ہندوستان رگ وید ۳۵۷
قرآن مجید ۷، ۹، ۱۰، ۱۳، ۴۲، ۵۵، ۶۸، ۱۲۶،
۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۸۶، ۱۹۲، ۲۱۰، ۲۲۸،
۲۳۵، ۲۴۷، ۲۵۰، ۲۵۳، ۲۵۷، ۲۶۰، ۲۸۶،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۹۲، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۱۹ تا ۳۲۵، ۳۲۷ تا
۳۲۹، ۳۳۱، ۳۳۸، ۳۴۶، ۳۵۷، ۴۳۲،
۴۵۷
قصوری خاندان ۱۷
کاروان سلف ۱۷
کائنات کے ادھ کھلے راز ۴۶۴
کتاب الام ۳۵۷
کتاب الخروج ۳۲۱
کتاب القضات ۳۲۲، ۳۲۳
کتاب ایوب ۳۲۳
کتاب یوشع ۳۲۲، ۳۲۶
کفرتوڑ ۲۰۲، ۲۱۵، ۲۱۶
کیمیائے سعادت ۳۵۷
گرنتھ صاحب ۴۰، ۱۲۶، ۲۹۴
گل رعنا ۱۸۸
لسان القرآن ۹
لغت اصلاحات تصوف ۴۶۱
لوقا ۳۳۱
متی ۳۲۸، ۳۳۰، ۳۳۱، ۴۲۰
مثنوی رومی ۸۱
مثنوی ہشت ہشت ۱۹۱
معدن الاعمال ۳۵۷
محفل دانشمنداں ۱۷
محیط المحیط ۳۵۷
مدارج النبوۃ ۳۵۷
مدینۃ الجمال ۷۵، ۷۷
مرزائیت نئے زاویوں سے ۳۰۶
مرقس ۳۳۱
مسند امام احمد ۳۵۷
مشاہدات کابل و یاغستان ۱۹۴
مشکوٰۃ ۳۵۷
معجم البلدان ۳۵۷
مقالات سلیمان ۱۹۹، ۲۵۳، ۲۵۶، ۲۶۸، ۳۰۷، ۴۱۵
مقدمہ سیرت ۱۹۵
مکاشفات ۳۳۱
منتہی الارب ۳۵۷
موطا امام مالک ۳۵۷
موطا امام محمد ۳۵۷
منوسمرتی ۲۰۲
مہر نبوت ۷، ۸، ۱۳، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۴۵
میاں فضل حق اور ان کی خدمات ۱۷
میرے زمانے کی دلی ۴۳۹
مآثر صدیقی ۱۹۰
ناسخ التواریخ ۳۵۷
ناقابل فراموش ۹۴، ۹۵
نزہۃ الخواطر ۱۸۶

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسائی ۳۵۷
نصب الرایہ ۴۱۸
نقوش عظمت رفتہ ۱۷
نور الاسلام ۲۰۲
نہج البلاغہ ۳۵۷
ویداور سوامی دیانند ۲۰۲
یاد ایام ۱۸۸
یادِ رفتگان ۱۹۹
یجروید کا ترجمہ ۲۰۲

☆☆☆☆

رسائل و جرائد

اردو ڈائجسٹ، لاہور ۱۵۸
الاعتصام، لاہور ۸، ۹، ۱۶، ۷۵، ۲۲۳، ۲۲۴، ۳۰۶، ۴۲۹، ۴۴۷
امروز، لاہور ۱۸
انقلاب، لاہور ۳۸۹
اودھ پنچ، لکھنؤ ۴۳۸
اہلحدیث امرتسر ۳۰، ۱۹۶، ۳۹۹، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۹
پاکستان ٹائمز، لاہور ۲۶، ۴۴۲
جلا وطن، لاہور ۹۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۴، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۲۲، ۲۲۳
ریاست، دہلی ۹۳، ۹۴
سول ملٹری گزٹ، لاہور ۳۵۷
صداقت، کلکتہ ۴۳۸
صدق جدید، لکھنؤ ۴۴۷
کامریڈ، دہلی ۴۳۹
محدث، لاہور ۲۹۲
المسلم ۳۱۷
مسلمان، سوہدرہ ۳۷۲
معارف اعظم گڑھ ۲۷، ۱۹۲، ۱۹۹، ۴۰۷، ۴۰۹
المعارف، لاہور ۹، ۱۶
منہاج، لاہور ۲۲۳
وطن اخبار، لاہور ۱۹۰، ۱۹۱، ۳۷۴
وکیل، امرتسر ۱۹۱، ۳۱۱، ۳۱۲
الہلال، کلکتہ ۴۴۰
ہمدرد، دہلی ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۷

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب کا بیسواں باب ''قاضی صاحب بہ حیثیت شاعر'' قارئین کرام کے مطالعہ میں آچکا ہے۔ کتاب چھپنے کے لیے پریس جا رہی تھی کہ حسنِ اتفاق سے ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے دو شمارے (۹۔ اپریل ۱۹۹۹ اور ۷۔ مئی ۱۹۹۹ء) دست یاب ہوئے، جن میں حضرت قاضی صاحب کی دو نظمیں شائع ہوئی ہیں جو معروف مصنف جناب طالب ہاشمی صاحب نے ''الاعتصام'' کو برائے اشاعت ارسال کی تھیں۔ افسوس ہے یہ نظمیں بیسویں باب میں شائع نہیں ہوسکیں۔ اب کتاب کی آخری کاپی کے آخر میں شائع کی جارہی ہیں۔

شائستگیٔ علم و ہنر پیدا کر

پہلے شائستگیٔ علم و ہنر پیدا کر
دل میں پھر دردِ زباں میں بھی اثر پیدا کر

چھوڑ دے راہِ سکندر کہ ہے ظلمات کی راہ
ہمت ِ موسوی و عزمِ خضر پیدا کر

مثل خالدؓ کے دکھا پنجۂ فولاد کا زور
بوعبیدہ کی طرح دیدۂ تر پیدا کر

خردماغی کا سبق سیکھ نہ راون کی طرح
سجدہ حق میں جو گر جائے وہ سر پیدا کر

ذرّہ ذرّہ میں نظر آئے گا خورشید تجھے
پردہ آنکھوں سے ہٹا نورِ نظر پیدا کر

اپنی رفتار کو دریا کی طرح جاری رکھ
جب رکاوٹ ہو کوئی راہِ دگر پیدا کر

باپ تیرا بھی تھا مسجودِ ملائک آدم
آدمی بن کے ذرا فضلِ بشر پیدا کر

جس میں عظمت ہو خدا کی وہ بنا اپنا دل
درد ہو قوم کا جس میں وہ جگر پیدا کر

چارسو ظلمتِ شب جب ہو جہاں پر طاری
قلب میں ذکر سے تو نورِ قمر پیدا کر

صدقِ بوبکرؓ پہ چل علم علیؓ سلماں سیکھ
حلم عثمانؓ دکھا عدلِ عمرؓ پیدا کر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُمتِ خیرالبشر ہیں ہم

افاداتِ مولانا قاضی محمد سلیمان سلمان رحمۃ اللہ علیہ

شکر خدا کہ اُمتِ خیرالبشرؐ ہیں ہم
وابستۂ محبتِ باھمہ گر ہیں ہم

دولت کی ہم کو بھوک نہ چاہت ہے جاہ کی
ہاں تشنۂ و گرسنۂ علم و ہنر ہیں ہم

ہم درمیان حلقۂ ماتم ہیں شامِ غم
بیدار دل کی آنکھ میں نورِ سحر ہیں ہم

سہہ سہہ کے ظلم ہم نے دُعائیں جفا پہ دیں
اے اہل درد! داروئے بیدادگر ہیں ہم

ہم مرہم جراحتِ دِلہائے ریش ہیں
ناسورِ تیرہ دل کے لیے نیشتر ہیں ہم

میدان میں ہیں جوہرِ شمشیر آبدار
مسجد میں سربسجدہ و باچشمِ تر ہیں ہم

آبائے برتریں کے نہیں استخواں فروش
ہم شمع خاندان ہیں فخرِ پسر ہیں ہم

واقف ہیں ہم نشیب و فرازِ جہان سے
دانائے رازِ معنیٰ زیر و زبر ہیں ہم

تفویض امر میں ہے ہماری کشودِ کار
کوتاہ بین مصلحتِ خیر و شر ہیں ہم

روشن ہمیں کیا ہے سراجِ منیر نے
تنویر دین پاک سے مثلِ قمر ہیں ہم

توحید نے بلند ہمارا کیا مقام
عبدِ ذلیل مالکِ جن و بشر ہیں ہم

مسلم ہیں ہم تو اشرفِ مخلوق ہیں ضرور
سلمان ورنہ سارے جہاں سے بتر ہیں ہم

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔ جے ماڈل ٹاؤن لاہور
7052

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اردو زبان میں ''رحمۃ للعالمین'' کو جو قبولیت حاصل ہوئی اس کی ایک وجہ تو موضوع کی شیرینی' ایمان کا تقاضا اور محبتِ رسول کا جذبہ صادقہ تھی۔ دوسری وجہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاص' حبِ رسول میں استغراق اور اطاعتِ رسولؐ میں انہماک کے علاوہ بیانِ سیرت میں انکسار و تواضع کے ساتھ ساتھ یہ جذبہ دعوت و ہدایت تھا کہ ''رحمۃ للعالمین'' مسلمانوں میں شوقِ عمل اور غیر مسلموں کے لیے قبولِ اسلام کا ذریعہ بن جائے۔

قاضی صاحبؒ کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے اپنے حالات نہ خود قلم بند کیے نہ کسی کو لکھوائے اور نہ کسی صاحبِ قلم نے اس طرف توجہ کی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا محمد اسحاق بھٹی کو کہ انھوں نے کمرِ ہمت باندھ کر ان کے کوائفِ حیات جمع کیے جن کے نشانِ راہ اوّل تو تھے ہی نہیں اور جو تھے وہ ادھورے اور ناکافی تھے۔

مولانا بھٹی بتوفیقہ تعالیٰ سیرت نگارِ نبوی کی سوانح لکھنے کی سعادت سے بہرہ ور ہو گئے۔ مولانا کا اندازِ تحریر بہت جاذب' رواں دواں' شستہ اور سلیس ہوتا ہے' واقعات نگاری اس طرح کرتے ہیں کہ قاری ان کے طرزِ بیان میں خود کو بہتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ موصوف کا حافظہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کا خوب صورت اظہار ان کا کمال ہے۔ ان کے قلم سے تذکار و تراجم کا ڈھیر لگ جانے کے باعث بعض اصحابِ علم و قلم انھیں دورِ حاضر کا امام ذہبی بھی کہتے ہیں جو صحیح معلوم ہوتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ